دعا اور اہل بیت علیہم السلام

آیۃ اللہ محمد مہدی آصفی

مترجم: سید ضرغام حیدر نقوی

مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرف اول

جب آفتاب عالم تاب افق پر نمودار ہوتا ہے، کائنات کی ہر چیز اپنی صلاحیت وظرفیت کے مطابق اس سے فیضیاب ہوتی ہے حتی ننھے ننھے پودے اس کی کرنوں سے سبزی حاصل کرتے اور غنچہ وکلیاں رنگ ونکھار پیدا کرلیتی ہیں تاریکیاں کافور اور کوچہ وراہ اجالوں سے پرنور ہوجاتے ہیں، چنانچہ متمدن دنیا سے دور عرب کی سنگلاخ وادیوں میں قدرت کی فیاضیوں سے جس وقت اسلام کا سورج طلوع ہوا، دنیا کی ہر فرد اور ہر قوم نے قوت و قابلیت کے اعتبار سے فیض اٹھایا۔

اسلام مبلغ وموسس سرور کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار حراء سے مشعل حق لے کر آئے اور علم وآگہی کی پیاسی اس دنیا کو چشمۂ حق وحقیقت سے سیراب کردیا، آپ کے تمام الٰہی پیغامات ایک ایک عقیدہ اور ایک ایک عمل فطرت انسانی سے ہم آہنگ ارتقائے بشریت کی ضرورت تھا اس لئے ۲۳ برس کے مختصر عرصے میں ہی اسلام کی عالمتاب شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں اور اس وقت دنیا پر حکمراں ایران وروم کی تہذیبیں اسلامی قدروں کے سامنے ماند پڑ گئیں، وہ تہذیبی اصنام خود دیکھنے میں اچھے لگتے ہیں اگر حرکت وعمل سے عاری ہوں اور انسانیت کو سمت دینے کا حوصلہ، ولولہ اور شعور نہ رکھے تو مذہب وعقل آگہی سے روبرو ہونے کی توانائی کھودیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ایک چوتھائی صدی سے بھی کم مدت میں اسلام نے تمام ادیان ومذاہب اور تہذیب وروایات پر غلبہ حاصل کرلیا۔

اگرچہ رسول اسلام کی یہ گرانبہا میراث کہ جس کی اہل بیت علیہم السلام اور ان کے پیرووں نے خود کو طوفانی خطرات سے گزار کر حفاظت وپاسبانی کی ہے ،وقت کے ہاتھوں خود فرزندان اسلام کی بے توجہی اور ناقدری کے سبب ایک طویل عرصے کے لئے تنگنائیوں کا شکار ہوکر اپنی عمومی افادیت کو عام کرنے سے محروم کردی گئی تھی، پھر بھی حکومت وسیاست کے عتاب کی پروا کئے بغیر مکتب اہل بیت علیہم السلام نے اپنا چشمہ فیض جاری رکھا اور چودہ سو سال کے عرصے میں بہت سے ایسے جلیل القدر علماء ودانشور دنیائے اسلام کو تقدیم کئے جنھوں نے بیرونی افکار ونظریات سے متاثر اسلام وقرآن مخالف فکری و نظری موجوں کی زد پر اپنی حق آگین تحریروں اور تقریروں سے مکتب اسلام کی پشتپناہی کی ہے اور ہر دور اور ہر زمانہ میں ہر قسم کے شکوک وشبہات کا ازالہ کیا ہے، خاص طور پر عصر حاضر میں اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد ساری دنیا کی نگاہیں ایک بار پھر اسلام وقرآن اور مکتب اہل بیت علیہم السلام کی طرف اٹھی اور گڑی ہوئی ہیں دشمنان اسلام اس فکری ومعنوی قوت واقتدار کو توڑنے کے لئے اور دوستداران اسلام اس مذہبی اور ثقافتی موج کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑنے اور کامیاب وکامران زندگی حاصل کرنے کیلئے بے چین وبے تاب ہیں، یہ زمانہ علمی اور فکری مقابلہ کا زمانہ ہے اور جو مکتب بھی تبلیغ اور نشر واشاعت کے بہتر طریقوں سے فائدہ اٹھاکر انسانی عقل وشعور کو جذب کرنے والے افکار ونظریات دنیا تک پہنچائے گا، وہ اس میدان میں آگے نکل جائیگا۔

)عالمی اہل بیت کونسل) مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام نے بھی مسلمانوں خاص طور پر اہل بیت عصمت وطہارت کے پیرووں کے درمیان ہم فکری و یکجہتی کو فروغ دینا وقت کی ایک اہم ضرورت قرار دیتے ہوئے اس راہ میں قدم اٹھایا ہے کہ اس نورانی تحریک میں حصہ لے کر بہتر انداز سے اپنا فریضہ ادا کرے ،تاکہ موجودہ دنیائے بشریت جو قرآن وعترت کے صاف وشفاف معارف کی پیاسی ہے زیادہ سے زیادہ عشق ومعنویت سے سرشار اسلام کے اس مکتب عرفان وولایت سے سیراب ہوسکے، ہمیں یقین ہے عقل وخرد پر استوار ماہرانہ انداز میں اگر اہل بیت عصمت وطہارت کی ثقافت کو عام کیا جائے اور

حریت و بیداری کے علمبر دار خاندان نبوت ور سالت کی جاوداں میراث اپنے صحیح خدوخال میں دنیاتک پہونچادی جائے تواخلاق وانسانیت کے دشمن، انا نیت کے شکار، سامراجی خوں خواروں کی نام نہاد تہذیب وثقافت اور عصر حاضر کی ترقی یافتہ جہالت سے تھکی ماندی آدمیت کوامن ونجات کی دعوتوں کے ذریعہ امام عصر(عج) کی عالمی حکومت کے استقبال کے لئے تیار کیاجاسکتاہے۔

ہم اس راہ میں تمام علمی اور تحقیقی کوششوں کے لئے محققین ومصنفین کے شکر گزار ہیں اور خود کو مؤلفین ومترجمین کاادنیٰ خدمتگار تصور کرتے ہیں ،زیر نظر کتاب، مکتب اہل بیت علیہم السلام کی ترویج واشاعت کے اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، آیت اللہ شیخ محمد مہدی آصفی مدظلہ کی گرانقدر کتاب دعا اور اہل بیتؑ کو جناب مولانا سید ضرغام حیدر نقوی نے اردو زبان میں اپنے ترجمے سے آراستہ کیاہے جس کے لئے ہم دونوں کے شکر گزار ہیں اور مزید توفیقات کے آرزومند ہیں،اسی منزل میں ہم اپنے تمام دوستوں اور معاونین کا بھی صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جنھوں نے اس کتاب کے منظر عام تک آنے میں کسی بھی عنوان سے زحمت اٹھائی ہے، خدا کرے کہ ثقافتی میدان میں یہ ادنیٰ جہاد رضائے مولیٰ کا باعث قرار پائے۔

والسلام مع الاکرام

مدیر ثقافت، مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

فہرست کتاب

دعا کی تعریف

دعا یعنی بندے کا خدا سے اپنی حاجتیں طلب کرنا۔

دعا کی اس تعریف کی اگر تحلیل کی جائے تو اس کے مندرجہ ذیل چار رکن ہیں:

۱۔مدعو: خداوند تبارک و تعالیٰ۔

۲۔داعی: بندہ۔

۳۔دعا: بندے کا خدا سے مانگنا۔

۴۔مدعولہ: وہ حاجت اور ضرورت جو بندہ خداوند قدوس سے طلب کرتا ہے۔

ہم ذیل میں ان چاروں ارکان کی وضاحت کر رہے ہیں:

۱۔مدعو: یعنی دعا میں جس کو پکارا جاتا ہے وہ خداوند قدوس کی ذات ہے:

۱۔خداوند قدوس غنی مطلق ہے جو آسمان اور زمین کا مالک ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

)اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ لَہُ مُلْکُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ)(۱(

"کیاتم نہیں جانتے کہ آسمان وزمین کی حکومت صرف اللہ کیلئے ہے"

)۱(سورۂ بقرہ آیت ۱۰۷۔

)وَلِلّٰہِ مُلکُ السَّمَاوَاتِ وَالاَرضِ وَمَا بَینَھُمَا یَخلُقُ مَا یَشَاءُ()۱(

"اور اللہ ہی کیلئے زمین وآسمان اوران کے درمیان کی کل حکومت ہے"

۲۔خداوند عالم کا خزانہ جود وعطا سے ختم نہیں ہوتا:

)اِنَّ ھٰذَا لَرِزقُنَا مَالَہُ مِن نَفَادٍ()۲(

"یہ ہمارا رزق ہے جو ختم ہونے والا نہیں ہے" سورۂ ص آیت ۵۴۔

)کُلّاً نُمِدُّ ھٰوٴُلَاءِ وَھٰوٴُلَاءِ مِن عَطَاءِ رَبِّکَ وَمَا کَانَ عَطَاءُ رَبِّکَ مَحظُوراً()۳(

"ہم آپ کے پروردگار کی عطاو بخشش سے اِن کی اور اُن سب کی مدد کرتے ہیں اور آپ کے پروردگار کی عطا کسی پر بند نہیں ہے"

اور دعائے افتتاح میں وارد ہوا ہے: "لَاتَزِیدُہُ کَثرَةُ العَطَاءِ اِلَّاجُوداًوَکَرَماً"

"اور عطا کی کثرت سوائے جود وکرم کے اور کچھ زیادہ نہیں کرتی"

۳۔وہ اپنی ساحت وکبریائی میں کوئی بخل نہیں کرتا،کسی چیز کے عطا کرنے سے اس کی ملکیت کا دائرہ تنگ نہیں ہوتا،وہ اپنے بندوں پر اپنی مرضی سے جو جود وکرم کرے اس سے اس کی ملکیت میں کوئی کمی نہیں آتی اور وہ بندوں کی حاجتوں کو قبول کرنے میں کوئی دریغ نہیں کرتا۔
اگر کوئی بندہ اس کو پکارے تو وہ دعا کو مستجاب کرنے میں کسی چھوٹے بڑے کالحاظ نہیں کرتا ہے چونکہ خود اسی کا فرمان ہے:(اُدعُونِی اَستَجِب لَکُم)"مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا"مگر یہ کہ خود بندہ دعا مستجاب کرانے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو۔چونکہ بندہ اس بات سے آگاہ نہیں ہوتا کہ کونسی دعا

)۱(سورۂ مائدہ آیت ۱۷۔

)۲(سورۂ ص آیت ۵۴۔

)۳ (سورۂ اسراء آیت ۲۰۔

قبول ہونی چاہئے اور کونسی دعا قبول نہیں ہونی چاہئے فقط خداوند عالم اس چیز سے واقف ہے کہ بندے کیلئے کونسی دعا قبولیت کی صلاحیت رکھتی ہے اور کونسی قبولیت کی صلاحیت نہیں رکھتی جیسا کہ دعائے افتتاح میں آیا ہے:

)وَلَعَلَّ الَّذِی اَبطَاَ عَنِّی ھُوَخَیرٌلِی لِعِلمِکَ بِعَاقِبَةِ الاُمُورِ،فَلَم اَرَ مَولیً کَرِیماً اَصبَرَعَلیٰ عَبدٍ لَئِیمٍ مِنکَ عَلَیَّ(

"حالانکہ تو جانتا ہے کہ میرے لئے خیر اس تاخیر میں ہے اس لئے کہ تو امور کے انجام سے باخبر ہے میں نے تیرے جیسا کریم مولا نہیں دیکھا ہے جو مجھ جیسے ذلیل بندے کو برداشت کرسکے"

۲۔داعی:(دعا کرنے والا(

بندہ ہر چیز کا محتاج ہے یہاں تک کہ اپنی حفاظت کرنے میں بھی وہ اللہ کا محتاج ہے ارشاد ہوتا ہے:

)یَاأَیُّهَا النَّاسُ أَنتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَی اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیدُ)(۱(

''انسانوں تم سب اللہ کی بارگاہ کے فقیر ہو اور اللہ صاحب دولت اور قابل حمد و ثنا ہے''

)وَاللّٰهُ الْغَنِیُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ)(۲(

''خدا سب سے بے نیاز ہے اور تم سب اس کے فقیر اور محتاج ہو''

انسان کے پاس اپنے فقر سے بہتر اور کوئی چیز نہیں ہے جو اس کی بارگاہ میں پیش کر سکے۔اور اللہ کی بارگاہ میں اپنے کو فقیر بنا کر پیش کرنے سے اس کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔

اور جتنا بھی انسان اللہ کی بارگاہ کا فقیر رہے گا اتنا ہی اللہ کی رحمت سے قریب رہے گا اور اگر وہ تکبر کرے گا اور اپنی حاجت و ضرورت کو اس کے سامنے پیش نہیں کرے گا اتنا ہی وہ رحمت خدا سے۔۔

)۱(سورۂ فاطر آیت ۱۵

)۲(سورۂ محمد آیت ۳۸۔

دور ہوتا جائے گا۔

۳۔دعا:(طلب،چاہت،مانگنا (

انسان جتنا بھی گڑ گڑا کر دعا مانگے گا اتنا ہی وہ رحمت خدا سے قریب ہوتا جائے گا۔انسان کے مضطر ہونے کی سب سے ادنیٰ منزل یہ ہے کہ وہ اپنے تمام اختیارات کا مالک خدا کو سمجھے یعنی خدا کے علاوہ کوئی اس کی دعا قبول نہیں کر سکتا ہے اور مضطر کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے پاس دوسرا کوئی اختیار نہ رہے یعنی اگر کوئی اختیار ہے تو وہ صرف اور صرف خدا کا اختیار ہے اور اس کے علاوہ کوئی اختیار نہیں ہے جب ایسا ہو گا تو انسان اپنے کو اللہ کی بارگاہ میں نہایت مضطر محسوس کرے گا۔۔اور اسی وقت انسان اللہ کی رحمت سے بہت زیادہ قریب ہو گا:

)أَمَّنْ یُجِیبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَیَکْشِفُ السُّوءَ) (۱(

''بھلا وہ کون ہے جو مضطر کی فریاد کو سنتا ہے جب وہ اس کو آواز دیتا ہے اور اس کی مصیبت کو دور کر دیتا ہے''

مضطر کی دعا اور اللہ کی طرف سے اس کی قبولیت کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں ہے اور دعا میں اس اضطرار اور چاہت کا مطلب خدا کے علاوہ دنیا اور مافیہا سے قطع تعلق کر لینا اور صرف اور صرف اسی سے لو لگانا ہے اس کے علاوہ غیر خدا سے طلب اور دعا نہیں ہو سکتی ہے۔اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دعا انسان کو کوشش اور عمل کرنے سے بے نیاز کر دیتی ہے،جس طرح کوشش اور عمل،دعا کرنے والے کو اللہ سے دعا کرنے سے بے نیاز نہیں کرتے ہیں۔

۴۔مدعوّلہ (جس کے لئے یا جو طلب کیا جائے؟(

انسان کو خداوند قدوس سے اپنی چھوٹی اور بڑی سے بڑی تمام حاجتیں طلب کرنا

۔۔

)ا(سورۂ النمل آیت ۶۲۔

چاہئیں خدااس کی حاجتوں کو پورا کرنے سے عاجز نہیں ہوتااور نہ اس کے ملک وسلطنت میں کوئی کمی آتی ہے،اور نہ ہی بخل اس کی ساحتِ کبریائی سے ساز گار ہے۔

انسان کیلئے خداوند عالم سے اپنی چھوٹی سے چھوٹی حاجت طلب کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے (یہاں تک کہ وہ اپنے لئے جوتی، جانوروں کیلئے چارا اور اپنے آٹے کیلئے نمک بھی مانگ سکتا ہے) جیسا کہ روایت میں وارد ہوا ہے کہ خداوند عالم چھوٹی بڑی حاجتوں کو پورا کر کے اپنے بندے کو ہمیشہ اپنے سے لو لگانے کو دوست رکھتا ہے۔نہ چھوٹی دعائیں،اور نہ ہی بڑی حاجتیں ہونے کی وجہ سے خداوند عالم اپنے اور بندوں کے درمیان پردہ ڈالتا ہے۔خداوند عالم تو ہمیشہ اپنے بندوں کی چھوٹی اور بڑی تمام حاجتوں کو پورا کرتا ہے اور اپنے بندے کے دل کو ہر حال میں اپنی طرف متوجہ کرناچاہتا ہے۔

انسان اور خدا کے درمیان دعااور حاجت کے مثل کوئی چیز واسطہ نہیں بن سکتی ہے۔دعا کے یہی چار ارکان ہیں۔

دعا کی قدر وقیمت

)وَقَالَ رَبُّکُمْ ادْعُوْنِی اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِی سَیَدْخُلُوْنَ جَہَنَّمَ دَاخِرِیْنَ)(ا(

''اور تمہارے پروردگار کاارشاد ہے مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا اور یقیناً جو لوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے''

دعا یعنی بندے کا اپنے کو اللہ کے سامنے پیش کرنا اور یہی پیش کرنا ہی روح عبادت ہے اور عبادت انسان کی غرض خلقت ہے۔

یہی تینوں باتیں ہماری دعاؤں کی قدر وقیمت کو مجسم کرتی ہیں،دعا کی حقیقت کو واضح کرتی

)ا(سورۂ مومن آیت ۶۰۔

ہیں،ہم اپنی بحث کا آغاز تیسری بات سے کرتے ہیں اس کے بعد دوسرے مطلب کو بیان کرنے کے بعد پھر پہلی بات بیان کریں گے۔

قرآن کریم نے صاف طور پر یہ بیان کیا ہے کہ انسان کی پیدائش کا مقصد عبادت ہے خداوند عالم کاارشاد ہے:

)وَمَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّالِیَعْبُدُوْنِ)(ا(

''اور میں نے جن وانس کو نہیں پیدا کیا مگر اپنی عبادت کے لئے''

اسی آخری نقطہ کی دین اسلام میں بڑی اہمیت ہے۔

اور عبادت کی قدر وقیمت یہ ہے کہ یہ انسان کو اسکے رب سے مربوط کر دیتی ہے۔

عبادت میں اللہ سے قصد قربت اس کے محقق ہونے کیلئے اصلی اور جوہری امر ہے اور بغیر جوہر کے عبادت،عبادت نہیں ہے،عبادت اصل میں اللہ کی طرف حرکت ہے،اپنے کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنا ہے۔

اور یہ دوسری حقیقت پہلی حقیقت کی وضاحت کرتی ہے۔

اور پہلی حقیقت انسان کا اللہ کی طرف متوجہ ہونا اللہ سے براہ راست مستحکم رابطہ ہے۔۔اور عبادات میں دعا کے علاوہ کوئی عبادت ایسی نہیں ہے جو اس

سے زیادہ انسان کو اللہ سے قریب کر سکتی ہو

سیف تمار سے مروی ہے: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا ہے:

)علیکم بالدعاء فانکم لاتتقربون بمثلہ)(۱(

"تم دعا کیا کرو خدا سے قریب کرنے میں اس سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے"

جب بھی انسان کی حاجت اللہ کی طرف عظیم ہو گی اور وہ اللہ کا زیادہ محتاج ہو گا اور اس کی طرف وہ زیادہ مضطر ہو گا تو وہ اتنا ہی دعا کے ذریعہ اللہ کی طرف زیادہ متوجہ ہو گا۔

)۱(سورۂ ذاریات آیت ۵۶۔

)۲(بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۲۹۳۔

انسان کے اندر اللہ کی نسبت زیادہ محتاجی کا احساس اور اس کی طرف زیادہ مضطر ہونے اور دعا کے ذریعہ اس کی بارگاہ میں ہونے کے درمیان رابطہ طبیعی ہے۔ بیشک ضرورت اور اضطرار کے وقت انسان اللہ کی پناہ مانگتا ہے جتنی زیادہ ضرورت ہو گی اتنا ہی انسان اللہ کی طرف متوجہ ہو گا اور اس کے برعکس بھی ایسا ہی ہے یعنی جتنا انسان اپنے کو بے نیاز محسوس کرے گا خدا سے دور ہوتا جائیگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

)کَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰی * اَنْ رَّاٰہُ اسْتَغْنٰی)(۱(

"بیشک انسان سرکشی کرتا ہے جب وہ اپنے کو بے نیاز خیال کرتا ہے"

بیشک انسان جتنا اپنے کو غنی سمجھتا ہے اتنا ہی وہ اللہ سے روگردانی کرتا ہے اور سرکشی کرتا ہے اور جتنا اپنے کو فقیر محسوس کرتا ہے اتنا ہی اللہ سے لو لگاتا ہے ۔قرآن کی تعبیر بہت دقیق ہے:

)اَنْ رَاٰہُ اسْتَغْنٰی)انسان اللہ سے بے نیاز نہیں ہو سکتا بلکہ انسان اللہ کا محتاج ہے:

)یَااَیُّھَاالنَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ اِلَی اللّٰہِ وَاللّٰہُ ھُوَالْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ)(۲(

"انسانوں تم سب اللہ کی بارگاہ کے فقیر ہو اور اللہ صاحب دولت اور قابل حمد و ثنا ہے "

لیکن انسان اپنے کو مستغنی سمجھتا ہے ،انسان کا غرور صرف خیالی ہے۔

جب انسان اپنے کو اللہ سے بے نیاز دیکھتا ہے تو اس سے روگردانی کرتا ہے اور سرکش ہو جاتا ہے۔

جب اس کو نقصان پہنچتا ہے اور اللہ کی طرف اپنے مضطر ہونے کا احساس کرتا ہے تو پلٹ جاتا ہے اور خدا کے سامنے سر جھکا دیتا ہے۔

معلوم ہوا کہ اللہ کے سامنے سر جھکا دینے کا نام حقیقت دعا ہے۔

)۱(سورۂ علق آیت ۶۔۷۔

)۲(سورۂ فاطر آیت ۱۵۔

جو اللہ سے دعا کرتا ہے اور اس کے سامنے گڑ گڑاتا ہے تو اللہ بھی اس کی دعا قبول کرتا ہے۔

اللہ کی طرف متوجہ ہونا اور اس سے لو لگانا ہی دعا کی حقیقت، اسکا جوہر اور اس کی قیمت ہے۔

قرآن کریم میں خدا کی بارگاہ میں حاضری کے چار مرحلے

خداوند عالم نے اپنی بارگاہ میں حاضری کیلئے اپنے بندوں کے سامنے چار راستے رکھے ہیں جن میں دعا سب سے اہم راستہ ہے ان چاروں راستوں کا قرآن و سنت میں تذکرہ ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے: انسان کے لئے چار چیزیں انجام دینا اس کے حق میں مفید ہے اور اس میں اس کا کوئی نقصان نہیں ہے :ایک ایمان اور دوسرے شکر، خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

)مَایَفْعَلُ اللّٰہُ بِعَذَابِکُمْ اِنْ شَکَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ)(۱(

''خدا تم پر عذاب کر کے کیا کرے گا اگر تم اس کے شکر گزار اور صاحب ایمان بن جاؤ''

تیسرے استغفار خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

)وَمَاکَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ وَمَاکَانَ اللّٰہُ مُعَذِّبَھُمْ وَھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ) (۲(

''حالانکہ اللہ ان پر اس وقت تک عذاب نہیں کرے گا جب تک ''پیغمبر'' آپ ان کے درمیان ہیں اور خدا ان پر عذاب کرنے والا نہیں ہے اگر یہ توبہ اور استغفار کرنے والے ہو جائیں''

چوتھے دعا، خداوند عالم کا ارشاد ہے:

) قُلْ مَایَعْبَوٴُابِکُمْ رَبِّیْ لَوْلَادُعَاوٴُکُمْ)(۳(

''پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہاری دعائیں نہ ہوتیں تو پروردگار تمہاری پرواہ بھی نہ کرتا''

معاویہ بن وہب نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے :

)۱(سورۂ نساء آیت ۱۴۷۔

)۲(سورۂ انفال آیت ۳۳۔

)۳(سورۂ فرقان آیت ۷۷، بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۲۹۱۔

''یامعاویة! من اُعطیَ ثلاثةً لم یحُرم ثلاثة: من اُعطی الدعاء اُعطی الاجابة، ومن اُعطی الشکر اُعطی الزیادة، ومن اُعطی التوکل اُعطی الکفایة: فانّ اللہ تعالیٰ یقول فی کتابہ:(وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَحَسْبُہ)(۱(

ویقول:(لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ)(۲(

ویقول:(اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ)(۳(

''اے معاویہ ! جس کو تین چیزیں عطا کی گئیں وہ تین چیزوں سے محروم نہیں ہوگا: جس کو دعا عطا کی گئی وہ قبول بھی کی جائیگی، جس کو شکر عطا کیا گیا اس کے رزق میں برکت بھی ہوگی اور جس کو توکل عطا کیا گیا وہ اس کے لئے کافی ہوگا اس لئے کہ خداوندعالم قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے :

)وَمَنْ یَتَوَکَّلْ عَلَی اللهِ فَهُوَ حَسْبُهُ(

''اور جو خدا پر بھروسہ کرے گا خدا اس کے لئے کافی ہے''

)لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ(

''اگر تم ہمارا شکریہ ادا کروگے تو ہم نعمتوں میں اضافہ کردیں گے''

)اُدْعُوْنِی اَسْتَجِبْ لَکُمْ(

''اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا''

عبداللہ بن ولید وصافی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ کا فرمان ہے :

''ثلاث لایضر معهن شیٔ :الدعاء عند الکربات،والاستغفار عند الذنب،و

)۱(سورۂ طلاق آیت ۳۔

)۲ (سورۂ ابراہیم آیت ۷۔

)۳(سورۂ غافر آیت ۶۰،خصال صدوق جلد ۱ صفحہ ۵۰،المحاسن للبرقی صفحہ ۳،الکافی جلد ۲ صفحہ ۶۵۔

الشکر عند النعمة''(۱(

''تین چیزوں کے ساتھ کوئی چیز ضرر نہیں پہنچاسکتی ہے: بے چینی میں دعا کرنا،گناہ کے وقت استغفار کرنا اور نعمت کے وقت خدا کا شکر ادا کرنا''

اللہ سے لو لگانے کے یہی ذرائع ہیں اور اللہ سے لو لگانے کے بہت زیادہ ذرائع ہیں جیسے توبہ،خوف وخشیت،اللہ سے محبت اور شوق،امید،شکر اور استغفار وغیرہ۔

انسان پر اللہ سے لو لگانے کے لئے اس طرح کے مختلف راستوں کا اختیار کرنا ضروری ہے اور اسلام خدا سے رابطہ رکھنے کے لئے صرف ایک راستہ ہی کو کافی نہیں جانتا ہے۔

خدا سے رابطہ کرنے اور اس کی بارگاہ میں اپنے کو پیش کرنے کا سب سے اہم وسیلہ دعا ہے

کیونکہ فقر اور نیازمندوں سے زیادہ اور کوئی چیز انسان کو خدا کی طرف نہیں پہونچاسکتی ہے

پس دعا خداوندعالم سے رابطے اور لو لگانے کا سب سے وسیع باب ہے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں :

)الحمد لله الذی اُنادیه کلما شئت لحاجتی واخلو به حیث شئت لسّری بغیر شفیع فیقضی لی حاجتی(

''تمام تعریفیں اس خدا کیلئے ہیں جس کو میں آواز دیتا ہوں جب اپنی حاجتیں چاہتا ہوں اور جس کے ساتھ خلوت کرتا ہوں جب جب اپنے لئے کوئی رازدار

چاہتاہوں یعنی سفارش کرنے والے کی حاجت کوپوری کرتاہے“

دعا،روح عبادت ہے

دعاعبادت کی روح ہے؛انسان کی خلقت کی غرض عبادت ہے؛اور عبادت کرنے کی غرض

اُمالی شیخ طوسی صفحہ ۱۲۷۔

خداوندعالم سے شدید رابطہ کرناہے؛اور یہ رابطہ دعاکے ذریعہ ہی محقق ہوتاہےاوراس کے وسائل وسیع اور قوی ہوتے ہیں:

حضرت رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

)الدعاءمخ العبادة؛ولایھلک مع الدعاءاحد)(۱(

دعاعبادت کی روح ہےاور دعاکرنے سے کوئی بھی ہلاک نہیں ہوتاہے“

اور یہ بھی رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کافرمان ہے:

)افزعواالی اللہفی حوائجکم،والجاواالیہ فی ملمّاتکم،وتضرّعواالیہ،وادعوہ؛فاِنّ الدعاءمخ العبادة ومامن موٴمن یدعوااللہالّااستجاب،فاِمّاان یُعجّلہ لہ فی الدنیااُویُوٴجّل لہ فی الآخرة،واِمّااُن یُکفّرعنہ من ذنوبہ بقدرمادعا؛مالم یدع بماٴثم)(۲ (

تم خداکی بارگاہ میں اپنی حاجتوں کونالہ وفریادکے ذریعہ پیش کرو،مشکلوں میں اسی کی پناہ مانگو،اس کے سامنے گڑگڑاوٴ،اسی سے دعاکرو،بیشک دعاعبادت کی روح ہےاور کسی مومن نے دعانہیں کی مگر یہ کہ اس کی دعاضرور قبول ہوئی،یاتواسکی دنیاہی میں جلدی دعاقبول کرلیتاہے یااس کوآخرت میں قبول کرے گا،یابندہ جتنی دعاکرتاہے اتنی مقدار میں ہی اسکے گناہوں کوختم کردیتاہے۔

گویاروایت ہم کوخداوندعالم سے دعاکرنےاور ہم کواس کی بارگاہ میں پیش ہونے کاطریقہ سکھاتی ہیں۔

ان فقرات:(افزعواالی اللہ فی حوائجکم)”اپنی حاجتیں خداکی بارگاہ میں پیش کرو“(والجاوٴاالیہ فی ملمّاتکم)”مشکلوں میں اسی کی پناہ مانگو“(وتضرّعواالیہ)”اسی

)۱(بحارالانوار جلد۹۳صفحہ ۳۰۰۔

)۲(بحارالانوار جلد۹۳صفحہ ۳۰۲۔

کی بارگاہ میں گڑگڑاوٴ“ کے سلسلہ میں غوروفکر کریں۔

اور دوسری روایت میں حضرت رسول خدافرماتے ہیں:

)الدعاءسلاح المؤمن وعمادالدین)(۱(

”دعامومن کاہتھیاراوردین کاستون ہے“

بیشک دعادین کاستون ہےاوراس کامطلب اللہ کی طرف حرکت کرناہےاوراللہ کی بارگاہ میں اپنے کوپیش کرنے کانام دعاہے۔

اور جب اپنے کوخداوندعالم کی بارگاہ میں پیش کرنے کانام دعاہے تودعاخداوندعالم کے نزدیک سب سے محبوب اور سب سے اکرم چیز ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

)مامن شیء اکرم علیٰ اللہ تعالیٰ من الدعاء)(۲(

''خداوند عالم کے نزدیک سب سے اکرم چیز دعا ہے''

حنان بن سدیر اپنے پدر بزرگوار سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقرؑ کی خدمت اقدس میں عرض کیا:

''ای العبادۃ افضل؟ فقال: ''مامن شیٔ اَحبّ الی اللہ من اَن یُسال ویُطلب مما عندہ، وما احد ابغض الی اللہ عزّ و جلّ ممن یستکبر عن عبادتہ ولا یسال مما عندہ'' (

)۳

''کونسی عبادت سب سے افضل ہے؟ تو آپ (امامؑ) نے فرمایا: خداوند عالم کے نزدیک سب سے اہم چیز یہ ہے کہ اس سے سوال کیا جائے اور خداوند عالم کے نزدیک سب سے مبغوض ترین۔۔۔

)۱(بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۲۸۸۔

)۲(مکارم الاخلاق صفحہ ۳۱۱۔

)۳(مکارم الاخلاق صفحہ ۳۱۱۔اور محاسن برقی صفحہ ۲۹۲۔

شخص وہ ہے جو عبادت کرنے پر غرور کرتا ہے اور خداوند عالم سے کچھ طلب نہیں کرتا''

بدھ کے دن پڑھی جانے والی دعا میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

)الحمد للہ الذی مرضاتہ فی الطلب الیہ، والتماس مالدیہ وسخطہ فی ترک الالحاح فی المسألۃ علیہ)(۱(

دعاء کمیل میں فرماتے ہیں:

''فَاِنَّکَ قَضَیْتَ عَلٰی عِبَادِکَ بِعِبَادَتِکَ وَاَمَرْتَھُمْ بِدُعَاءِکَ وَضَمِنْتَ لَھُمُ الِاجَابَۃَ، فَاِلَیْکَ یَارَبِّ نَصَبْتُ وَجْھِیْ وَاِلَیْکَ یَارَبِّ مَدَدْتُ یَدِیْ۔۔۔''

''اس لئے کہ تونے اپنے بندوں کے بارے میں طے کیا ہے کہ وہ تیری عبادت کریں اور تونے اپنے سے دعا کرنے کا حکم دیا ہے اور تو اس کے قبول کرنے کا ضامن ہے پس اے خدا! میں نے تیری ہی طرف لو لگائی ہے اور اے پروردگار تیری ہی جانب اپنے ہاتھ پھیلائے ہیں''

دعا سے روگردانی، خداوند عالم سے روگردانی ہے

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

)وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دَاخِرِیْنَ)(۲(

''اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا اور یقیناً جو میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے''

اس آیۂ کریمہ میں عبادت سے استکبار کرنا دعا سے روگردانی کرنا ہے، پس سیاق آیت دعا

۔۔

)۱(دعا یوم الاربعاء۔

)۲(سورۂ مومن آیت ۶۰۔

کرنے کی دعوت دے رہا ہے۔خداوند عالم فرماتا ہے :

)اُدْعُوْنِی اَسْتَجِبْ لَکُمْ(

''مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا''

اوراس کے بعد فوراًفرماتا ہے :

)اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دَاخِرِیْنَ)(۱(

''اوریقیناجولوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے ''۔

اس آیۂ کریمہ میں دعاسے اعراض کرناعبادت نہ کرنے کے مترادف ہےاس لئے کہ یہ اللہ سے رو گردانی کرنا ہے۔

اوراس آیت کی تفسیر میں یہی معنی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کئے گئے ہیں :

)ھی واللہ العبادة،ھی واللہ العبادة(

''خدا کی قسم یہی عبادت ہے،خدا کی قسم یہی عبادت ہے ''۔

حماد بن عیسیٰ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے :

''انّ الدعاء ھوالعبادة؛انّ اللہ عزّ و جلّ یقول:(اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دَاخِرِیْنَ)(۲ (

''بیشک دعاسے مراد عبادت ہےاور خداوند عالم فرماتا ہے :(اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دَاخِرِیْنَ (

''اور تمہارے پرور دگار کاارشاد ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگااور یقیناًجولوگ میری

)۱(سورۂ مومن آیت ۶۰۔

)۲ (وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۰۸۳۔

عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے ''

اوراللہ کے نزدیک دعااور دعا کی مقدار کے علاوہ انسان کی کوئی قیمت وارزش نہیں ہےاور خداوند عالم اپنے بندے کی اتنی ہی پرواہ کرتا ہے جتنی وہ دعا کرتا ہےاوراس کو قبول کرتا ہے :

) قُلْ مَایَعْبَوُابِکُمْ رَبِّیْ لَوْلَادُعَاوُکُمْ)(۱(

''پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہاری دعائیں نہ ہوتیں توپرور دگار تمہاری پروا بھی نہ کرتا''

بیشک دعاخداوند عالم کی بارگاہ میں اپنے کو پیش کرنے کے مساوی ہے جیسا کہ دعاسے اعراض (منھ موڑنا) کرنااللہ سے اعراض کرنا ہے۔

اور جواللہ سے منھ موڑتا ہے توخداوند عالم بھی اس کی پرواہ نہیں کرتا،اور نہ ہی اللہ کے نزدیک اس کی کوئی قدر و قیمت ہے۔

حضرت امام باقر علیہ السلام ایک حدیث میں فرماتے ہیں :

)وما احد ابغض الی اللہ عزّ وجلّ ممن یستکبر عن عبادتہ، ولا یسال ماعندہ)(۲(

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

)لتسائن ّاللہ اُو لیغضبنّ علیکم، انّ للہ عبادا یعملون فیعطیھم، وآخرین یسالونہ صادقین فیعطیھم ثم یجمعھُم فی الجنۃ، فیقول الذین عملوا: ربنا عملنا فاعطیتنا، فبما اعطیت ھوٴلاء؟ فیقول: ھوٴلاء عبادي اعطیتکم اجورکم ولم التکم من اعمالکم شیئا، وسألنی ھوٴلاء فاعطیتھم واغنیتھم، وھو فضلي اوتیہ مَنْ اُشاء)

)۳(

)۱(سورہٴ فرقان آیت،۶۰

)۲(وسائل الشیعہ جلد ۴ : صفحہ ۱۰۸۴، حدیث ۸۶۰۴۔

)۳ (وسائل الشیعہ جلد ۴ : صفحہ ۱۰۸۴ حدیث ۸۶۰۹۔

بیشک اللہ اپنے بندے کی دعا کا مشتاق ہے

جب بندہ خداوند عالم کی بارگاہ میں دعا کیلئے حاضر ہوتا ہے تو اللہ اس سے محبت کرتا ہے۔

اور جب بندہ اللہ سے رو گردانی کرتا ہے تو خدا بھی اسے پسند نہیں کرتا ہے۔

کبھی کبھی خداوند عالم اپنے مومن بندے کی دعا مستجاب کرنے میں اس لئے دیر لگا دیتا ہے تاکہ وہ دیر تک اس کی بارگاہ میں کھڑا رہے اور اس سے دعا کرکے گڑ گڑاتا رہے۔ کیونکہ اسے اپنے بندے کا گڑ گڑانا بھی پسند ہے اسی لئے وہ دعا اور مناجات کا مشتاق رہتا ہے۔

عالم آل محمد یعنی امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے:

)انّ اللہ عزّ وجلّ لیوٴخّر اجابۃ الموٴمن شوقاً الی دعاہٴ ویقول: صوتاً احبّ اُن اسمعہ۔ ویعجّل اجابۃ دعاء المنافق، ویقول: صوتاً اکرہ سماعہ)(۱(

''خداوند عالم مومن کی دعا کے شوق میں اس کی دعا کو دیر سے مستجاب کرتا ہے اور کہتا ہے: مجھے یہ آواز پسند ہے اور منافق کی دعا جلد قبول کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ مجھے اس کی آواز پسند نہیں''

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

)اُکثروا من اُن تدعوا اللہ، فاِنّ اللہ یحبّ من عبادہ الموٴمنین اُن یدعوہ، وقد وعد عبادہ الموٴمنین الاستجابۃ)(۲(

''تم خداوند عالم سے بہت زیادہ دعائیں کرو بیشک اللہ کو یہ پسند ہے کہ اس کے مومن بندے اس سے دعائیں کریں اور اس نے اپنے مومن بندوں کی دعا قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے ''

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے:

)۱(بحار الانوار جلد ۹۷ صفحہ ۲۹۶۔

)۲(وسائل الشیعہ جلد ۴: صفحہ ۱۰۸۶، حدیث ۸۶۱۶۔

)احبّ الاعمال الی اللہ عزّ وجلّ فی الارض: الدعاء)(۱(

''زمین پر اللہ کا سب سے پسندیدہ عمل: دعا ہے''

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے:

)انّ المؤمن یسال اللہ عزّ وجلّ حاجۃ فیوخر عنہ تعجیل اجابتہ حبّاً لصوتہ واستماع نحیبہ)(۲(

''بیشک جب کوئی مومن اللہ عزوجل سے کوئی سوال کرتا ہے توخداوند عالم اس مومن کی دعا کی قبولیت میں اس کی آواز کو دوست رکھنے اور سننے کی خاطر تاخیر کرتا ہے''

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

)انّ العبد لیدعو فیقول اللہ عزّ وجلّ للملکین: قد استجبت لہ، ولکن احبسوہ بحاجتہ، فانّی اُحبّ ان اسمع صوتہ، وانّ العبد لیدعو فیقول اللہ تبارک وتعالیٰ: عجلوا لہ حاجتہ فانی ابغض صوتہ)(۳(

''جب ایک بندہ خداوند عزوجل سے دعا مانگتا ہے توخداوند عالم دو فرشتوں سے کہتا ہے: میں نے اس کی دعا قبول کرلی ہے لیکن تم اس کو اس کی حاجت کے ساتھ قید کرلو، چونکہ مجھے اس کی آواز پسند ہے، اور جب ایک بندہ دعا کرتا ہے توخداوند عالم کہتا ہے: اس کی حاجت روائی میں جلدی کرو چونکہ مجھے اس کی آواز پسند نہیں ہے''

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

)انّ العبد الولی للہ لیدعواللہ عزّ وجلّ فی الامر ینوبہ، فیُقال للملک

)۱(وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۰۸۹، حدیث ۸۶۳۹۔

)۲(قرب الاسناد صفحہ ۱۷۱، اصول کافی صفحہ ۵۲۶۔

)۳(وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۱۲، حدیث ۸۷۳۱، اصول کافی جلد ۲، صفحہ ۵۲۶۔

الموکل بہ: اقض لعبدي حاجتہ، ولا تُعجّلھا فانّي اشتھی ان اسمع صوتہ ونداءہ وانّ العبد العدو للہ عزّ وجلّ یدعواللہ عزّ وجلّ فی الامر ینوبہ، فیُقال للملک الموکل بہ: اقض حاجتہ، وعجّلھا فانّي اکرہ ان اسمع صوتہ ونداءَ)(۱(

''اللہ کو دوست رکھنے والا بندہ دعا کرتے وقت اللہ کو اپنے امر میں اپنا نائب بنادیتا ہے توخداوند عالم اس بندے پر موکل فرشتوں سے کہتا ہے: میرے اس بندے کی حاجت قبول کرلو مگر اسے پوری کرنے میں ابھی جلدی نہ کرنا چونکہ میں اس کی آواز سننے کو دوست رکھتا ہوں اور جب اللہ کا دشمن بندہ اللہ سے دعا کرتے وقت اس کو اپنے کسی کام میں اپنا نائب بنانا چاہتا ہے توخداوند عالم اس بندے پر موکل فرشتوں سے کہتا ہے اس کی حاجت کو پورا کرنے میں جلدی کرو اس لئے کہ میں اس کی آواز سننا پسند نہیں کرتا ہوں''

خداوند عالم کو ہرگز یہ پسند نہیں ہے کہ اس کے بندے ایک دوسرے سے سوال کریں بلکہ اگر وہ اپنی عزت نفس کا خیال رکھتے ہوئے دوسروں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائیں تو اس کو یہی پسند ہے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی بارگاہ میں مومنین کے سوال کو پسند کرتا ہے اور اپنے سامنے ان کے گریہ وزاری اور دعا

کرنے کو پسند کرتا ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

)انّ اللہ احبّ شیئاًلنفسہ وابغضہ لخلقہ،ابغض لخلقہ المسالۃ،واحبّ لنفسہ ان یُسال،ولیس شی ءاحبّ الی اللہ عزّوجلّ من ان یُسال،فلا یستحیي احد کم من ان یسال اللہ من فضلہ،ولو شسع نعل)(۲(

)۱(اصول کافی جلد ۲صفحہ ۵۲۷،وسائل الشیعہ جلد ۴صفحہ ۱۱۱۲،حدیث ۸۷۳۲۔

)۲(فروع الکافی جلد ۱صفحہ ۱۹۶،من لایحضرہ الفقیہ جلد ۱صفحہ ۲۳۔

"خداوندعالم ایک چیزاپنے لئے پسند کرتا ہے لیکن اس کو مخلوق کیلئے پسند نہیں کرتا،وہ اپنے لئے اس بات کو دوست رکھتا ہے کہ اس سے سوال کیا جائے اور اللہ کے نزدیک اس سے سوال کرنے کے علاوہ کوئی چیز محبوب نہیں ہے پس تم میں سے کوئی اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرنے میں شرم نہ کرے اگر چہ وہ جوتے کے تسمے کے بارے میں ہی کیوں نہ ہو"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

)انّ اللہ یحبّ العبد أن یطلب الیہ في الجرم العظیم،ویبغض العبد أن یستخفّ بالجرم الیسیر)(۱(

"اللہ بندے کی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ اس کو بڑے جرم میں پکارے اور اس بات سے ناراض ہوتا ہے کہ وہ اس کو چھوٹے جرم میں نہ پکارے"

محمد بن عجلان سے مروی ہے کہ:(اصابتني فاقۃ شدیدۃ واضاقۃ،ولا صدیق لمضیق ولزمني دینٌ ثقیل وعظیم،یلحّ في المطالبۃ،فتوجّھت نحو دار الحسن بن زید۔وھو یومئذ أمیر المدینۃ۔لمعرفۃ کانت بیني وبینہ،وشعر بذلک من حالي محمد بن عبداللہ بن علي بن الحسین علیہ السلام،وکان بیني وبینہ قدیم معرفۃ،فلقیني في الطریق فأخذ بیدي وقال:قد بلغني ما أنت بسبیلہ،فمن تؤمّل لکشف ما نزل بک؟

قلت:الحسن بن زید۔فقال اذن لایقضي حاجتک،ولا تسعف بطلبتک،فعلیک بمن یقدر علی ذلک،وھو اجود الاجودین،فالتمس ما تؤمّلہ من قبلہ،فإنّي سمعت ابن عمّي جعفر بن محمد یحدّث عن ابیہ،عن جدہ،عن ابیہ الحسین بن

)۱(المحاسن للبرقی صفحہ ۲۹۳،بحارالانوار جلد ۹۳صفحہ ۲۹۲۔

علي،عن ابیہ علي بن ابیطالب علیہ السلام عن النبي ﷺ قال:اوحیٰ اللہ الی بعض انبیاۂ في بعض وحیہ:وعزّتي وجلالي لأقطعن أمل کل آمل امل غیري بالإیاس،ولأکسونّہ ثوب المذلّۃ في الناس،ولأبعدنّہ من فَرَجي وفضلي،أیأمل عبدي في الشدائد غیري والشدائد بیدي؟ویرجو سوای وانا الغني الجواد؟بیدي مفاتیح الابواب وھي مغلقۃ،وبابي مفتوح لمن دعاني۔

الم تعلموا انّ من دھاہ نائبۃ لم یملک کشفھا عنہ غیري،فمالي أراہ یأملہ معرضاً عني وقد اعطیتہ بجودي وکرمي مالم یسألني؟

فأعرَضَ عني،ولم یسألني،وسأل في نائبتہ غیري،وأنا اللہ ابتدئ بالعطیۃ قبل المسألۃ۔

أفأُسأل فلا أجُود؟کلّا۔ألیس الجود والکرم لي؟ألیس الدنیا والآخرۃ بیدي؟فلو انّ اھل سبع سماوات وارضین سألوني جمیعا واعطیت کل واحد منھم مسألتہ

مانقص ذلک من ملکی مثل جناح البعوضۃ، وکیف ینقص ملک اُنا قیّمہ فیابؤسالمن عصاني، ولم یراقبني۔

فقلت لہ: یابن رسول اللہ اُعد علیّھذاالحدیث، فأعادہ ثلاثاً،فقلت: لاواللہ ماسألت احدابعدھاحاجۃ۔ فمالبث اُن جاءَني اللہ برزق من عندہ)(۱(

”میں شدید فقر وفاقہ کی زندگی گزار رہا تھا، میری تنگدستی کو دور کرنے والا بھی کوئی میرا ساتھی نہیں تھا اور مجھ پر دین کی اطاعت بڑی مشکل ہو گئی تھی اور میں اپنی ضروریات زندگی کیلئے چیخ اور چلا رہا۔۔

)۱(بحارالانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۰۳۔۳۰۴۔

تھا تو میں نے اس وقت اپنا وظیفہ معلوم کرنے کے لئے حسن بن زید (جو اس وقت مدینہ کے امیر و حاکم تھے) کے گھر کا رخ کیا اور ان تک میرے حالات کی خبر میرے قدیمی ہمنشین محمد بن عبد اللہ بن علی بن الحسین علیہ السلام نے پہنچائی، میری ان سے راستہ میں ملاقات ہوئی تو انھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا: مجھ کو تمہارے حالات کے بارے میں خبر ملی ہے میں تمہارے بارے میں نازل ہونے والی مشکلات کے بارے میں سوچ رہا ہوں؟

میں نے کہا: حسن بن زید، اس نے کہا تمہاری حاجت پوری نہیں ہوگی اور تم اپنے مقصد تک نہیں پہنچ سکتے تم ایسے شخص کے پاس جاؤ جو تمہاری حاجت روائی کی قدرت رکھتا ہے اور تمام سخاوت کرنے والوں سے زیادہ سخی ہے اپنی مشکلات کیلئے ان کے پاس جاؤ اس لئے کہ میں نے سنا ہے کہ میرے چچازاد بھائی جعفر بن محمد علیہما السلام نے اپنے والد کے ذریعہ اپنے جد سے پھر ان کے والد سے حسین بن علی علیہما السلام سے انھوں نے اپنے والد علی بن ابی طالب علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: خداوند عالم نے اپنے بعض انبیاء علیہم السلام کی طرف وحی نازل کی کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے میں ہر اس شخص کی امید مایوسی میں بدل دونگا جو میرے علاوہ کسی اور سے امید لگائے گا، اسے ذلت کا لباس پہناؤں گا اور اسے اپنے فضل و کرم سے دور کر دونگا۔ کیا میرا بندہ مشکلات میں میرے علاوہ کسی اور سے امید کرتا ہے حالانکہ میں غنی جواد ہوں؟ تمام ابواب کی کنجی میرے ہاتھ میں ہے حالانکہ تمام دروازے بند ہیں اور مجھ سے دعا کرنے والے کیلئے میرا دروازہ کھلا ہوا ہے۔

کیا تم نہیں جانتے کہ جس کو کوئی مشکل پیش آئے اس کی مشکل کو میرے علاوہ کوئی اور دور نہیں کر سکتا تو میں اس کو غیر سے امید رکھتے ہوئے اور خود سے روگردانی کرتے ہوئے دیکھتا ہوں جبکہ میں نے اپنی سخاوت اور کرم کے ذریعہ وہ چیزیں عطا کی ہیں جن کا اس نے مجھ سے مطالبہ نہیں کیا ہے؟

لیکن اس نے مجھ سے روگردانی کی اور طلب نہیں کیا بلکہ اپنی مشکل میں دوسروں سے مانگا جبکہ میں ایسا خدا ہوں جو مانگنے سے پہلے ہی دیدیتا ہوں۔

تو کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ مجھ سے سوال کیا جائے اور میں جود و کرم نہ کروں؟ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کیا جود و کرم میرے نہیں ہیں؟ کیا دنیا اور آخرت میرے ہاتھ میں نہیں ہیں؟ اگر سات زمین اور آسمان کے لوگ سب مل کر مجھ سے سوال کریں اور میں ہر ایک کی ضرورت کے مطابق اس کو عطا کر دوں تو بھی میری ملکیت میں ایک مچھر کے پَر کے برابر بھی کمی نہیں آئیگی اور کیسے کمی آ بھی سکتی ہے جس کا ذمہ دار میں ہوں، لہٰذا میری مخالفت کرنے والے اور مجھ سے نہ ڈرنے والے پر افسوس ہے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اے فرزند رسول اس حدیث کی میرے لئے تکرار فرمادیجئے تو آپ نے اس حدیث کی تین مرتبہ تکرار فرمائی۔

میں نے عرض کیا: خدا کی قسم آج کے بعد کسی سے کوئی سوال نہیں کروں گا تو کچھ ہی دیر گذری تھی کہ خداوند عالم نے مجھ کو اپنی جانب سے رزق عطا فرمایا“

استجابت دعا

دعا توفیق اور استجابت کے حصار میں

دعا دو طرف سے اللہ کی رحمت سے گھری ہوئی ہوتی ہے: اللہ کی طرف سے توفیق اور دعا کی قبولیت۔ بندے کی دعا اللہ کی دی ہوئی توفیق کے علاوہ قبول نہیں ہوتی ہے اللہ اپنے بندہ کو دعا کرنے کی توفیق کا رزق عطا کرتا ہے چونکہ بندہ اس توفیق کے بغیر اللہ کی بارگاہ میں دعا پیش کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا لہٰذا دعا سے پہلے اس توفیق کا ہونا ضروری ہے اور جب بندہ خدا سے دعا کرتا ہے تو اللہ اس کی دعا قبول کرتا ہے:

)اُدْعُونِی اَسْتَجِبْ لَکُمْ(

''مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا''

تو پہلے اللہ سے دعا کرنے کی توفیق لازم ہوتی ہے اور پھر دعا بارگاہ معبود میں قبول ہوتی ہے۔ یہ دونوں چیزیں دعا کا احاطہ کئے ہوئے ہیں، یہ دونوں اللہ کی رحمت کے دروازے ہیں جو بندے کیلئے اس کے دعا کرنے سے پہلے اور دعا کرنے کے بعد کھلے رہتے ہیں۔ حضرت رسول خداؐ سے مروی ہے:

)ا(سورۂ مومن آیت ۶۰۔

)مَنْ فُتح لہ منکم باب الدعاء فتحت لہ أبواب الرحمۃ)(ا(

''تم میں سے جس شخص کیلئے دعا کا دروازہ کھل جائے اس کیلئے ابواب رحمت کھل جاتے ہیں''

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے:

)فذکروک بمنّک وشکروک(

جب بندہ اپنے پروردگار کو یاد کرتا ہے تو یہ اللہ کی عصمت اور اس کے فضل کی وجہ سے ہے جس کی وجہ سے وہ (خدا) بندہ کے شکر کا مستحق ہے اور امام زین العابدین علیہ السلام ہی مناجات خمس عشرہ میں فرماتے ہیں:

)فَاِنَّا بِکَ وَلَکَ وَلَاوَسِیْلَةَ لَنَا اِلَیْکَ اِلَّااَنْتَ(

''ہم تیری وجہ سے ہیں اور تیرے لئے ہیں اور ہمارے پاس تیرے علاوہ تیرے پاس آنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے''

بندہ اپنے پروردگار کو اس کے احسان و فضل کی بنا پر ہی یاد کرتا ہے (پہلے خداوند عالم کا فضل و کرم ہوتا ہے پھر بندہ خدا کو یاد کرتا ہے)، بندے کیلئے اللہ تک پہنچنے کیلئے اس کے فضل اور رحمت کا ہی وسیلہ ہے، جب بندہ اپنے پروردگار کو یاد کرتا ہے تو اس کے فضل سے ہی یاد کرتا ہے، جب دعا کرتا ہے تو یہ اس کی دی ہوئی توفیق ہی سے دعا کرتا ہے اور جب اس کا شکر ادا کرتا ہے تو یہ اسی کی دی ہوئی رحمت کی وجہ سے ہی اس کا شکر ادا کرتا ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام دعائے عرفہ میں فرماتے ہیں:

)لم یمنعک جَهْلِيْ وَجُرْاَتِي عَلَیْکَ اَنْ دَلَلْتَنِيْ اِلٰی مَا یُقَرِّبُنِيْ اِلَیْکَ وَوَفَّقْتَنِيْ لِمَا یُزْلِفُنِيْ لَدَیْکَ(

''تو میری جہالت اور میری جرأت نے تجھ کو میری رہنمائی کرنے سے نہیں روکا، اس چیز کی

)ا(درمنثور کے نقل کے مطابق المیزان جلد ۲ صفحہ ۳۴۲۔

طرف جو مجھ کو تجھ سے قریب کردے اور تو نے مجھ کو توفیق دی اس امر کی جانب کہ جو مجھ کو تجھ سے قرب عطا کرے''

دعا کیلئے سب سے نازک چیز دعا کی توفیق ہونا ہے، بندہ کو خداوند عالم سے یہ دعا کرنا چاہئے کہ خداوند عالم اس کو دعا کرنے کی توفیق عطا کرے۔ صحیفۂ سجادیہ کی دعاؤں میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

)وَاَعْمِرْ لَیْلِيْ بِاِیْقَاظِيْ فِیْهِ لِعِبَادَتِکَ، وَاِنْزَالِ حَوَائِجِيْ بِکَ()ا'' (اور میری راتوں کو عبادت کیلئے شب بیداری اور تنہائی میں تہجد اور سب سے الگ ہو کر تجھ سے لو لگانے اور اپنی حاجتوں کو تیرے سامنے پیش کرنے کیلئے آباد رکھنا''

حضرت امام جعفر صادقؑ، اللہ سے دعا کی توفیق طلب کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں:

)فَاَعِنِّيْ عَلٰی طَاعَتِکَ وَوَفِّقْنِيْ لِمَا اَوْجَبْتَ عَلَيَّ مِنْ کُلِّ مَا یُرْضِیْکَ فَاِنِّيْ لَمْ اَرَ اَحَداً بَلَغَ شَیْئاً مِنْ طَاعَتِکَ اِلَّا بِنِعْمَتِکَ عَلَیْهِ قَبْلَ طَاعَتِهِ، فَاَنْعِمْ عَلَيَّ بِنِعْمَةٍ اَنَالُ بِهَا رِضْوَانَکَ

)۲)(

''پس اپنی اطاعت پر میری مدد کر اور مجھے اپنی ادائیگی کی توفیق دے اس طرح کہ تو مجھ سے راضی ہو جائے میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو تیری اطاعت تک پہونچا ہو مگر اطاعت سے پہلے تیری ہی نعمت توفیق کے ذریعہ لہٰذا مجھ پر نعمت نازل کر جن کے ذریعہ میں تیری خوشنودی حاصل کر سکوں ''

حضرت امام علی بن الحسین علیہ السلام فرماتے ہیں:

)اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ اَصُوْلُ بِکَ عِنْدَ الضَّرُوْرَةِ وَاَسْاَلُکَ عِنْدَ الْحَاجَةِ وَاَتَضَرَّعُ اِلَیْکَ عِنْدَ الْمَسْکَنَةِ وَلَا تَفْتِنِّيْ بِالْاِسْتِعَانَةِ بِغَیْرِکَ اِذَا اضْطُرِرْتُ()۳(

)۱(صحیفۂ سجادیہ دعا ۴۷۔)۲(بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۲۰۔

)۳(صحیفۂ سجادیہ دعا ۲۰۔

"پروردگار! مجھے ایسا بنادے کہ ضرورت کے وقت تیرے ذریعہ حملہ کروں اور حاجتکے موقع پر تجھ سے سوال کروں، مسکینی میں تیری بارگاہ میں گڑگڑاؤں اور مجھے ایسی آزمائش میں نہ ڈال دینا کہ مجبوری میں تیرے غیر سے مدد مانگنے لگوں"

قبولیت دعا کی دو جزائیں

بندہ کی دعا قبول ہونے کی اہمیت خداوند عالم کے یہاں دو جہتوں سے ہے ایک جہت سے نہیں ہے اور ان میں سے ایک جہت دوسری جہت سے زیادہ عظیم ہے۔

کم اہمیت کا مطلب یہ ہے کہ انسان سوال کے ذریعہ اس مطلب کا اظہار کرے جس کے ذریعہ انسان اللہ سے صرف دنیا یا صرف آخرت یا ان دونوں کو ایک ساتھ طلب کرتا ہے۔

بیش قیمت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ خداوند عالم بنفس نفیس بندہ کی دعا کا جواب دے تو اس کا مطلب خداوند عالم کا اپنے بندہ کی دعا قبول کرنا ہی ہے کیونکہ جتنی مرتبہ بھی خداوند عالم قبول کرے گا اتنی ہی مرتبہ گویا بندہ کی طرف توجہ کرے گا۔

دنیا کی ہر چیز کی قیمت اور حد ہوتی ہے لیکن خداوند قدوس کا اپنے بندہ کی طرف متوجہ ہونے کے لئے نہ کوئی حساب ہے اور نہ کوئی حد ہے۔

لیکن جب بندہ پر خدا کی خاص عنایت ہوتی ہے تو اس وقت بندہ کی سعادت کی کوئی حد نہیں ہوتی اور اس سعادت سے بلند کوئی اور سعادت نہیں ہوتی جس کو اللہ اپنے بندوں میں سے بعض بندوں سے مخصوص کر دیتا ہے اور اسکی دعا قبول کر کے یہ نشاندہی کراتا ہے کہ جس چیز کا بندہ نے خدا سے سوال کیا ہے وہ کتنی قیمتی اور اہم ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے:

"لقد دعوت اللہ مرۃ فاستجاب، ونسیت الحاجۃ،لانّ استجابتہ باقبالہ علیٰ عبدہ عند دعوتہ اعظم واجل ممایرید منہ العبد، ولوکانت الجنۃ ونعیمھاالأبد ولکن لایعقل ذلک الّاالعالمون،المحبون،العابدون،العارفون، صفوۃ اللہ وخاصتہ" (۱(

"میں نے ایک مرتبہ خداوند عالم سے دعا کی اور اس نے قبول کرلی تو میں اپنی حاجت ہی کو بھول گیا اس لئے کہ اس کا دعا کی قبولیت کے ذریعہ بندہ کی طرف توجہ کرنا بندہ کی حاجت کے مقابلہ میں بہت عظیم ہے چاہے وہ صاحب حاجت اور اس کی ابدی نعمتوں سے متعلق ہی کیوں نہ ہو لیکن اس بات کو صرف خداوند عالم کے علماء، محبین، عابدین، عرفاء اور اس کے مخصوص بندے ہی سمجھ سکتے ہیں"

پس دعا اور استجابت دونوں اللہ اور بندہ کے مابین ایک تعلق ولگاؤ ہے یعنی سب سے افضل واشرف تعلق ہے۔اللہ اور اسکے بندوں کے درمیان اس سے افضل کونسا تعلق ولگاؤ ہو سکتا ہے کہ بندہ اپنے پروردگار کے حضور میں اپنی حاجت پیش کرے اللہ اس کو قبول کرے اور اس سے مخصوص قرار دے۔

اس تعلق کی لذت اور نشو ونما اور بندہ پر خداوند عالم کی توفیق وعنایات میں اسی وقت مزہ ہے جب انسان اپنی مناجات، ذکر اور دعا کو خدا سے مخصوص کر دے۔

ہم (مولف) کہتے ہیں اللہ سے اس تعلق ولگاؤ کی لذت یہ بندہ پر اللہ کی عنایت ہے کہ بندہ اس طرح خداوند عالم کی یاد میں غرق ہو جاتا ہے کہ انسان خدا کی

بارگاہ میں اپنی حاجتیں پیش کرنے میں مشغول ہو جاتا ہے۔

اور کون لذت اس لذت کے مقابل ہو سکتی ہے ؟اور کونسی دولت خداوند عالم کے حضور میں پیش ہونے ،اس سے ملاقات، مناجات اور اسکا تذکرہ کرنے اور اسکے جلال و جمال میں منہمک ہونے کے مانند ہو سکتی ہے اور دعا کرنے کیلئے اللہ کے سامنے کھڑے ہونا یہ خدا کے سامنے حاضر

)۱(مصباح الشریعة صفحہ ۱۴۔۱۵؛بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۲۳۔

ہونے اس سے ملاقات، مناجات اور اسکو یاد کرنے کا ایک طریقہ ہے۔

ایک عارف کا کہنا ہے :اللہ کے حضور میں اللہ کے علاوہ کسی اور سے کوئی سوال کرنا اللہ کے نزدیک بہت برا ہے اور خدا کے علاوہ اس کے جلال اور جمال میں منہمک ہو جانا ہے۔

رسول خدا ﷺ سے مروی ہے کہ حدیث قدسی میں آیا ہے :

''من شغلہ ذکری عن مسالتی اعطیتہ افضل ما اعطی السائلین''(۱(

جو شخص مجھ سے کوئی سوال کرے گا تو میں اس کو سوال سے زیادہ عطا کرونگا''

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے :

''وانّ العبد لتکون لہ الحاجۃ الی اللہ فیبدأ بالثناء علی اللہ والصلاۃ علی محمد وآلہ حتّی ینسیٰ حاجتہ فیقضیھا من غیر ان یسالہ ایاھا''(۲(

''اگر بندہ، خدا سے کوئی حاجت رکھتا ہو اور وہ خداوند عالم سے اپنی حاجت کی ابتداء اس کی حمد و ثنا اور محمد و آل محمد پر صلوات بھیج کر کرے اور اسی دوران وہ اپنی حاجت بھول جائے تو اس سے پہلے کہ وہ خداوند عالم سے حاجت کا سوال کرے وہ اس کی حاجت پوری کر دے گا''

مناجات محبین میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے :

)۔۔۔اِجْعَلْنَا مِمَّنْ هَيَّمْتَ قَلْبَہُ لِاِرَادَتِكَ وَاجْتَبَيْتَہُ لِمُشَاهَدَتِكَ، وَاَخْلَيْتَ وَجْهَہُ لَكَ وَفَرَّغْتَ فُؤَادَہُ لِحُبِّكَ وَرَغَّبْتَہُ فِيمَا عِنْدَكَ۔۔۔وَقَطَعْتَ عَنْہُ كُلَّ شَيْءٍ يَقْطَعُہُ عَنْكَ)(۳(

''ہم کو ان میں سے قرار دے کہ جن کے دلوں کو اپنی چاہت کے لئے گرویدہ کر لیا ہے اور

)۱(بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۲۳۔

)۲(بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۱۲۔

)۳(مناجات محبین۔

اپنے مشاہدے کیلئے انھیں چن لیا ہے اپنی طرف توجہ کی یکسوئی عنایت کی ہے اور اپنی محبت کے لئے ان کے دلوں کو خالی کر لیا ہے اور اپنے ثواب کے لئے راغب بنایا ہے۔۔۔اور ہر اس چیز سے الگ کر دیا ہے جو بندہ کو تجھ سے الگ کر سکے''

دعا اور استجابت دعا کا رابطہ

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے :

)وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُونِی اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِی سَیَدْخُلُوْنَ جَہَنَّمَ دَاخِرِیْنَ)(۱(

''اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا اور یقیناً جو لوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے''

دعا قبول ہونے کے درمیان کیا رابطہ ہے ؟

استجابت کیسے تمام ہوتی ہے ؟

ہم اس فصل میں ان ہی دو سوالات سے متعلق بحث کریں گے ۔

بیشک خداوند عالم کی طرف سے دعا استجابت کے الٰہی سنتوں اور قوانین کے ذریعہ انجام پاتی ہے جیسا کہ تمام افعال میں خدا کا یہی طریقہ رائج ہے ۔ منفعل ہونا خدا کی ذات میں نہیں ہے جیسا کہ ہم انسانوں کی فطرت ہے کہ کبھی ہم غصہ ہوتے ہیں، کبھی خوشحال ہوتے ہیں، کبھی غصہ ہوتے ہیں، کبھی خوش ہوتے ہیں، کبھی چُست رہتے ہیں اور کبھی ملول ورنجیدہ رہتے ہیں ۔

اور خداوند عالم کے افعال ایک طرح کے قانون اور سنت ہیں ان میں خوشی یا غصہ کا کوئی دخل

)۱(سورۂ مومن آیت ۶۰ ۔

نہیں ہوتا تمام سنتیں اور قوانین الٰہیہ اپنی جگہ پر ثابت ہیں ۔ایسا نہیں ہے کہ خداوند عالم خوش ہوگا تو دعا قبول کرے گا اور ناراض ہوگا تو دعا قبول نہیں کرے گا ۔

یہ تمام الٰہی سنتیں افق غیب (مٹافیزیکی) میں اس طرح جاری ہوتی ہیں جس طرح فیزیکس، کیمیا، اور میکانیک میں بغیر کسی فرق کے جاری ہوتی ہیں ۔

)لَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبْدِیْلاً)(۱(

''تم خدا کی سنت میں ہر گز تبدیلی نہیں پاؤ گے''

)لَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَحْوِیْلاً)(۲(

''ہر گز خدا کے طریقۂ کار میں کوئی تغیر نہیں ہو سکتا ہے''

دعا قبول ہونے میں اللہ کی سنت کیا ہے ؟

دعا، رحمت کی کنجی ہے

دعا اور استجابت کے درمیان رابطہ کے سلسلہ میں نصوص اسلامیہ میں دعا اجابت کی کلید کے عنوان سے تعبیر کی گئی ہے اور یہی کلمہ دعا اور استجابت کے درمیان رابطہ کی نوعیت کو معین و مشخص کرتا ہے ۔

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے :

)الدعاء مفتاح الرحمۃ)(۳(

''دعا کلید رحمت ہے''

)۱(سورۂ احزاب(۶۲ (

)۲(سورۂ فاطر آیت ۴۳۔

)۳(بحار جلد ۹۳ صفحہ ۳۰۰(

اور امام امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے اپنے فرزند امام حسن علیہ السلام کو وصیت فرمائی:

)ثم جعل فی یدک مفاتیح خزائنہ بمااذن فیہ من مسالتہ فمتیٰ شئت استفتحت بالدعاء ابواب خزائنہ)(۱(

''تمہارے ہاتھوں میں اپنے خزانوں کی کلید قرار دی پس جب تم چاہو تو اس دعا کے ذریعہ خزانوں کے دروازے کھول سکتے ہو''

دعا اور استجابت کے درمیان رابطہ کی واضح و روشن تعبیر ''فمتی شئت استفتحت بالدعاء ابواب خزائنہ'' ہے۔

پس معلوم ہوا کہ جس کلید سے ہم اللہ کی رحمت کے خزانوں کو کھول سکتے ہیں وہ دعا ہے۔

اور اللہ کی رحمت کے خزانے کبھی ختم نہیں ہوتے لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ تمام لوگ اللہ کی رحمت کے خزانوں کے مالک بن جائیں اور ایسا بھی نہیں ہے کہ تمام لوگ آسانی سے اللہ کی رحمت کے خزانوں کو حاصل کر سکیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند عالم کے قول:

)مَا یَفْتَحِ اللّٰہُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَۃٍ فَلَا مُمْسِکَ لَہَا)(۲(

''اللہ انسانوں کیلئے جو رحمت کا دروازہ کھول دے اس کا کوئی روکنے والا نہیں ہے'' کے بارے میں روایت کی گئی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: وہ دعا ہے۔(۳(

بیشک دعا وہ کلید ہے جس کے ذریعہ خداوند عالم لوگوں کیلئے اپنی رحمت کے دروازوں کو کھول

)۱(بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۲۹۹

)۲(سورۂ فاطر آیت ۱۔

)۳(بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۲۹۹۔

دیتا ہے اور اس کلید کو خداوند عالم نے اپنے بندوں کے ہاتھوں میں قرار دیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ: ''من فتح لہ من الدعاء منکم فتحت لہ ابواب الاجابۃ''(۱(

''تم میں سے جس شخص کیلئے باب دعا کھل جائے تو اس کے لئے اجابت کے دروازے کھل جاتے ہیں''

اللہ تبارک وتعالیٰ جو دعا کے ذریعہ بندے کے لئے دروازے کھول دیتا ہے وہ اس کے لئے ابواب اجابت بھی کھول دیتا ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے:

''من قرع باب اللہ سبحانہ فتح لہ''(۲(

''جواللہ کے دروازے کو کھٹکھٹاتا ہے تواللہ اس کیلئے دروازہ کھول دیتا ہے''

اورامام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے :

''اکثر من الدعاء، فانہ مفتاح کل رحمۃ، ونجاح کل حاجۃ، ولاینال ماعند اللہ الا بالدعاء، ولیس باب یکثر قرعہ الایوشک ان یُفتح لصاحبہ''(۳(

''زیادہ دعا کرو اس لئے کہ دعا ہر رحمت کی کنجی ہے۔ ہر حاجت کی کامیابی ہے اور اللہ کے پاس جو کچھ ہے اس کو دعا کے علاوہ کسی اور چیز سے حاصل نہیں کیا جاسکتا اور ایسا کوئی دروازہ نہیں جس کو بہت زیادہ کھٹکھٹایا جائے اور وہ کھٹکھٹانے والے کے لئے نہ کھلے''

)۱(کنزالعمال حدیث نمبر،۳۱۵۶۔

)۲(غررالحکم حدیث،۸۲۹۲۔

)۳(بحارالانوار جلد۹۳صفحہ ۲۹۵،وسائل الشیعہ جلد ۴صفحہ ۱۰۸۶حدیث،۸۶۱۶۔

اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے :

''الدعاء مفاتیح النجاح، ومقالید الفلاح، وخیر الدعاء ماصدر عن صدر نقی وقلب تقی'' (۱(

''دعا کامیابی کی کلید اور رستگاری کے ہار ہیں اور سب سے اچھی دعا وہ ہوتی ہے جو پاک وصاف اور پرہیز گار دل سے کی جاتی ہے''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ :

''الاادلّکم علی سلاح ینجیکم من اعدائکم، ویدرّارزاقکم ؟ قالوا: بلیٰ، قال :تدعون ربّکم باللیل والنھار، فانّ سلاح المؤمن الدعاء''(۲(

''آگاہ ہو جاؤ کیا میں تمہاری اس اسلحہ کی طرف راہنمائی کروں جو تم کو تمہارے دشمنوں سے محفوظ رکھے اور تمہارا رزق چلتا رہے ؟تو انھوں نے کہا: ہاں آپؐ نے فرمایا: خداوند عالم کو رات دن پکارو اس لئے کہ دعا مومن کا اسلحہ ہے ''

عمل اور دعا اللہ کی رحمت کی دو کنجیاں

اللہ نے ہمارے ہاتھوں میں کنجیاں قرار دی ہیں جن کے ذریعہ ہم اللہ کی رحمت کے خزانوں کے دروازے کھول سکتے ہیں اور ان کے ذریعہ ہم اللہ کا رزق اور اس کا فضل طلب کر سکتے ہیں اور وہ دونوں کنجیاں عمل اور دعا ہیں اور ان میں سے ایک دوسرے سے بے نیاز نہیں ہو سکتی۔

عمل، دعا سے بے نیاز نہیں ہے یعنی انسان کیلئے عمل کے بغیر دعا پر اکتفا کر لینا کافی نہیں ہے

رسول اللہ ﷺ نے جناب ابوذر سے وصیت کرتے ہوئے فرمایا :

)۱(وسائل الشیعہ جلد ۴صفحہ ۱۰۹۴حدیث ۸۶۵۷،اصول کافی جلد ۲صفحہ ۵۱۷۔

)۲(وسائل الشیعہ جلد ۴صفحہ ۱۰۹۵، حدیث ۸۶۵۸۔

''یااَباذر مَثَلُ الذي یدعو بغیر عمل کمثل الذي یرمي بغیر وتر'' (۱(

''اے ابوذر بغیر عمل کے دعا کرنے والا اسی طرح ہے جس طرح ایک انسان بغیر کمان کے تیر پھینکے''

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے :

''ثلاثۃ ترد علیھم دعوتھم: رجل جلس فی بیتہ و قال: یاربِّ ارزقنی، فیقال لہ: اَلم اجعل لک السبیل الیٰ طلب الرزق؟۔۔۔''(۲)

''تین آدمیوں کی دعائیں واپس پلٹادی جاتی ہیں: ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو اپنے گھر میں بیٹھا رہے اور یہ کہے: اے پروردگار مجھے رزق عطا کر تو اس کو جواب دیا جاتا ہے: کیا میں نے تمہارے لئے طلب رزق کا راستہ مقرر نہیں کیا؟۔۔۔''

اور انسان کیلئے دعا کے بغیر عمل پر اکتفا کر لینا بھی صحیح نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے :

''اِنّ للہ عباداً یعملون فیعطیھم، وآخرین یسالونہ صادقین فیعطیھم، ثم یجمعھم فی الجنۃ۔ فیقول الذین عملوا: ربّنا، عملنا فاعطیتنا، فبما اعطیت ھؤلاء؟ فیقول: ھؤلاء عبادي، اُعطیتکم اجورکم ولم اَلتکم من اَعمالکم شیئاً، وسألنی ھؤلاء فاَعطیتھم واغنیتھم، وھو فضلي اُوتیہ مَن اَشاء''(۳)

''بیشک اللہ کے کچھ ایسے بندے ہیں جو عمل کرتے ہیں اور خدا انکو عطا کرتا ہے اور دوسرے

---

۱) (وسائل شیعہ ابواب دعا باب ۳۲ حدیث ۳۔

۲) (وسائل الشیعہ کتاب الصلاۃ ابواب الدعا باب ۵۰ ح ۳۔

۳) (وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۰۸۴ حدیث ۸۶۰۹۔

بندے ہیں جو صدق دل سے سوال کرتے ہیں اور خداوند عالم ان کو بھی عطا کرتا ہے پھر جب ان کو جنت میں جمع کیا جائیگا تو عمل کرنے والے بندے کہیں گے: اے ہمارے پالنے والے ہم نے عمل کیا تو تونے ہم کو عطا کیا لیکن ان کو کیوں عطا کیا گیا جواب ملے گا یہ میرے بندے ہیں میں نے تم کو تمہارا اجر دیا ہے اور تمہارے اعمال میں سے کچھ کم نہیں کیا ہے اور ان لوگوں نے مجھ سے سوال کیا میں نے ان کو دیا اور ان کو بے نیاز کر دیا اور یہ میرا فضل ہے میں جس کو چاہتا ہوں عطا کرتا ہوں''

اگر انسان عمل کرنے سے عاجز ہو تو اللہ نے اس کی تلافی کیلئے دعا قرار دی تاکہ انسان اپنے نفس پر اعتماد کرے، جو کچھ حول و قوۂ الٰہی کے ذریعہ عطا کیا گیا ہے اور جو کچھ اس نے عمل کے ذریعہ قائم کیا ہے اس کے فریب میں نہ آئے۔

معلوم ہوا کہ عمل اور دعا دونوں سب سے عظیم دو کنجیاں ہیں جن دونوں کے ذریعہ انسان پر اللہ کی رحمت کے دروازے کھلتے ہیں۔

اب ہم عمل اور اس کے رحمت سے رابطہ کے مابین اور اس کے بالمقابل دعا اور اللہ کی رحمت کے خزانوں کے مابین رابطہ اور عمل سے دعا کے رابطہ کے بارے میں بحث کریں گے چونکہ یہ روابط ہی اسلام کے ابتدائی اور اصلی مسائل ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ''عمل اور دعا'' دونوں چیزیں ایک ساتھ عطا کی ہیں۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو وہی سب کچھ عطا کیا ''جو ان کے پاس ہے''۔ ''وہ سب کچھ نہیں جو ان کے پاس نہیں ہے'' اور ان کے پاس ان کی کوششیں اور ان کے اعمال ہیں۔ وہ اپنی کوشش سے جو کچھ اللہ کے سامنے پیش کرتے ہیں اور اپنے نفوس اور اموال سے خرچ کرتے ہیں وہ عمل ہے، اور جو کچھ ان کے پاس نہیں ہے وہ ان کا فقر، اور اللہ کا محتاج ہونا ہے اور اللہ کے سامنے اپنے فقیر اور محتاج ہونے کا اقرار کرنا ہے۔

انسانی حیات میں یہ دونوں اللہ کی رحمت کو نازل کرنے کی کنجیاں ہیں، جسے وہ اپنی کوشش عمل، نفس اور مال کے ذریعہ اللہ سے حاصل کرتا ہے اور اللہ کے حضور میں اپنی حاجت، فقر اور مجبوری کو دکھلاتا ہے۔

دعا اور عمل کے درمیان رابطہ

ہمارا دعا کو اللہ کی سنتوں سے جدا سمجھنا صحیح نہیں ہے بیشک اللہ نے کائنات میں اپنے بندوں کے لئے ان کی حاجتوں کی خاطر سنتوں کو قرار دیا ہے۔اور لوگوں کا اپنی تمام حاجتوں اور متعلقات میں ان سنتوں کو مہمل شمار کرنا حرمت نہیں ہے۔

دعا ان سنتوں کا بدل قرار نہیں دی جاسکتی یہ الٰہی سنتیں انسان کو دعا سے بے نیاز نہیں کرتی ہیں (یعنی ان سنتوں کو دعاؤں کا بدل قرار نہیں دیا جاسکتا ہے۔(یہ نکتہ اسلامی ربانی ثقافت میں ایک بہت لطیف نکتہ ہے، لہٰذا فلاح (کاشتکار) کیلئے زمین کھودنا اس میں پانی دینا، زمین کی فصل میں رکاوٹ بننے والی اضافی چیزوں کو دور کرنا، زراعت کی حفاظت کرنا اور مزرعہ سے نقصان دہ چیزوں کو دور کرنے کیلئے دعا کر دینا ہی کافی نہیں ہے۔

بیشک ایسی دعا قبول نہیں ہوتی ہے اور ایسی دعائیں امام جعفر صادق علیہ السلام کے اس قول کا مصداق ہیں:

)الداعی بلا عمل کالرامی بلا وتر(

''عمل کے بغیر دعا کرنے والا بغیر کمان کے تیر پھینکنے والے کے مانند ہے۔

جس طرح بیمار اگر حکیم اور دوا کو بیکار سمجھنے لگے تو اس کی دعا قبول نہیں ہوتی ہے اور یہ دعا قبول ہی کیسے ہو جس میں انسان اللہ کی سنتوں سے منھ موڑ لے ۔لہٰذا الٰہی سنتوں کے بغیر دعا قبول نہیں ہوسکتی ہے۔بیشک اپنے بندوں کی دعاؤں کو قبول کرنے والا فطری طور پر ان سنتوں کا خالق ہے وہ وہی خدا ہے جس نے اپنے بندوں کو ان سنتوں کو جاری کرنے کا حکم دیا ہے اور ان سے کہا ہے کہ تم اپنا رزق اور اپنی حاجتیں ان سنتوں کے ذریعہ حاصل کرو اور خداوند عالم فرماتا ہے:

)هُوَالَّذِيْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلاً فَامْشُوْافِيْ مَنَاکِبِهَاوَکُلُوْامِنْ رِزْقِهِ۔۔۔)(۱(

''اسی نے تمہارے لئے زمین کو نرم بنا دیا ہے کہ اس کے اطراف میں چلو اور رزق خدا تلاش کرو۔۔۔''

اور خداوند عالم کا یہ فرمان ہے:

)فَانْتَشِرُوْافِيْ الْاَرْضِ وَابْتَغُوْامِنْ فَضْلِ اللّٰهِ)(۲(

''پس زمین میں منتشر ہو جاؤ اور فضل خدا کو تلاش کرو''

جس طرح دعا عمل کا قائم مقام نہیں ہوسکتی اسی طرح عمل دعا کا قائم مقام نہیں ہو سکتا بیشک اس کائنات کی کنجی اللہ کے پاس ہے، دعا کے ذریعہ اللہ اپنے بندوں کو وہ رزق عطا کرتا ہے جس کو وہ عمل کے ذریعہ حاصل نہیں کر سکتے اور دعا کے ذریعہ فطری اسباب سے اپنے بندوں کو وہ کامیابی عطا کرتا ہے جس پر وہ عمل کے ذریعہ قادر نہیں ہو سکتے ہیں۔

انسان کیلئے رزق کی خاطر فطری اسباب کے مہیا کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان فطری اسباب کے ذریعہ اللہ سے دعا، سوال اور مانگنے سے بے نیاز ہو جائے۔

بیشک اللہ تبارک و تعالیٰ باسط، قابض، معطی، نافع، ضار، محیی و مہلک، معزّ و مذل، رافع اور واضع (یعنی بلندی اور پستی عطا کرنے والا) ہے، دنیائے ہستی کی

کنجیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں کوئی چیز اس کے امر میں مانع نہیں ہو سکتی، اس دنیا کی کوئی بھی چیز اس کے امر و سلطنت سے باہر نہیں ہو سکتی اس دنیائے ہستی کی ہر طاقت و قوت، سلطنت، نفع پہنچانے والی اور نقصان دہ چیز اس کے امر،

)۱(سورۂ ملک آیت ۱۵۔

)۲(سورۂ جمعہ آیت ۹۔

حکم اور سلطنت کے تابع ہے اور خدا کی سلطنت وارادہ کے علاوہ اس دنیا میں کسی چیز کا وجود مستقل نہیں ہے یہاں تک کہ انسان بھی اللہ سے دعا، طلب اور سوال کے ذریعہ معاملہ کرنے سے بے نیاز نہیں ہے

ہم اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور یہودیوں کے اس قول:

)یداللہ مغلولۃ)(۱(

''خدا کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں'' سے اس کو منزہ قرار دیتے ہیں اور وہ کہتے ہیں جو قرآن کہتا ہے:

)بَل یَدَاہُ مَبسُوطَتَانِ)(۲(

''بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں''

ہم اپنے تمام معاملات خدا سے وابستہ قرار دیتے ہیں ہم خدا کے ساتھ معاملہ کرنے اور جن سنتوں کو اللہ نے بندوں کے لئے رزق کا وسیلہ قرار دیا ہے ان کے مابین جدائی کے قائل نہیں ہیں اور ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ یہ تمام طاقتیں اور روشیں خداوند عالم کے ارادہ مشیت اور سلطنت کے طول میں ہم کو فائدہ یا نقصان پہنچاتی ہیں یہ خداوند عالم کے ارادہ اور سلطان کے عرض میں نہیں ہیں اور نہ ارادہ و سلطان سے جدا ہیں۔

ہم اپنے چھوٹے بڑے تمام امور میں اللہ کی رحمت، فضل اور حکمت سے یہی لو لگاتے ہیں اور ہم اپنی زندگی میں اللہ کے ارادے اسکی توفیق اور اسکے فضل سے ہی لو لگاتے ہیں ہم اپنی زندگی کے ہر لمحہ میں اللہ کے محتاج ہیں اور پوری زندگی میں اسکے فضل و رحمت، حمایت، توفیق اور ہدایت کے محتاج ہیں اور ہم دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے امور کا استحکام ان کی، تائید، ہدایت، توفیق کا سرپرست

)۱(سورۂ مائدہ آیت ۶۴۔

)۲(سورۂ مائدہ آیت ۶۳۔

ہے۔ ہم خداوند عالم کی ذات کریمہ سے اس بات کی پناہ چاہتے ہیں کہ وہ ایک لمحہ کیلئے بھی ہم کو ہمارے حال پر چھوڑ دے خدا سے ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ خود ہی ہماری حاجتیں پوری کرے اور ہم کو کسی غیر کا محتاج نہ بنائے۔

اس دعا کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان اپنی حاجتوں کو لوگوں سے مخفی رکھے جبکہ اس کائنات میں فطری اسباب موجود ہیں بشرطیکہ انسان خداوند عالم سے دعا کرے بلکہ اس دعا کا مطلب یہ ہے کہ انسان خداوند عالم سے یہ دعا کرے کہ خداوند عالم غیر سے اس کی حاجت کو، اپنی حاجت کے طول میں قرار دے۔ غیر پر اس کے اعتماد کو اپنے اعتماد کے طول میں قرار دے غیر سے معاملہ کرنے کو خود سے معاملہ کرنے کے طول میں قرار نہ دے اور نہ جدا قرار دے چنا

نچہ یہ کائنات تمام کی تمام ایسے اسباب پر مشتمل ہے جو خداوند عالم کے تابع ہیں اور خداوند عالم نے ان کو مخلوق کا تابع قرار دیا ہے۔

ان اسباب کے ساتھ معاملہ کرنا ان کو اخذ کرنا، ان پر اعتماد کرنا خداوند عالم کے ساتھ معاملہ کرنے، خدا سے اخذ کرنے، خدا پر اعتماد کرنے کے طول میں ہے نیز اس توحید کا جزء ہے جس کی طرف قرآن دعوت دیتا ہے وہ نہ خدا کے ساتھ ہے اور نہ خداوند عالم سے جدا ہے۔

اس روش کی بناء پر ہم کہتے ہیں کہ انسان کا فریضہ ہے کہ ہر چیز میں خداوند عالم کو پکارے، ہر چیز کو خداوند عالم سے طلب کرے چاہے چھوٹی ہو یا بڑی ، روٹی (کھانا) ، آٹے کے نمک اور جانوروں کی گھاس سے لیکر جنگ کے میدانوں میں دشمنوں پر کامیابی تک ہر چیز خداوند عالم سے مانگے۔ اپنی حاجتوں اور دعاؤں میں سے کسی چیز میں غیر خدا کا سہارا نہ لے اور اس بات سے خداوند عالم کی پناہ مانگے کہ وہ اس کو کسی چھوٹی یا بڑی چیز میں اس کے حال پر چھوڑ دے ۔

فعلی طور پر ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ہم اس عام فضاء میں ہر چیز کے سلسلہ میں اللہ سے لو لگائیں، ہر چیز اللہ سے طلب کریں۔۔۔ یہ بات اس چیز سے کوئی منافات نہیں رکھتی کہ انسان جس کو اللہ نے پیدا کیا اور اس دنیا میں کچھ چیزیں اسکے لئے مسخر کر دی ہیں اور وہ اس سے مدد طلب کرتا ہے۔ مریض ہونے کی حالت میں اللہ سے شفا مانگتا ہے پھر ان اسباب شفاء اور علاج کو علم طب اور دوا میں ڈھونڈھتا جو اس نے ان میں قرار دئے ہیں۔

بلکہ ہم تو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اگر انسان تمام چیزوں کو چھوڑ کر اور اس دنیا میں اللہ کی سنتوں کو بروئے کار نہ لا کر اللہ سے دعا کرتا ہے تو اسکی دعا قبول نہیں ہوتی اور وہ اس تیر چلانے والے کے مانند ہے جو بغیر کمان کے تیر پھینکتا ہے۔

یہ دقیق، پاک وصاف اسلامی ثقافت ہم کو اللہ سے رابطہ رکھنے اور اس کائنات میں اللہ کی سنتوں کے ساتھ ہما ہنگی رکھنے کی دعوت دیتی ہے۔

ہم اس بات سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ ائمہ علیہم السلام سے وارد ہونے والی دعائیں اللہ سے طلب کرنے کا ذخیرہ ہیں اور بندہ خدا کے علاوہ کسی اور سے کوئی حاجت نہ رکھے، اپنے نفس پر اعتماد نہ کرے، اپنی رسی کو اللہ کی ریسمان سے ملادے اور ہر اس چیز سے منقطع ہو جائے جو اس کو خدا سے منقطع کر دیتی ہے۔

امام زین العابدین علیہ السلام دعا میں فرماتے ہیں :

)وَلَا تَكِلْنِي إِلَىٰ خَلْقِكَ بَلْ تَفَرَّدْ بِحَاجَتِي، وَتَوَلَّ كِفَايَتِي، وَانْظُرْ إِلَيَّ، وَانْظُرْ لِي فِي جَمِيعِ أُمُورِي)(۱(

''اور مجھے اپنی مخلوقات کے حوالہ نہ کر دینا تو تن تنہا میری حاجت روا کرنا، اور میرے لئے کافی ہو جانا، اور میری طرف نگاہ رکھنا، اور میرے تمام امور پر اپنی نظریں رکھنا''

حضرت امام حسین علیہ السلام دعائے عرفہ میں فرماتے ہیں :

)۱(صحیفہ کاملہ سجادیہ دعا نمبر ۲۲۔

)اللّٰهُمَّ مَا أَخَافُ فَاكْفِنِي وَمَا أَحْذَرُ فَقِنِي، وَفِي نَفْسِي وَدِينِي فَاحْرُسْنِي، وَفِي سَفَرِي فَاحْفَظْنِي، وَفِي أَهْلِي وَمَالِي فَاخْلُفْنِي، وَفِيمَا رَزَقْتَنِي فَبَارِكْ لِي وَفِي نَفْسِي فَذَلِّلْنِي، وَفِي أَعْيُنِ النَّاسِ فَعَظِّمْنِي وَمِنْ شَرِّ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ فَسَلِّمْنِي، وَبِذُنُوبِي فَلَا تَفْضَحْنِي، وَبِسَرِيرَتِي فَلَا تُخْزِنِي، وَبِعَمَلِي فَلَا تَبْتَلِنِي، وَنِعَمَكَ فَلَا تَسْلُبْنِي وَإِلَىٰ غَيْرِكَ فَلَا تَكِلْنِي)(۱(

''خدایا جس چیز کا مجھے خوف ہے اس کیلئے کفایت فرما اور جس چیز سے پرہیز کرتا ہوں اس سے بچالے اور میرے نفس اور میرے دین میں میری حراست

فرمااور میرے سفر میں میری حفاظت فرمااور میرے اہل اور مال کی کمی پوری فرمااور جو رزق مجھ کو دیا ہے اس میں برکت عطا فرما مجھے خود میرے نزدیک ذلیل بنادے اور مجھ کو لوگوں کی نگاہ میں صاحب عزت قرار دے اور جن وانس کے شر سے محفوظ رکھنا اور گناہوں کی وجہ سے مجھے رسوانہ کرنا میرے اسرار کو بے نقاب نہ فرمانا اور میرے اعمال میں مجھے مبتلانہ کرنا اور جو نعمتیں دیدی ہیں انھیں واپس نہ لینا اور مجھ کو اپنے علاوہ کسی اور کے حوالہ نہ کرنا''

اب ہم دعا اور دعا قبول ہونے کے درمیان رابطہ کو بیان کرتے ہیں۔

دعا اور استجابت دعا کے درمیان رابطہ

حاجت اور فقر کی طرف متوجہ ہونا ایک راز ہے جسکے ذریعہ ہم دعا اور استجابت دعا کے درمیان رابطہ کو کشف کرتے ہیں،اور یہ سمجھتے ہیں کہ دعا رحمت کی کنجی کیسے ہے اور دعا سے اللہ کی رحمت کیسے نازل ہوتی ہے۔

بیشک ہر دعا فقر کی طرف متوجہ ہونے کے درجہ کو مجسم کردیتی ہے اور اللہ کی طرف حاجت کے مرتبہ کو معین و مشخص کرتی ہے۔

)ا(دعا عرفہ امام حسین علیہ السلام۔

انسان جتنا زیادہ اللہ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرے گا اتنی ہی اس کی دعا قبولیت سے زیادہ قریب ہوگی اور اللہ کی رحمت انسان سے بہت زیادہ قریب ہو جا ئیگی۔اللہ اپنی رحمت کے نازل کرنے میں کوئی بخل نہیں کرتا بلکہ اللہ کی رحمت بندوں کی سرشت وطینت کے اعتبار سے مختلف طریقوں سے نازل ہوتی ہے۔

یہ تعجب خیز بات ہے کہ حاجت اور فقر،اور حاجت اور فقر کی طرف متوجہ ہونا یہ انسان کا ظرف ہے جسکے ذریعہ وہ اللہ کی رحمت کو حاصل کرتا ہے۔

اور جتنا زیادہ انسان اپنے فقر کی طرف متوجہ اور اللہ کی بارگاہ میں داد وفریاد کرے گا اتنا ہی زیادہ اس کا ظرف اللہ کی رحمت حاصل کرنے کیلئے وسیع ہو جا ئیگا۔

اللہ تعالیٰ انسان کو اس کی ضرورت کے مطابق عطا کرتا ہے اور ہر انسان اپنے ظرف کے مطابق ہی اللہ کی رحمت کو پاتا ہے اور جس کا ظرف زیادہ وسیع ہو گا اللہ کی رحمت کا حصہ بھی اس کے لئے اتنا ہی زیادہ ہوگا اب ہم دعا کو مختصر تین کلموں میں بیان کرتے ہیں :

ا۔فقر کی ضرورت۔

۲۔فقر سے آگاہی۔

۳۔حاجت طلب کرنا،اس کو وسیع کرنا اور اللہ کے حضور میں پیش کرنا۔

تیسرا کلمہ دوسرے کلمہ سے جدا ہے اور دوسرا کلمہ پہلے کلمہ سے جدا ہے۔

بیشک ضرورت اور ہے اور ضرورت سے باخبر ہونا اور ہے۔کبھی انسان ہر چیز کا اللہ سے اظہار نہیں کرتا۔

اور کبھی انسان ضرورت سے متعلق اللہ کا محتاج ہوتا ہے لیکن وہ اپنی ضرورت کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنا اچھا نہیں سمجھتا اور اللہ سے مانگنے،سوال کرنے اور دعا کرنے کو اچھا نہیں سمجھتا ہے۔

لیکن جب تک یہ تینوں کلمے ایک ساتھ جمع نہیں ہوں گے اس وقت تک دعا متحقق نہیں ہو سکتی۔یہاں پر ضرورت، فلسفی اعتبار سے ہے صرف حادث ہو

نے کے اعتبار سے ضرورت نہیں ہے جیسے ایک عمارت کی تعمیر کے لئے انجینئر اور معماروں کی ضرورت ہوتی ہے عمارت حادث اور باقی رہنے کی محتاج ہے جس طرح جب تک بجلی کا سوئچ آن رہیگا اس وقت تک بلب روشن رہے گا اور جیسے ہی سوئچ آف ہو گا ویسے ہی بلب کی روشنی بھی ختم ہو جائیگی۔

حدوث اور بقاء کے اعتبار سے انسان بھی اسی طرح اللہ کا محتاج ہے، انسان کا وجود، اسکا چلنا پھرنا اور اسکی زندگی سب اللہ سے مربوط ہیں ہر صورت میں ہر حال میں وہ اللہ کا محتاج ہے۔

خداوند عالم فرماتا ہے:

)یاأَیُّهَا النَّاسُ أَنتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَی اللهِ وَاللهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیدُ()۱(

''انسانوں تم سب اللہ کی بارگاہ کے فقیر ہو اور اللہ صاحب دولت اور قابل حمد وثنا ہے''

ضرورت اور فقر دونوں ہی سے انسان پر اسکے ظرف کے اعتبار سے رحمت نازل ہوتی ہے۔ خواہ انسان ان دونوں کو اللہ کے حضور میں پیش کرے یا پیش نہ کرے لیکن ضرورت و فقر کا اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنا اور اس سے کھل کر مانگنا اللہ کی رحمت کو جذب کرنے کیلئے زیادہ قوی ہے۔

اب ہم فقر اور فقر کے اللہ کی رحمت سے رابطہ، فقر سے آگاہی اور اسکو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے سے پہلے اور اس سے آگاہی اور اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے کے بعد کے متعلق گفتگو کرتے ہیں:

حاجت سے باخبر ہونے سے پہلے اور اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے سے پہلے حاجت:

اللہ کی بارگاہ میں حاجت پیش کرنا حاجت کی ضرورت کے مطابق رحمت نازل کرتا ہے یہاں تک کہ اگرچہ حاجت سے باخبر ہونے اور اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے سے پہلے ہی کیوں نہ ہو۔

)۱(سورۂ فاطر آیت ۱۵۔

اسکی مثال اس سوکھی زمین کے مانند ہے جو پانی کو جذب کر لیتی ہے اور چوس لیتی ہے۔

جس طرح اللہ سے غرور و تکبر کرنا اس سخت زمین کے مانند ہے جس پر پانی ڈالا جائے تو وہ اس کو اپنے سے دور کر دیتی ہے۔ یعنی اپنے اندر جذب نہیں کرتی ہے۔ اسی طرح اللہ کی عبادت اور دعا نہ کرنے والوں پر اللہ کی رحمت نازل نہیں ہوتی اور ان کو کچھ نہیں ملتا ہے۔

بیشک فقر اور رحمت کے درمیان تکوینی تعلق ہے ان دونوں میں سے ہر ایک کو ایک دوسرے کی ضرورت ہے، اللہ سے فقر انسان کو اسکی رحمت سے قریب کرتا ہے اور اللہ کی رحمت ضرورت اور فقر کے مقامات کو تلاش کرتی ہے جس طرح بچہ کی کمزوری اور اسکی ضرورت کے درمیان مہربان ماں اور اسکی عطوفت کا رابطہ ہے ان میں سے ہر ایک، ایک دوسرے کو چاہتا ہے بچہ کی کمزوری، مہربان ماں کو تلاش کرتی ہے اور مہربان ماں اور اسکی رحمت و عطوفت دونوں بچہ کی کمزوریوں کو تلاش کرتی ہیں۔

بلکہ ممکنات کے دائرہ حدود میں ان دونوں میں سے ہر ایک کو ایک دوسرے کی ضرورت ہے، بچہ کی کمزوری کی رعایت کرنے میں ماں کی ضرورت بچہ کو مہربان ماں کی ضرورت سے کم نہیں ہے۔

اسی طرح عالم تعلیم دینے کی خاطر جاہل کو ڈھونڈھتا ہے جس طرح جاہل کچھ سیکھنے کی خاطر عالم کی تلاش میں رہتا ہے۔ عالم کی جاہل کو تعلیم دینے کی ضرورت جاہل کی عالم سے تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت سے کم نہیں ہے۔

حکیم مریضوں کا علاج کرنا چاہتا ہے اور مریضوں کا علاج کرنے کی خاطر وہ اپنی ڈگری کا اعلان کرتا ہے جس طرح مریض حکیم کی تلاش میں رہتا ہے حکیم کو مریض کی ضرورت مریض کو حکیم کی ضرورت سے کم نہیں ہے۔

طاقتور، کمزور کی مدد کرنے کی تلاش میں رہتا ہے جس طرح کمزور اس تلاش میں رہتا ہے کہ طاقتور میری مدد کرے، بیشک طاقتور کی کمزور کی مدد کرنے کی ضرورت، کمزور کی طاقتور سے اپنی حمایت و مدد کی ضرورت سے کم نہیں ہے۔

بیشک تمام چیزوں میں یہ اللہ کی سنت ہے۔

یہی حال اللہ کی رحمت اور بندوں کی ضرورت کا ہے جس طرح ضرورت و حاجت رحمت طلب کرتی ہے اسی طرح رحمت، فقر اور ضرورت کی تلاش میں رہتی ہے اور خداوند سبحان حاجت و ضرورت سے منزہ ہے اور وہ محتاج نہیں ہے لیکن اللہ کی رحمت حاجت و ضرورت کے مقامات کی تلاش میں رہتی ہے۔

بخل سے کام لینا اللہ کے شایان شان نہیں ہے اور اس کی رحمت کے مرتبوں میں اختلاف بندے کی ضرورت و حاجت کے اختلاف کی وجہ سے ہے۔

زمین سے اگنے والے دانہ کو گرمی، روشنی، پانی اور ہوا کی ضرورت ہے تو اللہ نے اسکے لئے حرارت، نور، پانی اور ہوا کی مقدار معین فرمائی لیکن تکوین کی زبان میں اس حاجت و ضرورت کو طلب اور سوال کہا جاتا ہے۔

خداوند عالم فرماتا ہے:

)یَسْئَلُہُ مَنْ فِی السَّمٰواتِ وَالاَرْضِ کلَّ یَوْمٍ ھوَفِی شَأن)(۱(

''آسمان وزمین میں جو کچھ بھی ہے سب اسی سے سوال کرتے ہیں اور وہ ہر روز ایک نئی شان والا ہے''

بیشک جب شیر خوار بچہ کو سخت پیاس لگتی ہے اور وہ بذات خود کسی چیز کے ذریعہ اسکا اظہار کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تو خداوند عالم نے اسکو رونے اور چیخنے کی تعلیم دی اور اسکے ماں باپ کے دل کو اس کے لئے مہربان کر دیا تاکہ وہ اس کی دیکھ بھال کریں اور اس کو سیراب کریں۔

)۱(سورۂ رحمن آیت ۲۹۔

شیر خوار بچہ کی بھوک و پیاس اللہ کی رحمت اور اسکی مہربانی کو بغیر کسی طلب و دعا کے نازل کرتی ہیں۔ مریض جب اپنے درد والم کا احساس کرتا ہے تو اسکے ذریعہ بھی اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

جب ہم اللہ کی معصیت و نافرمانی کرتے ہیں اور گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں تو ہم اللہ سے اپنے گناہوں اور نافرمانیوں کی بخشش و مغفرت اپنے سوال اور دعا کے ذریعہ چاہتے ہیں اور کبھی کبھی بغیر سوال اور دعا کے بھی مغفرت حاصل ہو جاتی ہے، جب بندہ اپنے مولا کی سرکشی نہ کرے، قسی القلب نہ ہو اور رحمت خدا سے دور نہ کیا گیا ہو خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

) قُلْ یَاعِبَادِیَ الذِیْنَ اَسْرَفُوْاعَلٰی اَنْفُسِھِمْ لَاتَقْنَطُوْامِنْ رَحْمَۃِاللہ اِنَّ اللہ یَغْفِرُالذُّنُوْبَ جَمِیْعاًاِنَّہُ ھوالْغَفُوْرُالرَّحِیْمُ)(۱(

''پیغمبر آپ پیغام پہنچادیجئے کہ اے میرے بندو جنھوں نے اپنے نفس پر زیادتی کی ہے رحمت خدا سے مایوس نہ ہونا اللہ تمام گناہوں کا معاف کرنے والا ہے اور وہ یقیناً بہت زیادہ بخشنے والا اور مہربان ہے''

کتنے ایسے بھوکے فقیر ہیں جن کو خداوند عالم بغیر سوال اور دعا کے رزق عطا کرتا ہے۔

کتنے ایسے مجبور وناچار ہیں جو سمندر کی لہروں میں آجاتے ہیں یا غرق ہونے والے ہوتے ہیں یا تلوار کی دھار کے نیچے آجاتے ہیں یا آگ کے اندر گھر جاتے ہیں اور بغیر سوال ودعا کے خدا ان کو بچالیتا ہے اور ان پر اپنی رحمت نازل کرتا ہے۔

کتنے ایسے پیاسے ہیں جو اپنی جان دینے کے قریب ہوتے ہیں لیکن اللہ کی رحمت بغیر کسی سوال وطلب کے ان کو موت سے نجات دیتی ہے۔

)۱(سورۂ زمر آیت ۵۳

کتنے ایسے انسان ہیں جن کو خطروں کا سامنا کرنا پڑا اور وہ خطروں سے دو کمان کے فاصلہ پر تھے جبکہ ان کو کبھی معلوم تھا اور کبھی نہیں معلوم تھا اس وقت خداوند عالم کی پردہ پوشی نے آکر ان کو نجات دی۔

کتنے ایسے انسان ہیں جن پر زندگی کے راستے بند ہو جاتے ہیں لیکن خداوند عالم ان کے لئے ہزار راستے کھول دیتا ہے اور یہ سب کچھ بغیر کسی سوال ودعا اور طلب کے ہوتا ہے۔

کتنے ایسے شیر خوار بچے ہیں جن کے شامل حال خداوند عالم کی رحمت ہوتی ہے جبکہ وہ اللہ سے نہ کوئی سوال کرتے ہیں اور نہ دعا کرتے ہیں۔)۱(

دعاءافتتاح میں وارد ہوا ہے:

)فکم یاالٰہي من کربۃ قد فرّجتھا،وھموم قد کشفتھا،وعثرۃ قد اقلتھا،ورحمۃ قد نشرتھا وحلقۃ بلاء قد فککتھا(

''اے میرے خدا تونے کتنے ہی غموں کو دور کیا ہے کتنے ہی مصیبتوں کو ختم کیا ہے اور کتنی ہی لغزشوں کو معاف کر دیا ہے اور رحمت کو پھیلا دیا ہے اور بلاؤں کی زنجیروں کو کھول دیا ہے''

ایام رجب کی دعاؤں میں وارد ہوا ہے:

)۱(اس کا مطلب یہ نہیں کہ لوگ زلزلہ میں عمارتوں کے نیچے نہیں مرتے یا آگ لگنے کی صورت میں نہیں جلتے،سمندروں کی گہرائیوں میں نہیں مرتے ،کوئی انسان بیماری اور درد سے نہیں مرتا،کوئی شیر خوار بچہ نہیں مرتا چنانچہ خداوند عالم نے اپنی رحمت وحکمت کی وجہ سے اس کائنات کو بہرا کر دیا ہے تو جب حکمت الٰہی انسان یا حیوان یا نباتات میں کسی اہم چیز کے وقوع کا تقاضا کرتی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ہم خداوند عالم کے فضل اور صفات حسنیٰ کے دوسرے رخ یعنی رحمت کا انکار کر دیں۔کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو بلا اور پریشانی میں حکمت اور روش خدا کے تابع ہوتے ہیں وہ آسانی اور مشکل نیز زندگی کے سخت لحات میں رحمت الٰہی کا احساس نہیں کرتے،کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنی زندگی کے سخت اضطراری لحات میں خداوند عالم کی رحمت واسعہ سے آشنا نہیں ہوتے ہیں۔

)یامن یعطي مَن سالہ،یامَن یعطي مَن لم یسالہ ومَن لم یعرفہ تحنّنامنہ ورحمۃ(

''اے وہ خدا جو اسے عطا کرتا ہے جو اس سے سوال کرتا ہے اے وہ جو اسے عطا کرتا ہے جو اس سے سوال نہ کرے اور جو اس کو نہ پہچانے اپنی رحمت ولطف سے مجھ کو عطا کر''

اور مناجات رجبیہ میں آیا ہے:

)ولکن عفوک قبل عملنا(

''اور لیکن تیرا عفو ہمارے عمل سے پہلے سے ہے''

بیشک اللہ کی بخشش کو ہمارے گناہوں کی ضرورت ہے۔

حاجت اور فقر کے ذریعہ اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

ہم اس سلسلہ میں ایک مشہور و معروف رومی عارف کے اشعار میں سے ایک شعر کا ترجمہ ذکر کرتے ہیں:

رومی عارف کا کہنا ہے: پانی نہ مانگو اور اتنی پیاس مانگو کہ تمہارے چاروں طرف پانی کے چشمے پھوٹ جائیں۔

اللہ کی رحمت اور اللہ کے بندوں کی حاجت و ضرورت کے مابین رابطہ کی طرف حضرت علی علیہ السلام کی مناجات میں اشارہ کیا گیا ہے:

مولیی یامولای،انت المولی واناالعبد،وھل یرحم العبدَاِلّاالْمَوْلی؟

مَوْلَايَ یامَوْلَايَ اَنْتَ الْمالِکُ وَاَنَاالْمَمْلُوْکُ وَھَلْ یَرْحَمُ الْمَمْلُوْکَ اِلَّا الْمالِکُ؟

مَوْلَايَ یامَوْلَايَ اَنْتَ العَزِیْزُوَاَنَاالذَّلِیْلُ وَھَلْ یَرْحَمُ الذَّلِیْلَ اِلَّا العَزِیْزُ؟

مَوْلَايَ یامَوْلَايَ اَنْتَ الخَالِقُ وَاَنَاالْمَخْلُوقُ وَھَلْ یَرْحَمُ الْمَخْلُوقُ اِلّاالخَالِقُ؟

مَوْلَايَ یامَوْلَايَ اَنْتَ القَوِیُّ وَاَنَاالضَّعِیْفُ وَھَلْ یَرْحَمُ الضَّعِیْفَ اِلَّاالقَوِيُ؟

مَوْلَايَ یامَوْلَايَ اَنْتَ الْغَنِيُّ وَاَنَاالفَقِیْرُوَھَلْ یَرْحَمُ الفَقِیْرَ اِلَّا الْغَنِيُ؟

مَوْلَايَ یامَوْلَايَ اَنْتَ الْمُعْطِيُ وَاَنَاالسَّاءِلُ وَھَلْ یَرْحَمُ السَّاءِلَ اِلَّا الْمُعْطِيُ؟

مَوْلَايَ یامَوْلَايَ اَنْتَ الْحَيُّ وَاَنَاالْمَیِّتُ وَھَلْ یَرْحَمُ الْمَیِّتَ اِلَّا الْحَيُّ؟

''اے میرے مولا اے میرے مولا تو مولا ہے اور میں بندہ ہوں اور بندے پر مولا کے علاوہ اور کون رحم کرے گا؟

اے میرے مولا اے میرے مولا تو مالک ہے اور میں مملوک ہوں اور مملوک پر مالک کے سوا کون رحم کرے گا؟

مولا اے میرے مولا تو عزت و اقتدار والا ہے اور میں ذلت و رسوائی والا اور ذلیل پر عزت والے کے علاوہ اور کون رحم کرے گا؟

اے میرے مولا اے میرے مولا تو خالق ہے اور میں مخلوق ہوں اور مخلوق پر خالق کے سوا کون رحم کرے گا؟

اے میرے مولا اے میرے مولا تو عظیم ہے اور میں حقیر ہوں اور حقیر پر سوائے عظیم کے کون رحم کرے گا؟

مولا اے میرے مولا تو طاقتور ہے اور میں کمزور ہوں اور کمزور پر طاقتور کے علاوہ اور کون رحم کرے گا؟

مولا اے میرے مولا تو مالدار ہے اور میں محتاج ہوں اور محتاج پر مالدار کے علاوہ اور کون رحم کرے گا؟

مولا اے میرے مولا تو عطا کرنے والا ہے اور میں سائل ہوں اور سائل پر سوائے عطا کرنے والے کے اور کون رحم کرے گا؟

میرے مولا اے میرے مولا تو زندہ ہے اور میں مردہ ہوں اور مردہ پر سوائے زندہ کے اور کون رحم کرے گا؟

ضرورت سے پہلے دعا کرنا

جس حاجت و فقر کی طرف انسان متوجہ ہوتا ہے اور اس کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے، اس سے دعا کرتا ہے اور اس سے طلب کرتا ہے (وہ فقر کی

طرف متوجہ ہونے کے بعد دعا کرنا ہے)۔

ضرورت سے باخبر ہونے اور طلب سے متصل ضرورت کے ذریعہ اللہ کی رحمت زیادہ نازل ہوتی ہے اس حاجت وضرورت کی نسبت جو دعا سے متصل نہیں ہوتی ہے۔

دونوں کے ذریعہ اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے لیکن حاجت جب طلب اور دعا سے متصل ہوتی ہے تو اللہ کی رحمت کو زیادہ جذب کرتی ہے اور اللہ کی رحمت غیر کی نسبت اس کو زیادہ جواب دیتی ہے۔

اور اسی حاجت کی طرف سورۂ نمل کی اس آیت کریمہ میں اشارہ کیا گیا ہے :

)أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ)(۱ (

''بھلاوہ کون ہے جو مضطر کی آواز کو سنتا ہے جب وہ آواز دیتا ہے اور اس کی مصیبت کو دور کر دیتا ہے''

آیہ کریمہ میں دو باتوں پر زیادہ توجہ دی گئی ہے اضطرار اور دعا(الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ) (۲(

اور ان دونوں یعنی اضطرار اور دعا میں سے ہر ایک رحمت کو جذب کرتا ہے جب اضطرار اور

)۱(سورۂ نمل آیت ۶۲۔

)۲(سورۂ نمل آیت ۶۲۔

دعا دونوں جمع ہو جائیں تو رحمت کا نازل ہونا ضروری ہے۔

اسلام میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا اور سوال کرنے پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے اور اس کی رحمت کو حاصل کرنے کیلئے اس کی بارگاہ میں اپنی حاجتوں کو پیش کرنے اور اس کے سامنے اپنی حاجت کی تشریح کرنے پر بھی زور دیا گیا ہے۔

اسلامی نصوص میں حاجت برآوری کو دعا سے مربوط قرار دیا گیا ہے :

)وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ) (۱(

''اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا''

اور قرآن نے اس بات پر زور دیا ہے کہ اللہ کے نزدیک اس کے بندے کی قدر وقیمت اس بندے کی دعا کے ذریعہ ہی ہے :

) قُلْ مَا يَعْبَأُ بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ)(۲(

''پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہاری دعائیں نہ ہوتیں تو پروردگار تمہاری پروا بھی نہ کرتا''

قرآن کریم نے تو اس بات پر زور دیا ہے کہ اگر کوئی دعا سے منحرف ہوتا ہے تو وہ اللہ کی عبادت کرنے سے اکڑنے والا قرار دیا جاتا ہے :

)ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ(

''مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا اور یقیناً جو لوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے''

)۱(سورۂ مومن آیت ۶۰۔

)۲(سورۂ فرقان آیت ۷۷۔

)۳(سورۂ مومن آیت ۶۰۔

دعااور استجابت کے درمیان رابطہ کے سلسلہ میں تین قوانین

اب ہمارا سوال یہ ہے کہ جب حاجت وضرورت دعا کے ساتھ ہوتی ہے تو رحمت کے نزول میں تیزی کیسے آجاتی ہے اور دعاو استجابت کے درمیان رابطہ کی شدت اور اس پر زیادہ زور دینے کی کیا وجہ ہے ؟در حقیقت ہم نے اس فصل کا آغاز اسی سوال کا جواب دینے اور دعاو استجابت کے درمیان رابطہ کی تحلیل کر نے کیلئے کیا ہے۔

اس سوال کا جواب یہ ہے: دعا کے ذریعہ اللہ کی رحمت نازل ہونے کے تین قوانین ہیں :

۱۔اللہ کی رحمت اور فقر وحاجت کے درمیان رابطہ ؛ہم اس قانون کو پہلے وضاحت کے ساتھ بیان کر چکے ہیں لہٰذا اب اس کو دوبارہ نہیں دُہرائیں گے اور دعا کی ہر حالت ،حاجت اور فقر میں اللہ کی رحمت کی متضمن ہوتی ہے اور یہ اللہ کی رحمتوں کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے۔

۲۔فقر اور حاجت میں اللہ کی رحمت سے آگاہ ہو جانے کے بعد رابطہ۔

آگاہ ہو جانے کے بعد ضرورت اور آگاہ ہونے سے پہلے ضرورت کے مابین فرق ہے۔

ان میں سے ہر ایک حاجت وضرورت ہے اور ہر ایک سے اللہ کی رحمت مجذوب ہوتی ہے اور نازل ہوتی ہے لیکن ان میں سے ایک باخبر ہونے سے پہلے اور ایک فقر وحاجت سے باخبر ہو جانے کے بعد ہے۔

جس حاجت وضرورت سے انسان باخبر نہیں ہوتا اس میں وہ اللہ کا محتاج ہوتا ہے اور وہ اپنی حاجتوں کو اللہ کی بارگاہ میں پیش نہیں کرتا بلکہ کبھی کبھی تو وہ اللہ کو پہچانتا بھی نہیں۔

لیکن فقر وضرورت سے آگاہ انسان اپنی ضرورتوں اور حاجتوں کو اللہ بارگاہ میں پیش کرتا ہے اور یہ باخبر ہونا ہی اس کے اللہ سے محتاجی کو تاریکی سے نکال کر باخبر ہونے تک پہنچا دیتا ہے حالانکہ حاجت وضرورت سے ناسمجھ وبے خبر انسان تاریکی میں گھر جاتا ہے اور وہ اس کو سمجھ بھی نہیں پاتا۔

لیکن وہ فقیر ومحتاج جو اپنی حاجتوں کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے وہ اللہ کی رحمت اور اس کا فضل چاہتا ہے حالانکہ اپنی ضرورتوں سے ناآگاہ فقیر اپنی حا جتوں کو اللہ کی بارگاہ میں پیش نہیں کرتا ہے

گویا حاجتوں سے باخبر انسان حاجت وضرورت کی حالت سے صحیح معنوں میں دوچار ہوتا ہے اور ضرورت جتنی زیادہ ہو گی اتنا ہی اللہ کی رحمت کو قبول کر نے کیلئے نفس وسیع ہو گا اور ہم پہلے یہ بیان کر چکے ہیں کہ اللہ کی رحمت کے خزانوں میں نہ بخل ہے اور نہ مجبوری۔ہاں اللہ کی رحمت کو قبول کرنے کیلئے لو گوں کے ظروف مختلف ہوتے ہیں۔جس انسان کا ظرف بہت زیادہ بڑا ہو گا اللہ کی رحمت میں اس کا حصہ اتنا ہی زیادہ ہو گا اور ظرف سے مراد یہاں پر ضرورت ہے یعنی جس ضرورت کی کوئی اہمیت ہو اور انسان اپنی ضرورت کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرے۔

ایک خطاکار مجرم کیلئے جب سولی کا حکم صادر کیا جاتا ہے تو وہ اس سے باخبر ہوتا ہے۔وہ عوام الناس اور حکام کے دلوں کو اپنی طرف اس جرم سے زیادہ معطوف کرتا ہے جو اپنے لئے سولی کا حکم نافذ کرانا چاہتا ہے اور اس کو یہ بھی نہیں معلوم کہ اسے کہاں جانا ہے۔سولی کا حکم صادر ہونے کے متعلق دونوں

برابر کا علم رکھتے ہیں۔ہاں وہ مجرم جواپنے جرم کا معترف اوراپنی سزاسے واقف ہے وہ دوسروں کے مقابلہ میں لوگوں سے زیادہ رحمت کاخواستگار ہوتا ہے کیونکہ ایسا شخص جرم اور سزا کی طرف پوری طرح متوجہ ہوتا ہے جبکہ دوسرے افراد جرم اور سزا کی طرف اتنا متوجہ نہیں ہوتے۔

بارگاہ خدا میں احساس نیاز مندی کی علامتیں

باخبر ضرورت کو دعاؤں کے ذریعہ اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے کی چند نشانیاں اور علامتیں ہیں۔جتنا زیادہ انسان اپنی ضرورتوں کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے اتنا ہی یہ نشانیاں اسکی دعاؤں میں واضح ہوتی ہیں۔

ان نشانیوں میں سے اہم نشانیاں: دعا میں خشوع، خضوع، رونا گڑ گڑانا، اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونااور اپنی مجبوری کا اظہار کرنا ہیں۔

اسلامی نصوص میں دعاؤں میں ان تمام حالتوں اور نشانیوں پر زور دیا گیا ہے، اور دعاء کی قبولیت میں ان باتوں پر زور دیا گیا ہے۔

حقیقت میں یہ علامتیں دعا میں دوسرے اور تیسرے سبب پر توجہ دینے کو کشف کرتی ہیں۔وہ دونوں سبب ضرورتوں کی اطلاع ہونااور سوال کرنا ہے اور جتنا ہی انسان دعا میں خضوع وخشوع کرے گا اتنی ہی اسکی طلب وچاہت میں شدّت ہوگی اور انسان اپنی حاجتوں کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرے گا۔

ان حالتوں میں دعا قبول ہونے کے یہی دو اسباب ہیں ان حالات اور ان کی طرف رغبت کو قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے جن میں سے کچھ اسباب کو ہم ذیل میں بیان کررہے ہیں:

خداوند عالم کا ارشاد ہے:۱:(تَدْعُوْنَہُ تَضَرُّعاًوَخُفْیَۃً) (۱ (

"جسے تم گڑ گڑا کر اور خفیہ طریقہ سے آواز دیتے ہو"

۲) :وَادْعُوْہُ خَوْفاًوَطَمَعاًاِنَّ رَحْمَۃَاللّٰہِ قَرِیْبٌ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ)(۲(

"اور خدا سے ڈرتے ڈرتے اور امیدوار بن کر دعا کرو کہ اس کی رحمت صاحبانِ حسن عمل سے قریب تر ہے"

تضرّع اور خوف یہ دونوں حالتیں انسان کو اللہ کی بارگاہ میں اپنی ضرورتوں کو پیش کرنے کے بارے میں زور دیتی ہیں۔

اور طمع وہ حالت ہے جو انسان کو اس چیز کی رغبت دلاتی ہے کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے بندہ اس کو حاصل کرے۔

خفیہ (رازدارانہ) طور پر دعا کرنا انسان کو اللہ کی بارگاہ میں حاضری دینے پر آمادہ کرتا ہے

۳۔(وَذَاالنُّوْنِ اِذْذَهَبَ مُغَاضِباًفَظَنَّ اَنْ لَنْ نَقْدِرَعَلَیْہِ فَنَادٰی فِی الظُّلُمَاتِ اَنْ لَااِلٰہَ اِلَّااَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ فَاسْتَجَبْنَالَہُ وَنَجَّیْنَاہُ مِنَ الْغَمِّ وَکَذٰلِکَ نُنْجِی الْمُوْمِنِیْنَ)(۳ (

)۱(سورۂ انعام آیت ۶۳۔)۲(سورۂ اعراف آیت ۵۶۔

)۳(سورۂ انبیاء آیت ۸۷۔۸۸۔

"اور یونس کو یاد کرو جب وہ غصہ میں آکر چلے اور یہ خیال کیا کہ ہم ان پر روزی تنگ نہ کریں گے اور پھر تاریکیوں میں جاکر آواز دی کہ پروردگار تیرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے تو پاک وبے نیاز ہے اور میں اپنے نفس پر ظلم کرنے والوں میں سے تھا۔تو ہم نے ان کی دعا کو قبول کرلیااور انھیں غم سے نجات دلادی کہ ہم اسی طرح صاحبان ایمان کو نجات دلاتے رہتے ہیں"

اس آیت میں بندہ کی طرف سے خداوند عالم کی بارگاہ میں ظلم کااعتراف اور اقرار ہے :

)سُبحانک اِنِّی کُنتُ مِنَ الظَّالِمِین۔)(۱(

''پروردگار تیرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے تو پاک وبے نیاز ہے اور میں اپنے نفس پر ظلم کرنے والوں میں سے تھا''

ظلم کااقرار کرنا ظلم سے باخبر ہوناہے اور اس سے گناہگار انسان اپنے نفس میں استغفار کا بہت زیادہ احساس کرتاہے اور جتناہی انسان اپنے ظلم اور گناہ سے با خبر ہوگااتناہی وہ اللہ سے استغفار کرنے کے لئے زیادہ مضطر وبے چین ہوگا۔

۴) :وَیَدْعُوْنَنَارَغَباًوَرَهَباًوَکَانُوْالَنَاخَاشِعِیْنَ)(۲(

''اور رغبت اور خوف کے عالم میں ہم کو پکارنے والے تھے''

رغبت،خوف اور خشوع وہ نفسانی حالات ہیں جواپنی حاجتوں سے باخبر انسان کواپنی حاجتوں کواللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے پر زور دیتی ہیں۔انسان اللہ کے عذاب سے خوف کھاتاہے اور اللہ کے رزق اور ثواب سے اس کو رغبت ہوتی ہے۔

۵):اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّاِذَادَعَاهُ وَیَکْشِفُ السُّوْءَ) (۳(

)۱(سورۂ انبیاء آیت ۸۷۔)۲(سورۂ انبیاء آیت ۹۰۔

)۳(سورۂ نمل آیت ۶۲۔

اضطرار وہ نفسانی حالت ہے جوانسان کے اپنی حاجتیں اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے پر زور دیتی ہے اور انسان کااپنی ضرورتوں سے باخبر ہونااللہ کے علاوہ دوسرے تمام وسیلوں سے دور کرتاہے (یعنی صرف اللہ ہی نجات دے سکتاہے)۔

۶۔:(یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفاًوَطَمَعاً)(۱(

''اور وہ اپنے پروردگار کوخوف اور طمع کی بنیاد پر پکارتے رہتے ہیں''

اپنی حاجتوں سے باخبر انسان جتنازیادہ اللہ کی بارگاہ میں اپنی مجبوری ولاچاری کااظہار کرے گاخداوند عالم اسی سوال اور حاجت کے مطابق اس کوعطا کرے گاخداوند عالم کاارشاد ہے :

)وَادْعُوْهُ خَوْفاًوَطَمَعاًاِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ)(۲(

''اور خدا سے ڈرتے ڈرتے اور امیدوار بن کردعاکروکہ اس کی رحمت صاحبانِ حسن عمل سے قریب ترہے''

اللہ کی رحمت بندے سے اتنی ہی قریب ہوگی جتناوہ اپنے نفس میں اللہ کے عذاب سے خوف کھائے گااور اللہ کے احسان کی طمع کرے گا۔

انسان کے نفس میں جتنازیادہ خوف ہوگااتنی ہی اس کے نفس میں تڑپ پیداہوگی،اللہ کی بارگاہ میں اس کی دعااستجابت سے زیادہ قریب ہوگی اور اللہ کے رزق وثواب کے لئے جتنی طمع انسان کے اندرہوگی تواتنی ہی زیادہ اللہ کی بارگاہ میں اس کی دعاقبول ہونے کے نزدیک ہوگی۔

۳۔دعااور استجابت دعاکے درمیان رابطہ اور یہ بالکل واضح وروشن قانون ہے جس کوانسان

)۱(سورۂ سجدہ آیت۱۶۔

)۲(سورۂ اعراف آیت ۵۵۔

بذات خود فطری طور پر سمجھ سکتا ہے اور آیہ کریمہ اسی چیز کو بیان کرتی ہے:

)اُدْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ)(۱(

بیشک ہر دعا قبول ہوتی ہے اور خداوند عالم اس فرمان کا یہی مطلب ہے: (اُدْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ)اور یہ فطری وواضح قانون ہے جس کو انسان کی فطرت تسلیم کرتی ہے اور یہ عام قانون ہے لیکن اگر کوئی دعا قبول ہونے کے درمیان رکاوٹ پیدا ہو جائے تو دوسری بات ہے۔

دو طرح کی چیزیں دعا قبول ہونے میں رکاوٹ ڈالتی ہیں:

۱۔ مسؤل عنہ جس سے سوال کیا جائے اس کی طرف سے کچھ رکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

۲۔ سائل (سوال کرنے والے) کی طرف سے کچھ رکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

مسؤل (جس سے سوال کیا جائے) کی طرف سے آڑے آنے والی رکاوٹیں جیسے دعا قبول کرنے سے عاجز ہو جائے، دعا قبول کرنے میں بخل کرنے لگے۔

کبھی بذات خود سائل کی طرف سے رکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں جیسے دعا قبول کرنا بندہ کے مفاد میں نہ ہو اور بندہ اس سے جاہل ہو اور اللہ اسکو جانتا ہے۔

پہلی قسم کی رکاوٹیں اللہ کی سلطنت کے شایان شان نہیں ہیں چونکہ خداوند عالم بادشاہ مطلق ہے وہ کسی چیز سے عاجز نہیں ہے اور نہ ہی کوئی چیز اس سے فوت ہوتی ہے، نہ ہی کوئی چیز اسکی سلطنت و قدرت سے باہر ہو سکتی ہے، نہ ہی اسکے جود و کرم کی کوئی انتہا ہے، نہ اسکے خزانہ میں کوئی کمی آتی ہے اور کثرت عطا اس کے جود و کرم سے ہی ہوتی ہے۔

پس معلوم ہوا کہ دعا کے قبول ہونے میں پہلی قسم کی رکاوٹوں کے تصور کرنے کا امکان ہی نہیں ہے۔

)۱(سورۂ مومن آیت۶۰۔

لیکن سائل کی طرف سے دعا قبول نہ ہونے دینے والی رکاوٹوں کا امکان پایا جاتا ہے اور سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ خداوند عالم بہت سے بندوں کی دعا کو قبول کرنے میں تاخیر کرتا ہے لیکن وہ ایسا اپنے عاجز ہو جانے یا نجیل ہو جانے کی وجہ سے نہیں کرتا بلکہ وہ اپنے علم کی بناء پر یہ جانتا ہے کہ اس بندے کے لئے دعا کا دیر سے قبول کرنا بہتر ہے اور سب اس بات پر بھی متفق ہیں کہ اس صورت میں دعا کا قبول ہونا بندے کیلئے مضر ہے اور خدا بندے کی دعا قبول نہیں کرتا لیکن اس دعا کے بدلہ میں اسکو دنیا میں بہت زیادہ خیر عطا کر دیتا ہے اور اسکے گناہوں کو بخش دیتا ہے یا اسکے درجات بلند کر دیتا ہے۔ یا اسکو یہ سب چیزیں عطا کر دیتا ہے۔

پہلے ہم پہلی قسم کے موانع سے متعلق بحث کریں گے، اسکے بعد دوسری قسم کے موانع کے سلسلہ میں بحث کریں اسکے بعد دعا اور اجابت کے درمیان رابطہ کے سلسلہ پر روشنی ڈالیں گے۔

پہلی قسم کے موانع دعا

پہلی قسم کے موانع (رکاوٹوں) کا کوئی وجود ہی نہیں ہے جیسا کہ ہم اللہ کی سلطنت کے متعلق عرض کر چکے ہیں کہ خدا کی سلطنت مطلق ہے وہ کسی چیز سے

عاجز نہیں ہوتا، کوئی چیز اس سے چھوٹ نہیں سکتی، اسکی سلطنت اور قدرت کی کوئی حد نہیں ہے، کائنات میں ہر چیز اسکی سلطنت اور قدرت کیلئے خاضع ہے اور جب وہ کہہ دیتا ہے تو کوئی چیز اسکے ارادے اور امر سے سر پیچی نہیں کر سکتی ہے:

)وَاِذَا قَضیٰ اَمراً فَاِنَّمَا یَقُولُ لَہُ کُنْ فَیَکُونُ)(۱(

''اور جب کسی امر کا فیصلہ کرلیتا ہے تو صرف کن کہتا ہے اور وہ چیز ہو جاتی ہے''

)اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْ ءٍ اِذَا اَرَدْنَاہُ اَنْ نَقُوْلَ لَہُ کُنْ فَیَکُوْنُ)(۲(

)۱(سورۂ بقرہ آیت ۱۱۷۔

)۲(سورۂ نحل آیت ۴۰۔

''ہم جس چیز کا ارادہ کر لیتے ہیں اس سے فقط اتنا کہتے ہیں کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے''

)اِنَّمَا اَمْرُہُ اِذَا اَرَادَ شَیْئاً اَنْ یَقُوْلَ لَہُ کُنْ فَیَکُوْنُ)(۱(

''اس کا امر صرف یہ ہے کہ کسی شئ کے بارے میں یہ کہنے کا ارادہ کرلے کہ ہو جا اور وہ شئ ہو جاتی ہے''

کائنات میں کوئی بھی چیز اسکی سلطنت اور قدرت سے باہر نہیں ہو سکتی ہے:

)وَالْاَرْضُ جَمِیْعاً قَبْضَتُہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِیَّاتٌ بِیَمِیْنِہِ)(۲(

''جبکہ روز قیامت تمام زمین اس کی مٹھی میں ہو گی اور سارے آسمان اسی کے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے''

)اِنَّ اللّٰہَ عَلیٰ کُلِّ شَيْ ءٍ قَدِیْرٌ)(۳(

''اور یقیناً اللہ ہر شئ پر قدرت رکھنے والا ہے''

خداوند عالم کا امر (حکم) کسی چیز پر موقوف نہیں ہے، نہ ہی کسی چیز پر متعلق ہے۔

)وَمَا اَمْرُ السَّاعَۃِ اِلَّا کَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ ھُوَ اَقْرَبُ اِنَّ اللّٰہَ عَلیٰ کُلِّ شَيْ ءٍ قَدِیْرٌ)(۴(

''اور قیامت کا حکم تو صرف ایک پلک جھپکنے کے برابر یا اس سے بھی قریب تر ہے اور یقیناً اللہ ہر شئ پر قدرت رکھنے والا ہے''

یہ آیت خداوند عالم کی سلطنت و قدرت کے وسیع ہونے اور اسکے حکم اور امر کے نافذ ہونے کو بیان کرتی ہے۔

)۱(سورۂ یس آیت ۸۲۔

)۲(سورۂ زمر آیت ۶۷۔

)۳(سورۂ آل عمران آیت ۱۶۵۔

)۴(سورۂ نحل آیت ۷۷۔

بخل اسکی ساحت کبریائی کے شایان شان نہیں ہے خداوند عالم ایسا جواد و سخی ہے جسکی سخاوت اور کرم کی کوئی حد نہیں ہے۔

)رَبَّنَاوَسِعتُ کل شَيْءٍ رَحْمَۃً وَعِلْماً()۱(

''خدایا تیری رحمت اور تیرا علم ہر شیٔ پر محیط ہے''

)فَاِنْ کَذَّبُوْکَ فَقُلْ رَبُّکُمْ ذُوْرَحْمَۃٍ وَاسِعَۃٍ()۲(

''پھر اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں تو کہہ دیجئے کہ تمہارا پروردگار بڑی وسیع رحمت والا ہے''

خداوند عالم کی عطاو بخشش دائمی ہے منقطع ہونے والی نہیں ہے۔

)کُلّاً نُمِدُّ ھٰؤُلاَءِ وَھٰؤُلاَءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّکَ وَمَاکَانَ عَطَاءُ رَبِّکَ مَحْظُوْراً()۳(

''ہم آپ کے پروردگار کی عطاو بخشش سے اِن کی اور اُن کی سب کی مدد کرتے ہیں اور آپ کے پروردگار کی عطا کسی پر بند نہیں ہے''

)وَاَمَّاالَّذِیْنَ سُعِدُوْافَفِي الْجَنَّۃِ۔۔۔عَطَاءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ()۴(

''اور جو لوگ نیک بخت ہیں وہ جنت میں ہوں گے۔۔۔یہ خدا کی ایک عطا ہے جو ختم ہونے والی نہیں ہے''

جب خداوند عالم رحمت نازل کرنے کا ارادہ کرلیتا ہے تو اس میں کوئی رکاوٹ نہیں آسکتی ہے:

)مَایَفْتَحِ اللّٰہُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَۃٍ فَلاَمُمْسِکَ لَھَاوَمَایُمْسِکْ فَلاَمُرْسِلَ لَہُ مِنْ بَعْدِہِ()۵(

)۱(سورۂ غافر آیت ۷۔)۲(سورۂ انعام آیت ۱۴۷۔

)۳(سورۂ اسراء آیت ۲۰۔

)۴(سورۂ ہود آیت ۱۰۸۔

)۵(سورۂ فاطر آیت ۲۔

''اللہ انسانوں کے لئے جو رحمت کا دروازہ کھول دے اس کا کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جس کو روک دے اس کا کوئی بھیجنے والا نہیں ہے''

اللہ کی رحمت کے خزانے کبھی ختم نہیں ہوتے:

)وَلِلّٰہِ خَزَائِنُ السَّمٰاوَاتِ وَالْاَرْضِ()۱(

''حالانکہ آسمان وزمین کے تمام خزانے اللہ ہی کے لئے ہیں''

)وَاِنْ مِنْ شَيْءٍ اِلاَّعِنْدَنَاخَزَائِنُہُ وَمَانُنَزِّلُہُ اِلاَّبِقَدَرٍ مَعْلُوْمٍ()۲(

''اور کوئی شے ایسی نہیں ہے جس کے ہمارے پاس خزانے نہ ہوں اور ہم ہر شے کو ایک معین مقدار میں ہی نازل کرتے ہیں''

خداوند عالم جو رزق اپنے بندوں کو عطا کردیتا ہے اس سے اللہ کی رحمت کے خزانے ختم نہیں ہوتے وہ اپنے جود و کرم سے زیادہ عطا نہیں کرتا۔

دعاافتتاح میں آیا ہے:

)اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْفَاشِيْ فِي الْخَلْقِ اَمْرُہُ وَحَمْدُہُ۔۔۔اَلْبَاسِطِ بِالْجُوْدِیَدَہُ الَّذِيْ لَاتَنْقُصُ خَزَائِنُہُ وَلَاتَزِیْدُہُ کَثْرَۃُالْعَطَاءِ اِلَّا جُوْداًوَکَرَماً(

''حمد اس خدا کے لئے ہے جس کا امر اور حمد مخلوق میں نافذ ہے۔۔۔اور جس کا ہاتھ بخشش کے لئے کشادہ ہے جس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہوتی اور عطا کی کثرت اس میں سوائے جود و کرم کے اور کچھ زیادہ نہیں کرتی''

علامہ شریف رضی کی روایت کے مطابق حضرت علی علیہ السلام نے اپنے فرزند امام حسن سے یہ وصیت فرمائی :

)ا(سورۂ منافقون آیت ۷۔

)۲(سورۂ حجر آیت ۲۱۔

)اِعلمْ انّ الذي بیدہ خزائن السماوات والارض قد اذن لک في الدعاء وتکفّل لک بالا جابۃ، وامرک انْ تسالہ لیعطیک، وتسترحمہ لیرحمک، ولم یجعل بینک وبینہ من یحجبک عنہ، ولم یلجئک الی مَن یشفع لک الیہ، ولم یمنعک ان اسات من التوبۃ، ولم یعاجلک بالنقمۃ، ولم یفضحک حیث الفضیحۃ، ولم یشدد علیک في قبول الانابۃ، ولم یناقشک بالجریمۃ، ولم یؤیسک من الرحمۃ، بل جعل نزوعک عن الذنب حسنۃ، وحسب سیئتک واحدۃ، وحسب حسنتک عشرا، وفتح لک باب المتاب وباب الاستعتاب۔

فاذاناديتہ سمع نداءک واذاناجیتہ علم نجواک، فافضیت الیہ بحاجتک، وابثثتہ ذات نفسک، وشکوت الیہ ھمومک، واستکشفتہ کروبک، واستعنتہ علی امورک، وسالتہ من خزائن رحمتہ مالایقدر علی اعطاءھاغیرہ، من زیادۃ الاعمار وصحۃ الابدان، وسعۃ الارزاق۔

ثم جعل في یدک مفاتیح خزائنہ بما اذن لک فیہ من مسالتہ، فمتی شئتَ استفتحت بالدعاء ابواب النعمۃ، واستمطرت شآبیب رحمتہ، فلایقنطنّک ابطاء اجابتہ، فان العطیہ علی قدر النیہ)(۱ (

''جان لو! جس کے قبضۂ قدرت میں آسمان وزمین کے خزانے ہیں اس نے تمھیں سوال کرنے کی اجازت دے رکھی ہے، اور قبول کرنے کی ذمہ داری لی ہے اور تم کو مانگنے کا حکم دیا ہے تاکہ وہ دے، اس سے رحم کی درخواست کرو تاکہ وہ تم پر رحم کرے، اس نے اپنے اور تمہارے درمیان دربان نہیں کھڑے کئے جو تمھیں روکتے ہوں، نہ تمھیں اس پر مجبور کیا ہے کہ تم کسی کو اس کے یہاں

)ا(نہج البلاغہ، قسم الرسائل والکتب، الکتاب: ۳۱۔

سفارش کے لئے لاؤ تب ہی کام لو اور تم نے گناہ کئے ہوں، اس نے تمہارے لئے توبہ کی گنجائش ختم نہیں کی ہے، نہ سزا دینے میں جلدی کی ہے اور نہ توبہ و انابت کے بعد وہ کبھی طعنہ دیتا ہے (کہ تم نے پہلے یہ کیا تھا، وہ کیا تھا) نہ اس نے تمھیں ایسے موقعوں پر رسوا کیا جہاں تمھیں رسوا ہی ہونا چاہئے تھا اور نہ ہی اس نے توبہ قبول کرنے میں (سخت شرطیں لگاکر) تمہارے ساتھ سخت گیری کی ہے نہ ہی گناہ کے بارے میں تم سے سختی کے ساتھ جرح کرتا ہے اور نہ اپنی رحمت سے مایوس کرتا ہے بلکہ اس نے گناہ سے کنارہ کشی کو بھی ایک نیکی قرار دیا ہے اور برائی ایک ہو تو اسے ایک (برائی) اور نیکی ایک ہو تو اسے دس نیکیوں کے برابر قرار دیا ہے اس نے توبہ کے دروازہ کھول رکھا ہے۔

جب بھی تم اس کو پکارتے ہو وہ تمہاری سنتا ہے اور جب بھی راز و نیاز کرتے ہوئے اس سے کچھ کہو تو وہ جان لیتا ہے، تم اسی سے مرادیں مانگتے ہو، اور اسی کے سامنے دل کے راز و بھید کھولتے ہو، اسی سے اپنے دکھ درد کا رونا روتے ہو اور مصیبتوں سے نکالنے کی التجا کرتے ہو اور اپنے کاموں میں مدد کے خو

استگار ہواور اس کی رحمت کے خزانوں سے وہ چیزیں طلب کرتے ہو جن کے دینے پر اور کوئی قدرت نہیں رکھتا جیسے عمروں میں درازی، جسمانی صحت و توانائی اور رزق میں وسعت۔

اور اس نے تمہارے ہاتھ میں اپنے خزانوں کو کھولنے والی کنجیاں دیدی ہیں اس طرح کے تمھیں اپنی بارگاہ میں سوال کرنے کا طریقہ بتایا اس طرح جب تم چاہو اس کی رحمت کے دروازوں کو کھلوالو، اس کی رحمت کے جھالوں کو برسالو، ہاں بعض اوقات اگر دعا قبول ہونے میں دیر ہو جائے تو اس سے ناامید نہ ہو جاؤ اس لئے کہ عطیہ نیت کے مطابق ہوتا ہے"

اور حدیث قدسی میں آیا ہے :

)یاعبادي کلکم ضال الاّ مَن ھدیتہ، فاسالوني الھدی اھدکم وکلکم فقیر الا مَن اغنیتہ، فاسالوني الغنٰی ارزقکم وکلکم مذنب الّا مَن عافیتہ، فاسالوني المغفرۃ أغفر لکم۔۔۔ولواِنّ اولکم وآخرکم وحیّکم ومیتکم اجتمعوا فیتمنیٰ کل واحد ما بلغت امنیتہ، فاعطیتہ لم یتبین ذلک فی ملکی۔۔۔فاذاارد ت شیئا فانّما اقول لہ کن فیکون) (۱(

"بندو تم سب بھٹکے ہوئے ہو مگر جس کو میں راستہ دکھادوں لہٰذا مجھ سے ہدایت طلب کرو تاکہ میں تمہاری ہدایت کردوں اور تم سب فقیر ہو مگر جس کو میں بے نیاز کردوں لہٰذا مجھ سے بے نیازی طلب کرو تاکہ میں تم کو روزی عطا کروں تم سب گناہگار ہو مگر جس کو میں عافیت عطا کروں لہٰذا مجھ سے بخشش طلب کرو تاکہ میں تمھیں بخش دوں اگر تمہارا پہلا، آخری، زندہ، مردہ سب اکٹھے ہو کر مجھ سے اپنی مرادیں مانگیں اور میں ان کی مرادیں پوری کردوں تو اس سے میری حکومت کو کوئی ضرر نہ پہنچے گا اس لئے کہ جب میں کسی چیز کا ارادہ کرتا ہوں تو میں اس سے کہتا ہوں ہو جا، تو وہ ہو جاتی ہے"

موانع (رکاوٹوں) کی دوسری قسم

دعا قبول ہونے میں رکاوٹ ڈالنے والے دوسری قسم کے موانع بہت زیادہ ہیں۔

کبھی کبھی دعا کا قبول ہونا سائل کے لئے مضر ہوتا ہے لیکن سائل کو اس کا علم نہیں ہوتا ہے اور اللہ اس کے حق میں اس دعا کے مفید یا مضر ہونے سے واقف ہے۔

کبھی کبھی دعا کا جلدی قبول ہونا بھی مضر ہوتا ہے اور خداوند عالم جانتا ہے کہ بندہ کیلئے اس دعا کو قبول کرنے میں تاخیر کرنا اس کے حق میں بہتر اور بہت زیادہ فائدہ مند ہے۔ لہٰذا خداوند عالم اس کی دعا کو قبول کرنے میں تاخیر کرتا ہے۔

جیسا کہ ہم دعا افتتاح میں پڑھتے ہیں :

)فَصِرْتُ اَدْعُوْکَ اٰمِناًوَاَسْاَلُکَ مُسْتَاْنِساًلاَخَائِفاًوَلَاوَجِلاًمُدِلّاًعَلَیْکَ فِیْمَاقَصَدْتُ فِیْہِ اِلَیْکَ فَاِنْ اَبْطَاَعَنِّيْ عَتَبْتُ بِجَھْلِيْ عَلَیْکَ وَلَعَلَّ الَّذِيْ اَبْطَاَعَنِّيْ

)۱ (تفسیر امام ۱۹۔۲۰، بحار الانوار جلد ۹۲ صفحہ ۲۹۳۔

ھُوَخَیْرٌلِيْ لِعِلْمِکَ بِعَاقِبَۃِالْاُمُوْرِ(

"تو میں مطمئن ہو کر تجھ کو پکارنے لگا اور انس و رغبت کے ساتھ بلا خوف و خطر اور ہیبت کے تجھ سے سوال کرتا ہوں جس کا بھی میں نے تیری جانب ارادہ کیا ہے اگر تو نے میری حاجت کے پورا کرنے میں دیر کی تو میں نے جہالت سے عتاب کیا اور شاید کہ جس کی تاخیر کی ہے وہ میرے لئے بہتر ہو کیونکہ تو

امور کے انجام کا جاننے والا ہے“

کبھی خداوند عالم بندے کی دعا قبول کرنے میں اس لئے تاخیر کرتا ہے تاکہ وہ مسلسل اللہ کے سامنے گریہ وزاری کرتا رہے کیونکہ خداوند عالم اپنے سامنے بندے کے گریہ وزاری کرنے کو پسند کرتا ہے، حدیث قدسی میں آیا ہے:

)یاموسیٰ انی لست بغافل عن خلقي ولکن احّ ان تسمع ملائکتي ضجیج الدعاء من عبادي) (۱(

”اے موسیٰ میں اپنی مخلوق سے غافل نہیں ہوں لیکن میں یہ دوست رکھتاہوں کہ میرے ملائکہ میرے بندوں کی گڑ گڑا کر دعا کرنے کی آواز کو سنتے رہیں “

امام جعفر صاق علیہ السلام سے مروی ہے :

)ان العبد لیدعو فیقول اللہ عزّوجل للملکین قداستجبت لہ، ولکن احسبوہ بحاجتہ فاني احبّ ان اسمع صوتہ وانّ العبد لیدعو فیقول اللہ تبارک وتعالیٰ: عجّلوا لہ حاجتہ فاني ابغض صوتہ)(۲(

”انسان دعا کرتا ہے تو خداوفرشتوں سے کہتاہے کہ میں نے اس کی دعا قبول کرلی لیکن ابھی اس کی حاجت پوری مت کرو کیونکہ میں اس کی آواز سنناہوں تووہ مجھے اچھی لگتی ہے اور کبھی کوئی۔---

)۱(عدۃ الداعی

)۲(وسائل الشیعہ کتاب الصلوۃ ابواب الدعا باب ۲۱ حدیث ۳۔

انسان دعا کرتا ہے توخدا کہتا ہے کہ اس کی مراد جلدی پوری کرو کیونکہ مجھے اس کی آواز اچھی نہیں لگتی ہے“

اگر دعا کی قبولیت بندے کے حق میں مضر ہوتی ہے تو خداوند عالم مطلق طور پر اس کی دعا کو لغو نہیں قرار دیتا بلکہ اس کو بندے کے گناہوں کے کفارہ میں بدل دیتاہے، اس کی بخشش کرتا ہے یا کچھ وقفہ کے بعد اس کو دنیا میں جلد ہی رزق عطا کرتا رہتا ہے یا جنت میں اس کے درجات بلند کردیتا ہے۔اور ہم مذکورہ دونوں حالتوں، تبدیل اور تاخیر کے متعلق رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنین علیہ السلام سے مروی تین حدیثیں ذیل میں نقل کررہے ہیں۔

دعا کی قبولیت میں تاخیر یا تبدیلی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

)مامن مسلم دعااللہ سبحانہ دعوۃ لیس فیھا قطیعۃ رحم ولااثم ،الّا اعطاہ اللہ احدیٰ خصال ثلاثۃ: امّاان یُعجّل دعوتہ، واماان یؤخّر لہ، وامّاان یدفع عنہ من السوء مثلھا)قالوا: یارسول اللہ اذن نکثر۔قال: ”اکثروا“۔(۱(

”جو مسلمان بھی خداوند عالم سے ایسی دعا مانگتا ہے جس میں رشتہ داروں سے رابطہ ختم کرنے یا کسی گناہ کا مطالبہ نہیں ہوتا تو خداوند عالم اس کو تین صفات میں سے کوئی ایک صفت عطا کر دیتا ہے یا اس کی دعا جلد قبول کرلیتا ہے یا تاخیر سے قبول کرتا ہے یا اس سے کوئی بلا دور کردیتا ہے لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر تو ہم بہت زیادہ دعا کریں گے۔

آپ نے فرمایا: ہاں بہت زیادہ دعا کیا کرو۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

)الدعاءمخ العبادة،ومامن مؤمن یدعواللهالّا استجاب لہ ،امّا ان یعجّل

)١(وسائل الشیعہ جلد۴صفحہ ١٠٨٦حدیث٨٦١٧۔

لہ فی الدنیا،اویؤجّل لہ فی الآخرة،واماان یکفّر من ذنوبہ بقدر مادعامالم یدع بمأثم)(١(

''دعاعبادت کی روح وجان ہے اور کوئی ایسامومن نہیں ہے جسکی دعااللہ قبول نہ کرتاہو یاتواس دعاکو دنیامیں جلدی قبول کرلیتاہے یااس کے مستجاب ہو نے میں آخرت تک تاخیر کر دیتاہے یاجتنی وہ دعاکر تاہے خدااس کواس بندے کے گناہوں کا کفارہ قرار دیتاہے''

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے فرزند امام حسنؑ کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا :

)فَلایُقَنِّطَنَّکَ اِبْطَائُ اِجابَتِہِ فَاِنَّ الْعَطِیَّةَ عَلیٰ قَدْرِالنِّیَّةِ،وَرُبَمَااُخِّرَتْ عَنْکَ الِاجَابَةُ لِیَکُوْنَ ذٰلِکَ اَعْظَمَ لِاَجرِالسَّاءِلِ وَاَجْزَلَ لِعَطَاءِالآمِلِ،وَرُبَمَاسَاَلْتَ الشَّيْءَفَلاتُؤتَاہُ وَاُوْتِیْتَ خَیْرَاًمِنْہُ عَاجِلاًاَوْآجِلاًاَوْصُرِفَ عَنْکَ لِمَاھُوَخَیْرٌلَکَ،فَلَرُبَّ اَمرٍقَدْطَلَبْتَہُ فِیْہِ ھَلَاکُ دِیْنِکَ لَوْاُوْتِیْتَہُ فَلْتَکُنْ مَسْاَلَتُکَ فِیْمَایَبْقیٰ لَکَ جَمَالُہُ وَیَنْفیٰ عَنْکَ وَبَالُہُ وَالْمَالُ لَایَبْقیٰ لَکَ وَلَاتَبْقیٰ لَہُ) (٢ (

''ہاں بعض اوقات قبولیت میں دیر ہوتو،اس سے ناامید نہ ہواس لئے کہ عطیہ نیت کے مطابق ہوتاہے اوراکثر قبولیت میں اس لئے دیر کی جاتی ہے کہ سا ئل کے اجر میں اوراضافہ ہواورامیدوار کوعطیے اور زیادہ ملیں اور کبھی یہ بھی ہوتاہے کہ تم ایک چیزمانگتے ہواور وہ حاصل نہیں ہوتی مگر دنیایاآخرت میں اس سے بہتر چیز تمھیں مل جاتی ہے یاتمہارے کسی مفاد کے پیش نظر تمھیں اس سے محروم کر دیاجاتاہے اس لئے کہ تم کبھی ایسی چیزیں بھی طلب کر لیتے ہو کہ اگر تمھیں دیدی جائیں،توتمہارادین تباہ ہو جائے لہذاتمھیں بس وہ چیزیں طلب کرناچاہئے جس کاجمال پائیدار

)١(وسائل الشیعہ کتاب الصلاة،ابواب الدعاباب ١۵۔ جلد ۴صفحہ ١٠٨٦حدیث٨٦١٨۔

)٢(نہج البلاغہ قسم الرسائل والکتب،الکتاب،١٣۔

ہواور جسکاوبال تمہارے سر نہ پڑنے والاہو رہادنیاکامال،تویہ نہ تمہارے لئے رہے گااور نہ تم اس کیلئے رہو گے''

ہم ان تینوں روایات کو جمع کرنے کے بعد دعامستجاب ہونے کی پانچ حالتوں کامشاہدہ کرتے ہیں :

١۔(عجلت)خداوند عالم کی بارگاہ میں بندے کی دعاکاجلدی مستجاب ہونا۔

٢۔(مدت) جس حاجت کیلئے بندے نے اللہ سے دعاکی ہے اس کو مستجاب کرنے میں وقت لگانا۔

٣۔(عوض)(تبدیلی)دعاکو تبدیل کر کے مستجاب کرنااس کامطلب یہ ہے کہ دعاکرنے والے سے اس دعاکے بدلہ برائیوں کودور کرتاہے جس کے قبول ہونے میں فی الحال کوئی مصلحت نہیں ہوتی ہے۔

۴۔جس دعاکو قبول کرنے میں کوئی مصلحت نہ ہواللہ اس کے بدلے دعاکرنے والے کوآخرت میں بلند درجات عطاکرتاہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے :

)واللہ مصیّر دعاءالمؤمنین یوم القیامة لھم عملایزیدھم فی الجنة)(١(

''خداوند عالم بروز قیامت مومنین کی دعا کو ان کے حق میں ایسے عمل میں بدل دیگا جس سے جنت میں ان کا مرتبہ بلند ہوتا رہے گا''

دوسری حدیث میں امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

)واللہ ما اخّر اللہ عزّ و جلّ عن المؤمنین ما یطلبون من ھٰذہ الدنیا خیر لھم عما عجّل لھم منھا)(۲(

)۱(وسائل الشیعہ جلد ۴ ،۱۰۸۶ ،حدیث ۸۶۱۵۔)۲(قرب الاسناد صفحہ ۱۷۱۔اصول کافی صفحہ ۵۲۶۔

''خدا کی قسم مومنین جو کچھ اس دنیا میں خدا سے طلب کرتے ہیں اُس میں اِس دنیا میں عطا کر دینے سے ان کیلئے تاخیر کرنا بہتر ہے''

۵۔(تبدیل)جب دعا کو قبول کرنا بندے کی مصلحت کے خلاف ہوتا ہے تو خداوند عالم اس کی دعا مستجاب کرتے وقت اس کی دعا کو اس کے گناہوں اور برائیوں کا کفارہ قرار دیتا ہے۔(۱(

اور کبھی کبھی ان کو تبدیل نہ کرنا اور مدّت معین کرنا دو حالتوں میں دعا مستجاب ہونے میں وقت درکار ہونا اور اس کو معین قرار دینے کے وقت دعا کرنے والے کی مصلحت کیلئے ہوتا ہے۔ کبھی کبھی یہ نظام کی مصلحت کیلئے ہوتا ہے جو سائل اور دوسرے افراد کو بھی شامل ہوتا ہے دعا مستجاب ہونے یا جلدی دعا مستجاب ہو جانے سے نظام میں خلل واقع ہوتا ہے جس کو اللہ نے خاص انسان یا عام دنیا کیلئے معین فرمایا ہے۔

جبدعا عمل میں تبدیل ہو جاتی ہے

دعا اور عمل دونوں الگ الگ مقولہ ہیں اور ان میں سے ہر ایک رحمت کے نازل ہونے کا سبب ہے بیشک عمل سے اللہ کی رحمت اسی طرح نازل ہوتی ہے جس طرح دعا سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے خداوند عالم فرماتا ہے:

)وَ قُلِ اعْمَلُوا فَسَیَرَی اللہُ عَمَلَکُمْ وَرَسُوْلُہُ)(۲(

''اور پیغمبر کہہ دیجئے کہ تم لوگ عمل کرتے رہو کہ تمہارے عمل کو اللہ ،رسول اور صاحبان ایمان دیکھ رہے ہیں''

)۱(ان پانچوں باتوں میں سے آخری تین باتیں صرف بندے کی دعا کو ملغیٰ قرار دینے سے مخصوص ہیں خداوند عالم اپنے بندے کی دعا قبول کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی دعا کو اس کے گناہوں کا کفارہ قرار دیتا ہے اس سے برائیاں دور کر دیتا ہے اور آخرت میں بلند درجات عطا کرتا ہے۔

)۲(۔سورۂ توبہ آیت ۱۰۵۔

)فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْراً یَرَہُ)(۱(

''پھر جس شخص نے ذرہ برابر نیکی کی ہے وہ اسے دیکھے گا ''

اسی طرح دعا رحمت کی کنجی ہے: (اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ)(۲(

لیکن ایسا نہیں ہے کہ انسان جو کچھ سوال کرے وہ اس دنیا کے عام نظام میں ممکن بھی ہو،بلکہ کبھی کبھی انسان اللہ سے ایسی دعا کرتا ہے جو اس دنیا کے عام نظام (قضا و قدر) میں ممکن نہیں ہوتی لہٰذا اس کی دعا مستجاب نہیں ہوتی۔

کبھی کبھی دعا کے مستجاب ہونے یا دعا کے جلدی مستجاب ہونے میں صاحب دعا کیلئے کوئی مصلحت نہیں ہوتی،تو انسان دعا میں اتنی جد و جہد و کوشش کیوں

کرتاہے؟

جواب: بیشک دعابذات خود عمل اور عبادت میں تبدیل ہو جاتی ہے جس سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

لہٰذا(قضاوقدر)مصلحت دعاکے موانع میں سے نہیں ہیں۔بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ اگرچہ اپنے بندے کی دعاقبول نہیں کرتاہے بلکہ بندے کی دعاتوخود اسی کے عمل اور عبادت پر موقوف ہے اور اسی کے مطابق اس کو دنیااور آخرت میں جزایاسزادی جائیگی۔

اسلامی روایات میں اس دقیق معنی کی طرف اشارہ کیاگیاہے کہ دعاعمل میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

حمادبن عیسیٰ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیاہے :

)سمعتہ یقول:ادع،ولاتقل قدفرغ من الامر (۳)فان الدعاءھوالعبادۃ)(۴(

)۱(سورۂ الزلزلہ آیت۷۔)۲(سورۂ مومن آیت ۶۰۔

)۳(یعنی یہ امر خداوند عالم کے قضاءوقدر میں ہے جس سے تجاوز کرناممکن نہیں ہے اور دعاکے ذریعہ اس کو تبدیل نہیں کیاجاسکتاہے"

)۴(وسائل الشیعہ صفحہ ۹۲۔حدیث ۸۶۴۳،اصول کافی صفحہ ۵۱۶(

میں نے آپؑ کو یہ فرماتے سناہے: دعاکرواور یہ نہ کہو کہ خداکاحکم تمام ہو گیاہے بیشک دعاعبادت ہے

"یعنی یہ امر اللہ کے قضاوقدر میں ہے اور دعاکے ذریعہ اسکو آگے پیچھے کردیناممکن نہیں ہے۔

اور دوسری حدیث میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے :

"ادعہ،ولاتقل قدفرغ من الامر،فانّ الدعاءھوالعبادۃانّ اللہ عزّوجلّ یقول:(اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَہَنَّمَ دَاخِرِیْنَ(۱))(۲(

"خداکوپکارو یہ نہ کہو کہ خداکاامر(حکم) تمام ہو گیاہے بیشک دعاعبادت ہے خداوندعالم فرماتاہے :

)اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَہَنَّمَ دَاخِرِیْنَ(

"اور یقیناًجولوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے"

دعاکی قبولیت اور دعاکے درمیان رابطہ

ہم یہ بیان کرچکے ہیں کہ مطلق طورپر پہلی قسم کے موانع خداوندعالم کی کبریائی کے شایان شان نہیں ہیں لیکن دوسری قسم کے موانع حقیقی ہیں اور بندوں کی زندگی اور دعاؤں میں پائے جاتے ہیں اسی لئے کبھی کبھی خداوندعالم دعامستجاب کرنے میں مدت معین کردیتاہے اور کبھی مستجاب کرکے اس کو دوسری چیز سے بدل دیتاہے۔

اوران دونوں حالتوں(حالت تاخیر اور حالت تبدیل)کے علاوہ دعاکامستجاب ہوناضروری ہے اس کامنبع قطعی فطری حکم ہے اور یہ اس وقت ہوتاہے جب سائل،مسؤل(جس سے

)۲(سورۂ مؤمن آیت۶۰۔

)۳(وسائل الشیعہ ۴: ۱۰۹۲احدیث ۸۶۴۰،اصول کافی: فروع کافی جلد ۱سطر ۹۴۔

سوال کیا جارہا ہے)کا محتاج ہوتا ہے اور مسؤل سائل کی حاجت قبول کرنے پر قادر ہوتا ہے اور اپنی مخلوق کے ساتھ بخل سے کام نہیں لیتا ہے۔(۱(

۱۔(اَمَّنْ یُجِیْبُ الْمُضْطَرَّاِذَادَعَاہُ وَیَکْشِفُ السُّوْءَ) (۲ (

''بھلاوہ کون ہے جو مضطر کی فریاد کو سنتا ہے جب وہ اس کو آواز دیتا ہے اور اس کی مصیبت کو دور کر دیتا ہے''

لہٰذا جو شخص مجبور ہو اور اپنی بلا دور ہونے کے سلسلہ میں دعا کے قبول ہونے کا شدید محتاج ہو اس کو فقط دعا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جب وہ خداوند عالم کو پکارتا ہے تو خداوند عالم اس کی دعا قبول کر کے اس سے بلا کو دور فرمادیتا ہے۔

جب وہ خدا سے دعا کرتا ہے تو خدا اس کی دعا مستجاب کرتا ہے اور اس کے لئے برائیوں کو واضح کر دیتا ہے۔

۲۔:(وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِي اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ)(۳(

''اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا اور یقیناً جو لوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے''

)۱(اس رابطہ کے ضروری ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ پر یہ امر واجب ہو گیا ہے بلکہ خود قرآن کریم اس یقینی اور ضروری رابطہ پر اس طرح زور دیتا ہے :

اس نے اپنے اوپر رحمت لکھ لی ہے :

)فَقُلْ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ کَتَبَ رَبُّکُمْ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ) (سورۂ انعام آیت ۵۴(

''پس ان سے سلام علیکم کہئے تمہارے پروردگار نے اپنے اوپر رحمت لازم قرار دے لی ہے''

)۲(سورۂ نمل آیت ۶۲۔

)۳(سورۂ مومن آیت ۶۰۔

یہ آیتِ کریمہ دعا اور استجابتِ دعا کے درمیان رابطہ کو صاف طور پر واضح کر رہی ہے:

)اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ)(۱)''مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا''

)وَاُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَادَعَانِ) (۲(

''پکارنے والے کی آواز سنتا ہوں جب بھی پکارتا ہے''

ان آیات میں دعا اور اس کے مستجاب ہونے کا رابطہ صاف اور واضح ہے،اور اس میں کوئی شک وشبہ ہی نہیں ہے کہ خداوند عالم ہر دعا کو قبول کرتا ہے لیکن اگر دعا قبول کرنا بندہ کے حق میں مضر ہو یا اس عام نظام کے خلاف ہو جس کا بندہ خود جزء شمار ہوتا ہے،اور ان آیات میں دعا کے مستجاب ہونے کی کوئی شرط نہیں ہے اور نہ ہی کسی چیز پر معلّق ہے۔

جن شرطوں کو ہم عنقریب بیان کریں گے وہ حقیقت میں دعا کے محقق ہونے کیلئے ضروری ہوتی ہیں یا بذات خود دعا کرنے والے کی مصلحت کیلئے ہوتے ہیں اور اگر یہ دونوں نہ ہوں تو پھر یا تو دعا کا اثر کم ہو جاتا ہے یا ختم ہو جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ دعا اور استجابت کے درمیان ایسا رابطہ ہے جس کے بدلنے کا کوئی امکان ہی نہیں ہے اور ایسا مطلق تعلق ہے جو کسی سے متعلق نہیں ہوتا مگر کوئی ایسی شرط ہو جس کی تاکید کی گئی ہو یا وہ دعا کی حالت کا اثبات کرتی ہو جیسے خداوند عالم فرماتا ہے :(اِذَا دَعَاہُ وَیَکْشِفُ السُّوْءَ)(۳(

''جب وہ اس کو آواز دیتا ہے تو وہ اس کی مصیبت کو دور کر دیتا ہے''

شریعت اسلامیہ میں احادیث نبی اور احادیث اہل بیت علیہم السلام میں دعا اور دعا کے مستجاب ہونے کے درمیان اس رابطہ پر زور دیا گیا ہے۔ حدیث قدسی میں آیا ہے :

)۱(سورۂ مومن آیت۶۰۔

)۲(سورۂ بقرہ آیت ۱۸۶۔

)۳(سورۂ نمل آیت ۶۲۔

)یا عیسیٰ اِنِّي اسمع السامعین استجیب للداعین اذا دعوني) (۱(

''اے عیسیٰ میں اسمع السامعین (سننے والوں میں سب سے زیادہ سننے والا) ہوں دعا کرنے والے جب دعا کرتے ہیں تو میں ان کی دعا مستجاب کرتا ہوں''

رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے :

)ما من عبد یسلک وادیاً فیبسط کفّیہ فیذ کراللہ ویدعواِلّا ملأاللہ ذلک الوادي حسنات فلیعظم ذلک الوادي اولیصغر)(۲(

''جو بندہ بھی کسی وادی کو طے کرتا ہے اور دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر خداوند عالم کو یاد کرتا ہے اور دعا کرتا ہے تو خداوند عالم اس وادی کو نیکیوں سے بھر دیتا ہے چاہے وہ وادی بڑی ہو یا چھوٹی''

اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے :

)لو أنَّ عبداً سدّ فاہُ، لم یسأل لم یعط شیئاًفسل تعط)(۳ (

''اگر بندہ اپنا منھ بند رکھے اور وہ خدا سے سوال نہ کرے تو اس کو کچھ عطا نہیں کیا جائیگا، لہٰذا سوال کرو خدا عطا کرے گا ''

''میسر بن عبد العزیز نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے :

''یا میسر اِنّہ لیس من باب یُقْرع اِلّا یُوشک ان یُفتح لصاحبہ)(۴ (

''اے میسر ! اگر کسی دروازے کو کھٹکھٹایا جائے تو وہ عنقریب کھٹکھٹانے والے کیلئے کھل جاتا ہے۔

)۱ (اصول کافی۔

)۲(ثواب الاعمال صفحہ۱۳۷۔

)۳(وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ۱۰۸۴، حدیث ۸۶۰۶۔

)۴(وسائل الشیعہ ۴ : صفحہ۱۰۸۵ ح۸۶۱۱۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کافرمان ہے:

)متیٰ تکثر قرع الباب یفتح لک)(۱(

''جب دروازہ پہ زیادہ دستک دی جائیگی تو کھل جائیگا ''

حضرت رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا:

)یاعلیاُوصیک بالدعاءفانّ معہ الاجابۃ)(۲(

''اے علیؑ میں تم کو دعا کرنے کی سفارش کرتاہوں بیشک اگر دعا کی جائے تو ضرور مستجاب ہو گی''

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

)اذااُلھم احدکم الدعاءعند البلاءفاعلمواأنّ البلاء قصیر)(۳(

''جب تم میں سے کسی کو مصیبت کے وقت دعا کرنے کاالہام ہو جائے تو جان لو کہ مصیبت چھوٹی ہے''

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

)لاواللہلایلحّ عبدٌعلیٰ اللہعزّوجلّ الّااستجاب اللہلہ)(۴(

''خدا کی قسم بندہ خداوندعالم کی بارگاہ میں نہیں گڑ گڑاتا مگر یہ کہ خدااسکی دعامستجاب کرتاہے''

اسلامی روایات میں دعااور دعا کی مقبولیت کے درمیان رابطہ کے یقینی اور مطلق ہونے پر

)۱(وسائل الشیعہ ۴ : صفحہ۱۰۸۵ح۸۶۱۳۔

)۲ (وسائل الشیعہ کتاب الصلاۃابواب الدعاباب ۲حدیث۱۸۔

)۳(وسائل الشیعہ جلد۴ص۱۰۸۷حدیث ۸۶۲۴۔

)۴(اصول کافی کتاب الدعاباب الالحاح فی الدعاءحدیث ۵۔

زور دیا گیاہے اور یہ واضح ہے کہ جب بندہ خداوندعالم سے دعا کرتاہے تو خدا کو اسکی دعارد کرنے سے حیاآتی ہے۔

حدیث قدسی میں آیاہے:

)ماانصفنی عبدي،یدعوني فاستحیي انْ اردّہ،ویعصیني ولایستحیي مني)(۱(

''میرے بندے نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیاچونکہ جب وہ مجھ سے دعا کرتاہے تو مجھے اسکی دعارد کرنے میں حیاآتی ہے لیکن جب وہ میری معصیت کرتاہے تو مجھ سے کوئی حیانہیں کرتا''

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

)ماابرز عبدیدہ الی اللہالعزیزالجبارالّااستحییٰ اللہعزّوجلّ أنْ یردّھا)(۲(

''بندہ خداوندعالم کی بارگاہ میں ہاتھوں کو بلند کرتاہے تو خدا کو اسکی دعارد کرنے سے حیاآتی ہے'

حدیث قدسی میں آیا ہے:

)من احدث وَتوضاَو صلیّٰ ودعاني فلم اُجبه فیمایسال عن امر دینه ودنیاه فقد جفوته ولست بربٍّ جافٍ)(۳(

"جس شخص سے حدث صادر ہواور وہ وضو کرکے نماز پڑھے پھر مجھ سے دعامانگے لیکن میں اس کی دینی اور دنیاوی حاجت پوری نہ کروں تو میں نے اس پر جفاکی جبکہ میں جفاکرنے والاپروردگار نہیں ہوں"

)۱(ارشادالقلوب للدیملی۔

)۲(عدۃالداعی وسائل الشیعہ کتاب الصلاۃ ابواب الدعا باب ۴ حدیث ۱۔

)۳(ارشادالقلوب للدیلمی۔

امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے:

)ماکان اللہ لیفتح باب الدعاء، و یغلق علیه باب الاجابة)(۱(

"ایسانہیں ہے کہ خداوند عالم بندہ پر باب دعاتو کھول دے اور اس پر باب اجابت کو بند رکھے"

اور امیر المومنین علیہ السلام سے ہی مروی ہے:

)من اُعطي الدعاءلم یُحرم الاجابة) (۲(

"جس کو دعاعطا کی گئی اسکو دعا کے مستجاب ہونے سے محروم نہیں کیا گیا"

آخری دوروایتوں میں اہم اور بلند درجہ کی طرف متوجہ کیا گیا ہے بیشک اللہ تعالیٰ کریم اور وفیّ ہے جب اس نے دعاکادروازہ کھول دیاتو یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ دعامستجاب ہونے کے دروازہ کو بند کردے۔جب خداوند عالم نے بندہ کو دعاکرنے کی توفیق عطاکردی تو یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ اس کی دعامستجاب نہ کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

)مافُتحَ لاَحد باب دعاءالاّ فتح اللہ له فیه باب اجابة،فاذافُتحَ لاَحدکم باب دعاء فلیجهد فانّ اللہ لایمل)(۳(

"خداوند عالم نے کسی کیلئے دعاکادروازہ نہیں کھولا ہے مگر یہ کہ اسکے لئے اسکی دعاکے قبول ہونے کادروازہ بھی کھول دیا ہے۔جب تم میں سے کسی ایک کیلئے باب اجابت کھل جائے تواسکو کوشش کرناچاہئے بیشک خداکسی کوملول نہیں کرتا"

)۱(وسائل الشیعہ کتاب الصلاۃ ابواب الدعا باب ۲ حدیث ۱۲ اور ۴ :۱۰۸۷۔حدیث ۸۶۲۴۔

)۲(وسائل الشیعہ کتاب الصلاۃ ابواب الدعا باب ۲ اور ۴ صفحہ ۱۰۸۶۔حدیث ۸۶۲۲۔

)۳(وسائل الشیعہ جلد ۴ ،۱۰۸۷ حدیث ،۸۶۲۴۔

یہ اللہ کی رحمت نازل ہونے کی تیسری منزل ہے۔

اللھم سمعنا وشھدنا وآمنّا

''خدایا ہم نے سنا اور گواہی دی اور ایمان لائے''

رحمت نازل ہونے کی تین منزلیں

جناب ہاجرہ اور اسمعیل علیہما السلام اور ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں ہم تینوں منزلوں کا یکجا طور پر مشاہدہ کر سکتے ہیں:

۱۔ فقر وحاجت

۲۔ دعا اور سوال

۳۔ سعی اور کوشش

جب ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خداوند عالم نے ان کی زوجہ جناب ہاجرہ کے ساتھ بے آب وگیاہ وادی (چٹیل میدان) میں بھیجا اور انھوں نے وہاں ہاجرہ کے ساتھ ان کے فرزند شیر خوار جناب اسمعیل کو چھوڑا تو یہ دعا کی:

)رَبَّنَا إِنِّیْ أَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلاَةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَھْوِیْ إِلَیْھِمْ وَارْزُقْھُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُوْنَ)(۱(

''پروردگار میں نے اپنی ذریت میں سے بعض کو تیرے محترم مکان کے قریب بے آب وگیاہ وادی میں چھوڑ دیا ہے تاکہ نمازیں قائم کریں اب تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف موڑ دے اور انھیں پھلوں کا رزق عطا فرما تاکہ وہ تیرے شکر گزار بندے بن جائیں''

۱۔ سورۂ ابراہیم آیت ۳۷۔

اسکے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام خداوند قدوس کے حکم کی تعمیل کیلئے گئے۔ جناب ہاجرہ اور طفل شیر خوار کو اس بے آب وگیاہ وادی میں چھوڑ دیا اور ان کے پاس پانی کا ذخیرہ ختم ہو گیا، بچہ پر پیاس کا غلبہ ہوا، جناب ہاجرہ نے چاروں طرف پانی ڈھونڈھا لیکن پانی کا کوئی نام ونشان نہ ملا، بچہ چیخنے، چلانے اور ہاتھ پیر مارنے لگا۔ آپ کی والدہ ادھر ادھر دوڑ لگانے لگیں، کبھی صفا پہاڑی پر جاتیں اور دور دراز تک پانی دیکھتیں اسکے بعد نیچے اتر آتیں اور دوڑتی ہوئیں مروہ پہاڑی پر پانی کی تلاش میں جاتیں، اور خداوند عالم سے اپنے اور بچہ کیلئے اس بے آب و گیاہ وادی میں پانی کا سوال کرتیں اور بچہ بیت حرام کے نزدیک چیختا چلاتا اور ہاتھ پیر مارر ہا تھا۔

اللہ نے بچہ کے قدموں کے نیچے پانی کا چشمہ جاری کیا، ماں پانی کی طرف دوڑی تاکہ اپنے شیر خوار بچہ کو سیر اب کر سکے اور پانی کو ضائع ہو نے سے بچا سکے لہذا انھوں نے پانی سے کہا زم زم یعنی ٹھہر ٹھہر کہ وہ اس کیلئے ایک حوض بنا رہی تھیں۔

یہ عجیب وغریب منظر رحمت کے نازل ہونے کا سبب بنا، خداوند عالم نے بے آب وگیاہ وادی میں چشمہ زم زم جاری کیا اور اسکو اس مبارک

زمین پر متعدد برکتوں کا مصدر قرار دیا۔

خداوند عالم نے اس عمل کو اعمال حج کا جزء قرار دیا اور اسکو سب سے اشرف فرائض میں قرار دیا۔

اس منظر کا کیا راز ہے؟ اور اسکو اصل دین میں داخل کرنے اور حج کے احکام میں ثبت کرنے کا اتنا اہتمام کیوں کیا گیا؟ وہ موثر اور طاقت ور سبب کیا ہے جسکی وجہ سے خداوند عالم نے اس منظر کی قوت سے رحمت نازل کی اور تاریخ میں آنے والے تمام موحدوں کیلئے بہت زیادہ برکتوں کا مبدأ قرار دیا؟

پس اس منظر میں ایک خاص راز ہے جس کیلئے اس بے آب و گیاہ وادی میں اللہ کی رحمت نازل ہونے کی استدعا کی گئی ہے، اس رحمت کے ہمیشہ باقی رہنے کی استدعا کی گئی ہے، اس کو متعدد برکتوں کیلئے مصدر اور مبدأ قرار دیا گیا ہے اور یہ استدعا کی گئی ہے کہ خداوند عالم اس کو اپنے بیت حرام کے نزدیک موحدین کی آنے والی نسلوں کے لئے اسی طرح قائم و دائم رکھے۔

ہمارا (مؤلف) عقیدہ ہے کہ (خداوند عالم اس منظر کے تمام اسرار کو جانتا ہے) ایسے منظر شاذ و نادر ہی ہوتے ہیں جن میں اللہ کی رحمت نازل ہونے کے تینوں پہلو جمع ہو جاتے ہیں اور ہر ایک سے رحمت نازل ہوتی ہے۔

پہلی منزل: حاجت و ضرورت ہے جو یہاں پر پیاس ہے جو شیر خوار بچہ کیلئے نقصان دہ تھی اور حاجت و ضرورت کا اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنا اللہ کی رحمت نازل ہونے کا ایک پہلو ہے۔

جب ضرورت صاحب ضرورت کیلئے زیادہ نقصان دہ ہو گی تو وہ اللہ کی رحمت سے زیادہ قریب ہو گا۔ اسی لئے ہم یہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ جب شیر خوار بچوں کیلئے دکھ درد، یا بھوک یا پیاس یا سردی یا گرمی بہت زیادہ مضر ہو جاتی ہے جسکو وہ برداشت نہیں کر سکتے تو وہ ان بزرگوں کے ذریعہ جو ان تمام چیزوں کو برداشت کر سکتے ہیں اللہ کی رحمت سے قریب ہو جاتے ہیں۔ چونکہ دوسروں کے مقابلہ میں ان کیلئے اس حاجت کا نقصان زیادہ ہے۔

معلوم ہوا کہ حاجت ان کے غیروں کے علاوہ خود ان کیلئے بہت زیادہ مضر ہے۔

دعا میں وارد ہوا ہے: ''اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِيْ لِفَقْرِيْ'' صرف اللہ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرنے سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور جب بھی اللہ کی بارگاہ میں پیش ہونے والی حاجت جتنی عظیم ہو گی اتنا ہی وہ اللہ کی رحمت کے نزول کا باعث ہو گی۔

بیشک اللہ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرنا انسان کو اللہ کی رحمت سے قریب کر دیتا ہے چاہے انسان اللہ کی بارگاہ میں اپنی حاجت سے باخبر ہو کر پیش کرے یا نہ کرے اگر انسان اپنی حاجتوں سے باخبر ہو کر ان کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے تو اللہ کی رحمت نازل کرانے میں اسکی قدر و قیمت بڑھ جاتی ہے۔ جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

لیکن اس میں یہ شرط پائی جاتی ہے کہ انسان اپنی حاجت میں تحریف نہ کرے یعنی انسان یہ تصور کرے کہ اسکو مال کی ضرورت ہے یا حطام دنیا (دنیوی چیزیں) کی ضرورت ہے لہٰذا بندگان خدا کی طرف حاجت پیش نہ کرے۔

نیز یہ شرط بھی ہے کہ انسان اپنی ضرورت کو اس کی جگہ سے نہ ہٹائے اور یہ تصور نہ کرنے لگے کہ یہ دولت یا سرمایۂ دنیا کی ضرورت خداوند عالم کے کچھ بندوں کی ضرورت کی بنا پر ہے اس کے بجائے کہ وہ فقر کو خداوند عالم کی طرف نیاز مندی پر حمل کرے۔

اِس حاجت اور اُس حاجت میں فرق ہے۔ جس حاجت سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے وہ اللہ کی بارگاہ میں حاجت پیش کرنا ہے اور جب انسان اس ضرورت کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے کے بجائے اللہ کے بندوں کی خدمت میں پیش کرتا ہے تو اسکے ذریعہ اللہ کی رحمت نازل ہونے کی قدر و قیمت ختم ہو جاتی ہے اور لوگوں کی اکثر حاجتیں اسی قسم کی ہیں۔

اس منظر میں بچہ کا پیاس کی شدت سے چیخنا چلانا گریہ وزاری کرنا اللہ کی رحمت نازل کرنے میں بڑا موثر ہے۔

خداوند عالم کی طرف نیاز مندی کے مناظر میں خداوند عالم کی رحمت کا سبب بننے والا اثر اور رقت آور منظر اس بچہ کے منظر سے زیادہ نہیں جو پیاس سے جھلس رہا ہو اور اس کی ماں کو اس کیلئے پانی نہ مل رہا ہو۔

اللہ کی رحمت کا اس منظر میں دوسرا پہلو سعی ہے، یہ رزق کیلئے شرط ہے، بغیر سعی و کوشش کے رزق نہیں ہے اور اللہ تعالی نے سعی اور حرکت کو انسان کی زندگی میں رزق کی کنجی قرار دیا ہے۔

جب فقر کا سبب انسان سے عزم، قوت، ارادہ، حرکت اور نشاط چاہتا ہے اور جتنی انسان میں حرکت و سعی اور عزم ہوگا اتنا ہی اللہ اس کو اپنی رحمت سے رزق عطا کریگا۔

جب جناب ہاجرہ کے پاس پانی ختم ہو گیا اور حضرت اسماعیل پر پیاس کا غلبہ ہوا تو جناب ہاجرہ نے پانی تلاش کیا اور اسی پانی کی تلاش میں آپ کبھی صفا پہاڑی پر جاتیں اور دور تک نظر دوڑاتیں اور پھر صفا سے اتر کر مروہ پہاڑی پر جاتیں اور دور تک نظر دوڑاتیں اسی طرح آپ جب صفا اور مروہ دونوں پہاڑیوں پر گئیں تو آپ کو کہیں پانی کا نام و نشان نہیں دکھائی دیا تو آپ مایوس نہیں ہوئیں اور اس عمل کی تکرار کرتی رہیں اور صفا و مروہ کے درمیان دوڑ لگاتی رہیں یہاں تک کہ آپ نے ان کے درمیان سات چکر لگائے۔

اگر یہ آرزو اور امید نہ ہوتی تو ان کی سعی پہلے ہی چکر میں ختم ہو جاتی لیکن پانی کی امید نے ان دونوں کے دلوں کو زندہ رکھا اور اسی شوق میں وہ سعی کی تکرار کرتی رہیں یہاں تک کہ اللہ نے ان کے اس امر کو آسان کیا اور جناب اسماعیلؑ کے قدموں کے نیچے چشمہ جاری فرمادیا لیکن اس مقام پر آرزو اور امید اللہ کی ذات سے ہے ان کی سعی میں نہیں ہے اگر آرزو و امید ان کی سعی میں ہوتی تو ان کی یہ آرزو و امید پہلے یا دوسرے چکر میں ہی ختم ہو جاتی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس سعی اور اس حرکت کو رزق کے لئے شرط قرار دیا، انسان پر اپنی رحمت کا نزول قرار دیا اور اللہ اپنے بندوں کو رزق دیتا ہے اور ان پر اپنی رحمت نازل کرتا ہے لیکن خداوند عالم نے انسان کی سعی اور حرکت کو اپنے رزق اور رحمت کی کنجی قرار دیا ہے۔

اللہ کی رحمت کیلئے اس منظر میں تیسرا پہلو جناب اسمعیل کی والدہ کی دعا ہے ان کا اللہ سے لو لگانا اور اس بے آب و گیاہ وادی میں پانی کی تلاش میں اللہ سے گڑگڑا کر دعا کرنا ہے۔

جتنا انسان اللہ سے دعا کرتے وقت اپنے کو اس کی یاد میں غرق کر دیگا اتنا ہی وہ اللہ کی رحمت سے قریب ہو گا۔

ہمیں نہیں معلوم کہ اس نیک و صالح خاتون نے اس وقت اور اس وادی میں اللہ کی یاد میں منہمک ہونے والی کس حالت کا انتخاب کیا جبکہ ان کے پاس نہ کوئی انسان تھا اور نہ حیوان، صرف ایک پیاسا شیر خوار اپنی پیاس سے تڑپ رہا تھا گویا وہ اپنی آخری سانسیں لے رہا تھا۔

اس وقت اس خاتون نے خداوند عالم سے اس طرح دعا کی کہ ملائکہ نے ان کیلئے گڑ گڑا کر دعا کرنا شروع کر دی اور اپنی آوازوں کو ان کی آواز، اور اپنی دعاؤں کو ان کی دعاؤں سے ملا دیا۔

اگر تمام انسان اللہ کی یاد میں اسی طرح منہمک ہو جائیں اور خدا کے علاوہ سب سے ہٹ کر صرف اس کی بارگاہ سے لو لگائیں تو اُن پر زمین و آسمان سے رزق کی بارش ہو گی۔

)لَاَکَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ)(۱(

''تو وہ ہر طرح سے اللہ کی رحمت سے مالا مال ہوں گے''

اگر تمام لوگ خداوند عالم کی طرف اس طرح متوجہ ہو جاتے تو وہ آسمان و زمین کی نعمتوں سے بہرہ مند ہوتے اور رحمت الٰہی ان کے شامل حال ہوتی۔

اے مادر گرامی آپ پر اللہ کا سلام ! اے اسماعیل کی مادر گرامی آپ پر اسماعیل کی اولاد کا سلام جس کو اللہ نے نور، ہدایت، ایمان، نبوت عطا کی ہے اور ان کی ہدایت اور نور سے ہدایت پانے والے ہیں۔ اگر آپ اس حجاز کی سخت گرمی میں اس بے آب و گیاہ وادی میں تنہا نہ ہوتیں، اور صفا و مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان اس مشکل موقع پر آپ خداوند قدوس سے اس طرح لو نہ لگاتیں اور آپ دونوں پر خداوند عالم کی رحمت نازل نہ ہوتی اور اگر وہ رحمت نہ ہوتی تو آپ اللہ سے اس طرح لو نہ لگاتیں تو آپ کی صفا و مروہ کے درمیان سعی حج میں شعائر اللہ میں قرار نہ دی جاتی۔

)اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِاعْتَمَرَ فَلاجُنَاحَ عَلَيْهِ

۱۔ سورۂ مائدہ آیت ۶۶۔

اَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ)(۱(

''بیشک صفا و مروہ دونوں پہاڑیاں اللہ کی نشانیوں میں ہیں لہٰذا جو شخص بھی حج یا عمرہ کرے اس کیلئے کوئی حرج نہیں ہے کہ ان دونوں پہاڑیوں کا چکر لگائے اور جو مزید خیر کرے گا خدا اس کے عمل کا قدردان اور اس سے خوب واقف ہے''

اے مادر گرامی ! اللہ نے اپنی یاد میں اس وقت آپ کے انہماک کو دامن تاریخ میں ثبت کر دیا پانی کی تلاش میں آپ کی سعی اور آپ کے بچہ اسماعیل کی چیخ و پکار کے تذکرہ کو تاریخ میں لکھ دیا تاکہ آپ کے بعد آنے والی نسلوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کی رحمت کیسے نازل ہو

تی ہےاوراللہ کی رحمت کیلئے کیسے خشوع وخضوع کیا جاتا ہے؟

اللہ کی رحمت وسیع ہے اس میں نہ کسی طرح کا بخل ہے نہ نقص اور نہ ہی وہ عاجز ہے لیکن لوگ اس کی رحمت کے نازل ہونے کے مقامات کو نہیں جانتے نہ ہی اس سے اچھی طرح پیش آتے ہیں اور نہ ہی اس سے استفادہ کرتے ہیں۔

آپ نے ہم کو یہ تعلیم دی کہ اللہ کی رحمت کو کیسے نازل کرائیں اور اللہ کی رحمت کے ساتھ کیسے پیش آئیں اور اے بی بی ہم نے آپ سے رحمت کی کنجیاں حاصل کی ہیں۔

اگر ہم نے آپ کی ان کنجیوں کی حفاظت نہ کی جن کو آپ نے اپنے فرزند ارجمند جناب اسمٰعیل کے سپرد کیا، اسمٰعیل کے بعد یہ کنجیاں اسمٰعیل کی اولاد کو وراثت میں ملیں اور ہم کو آپ کے بیٹے حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ میراث میں ملیں تو ہم آپ سے معذرت خواہ ہیں کہ ہم نے انبیاء علیہم السلام کی میراث اور ان کی وراثت کو ضائع و برباد کر دیا ہے۔

ہم نے اپنے جد ابراہیم سے اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرنے کی تعلیم حاصل کی اور ہم نے

۱۔ سورۂ بقرہ آیت ۱۵۸۔

اپنی ماں جناب ہاجرہ سے اللہ سے سوال کرنے کا طریقہ سیکھا ہے۔

اگر ہم خواہشات نفسانی اور طاغوت و سرکشی میں پھنس گئے تو ہم نے اِس کو بھی ضائع کیا اور اُس کو بھی ضائع و برباد کر دیا ہے۔

اے اللہ ہم نے اپنے جد ابراہیم اور اپنی جدہ جناب ہاجرہ کی جس میراث کو ضائع و برباد کر دیا اس پر تجھ سے مدد چاہتے ہیں۔ ہم کو ان کے خاندان میں قرار دے لہٰذا اے پروردگار اس میراث کی بازیابی کے سلسلہ میں ہماری مدد فرما، جو ہم نے ضائع کر دی ہے اور ہم کو ان کے پیرووں میں قرار دے اور پروردگارا ہم کو اس گھر سے اولاد ابراہیم اور اولاد عمران سے مت نکالنا۔

)اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰۤی اٰدَمَ وَنُوۡحًا وَّاٰلَ اِبۡرٰہِیۡمَ وَاٰلَ عِمۡرٰنَ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ ذُرِّیَّۃًۢ بَعۡضُہَا مِنۡۢ بَعۡضٍ وَاللّٰہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ)(۱(

''اللہ نے آدم نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو منتخب کر لیا ہے یہ ایک نسل ہے جس میں ایک کا سلسلہ ایک سے ہے اور اللہ سب کی سننے والا اور جاننے والا ہے''

)رَبَّنَا وَاجۡعَلۡنَا مُسۡلِمَیۡنِ لَکَ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّۃً مُّسۡلِمَۃً لَّکَ وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُبۡ عَلَیۡنَا اِنَّکَ اَنۡتَ التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ)(۲(

''پروردگار ہم دونوں کو اپنا مسلمان اور فرماں بردار قرار دیدے اور ہماری اولاد میں بھی ایک فرمانبردار پیدا کر۔ ہمیں ہمارے مناسک دکھلا دے اور ہماری توبہ قبول فرما کہ تو بہترین توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے''

جناب اسماعیل کی مادر گرامی نے اس دن اور اس وادی میں تمام اسباب خیر اخذ کئے

۱۔ سورۂ آل عمران آیت ۳۳۔۳۴۔

۲۔ سورۂ بقرہ آیت ۱۲۸۔

جن کو سعی، دعا اور حاجت کہا جاتا ہے۔

بیشک ہماری اس مادر گرامی نے پانی کی تلاش میں سعی کی کبھی آپ صفا پہاڑی پر پانی کی تلاش میں جاتیں اور مروہ پہاڑی پر پانی کی تلاش میں جاتیں خداوند عالم اپنے بندوں کی سعی اور عمل کو دوست رکھتا ہے اور اس نے انھیں رزق کی اہم شرطیں قرار دیا ہے۔

لیکن شرط یہ ہے کہ اس طرح سعی کرے کہ خدا کی یاد میں منہمک ہو جائے اور اسی حالت میں خدا سے لولگائے، دعا کرے، تاریخ انسانیت میں ایسی مثالیں بہت ہی کم نظر آتی ہیں۔

سعی و کوشش خداوند عالم کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتی اور انسان کو اس سے الگ نہیں کر دیتی اور صرف خداوند عالم سے وابستگی بھی انسان کی سعی و کوشش کی راہ میں حائل نہیں ہوتی جناب ہاجرہ کی پانی کیلئے کوشش ایک عورت کی قوت امکان کی آخری منزل تھی۔

آج یہ ہمارے حج کے مناسک میں سے ہے اور ہم ان دونوں پہاڑوں کے درمیان بغیر کسی زحمت، تکلیف غم اور رنج کے سات چکر لگاتے ہیں سعی کرتے ہیں جس کی بناپر ہم تھک جاتے ہیں مشقت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

اس بزرگ بی بی نے اس سعی کی اس بے آب و گیاہ وادی میں بنیاد رکھی جب بچہ کی پیاس پورے عروج پر تھی اور پیاسا شیر خوار اپنی آخری سانسیں لے رہا تھا لیکن اس کے باوجود پانی کی تلاش میں اس سعی کو بڑی ہمت اور عزم وارادہ کے ساتھ قائم کیا۔

اس کے باوجود اس سعی کے دوران ایک منٹ بھی آپ خدا کی یاد سے غافل نہ ہوئیں یہ پوری سعی یاد الٰہی کے ساتھ تھی نہ یہ یاد خدا میں رکاوٹ تھی اور نہ سعی و کوشش میں مانع! گویا کوشش صرف خداوند عالم سے وابستہ تھی اور خداوند عالم سے وابستگی سعی و کوشش کے ساتھ تھی ہم میں سے اس پر کون قدرت رکھ سکتا ہے؟

ملائکہ اس روز اس منظر کو دیکھتے رہے اور تعجب کرتے رہے کہ آپ نے اللہ سے کیسے لولگائی؟ اور آپ نے پانی کی تلاش میں اس طرح کیسے سعی کی ہے؟ اور آپ نے سعی اور اللہ سے اس طرح لولگانے کو ایک ساتھ کیسے جمع کر دیا؟ اللہ کی بارگاہ میں کیسے تضرع کیا کہ وہ آپ کی دعا اور سعی مستجاب کرے اور آپ کی سعی اور دعا سے اللہ رحمت نازل کرے اور اللہ کی رحمت اتنی قریب ہو جائے کہ آسمان کے طبق زمین پر اتر جائیں۔

اس دن دعا اور عمل صالح زمین سے آسمان پر پہونچے اور رحمت کے ستون آسمان سے زمین پر نازل ہوئے اور ملائکہ نے اس بے مثال واحد منظر کا نظارہ کیا تو اللہ کی بارگاہ میں تضرع کرنے لگے اور وہ چیز رونما ہوئی جو ان کے دل ودماغ میں بھی نہیں آئی تھی کہ شیر خوار بچہ کے قدموں کے نیچے سے صاف وشفاف اور گوارا پانی کا چشمہ ابل پڑا۔

پاک و پاکیزہ ہے خداوند عالم اور تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں اس نے ہاجرہ کی سعی اور دعا کو قبول فرمایا لیکن سعی کی بناپر نہیں بلکہ اس شیر

خوار بچہ کے قدموں تلے جو اپنے ہاتھ پیروں کو اس دن کی پیاس کی بنا پر پٹخ رہا تھا تاکہ خداوند عالم ہاجرہ کو بتا سکے کہ خدا ہی نے ان کو یہ ٹھنڈا اور گوارا پانی اس تپتی دھوپ میں عنایت فرمایا ہے خود ہاجرہ نے اپنی سعی کے ذریعہ اس کو پیدا نہیں کیا ہے اگرچہ ہاجرہ کیلئے سعی و کوشش کرنا ضروری تھا تاکہ خداوند عالم ان کو زمزم عطا فرماتا۔

اللہ نے (زمرم) کو شیر خوار بچہ کے قدموں کے نیچے جاری کیا۔ اپنے بیت حرام کو اسی وادی میں قائم کیا، زمزم میں برکت عطا کی اور ہمیشہ آنے والی نسلوں کے تمام حاجیوں کیلئے اسے سیر ابی کا ذریعہ قرار دیا۔ اس دعا اور سعی کا تاریخ میں تذکرہ ثبت کر دیا اس کو مناسک حج کی ایک نشانی قرار دیا جس کو حجاج ہر سال انجام دیا کرتے ہیں جس کو مدت سے ان کی والدہ محترم جناب ہاجرہ اور ان (انسانوں) کے پدر بزرگوار ابراہیم و اسماعیل نے ان کے لئے مہیا کیا۔

اس وادی میں اس دن اللہ کی رحمت نازل ہونے کے تین اسباب، حاجت، سعی اور دعا جمع ہوئے۔ حاجت یعنی ضعف اور فاقہ کا انتہائی درجہ، سعی اپنے آخری وحوصلہ کے مطابق اور دعا انقطاع اور اضطرار کے اعتبار سے ہے۔

ہم ہر سال حج میں اس منظر کی یاد کو تازہ و زندہ کرتے ہیں جس کی حضرت اسماعیلؑ کی والدہ نے ہم کو تعلیم دی ہے کہ ہم اللہ کی رحمت کیسے طلب کریں، کیسے اس کے فضل و رحمت کو نازل کرائیں اور ہم اس کی معرفت کیسے حاصل کریں اور اس کی بارگاہ میں کیسے پیش آئیں۔

دعاکے آداب اور اس

کی شرطیں

دعاکے آداب اور اس کی شرطیں

ہمارے بعض علماء نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ: راوی کہتا ہے کہ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا ؟اللہ کی کتاب میں دو ایسی آیات ہیں جن کی میں تاویل نہیں جانتا؟ آپ نے فرمایا وہ کونسی دو آیات ہیں؟ میں نے عرض کیا:

)اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ)(۱)''مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا''

میں دعا کرتا ہوں لیکن مستجاب نہیں ہوتی۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: تم نے اللہ پر بہتان باندھا، کیا اللہ نے جو وعدہ کیا ہے وہ اس کی مخالفت کرے گا؟

میں نے عرض کیا: نہیں

آپ نے فرمایا: پھر کیا مطلب ہے؟

میں نے عرض کیا: میں نہیں جانتا ہوں۔

آپ نے فرمایا دوسری آیت کونسی ہے؟

میں نے عرض کیا اللہ کا یہ قول: (وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهُ)(۲(

۱۔ سورۂ مومن آیت ۶۰۔

۲۔ سورۂ سبا آیت ۳۹۔

''میں انفاق کرتاہوں لیکن اس کا کوئی نتیجہ نہیں دیکھتاہوں''

آپ نے فرمایا: کیاہوناچاہئے ؟

میں نے عرض کیا: میں نہیں جانتا۔

آپ نے فرمایا: لیکن میں تم کو باخبر کرونگاانشاءاللہ، آگاہ ہو جاؤ جو کچھ خداوند عالم نے تم کو حکم دیاہے اگر تم اس کی اطاعت کروگے اور اس کے بعد اس سے دعا کروگے تو وہ تمہاری دعا مستجاب کرے گا لیکن اگر تم اس کے حکم کی مخالفت کروگے اور اس کی معصیت (نافرمانی) کروگے تو وہ تمہارا کوئی جواب نہیں دے گا۔

لیکن رہی تمہاری یہ بات کہ تم انفاق کرتے ہو اور اس کا کوئی نتیجہ تمہارے سامنے نہیں آتا تو آگاہ ہو جاؤ کہ اگر تم نے مال اس کے حلال طریقہ سے کسب کیا پھر اس کو اسی کے حق میں خرچ کردیاہے تو کسی بندے نے کوئی درہم خرچ نہیں کیا مگر یہ کہ اللہ نے اس کو اس کا بدلہ عطا کیا اگر تم اس کو دعا کے ذریعہ پکاروگے تو وہ تمہاری دعا ضرور مستجاب کریگا اگرچہ تم نے گناہ ہی کیوں نہ کیا ہو۔

میں نے عرض کیا: جہت دعا سے کیا مراد ہے ؟آپ نے فرمایا: جب تم نے فریضہ ادا کیا تو تم نے اللہ کی تمجید و تعریف و تعظیم کی اور جتنی تم میں قدرت تھی تم نے اس کی مدح کی اور جتنا ممکن ہو نبی پر زیادہ صلوات بھیجتے رہو، ان کی تبلیغ رسالت کی گواہی دو، اپنے اوپر نازل ہونے والی مصیبتوں اور ملنے والی نعمتوں کی بناپر نبی پر درود بھیجو، اپنے پاس اس کی نعمتوں کا تذکرہ کیا، اور جتنا تم سے ہو سکا تم نے اس پر اللہ کی حمد و ثنا کی اور اس کا شکر ادا کیا، پھر ایک ایک کرکے اپنے تمام گناہوں کا اعترف و اقرار کیا، یاان میں سے جو گناہ تمہارے یاد آگئے اس کا اقرار کیا ،اور جو مخفی رہ گئے ان کا مجمل طور پر اقرار کیا، پس تم نے تمام گناہوں کی اللہ سے توبہ کی اور یہ نیت کی کہ اسکے بعد پھر گناہ نہیں کرونگا، اور میں اللہ سے ندامت، صدق نیت اور خوف ورجاء سے استغفار کرتاہوں، اور اس طرح کہو:

)اللّھمّ انّي اعتذر الیک من ذنوبي واستغفرک واتوب الیک فاعني علیٰ طاعتک ووفقنی لمااوجبت عليّ من کلّ مایُرضیک، فاني لم اَر اَحداً بلغ شیئاًمن طاعتک الابنعمتک علیہ قبل طاعتک، فانعم عليّ بنعمۃ انال بھا رضوانک والجنّۃ) (۱(

''پروردگار میں اپنے گناہوں کی تجھ سے معذرت چاہتاہوں، تجھ سے استغفار کرتاہوں اور توبہ کرتاہوں، اپنی طاعت پر میری مدد کر، جن چیزوں سے تو راضی ہوتاہے اور وہ تونے مجھ پر واجب کی ہیں مجھے ان کے ادا کرنے کی توفیق عطا کر، میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ اس کے اطاعت کرنے سے پہلے تیری نعمتیں اس کو عطا ہو گئیں پس مجھ پر وہ نعمتیں نازل کر جن کے ذریعہ میں تیری رضا اور جنت تک پہنچ جاؤں،،

اس کے بعد سوال کرو ہم امید کرتے ہیں تم نامراد نہیں رہوگے انشاءاللہ۔

آداب دعاکے سلسلہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی گئی ہے :

)احفظ آداب الدعاء، وانظر مَن تدعو، وکیف تدعو، ولماذا تدعو، وحقق عظمۃ اللہ وکبریاءہ، وعاین فی قلبک علمہ بما في ضمیرک واطّلاعہ علیٰ سرّک، ومایکن فیہ من الحق والباطل، واعرف طرق نجاتک وھلاکک کی لاتدعو اللہ بشیء فیہ ھلاکک وأنت تظن فیہ نجاتک (

قال اللہ عزوجل: (وَيَدْعُ الاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاءَهُ بِالْخَيْرِ وَكَانَ الاِنْسَانُ عَجُولاً)(۲(

وتفکّر ماذا تسأل، ولماذا تسأل۔

والدعاء استجابۃ الکل منک للحق، وتذویب المھجۃ في مشاھدۃ الربّ، وترک الاختیار جمیعاً، وتسلیم الأمور کلھا ظاھراً وباطناً الی اللہ۔

۱۔ بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۱۹، فلاح السائل صفحہ ۳۸۔۳۹، عدۃ الداعی صفحہ ۱۶۔

۲۔ سورۂ اسراء آیت ۱۱۔

فان لم تأت بشروط الدعاء فلا تنتظر الاجابۃ، فانّہ یعلم السرّ وأخفی، فلعلک تدعو بشیء قد علم من سرّک خلاف ذلک)(۱(

آداب دعا کی حفاظت کرو، یہ دیکھو کہ کس سے مانگ رہے ہو، کس طرح مانگ رہے ہو اور کیوں مانگ رہے ہو، خداوند عالم کی عظمت و بزر گی پر نظر رکھو جو کچھ تمہارے دلوں میں علم ہے اور جن رازوں سے تم واقف ہو اسکے ذریعہ اپنے دل کا معائنہ کرو اور یہ دیکھو کہ کس میں ہلا کت ہے اور کس میں نجات ہے تاکہ ہلاکت کا مطالبہ نہ کر بیٹھو، اپنی نجات اور ہلاکت کے راستوں کو پہچانو کہ کہیں تم ایسی دعا نہ کر بیٹھو جس میں تمہاری ہلاکت ہو رہی ہو اور تم اس سے اپنی نجات کا گمان کر رہے ہو۔

اور خداوند عالم فرماتا ہے :

)وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاءَهُ بِالْخَيْرِ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلاً)(۲(

''اور انسان کبھی کبھی اپنے حق میں بھلائی کی طرح برائی کی دعا مانگنے لگتا ہے کہ انسان بہت جلد باز واقع ہوا ہے''

جو کچھ مانگ رہے ہو اس کے متعلق اور کیوں مانگ رہے ہو اس کے سلسلہ میں فکر کرو۔

دعا یعنی تمہارا حق کو مکمل طور پر قبول کرنا، تمہارا اپنے پروردگار کے دیدار میں اپنے کو پگھلا دینا اپنے تمام اختیارات خداوند عالم کے حوالے کر دینا اور اپنے تمام ظاہری اور باطنی امور اسی کے حوالے کر دینا۔

اگر تم دعا کو اس کی تمام شرطوں کے ساتھ انجام نہیں دوگے تو اس کے مستجاب ہونے کا بھی انتظار نہ کرنا بیشک خداوند عالم تمام رازوں اور پوشیدہ چیزوں سے آگاہ ہے، شاید تم ایسی چیز کے بارے میں دعا کر بیٹھو جسکو وہ تمہاری بھلائی کے خلاف جانتا ہو''

)۱(بحار الانوار جلد : ۹۰ صفحہ ۳۲۲۔)۲(سورۂ اسراء آیت ۱۱۔

یہ روایت دعا کے مستجاب ہونے اور دعا کے آداب کی شرطوں کی طرف اشارہ کرتی ہے ہم اس فصل میں سب سے پہلے دعا کے مستجاب ہو نے کی شرطوں کو بیان کریں گے اس کے بعد اگر شروط و آداب کی تقسیم میں بعض مشکلات سامنے نہ آئیں تو آداب دعا کے متعلق بحث کر یں گے۔

ہم اس فصل میں سب سے پہلے دعا قبول ہونے کی شرطوں کے سلسلہ میں بحث کرنا چاہتے ہیں پھر آداب دعا کے سلسلہ میں گفتگو کریں گے اگرچہ شرطوں کو آداب دعا سے جدا کرنا ہمارے لئے مشکل ہے لہٰذا ہم نے شرائط و آداب کو ایک ساتھ بیان کرنا بہتر سمجھا ہے۔

ہم ذیل میں سرسری طور پر شریعت اسلامیہ کی روشنی میں دعا کے آداب اور اس کی شرطوں کو بیان کر رہے ہیں۔

۱۔اللہ کی معرفت

دعا مستجاب ہونے کی شرطوں میں سے سب سے اہم شرط اللہ کی معرفت ہے اور اس کی مطلق قدرت و سلطنت پر ایمان رکھنا کہ اس کا بندہ جو کچھ اس سے چاہتا ہے وہ ضرور حاصل ہوگا۔

در منثور میں معاذ بن جبل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ راویت نقل کی ہے:

)لو عرفتم اللہ حق معرفتہ، لزالت لدعائکم الجبال)(۱(

''اگر تم اللہ کی معرفت اس کے حق کے ساتھ حاصل کرو تو تمہاری دعائیں پہاڑوں کو بھی ان کی جگہ سے ہٹادیں گی''

تفسیر عیاشی میں خداوند عالم کے اس فرمان: (فلیستجیبوالی ولیومنوابي)(۲(

''لہٰذا مجھ سے طلب قبولیت کریں اور مجھ ہی پر اعتماد رکھیں'' کے متعلق امام جعفر صادق سے

)۱(المیزان جلد ۲ صفحہ ۴۳۔)۲(سورۂ بقرہ آیت ۱۸۶۔

روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا:

)یعلمون انی اقدر ان اعطیھم مایسالونی)(۱(

''وہ (بندے) جانتے ہیں کہ جو کچھ وہ مجھ سے سوال کریں گے میں ان کو وہ عطا کردونگا''

طبرسیؒ نے مجمع البیان میں مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ: (ولیومنوابی)(۲(

''اور مجھ ہی پر اعتماد رکھیں''

یعنی یہ بات بالکل متحقق ہے کہ جو کچھ وہ سوال کریں گے میں وہ ان کو عطا کرنے پر قادر ہوں:

) لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ)(۳(

''شاید اس طرح راہ راست پر آجائیں''

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

)اَمَّنْ یُجِیْبُ الْمُضْطَرَّاِذَادَعَاهُ) (۴(

''بھلاوہ کون ہے جو مضطر کی فریاد کو سنتا ہے جب وہ اس کو آواز دیتا ہے''

فسئل مالناندعو،ولایستجاب لنا؟فقال لَانّکم تدعون مالا تعرفون وتسالون مالا تفهمون(۵ (

)۱(المیزان جلد ۲ صفحہ ۴۳۔

)۲(سورۂ بقرہ آیت ۱۸۶۔

)۳(سورۂ بقرہ آیت ۱۸۶۔

)۴ (سورۂ نمل آیت ۶۲۔

)۵(الصافی صفحہ ۵۷ (طبع حجریہ۔ایران)سورۂ بقرہ آیت نمبر ۸۶ کی تفسیر میں ہے۔

آپ سے سوال کیا گیا: ہم دعا کرتے ہیں لیکن ہماری دعا مستجاب نہیں ہوتی،آپ نے فرمایا: تم ان چیزوں کی دعا کرتے ہو جن کی تمھیں معرفت نہیں ہے اور وہ سوالات کرتے ہو جن کو تم سمجھتے نہیں ہو۔

اس حدیث میں دعا مستجاب ہونے کے باب میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ سائل کو اپنے سوال اور جس سے سوال کر رہا ہے ان سے باخبر ہونا چاہئے۔

امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: جس نے مجھ سے سوال کیا اور وہ یہ جانتا ہے کہ نفع ونقصان میری طرف سے ہے تو میں اس کی دعا قبول کرونگا

امام علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام کی مناجات میں آیا ہے:

)تمدّحت بالغناء عن خلقک وانت اهل الغنیٰ عنهم،ونسبتهم الی الفقر وهم اهل الفقر الیک،فمن حاول سدّخلّته من عندک،ورام صرف الفقر عن نفسه بک،فقد طلب حاجته فی مظانّها واتیٰ طلبته من وجهها) (۱(

''تونے اپنی تعریف یہ کی ہے کہ تو مخلوقات سے بے نیاز ہے اور اس بے نیازی کا اہل ہے اور تونے مخلوقات کو فقر کی طرف نسبت دی ہے کہ وہ واقعاً تیرے محتاج ہیں لٰہذا جو شخص بھی اپنی حاجت کو تیری بارگاہ سے پورا کرانا چاہتا ہے اور اپنے نفس سے فقر کو تیرے ذریعہ دور کرنا چاہتا ہے اُس نے حاجت کو اس کی منزل سے طلب کیا ہے اور مقصد تک صحیح رخ سے آیا ہے''

حضرت امیر المومنین علیہ السلام مناجات میں ارشاد فرماتے ہیں:

)سبحان الذی یتوکل کلّ مؤمن علیه ویضطر کلّ جاحد الیه،ولایستغني احدٌ الا بفضل مالدیه) (۲(

)ا(صحیفہ کاملہ سجادیہ دعا: ۱۳۔)۲(بلدامین صفحہ ۹۶۔

''پاک وپاکیزہ ہے وہ ذات جس پر ہر مومن توکل کرتاہے اور جس کے سامنے ہر انکار کرنے والااپنے کو مضطر محسوس کرتاہے اور کوئی بھی اس کے فضل کے بغیر بے نیاز نہیں ہو سکتاہے ''

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام صحیفہ کاملہ سجادیہ کی دعانمبرے میں فرماتے ہیں:

)اَصْبَحْنَافِیْ قَبْضَتِکَ یَحْوِیْنَامُلْکُکَ وَسُلْطَانُکَ وَتَضُمُّنَا مَشِیْئَتُکَ وَنَتَصَرَّفُ عَنْ اَمْرِکَ وَنَتَقَلَّبُ فِیْ تَدْبِیْرِکَ لَیْسَ لَنَامِنَ الْاَمْرِاِلَّامَاقَضَیْتَ وَمِنَ الْخَیْرِاِلَّامَااَعْطَیْتَ(

''اور ہم بھی تیرے ہی قبضہ میں ہیں تیرااقتدار تیری ساری سلطنت ہمارے سارے وجود پر حاوی ہے اور تیری مشیت ہمیں اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے۔ ہم تیرے ہی حکم سے تصرف کرتے ہیں اور تیری ہی تدبیر سے کروٹیں بدلتے ہیں ہمارا حصہ معاملات میں اتنا ہی ہے جس کا تونے فیصلہ کر دیاہے اور خیر بھی وہی ہے جو تونے عطا کر دیاہے''

اور صحیفۂ علویہ میں ہے: ''مَن ذالذی یضارک ویغالبک اُویمتنع منک اُوینجو مِن قدرکَ''''کون تم کو نقصان پہنچاتاہے اور کون تمہار امقابلہ کرتاہے یاوہ تم سے اجتناب کرتاہے یا تیری قدر وقضا سے فرار کرتاہے''

یہ معرفت ہی توہے کہ دعا کرنے والا یہ جانتاہے کہ اللہ اس سے قریب ہے اور ہر شئے اس سے بہت قریب ہے، وہ اس (بندے) کے نفس میں ہونے والے وسواس سے بھی باخبر ہے وہ اس کے نفس سے اس کی شہ رگ حیات سے بھی زیادہ قریب ہے وہ اس کے اور اس کے نفس کے درمیان حائل ہے خداوند عالم کاارشاد ہے: (وَاِذَاسَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ)(ا(

''اوراے پیغمبر اگر میرے بندے تم سے میرے بارے میں سوال کریں تو میں ان سے

)ا(سورۂ بقرہ آیت ۱۸۶۔

قریب ہوں ''

)وَنَحْنُ اَقْرَبُ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ)(ا(

''اور ہم تواس کی شہرگ سے بھی زیادہ قریب ہیں''

)اِنَّ اللّٰہَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِہِ)(۲(

''بیشک خداانسان اوراس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتاہے''

حضرت امیر المومنین علیہ السلام دعامیں ارشاد فرماتے ہیں:

)اتقرب الیک بسعۃ رحمتک التی وسعت کلّ شيءوقد تریٰ یاربّ مکاني وتطلع علیٰ ضمیري وتعلم سري ولایخفیٰ علیک امري وانت اقرب اليَّ من حبل الورید)(۳(

''میں تیری اس وسیع رحمت سے قریب ہوناچاہتاہوں جوہر چیز کااحاطہ کئے ہوئے ہے،تومیرے مکان سے بخوبی آگاہ ہے،میرے ضمیرسے باخبر ہے،میرے رازوں کو جانتاہے،میرا کوئی امر تجھ سے پوشیدہ نہیں اور تومیری شہ رگ حیات سے زیادہ مجھ سے قریب ہے ''

جمعہ کے دن کی دعامیں آپ ارشاد فرماتے ہیں:

)لاالہ الاالله المجیب لمن ناداہ بأخفض صوتہ،السمیع لمن ناجاہ لأغمض سرّہ،الرؤوف بمن رجاہ لتفریج ھمّہ القریب ممّن دعاہ لتنفیس کربہ وغمّہ)(۴(

''کوئی خدانہیں ہے سوائے الله کے جواپنے بندے کی ہلکی سی آواز کابھی جواب دیتاہے وہ

)۱(سورۂ ق آیت ۱۶۔

)۲(سورۂ انفال آیت ۲۴۔

)۳(البلد الامین صفحہ ۹۶۔

)۴(البلد الامین صفحہ ۹۳۔

اس کی آواز کو بھی سنتاہے جواس کواپنے راز کوپوشیدہ رکھ کراسے پکارتاہے اس شخص پر مہربان ہے جواپنی مشکل دور کرنے میں خداوندعالم سے لولگاتاہے اس شخص سے قریب ہے جواپنے غم کے دور ہونے کے سلسلہ میں اس سے دعاکرتاہے ''

امام علیہ السلام ایک خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

)سبق في العلوّفلاشيءٍ أعلامنہ،وقرب فی الدنوفلاشئیٔ اقرب منہ،فلااستعلاؤہ باعدہ عن شيءٍ من خلقہ ولاقربہ ساواھم فی المکان بہ)(۱(

''وہ اتنابلندوبرترہے کہ کوئی چیزاس سے بلند نہیں ہوسکتی اوراتناقریب سے قریب ترہے کہ کوئی شے اس سے قریب نہیں ہے اور نہ اس کی بلندی نے اسے مخلوقات سے دور کردیاہے اور نہ اس کے قرب نے اُسے دوسروں کی سطح پرلاکراُن کے برابر کردیاہے''

۲۔الله سے حسن ظن

الله سے حسن ظن رکھناالله کی معرفت کے پہلوؤں میں سے ایک پہلوہے،الله اپنے بندوں کواتناہی عطاکرتاہے جتناوہ الله سے حسن ظن رکھتے ہیں اوراس کی رحمت اور کرم کی وسعت کایقین رکھتے ہیں۔

حدیث قدسی میں آیاہے:

)اناعند ظن عبدي بِيّ، فلايظُنّ بِيّالا خيراً)(۲(

''میں اپنے سلسلہ میں اپنے بندے کے ظن وگمان کے مطابق اس کی حاجت پوری کرتاہوں اس سے قریب ہوں لٰہذاوہ میرے بارے میں خیر کے علاوہ کوئی ظن وگمان نہ رکھے ''

)۱(نہج البلاغہ خطبہ ۴۹

)۲(المیزان جلد ۲ صفحہ ۳۷۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

)ادعوااللہ وانتم موقنون بالاجابة(

''اللہ سے دعامستجاب ہونے کے یقین کے ساتھ دعاکرو''

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جناب موسیٰؑ کووحی کی:

)مادعوتنی ورجوتنی فاني سامع لک)(۱(

''اے موسیٰ جوکچھ مجھ سے دعاکرتے ہواور مجھ سے امید رکھتے ہو میں اس کو تمہاری خاطر سنتاہوں''

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

)اذادعوت فأقبل بقلبک وظنّ حاجتک بالباب)(۲(

''جب دعاکروتواپنے دل کوخداوندعالم کی طرف متوجہ کرواوراپنی حاجت کو قبولیت کے دروازے پر سمجھو''

اوریہ بھی آپ ہی کافرمان ہے:

)فاذادعوت فاقبل بقلبک ثم استَیْقِن الاجابة) (۳(

''جب دعاکروتواپنے دل کوخداوندعالم کی طرف متوجہ کرواوراجابت کایقین رکھو''

اس کے بالمقابل اللہ کی رحمت اور دعاکے مستجاب ہونے سے مایوس ہو جاناہے یہ اللہ کی رحمت سے دور ہو جانے کاایک سبب ہے کبھی کبھی انسان اللہ سے دعاکرتاہے توخداوندعالم اس کی دعامستجاب کرنے میں تاخیر کرتاہے اوراس وقت تک تاخیر کرتاہے جب تک وہ اس کی مصلحت کے مطابق

)۱(وسائل اشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۰۵، حدیث ۸۷۰۳۔

)۲(اصول کافی صفحہ ۵۱۹،اور وسائل اشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۰۵حدیث۔۸۷۰۰

)۳(اصول کافی باب الاقبال علی الدعا۔

نہ ہو جائے لیکن انسان اس کی معرفت نہیں رکھتا اور اللہ اس کو جانتا ہے لہٰذا انسان اللہ سے سوء ظن کر بیٹھتا ہے اور اللہ کی رحمت سے نا امید ہو جاتا ہے یہی ناامیدی اللہ کی رحمت میں مانع ہوتی ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

''لایزال العبد بخیر ورجاء ورحمۃ من اللہ عزّ وجلّ، مالم یستعجل، فیقنط، ویترک الدعاء، وقیل لہ: کیف یستعجل؟ قال: یقول: قد دعوت منذ کذا وکذا وما أریٰ الاجابۃ''(۱)

''انسان اس وقت تک نیکی کی امید اور رحمت الٰہی میں رہتا ہے جب تک وہ جلدی بازی نہ کرے اور بندہ جلد بازی کرنے کے نتیجہ میں مایوس ہو جاتا ہے اور دعا کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ امامؑ سے سوال کیا گیا بندہ کی جلد بازی کرنے کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا وہ کہتا ہے: میں یہ دعا مانگ رہا ہوں لیکن قبول نہیں ہو رہی ہے''

احمد بن محمد بن ابی نصر سے مروی ہے کہ میں نے ابوالحسنؑ کی خدمت اقدس میں عرض کیا:

''جُعلت فداک إني قد سألت اللہ الحاجۃ منذ کذا وکذا سنۃ، وقد دخل قلبي من ابطاءھا شئ، فقال: یا أحمد، ایاک والشیطان ان یکون لہ علیک سبیل حتّیٰ یقنطک۔ اخبرني عنک لو أنّي قلت لک قولا کنت تثق بہ مني۔ فقلت لہ: جعلت فداک، اذالم اثق بقولک فبمن أثق، وانت حجۃ اللہ علیٰ خلقہ؟ قال فکن باللہ أوثق، فإنّک علیٰ موعد من اللہ عزّ وجلّ۔ ألیس اللہ یقول (وَإِذَا سَأَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَإِنِّیْ قَرِیْبٌ أُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ)(۲) و قال: (لَاتَقْنَطُوْا مِنْ

)۱(اصول کافی صفحہ ۵۲۷)اور وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۰۷ حدیث ۸۷۱۱۔

)۲(سورۂ بقرہ آیت ۱۸۶۔

رَّحْمَۃِ اللّٰہِ)(۱) و قال: (وَاللّٰہُ یَعِدُکُمْ مَغْفِرَۃً مِنْہُ وَفَضْلًا)(۲) فکن باللہ أوثق منک بغیرہ ولا تجعلوا فی انفسکم الا خیر أفانہ لغفور لکم''(۳)

''میری جان آپ پر فدا ہو میں پروردگار سے ایک سال تک اپنی فلاں فلاں حاجتیں مانگتا رہا اب میرے دل میں ان کے قبول نہ ہونے کے سلسلہ میں خدشہ آگیا ہے: آپ نے فرمایا: اے احمد شیطان سے بچو! اس لئے کہ وہ تمہیں مایوسی کے راستہ پر لگادے گا: مجھے ثبوت دو کہ اگر میں تمہیں کچھ بتاؤں تو تم اس پر اعتماد کروگے: میں نے عرض کیا: میری جان آپ پر فدا ہو اگر میں آپ کے فرمان پر اعتماد نہیں کرونگا تو پھر کس کے فرمان پر اعتماد پر کرونگا اور آپ تو مخلوق پر اللہ کی حجت ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ پر سب سے زیادہ اعتماد رکھو چونکہ خداوند عالم نے تم سے وعدہ کیا ہے'' کیا پروردگار عالم نے نہیں فرمایا:

)وَإِذَا سَأَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَإِنِّیْ قَرِیْبٌ أُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ(

''اور اے پیغمبر اگر میرے بندے تم سے میرے بارے میں سوال کریں تو میں ان سے قریب ہوں پکارنے والے کی آواز سنتا ہوں جب

بھی پکارتا ہے ''

اور یہ فرمان: (لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰہِ)''رحمت خدا سے مایوس نہ ہونا ''

اور یہ فرمان: (وَاللّٰہُ یَعِدُکُمْ مَغْفِرَۃً مِنْہُ وَفَضْلاً(

''اور خدا مغفرت اور فضل واحسان کا وعدہ کرتا ہے''

لٰہذا تم سب سے زیادہ اللہ پر اعتماد کرو اور اپنے نفس میں خیر کے علاوہ اور کچھ نہ قرار دو بیشک اللہ تمہارے لئے غفور ہے۔

)۱(سورۂ زمر آیت ۵۳۔

)۲(سورۂ بقرہ آیت ۲۶۸۔

)۳(قرب الاسناد صفحہ ۱۷۱۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

)انّ العبد اذا عجّل فقام لحاجتہ (یعني انصرف عن الدعاء ولم یطل في الدعاء، والوقوف بین یدي اللہ طالباً للحاجۃ) یقول اللہ عزّ وجلّ: أما یعلم عبدي أنّي أنا اللہ الذي اقضي الحوائج)(۱(

''بندہ جب جلد بازی کرتا ہے تو وہ اپنی حاجت کیلئے قیام (یعنی دعا کرنے سے منصرف ہو جاتا ہے زیادہ دیر تک دعا نہیں مانگتا اور اللہ کی بارگاہ میں حاجت روائی کیلئے کھڑا ہو جاتا ہے) کر لیتا ہے۔ پروردگار فرماتا ہے: کیا میرا بندہ نہیں جانتا بیشک میں خدا ہوں جو حاجتوں کو پورا کرنے والا ہوں؟''

ہشام بن سالم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

)کان بین قول اللہ عزّ وجلّ: (قَدْ أُجِیْبَتْ دَعْوَتُکُمَا)(۲(

خداوند عالم کے قول: (قَدْ أُجِیْبَتْ دَعْوَتُکُمَا) اور فرعون کی تنبیہ کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہے'' (۳(

اسحاق بن عمار سے مروی ہے:

)قلت لأبي عبد اللہ علیہ السلام: یستجاب للرجل الدعاء ثم یؤخّر؟

قال: نعم، عشرین سنۃ)(۴(

''میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت اقدس میں عرض کیا: میری جان آپ پر فدا ہو کیا بندے کی دعا مستجاب ہونے میں تاخیر ہو سکتی ہے؟

)۱(وسائل اشیعہ صفحہ ۱۱۰۶حدیث ۸۷۰۹۔

)۲(سورۂ یونس آیت ۸۸۔

)۳(اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۶۲۔

)۴(اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۶۲۔

آپ نے فرمایا: ہاں بیس سال تاخیر ہو سکتی ہے''

۳۔اللہ کی بارگاہ میں اضطرار

دعامیں انسان کیلئے اللہ کی پناہ مانگنا ضروری ہے چونکہ مضطر خداوند عالم کے علاوہ کسی کو اس لائق نہیں پاتا جس سے امید لگائے اور اپنی حاجتوں کیلئے اس پر بھروسہ رکھے۔

جب انسان اللہ اور اللہ کے علاوہ اس کے بندوں میں سے کسی سے اپنی امید لگائے رہتا ہے تو اس کو خداوند عالم سے جس طرح لولگانی چاہئے تھی اس نے اس کا حق ادا نہیں کیا اور اپنے نفس میں اللہ سے مضطر ہونے کی حالت نہیں پیدا کی حالانکہ دعا کے مستجاب ہونے کی بنیادی شرط وہی ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے محمد بن حنفیہ کو وصیت کرتے وقت فرمایا:

)وبالِاخلاص یکون الخلاص فاذااشتدَالفزع فالی اللہ المفزع)(۱(

''انسان اخلاص کے ذریعہ ہی چھٹکارا حاصل کرتا ہے جب زیادہ شدت واضطراب وگھبراہٹ ہو گی تو انسان اللہ سے خوف کھائے گا''

مجبوری کی حالت میں انسان کی تمام امیدیں ہر ایک سے منقطع ہو جاتی ہیں اور صرف اللہ کی بارگاہ میں گڑ گڑاتا ہے اور خدا کے علاوہ وہ کسی اور سے امید نہیں رکھتا

روایت کی گئی ہے کہ اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کی:

)ادعني دعاءالحزین الغریق لیس لہ مغیث، یاعیسیٰ !سلني ولاتسال غیري، فیحسن منک الدعاء، ومنيّ الاجابة)(۲(

''اے عیسیٰ جس کا کوئی فریادرس نہ ہو اس کی طرح گڑ گڑا کر محزون ورنجیدہ ہو کر مجھ سے دعا

)۱(وسائل اشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۲۱حدیث ۸۷۶۴۔

)۲(وسائل اشیعہ جلد ۴ : صفحہ نمبر ۱۱۷۴حدیث ۸۹۵۸۔

مانگو، میرے علاوہ کسی اور سے دعا نہ مانگو جو مجھ سے اچھی دعا مانگے گا تو میں ضرور مستجاب کرونگا''

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام اللہ سے مناجات کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

)الٰهي ليس تشبہ مسالتي مسالۃ السائلين لانّ السائل اذا مُنع امتنع عن السوال، و أنالا غناءبي عما سائلتک علیٰ کل حال، الٰهي ارضَ عني، فان لم ترضِ فاعف عني، فقد يعفوالسيد عن عبده وهوعنه غير راضٍ الٰهي کيف اُدعوک و أنا أنا؟ وکيف أئيأس منک و أنت أنت ؟)(١(

''پروردگار میرا مسئلہ سائلوں کے سوالوں جیسا کب ہو سکتا ہے چونکہ سائل کو جب منع کر دیا جاتا ہے تو وہ سوال کرنے سے رک جاتا ہے اور میں تجھ سے بے نیاز نہیں ہوں مجھے تو ہر حال میں تجھ سے سوال کرنا ہی ہے، خدایا مجھ سے راضی ہو جا، اگر تو مجھ سے راضی نہیں ہوتا تو مجھ کو معاف فرمادے، کیونکہ آقا اپنے غلام کو راضی نہ ہونے کی صورت میں بھی معاف کر دیتا ہے، پروردگار میں تجھ سے کیسے دعا کروں حالانکہ میں میں ہوں ؟اور تجھ سے کیسے مایوس ہوں حالانکہ تو تو ہے ؟''

اسی کو حالت اضطرار کہا جاتا ہے جس میں بندہ اللہ کے علاوہ کسی اور کو پناہ گاہ نہیں سمجھتا اور اپنی حاجتوں کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے۔

جیسا کہ ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ حالت اضطرار اللہ کی یاد میں غرق ہو جانا ہے جب بندہ اس بات سے باخبر ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرنے پر مضطر ہے اور اللہ کے علاوہ اس کا کوئی اور نہیں ہے جس کی بارگاہ میں وہ اپنی حاجت پیش کر سکے تو وہ اسی کی یاد میں غرق ہو جاتا ہے اور اللہ کے علاوہ کسی اور سے لو نہیں لگاتا وہ اللہ کی ہی یاد میں منہمک رہتا ہے اور اس کے علاوہ کسی کی یاد میں منہمک نہیں ہوتا ہے۔

)١(البلد الامین صفحہ ٣١٦۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام دعا میں فرماتے ہیں :

)وَاجْعَلْنِيْ مِمَّنْ يَدْعُوْکَ مُخْلِصاًفِي الرَّخَاءِ دُعَاءَالْمُضْطَرِّيْنَ لک) (١(

''مجھے ان لوگوں میں قرار دے جو سکون کے لمحات میں اس خلوص سے دعا کرتے ہیں جس طرح پریشانی کے اوقات میں مضطر لوگ دعا کرتے ہیں''

ایک اور مقام پر آپ فرماتے ہیں :

)اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَخْلَصْتُ بِاِنْقِطَاعِيْ اِلَيْکَ وَاَقْبَلْتُ بِکُلِّيْ عَلَيْکَ وَصَرَفْتُ وَجْهِيْ عَمَّنْ يَّحْتَاجُ اِلٰی رِفْدِکَ وَقَلَبْتُ مَسْاَلَتِيْ عَمَّنْ لَمْ يَسْتَغْنِ عَنْ فَضْلِکَ وَرَاَيْتُ اَنَّ طَلَبَ الْمُحْتَاجِ اِلَی الْمُحْتَاجِ سَفَهٌ مِنْ رَاْيِهِ وَضَلَّةٌ مِنْ عَقْلِهِ)(٢(

''خدایا میں مکمل اخلاص کے ساتھ تیری طرف آرہا ہوں اور پورے وجود کے ساتھ تیری طرف متوجہ ہوں میں نے اپنا رخ ان تمام لوگوں سے موڑ لیا ہے جو خود ہی تیری عطا کے محتاج ہیں اور اپنے سوال کو ان کی طرف سے ہٹا لیا ہے جو خود بھی تیرے فضل و کرم سے بے نیاز نہیں ہیں اور میں نے یہ اندازہ کر لیا ہے کہ محتاج کا محتاج سے مانگنا فکر کی نادانی اور عقل کی گمراہی ہے''

ان باتوں پر زور دینے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان وہ مادی وسائل واسباب جن کو اللہ نے لوگوں کی حاجتوں کو پورا کرنے کا وسیلہ قرار دیا

ہےان کاسہارانہ لے جبکہ اللہ نےان کاسہارالینے کاحکم دیاہے بلکہ اس کامطلب یہ ہے کہ اللہ نےان اسباب کواپنی مشیت وارادہ میں دائمی قرار دیاہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

)واذا أراداحدکم ان لایسال ربّہ شیئاالّا اعطاہ فلییأس من الناس کلھم،

)۱(صحیفہ کاملہ سجادیہ دعا۲۲۔

)۲(صحیفہ کاملہ سجادیہ دعا۲۸۔

ولا یکون لہ رجاءالَّا عنداللہ عزَّوجلَّ،فاِذَاعلم اللہ ذٰلک من قلبہ لم یسالہ شیئاالَّا اعطاہ)(۱(

''جب تم میں سے کوئی ایک یہ ارادہ کرے کہ ان کاپروردگاران کوعطاکرنے کے علاوہ ان سے کسی چیز کاسوال نہیں کرتاہےاوروہ اللہ کے علاوہ کسی اور سے کوئی امیدوآرزونہیں رکھتاہے،جب پروردگارعالم اس کے دل کی اس حالت سے آگاہ ہوجاتاہے تووہ(خدا)اس(بندہ)کو عطاکرنے کے علاوہ کوئی سوال نہیں کرتاہے''

۴۔انھیں راستوں سے جاناجوخدانے بتائے ہیں

اللہ کی بارگاہ میں دعاکرتے وقت فروتنی کرنااوریہ فروتنی اُن ہی طریقوں سے کی جائے جن کااللہ نے حکم دیاہے۔

روایت کی گئی ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص نے چالیس رات اللہ کی عبادت کی اور پھراللہ سے دعاکی اوروہ مستجاب نہ ہوسکی تواس نے عیسیٰ بن مریم علیہاالسلام سے گلہ شکوہ کیا۔

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہاالسلام نے خداوندعالم سے اس کے متعلق سوال کیاتوپروردگارعالم نے فرمایا :

''یاعیسیٰ!انّہ دعاني،وفي قلبہ شک منک''(۲(

''اے عیسیٰ اس نے مجھ سے دعاکی لیکن اس کے دل میں تمہارے متعلق شک تھا ''

۵۔خداوندعالم کی طرف پوری قلبی توجہ

دعاقبول ہونے کی سب سے اہم شرط یہی ہے بیشک دعاکی حقیقت یہی ہے کہ انسان اپنے

)۱(تفسیرصافی:۵۸،طبع الحجریۃ۔ایران،اصول کافی:۳۸۲،وسائل الشیعہ جلد۴ ،۱۱۷۴،حدیث۸۹۵۶۔

)۲(کلمۃاللہ حدیث۳۷۱۔

دل کوخداکے سامنے جھکادے اگرانسان کادل اللہ کے علاوہ دنیاکے مشاغل میں سے کسی ایک کی طرف لگاہواہوتوانسان دعاکی حقیقت کو

محقق نہیں کر سکتاہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے :

)انّ اللہ عز و جلّ لایقبل دعاءً بظہر قلب ساہٍ)(۱(

''بیشک خداوند عالم بھلادینے والے دل کی دعا قبول نہیں کرتا''

آپ کا ہی فرمان ہے:

)فاذادعوت ا ٔقبِل بقلبک ثم استیقن الاجابۃ)(۲(

''جب تم دعا کرو تو پہلے دل کو خداوند عالم کی طرف متوجہ کرو پھر اس کے مستجاب ہونے کا یقین کرو''

اور یہ بھی آپ ہی کا فرمان ہے کہ (امیر المومنین علیہ السلام) نے فرمایا:

)لایقبل اللہ عزّ و جلّ دعاء قلب لاہٍ)(۳(

''خدالہوولعب میں مشغول دل کی دعا قبول نہیں کرتا ہے''

حدیث قدسی میں آیاہے:

)یاموسیٰ ادعني بالقلب النقي واللسان الصادق) (۴(

''اے موسیٰ مجھ سے پاک وصاف دل اور سچی زبان سے دعا کرو''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے وصیت میں فرمایا:

)۱(اصول کافی باب الاقبال علی الدعاء۔

)۲(اصول کافی باب الاقبال علی الدعاء حدیث ۱۔

)۳(اصول کافی باب الاقبال علی الدعاح ۲۔

)۴(بحار لاانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۴۔

)لایقبل اللہ دُعاء قلب ساہٍ)(۱)''اللہ سہو کرنے والے دل کی دعا قبول نہیں کرتا''

سلیمان بن عمرو سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا ہے:

)انّ اللہ عز و جلّ لایستجیب دعاء بظہر قلب ساہ فاذادعوت ا ٔقبِل بقلبک ثم استیقن الاجابۃ)(۲(

''خداوند عالم ظاہری طور پر فراموش کار قلب کی دعا قبول نہیں کرتا، پہلے دعا کو اپنے دل کے سامنے پیش کرو پھر اس کے قبول ہونے کا یقین کرو''

اور یہ بھی امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے :

)انّ اللہ عزّ وجلّ لَا یستجیب دعاء بظہر قلب قاس)(۳(

''بیشک خداوند عالم قسی القلب کی دعا قبول نہیں کرتا''

دعا میں اللہ کے سامنے اپنے دل کا جھکانا ضروری ہے اور اپنے کو اللہ کے حضور میں پیش کرنا ہے لہو ولعب، سہو اور قساوت یہ تینوں چیزیں انسان کو اللہ کے سامنے دل جھکانے سے روک دیتی ہیں

ہم ماثورہ دعاؤں میں پڑھتے ہیں کہ دعا کرنے والا خدا کے سامنے دعا کی حالت میں آئے اور ایسا نہ ہو کہ اس کے دل اور زبان الگ الگ چیزوں میں مشغول ہوں وہ زبان سے تو دعا کر رہا ہو لیکن اس آدمی کا دل دنیاوی کاموں میں مشغول ہو۔

عارف فقیہ شیخ جوداملکی تبریزی اپنی کتاب (المراقبات) میں تحریر کرتے ہیں: جان لو جب تک تمہاری روح اور تمہارا دل صفات دعا سے متصف نہ ہو اس وقت تک تمہاری دعا قبول نہیں ہو سکتی

)۱(من لایحضرہ الفقیہ جلد ۲ صفحہ ۳۳۹۔

)۲(وسائل الشیعہ جلد ۴ ,۱۱۰۵، حدیث ۸۷۰۵۔

)۳(وسائل الشیعہ جلد ۴ ,۱۱۰۶، حدیث ۸۷۰۷۔

اور صفات دعا سے متصف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دعا تمہارے راز، روح اور دل سے جاری ہو،

مثال کے طور پر جب تم یہ کہو ''ارجوک لکل خیر''، میں تجھ سے ہر خیر و اچھائی کی امید رکھتا ہوں۔ تو تم کو اپنے باطن، روح اور دل سے اللہ سے امید کرنا چاہئے اور ان میں سے ہر ایک کے کچھ آثار ہوتے ہیں اور ان آثار کا تمہارے اعمال سے اظہار ہونا چاہئے تو جس کے باطن اور حقیقت

میں آرزو محقق ہو جائے تو گویا وہ مجسم آرزو ہو جائے گا اور یہ جس کی روح میں ہو تو گویا اس کی زندگی آرزو کے ذریعہ ہوگی، جو اپنے قلب کے ذریعہ آرزومند ہوگا تو قصد و اختیار سے صادر ہونے والے اس کے اعمال آرزو کے ہمراہ ہوں گے لہٰذا اس بات سے ڈرو کہ تمہارے معاملات میں کچھ آرزو نہ پائی جائے اس کو اپنے اعمال میں آزماؤ۔ یہ دیکھو کہ کیا تم کو اپنی حرکات میں آرزو کا اثر یعنی طلب نظر آرہا ہے یا نہیں؟ کیا تم نے معصوم علیہ السلام کا قول نہیں سنا: ''مَنْ رَجَاشَیْئاًطَلَبَہُ''''جو شخص کسی چیز کی آرزو رکھتا ہے اس کو طلب کرتا ہے'' اور یہ حقیقت بھی ہے کیونکہ تم دنیوی امور میں آرزومند اہل دنیا کے حالات میں اس مطلب کو دیکھو گے کہ جب وہ کسی شخص یا شئے سے کسی خیر کی امید کرتے ہیں تو وہ اپنی امید کی مقدار بھر اس شخص سے اس کو طلب کرتے ہیں کیا آپ نہیں دیکھتے کہ تاجر اپنی تجارت سے جدا نہیں ہوتا، ہنرمند اپنے ہنر سے چپکا رہتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تجارت اور پیشہ میں بھلائی کی امید کرتے ہیں اسی طرح ہر جماعت اپنی مراد

کو اس چیز میں تلاش کرتی ہے جس میں ان کو امید ہوتی ہے اور جب تک ان کو مل نہیں جاتا جدا نہیں ہوتے، مگر جنت اور آخرت کا امیدوار اور فضل و کرامت الٰہی کا امیدوار۔ صفات کے یہ آثار ایسے نہیں ہیں جن کا خداوند عالم نے حکم لگایا ہو اور آپ روش الٰہی میں کوئی تبدیلی نہیں دیکھیں گے لیکن گڑ بڑی دعوے کی حقیقت سے مشتبہ ہونے میں پیش آتی ہے ورنہ جب ذرّہ برابر امید نظر آتی ہے تو اس کے پاس اتنی ہی طلب ہوتی ہے اور اسی طرح الی آخر اس مطلب کو اخذ کر لیجئے۔

آرزو ہی کی طرح تسبیح، تہلیل، تحمید، تضرع، استکانت، خوف، استغفار اور توبہ جیسے مطالب دعا ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک کی کچھ حقیقتیں اور دعوے ہیں چنانچہ حقیقت کا اثر تخلف پذیر نہیں ہوتا ہے۔

۶۔ دل پر خضوع اور رقت طاری کرنا

جب انسان اپنی دعا مستجاب کرانے کا ارادہ کرے تو اس کیلئے قلب پر رقت طاری کرنا ضروری ہے اور انسان اپنے دل پر رقت طاری کرنے کی کوشش کرے اس لئے کہ جب دل پر رقت طاری ہو جاتی ہے تو وہ صاف و شفاف ہو جاتا ہے، اللہ اور اس بندے کے درمیان سے مانع ہونے والی چیزیں ہٹ جاتی ہیں اور بندہ اللہ سے قریب ہو جاتا ہے۔

دعا اور سوال کرنے کے طریقوں میں دل پر رقت طاری ہونا مؤثر ہے اور روایات میں دعا کرتے وقت اپنے کو اسکی بارگاہ میں ذلیل و خوار کر کے پیش کرنا وارد ہوا ہے۔

احمد بن فہد حلی نے کتاب (عدۃ الداعی) میں نقل کیا ہے:

)انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا ابتہل ودعا کان کما یستطعم المسکین)(۱(

''جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گریہ وزاری فرماتے تھے تو آپ کی وہی حالت ہوتی تھی جو مسکین کی کھانا طلب کرتے وقت ہوتی ہے''

روایت کی گئی ہے کہ جب اللہ نے جناب موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی:

)اُلق کفیک ذُلّا بین یديّ کفعل العَبید المستصرخ الی سیّدہ، فاذا فعلت ذالک رحمت، وأنا اکرم الأکرمین القادرین)(۲(

)۱(عدۃ الداعی صفحہ ۱۳۹، والمجالس للمفید صفحہ ۲۲۔

)۲(عدۃ الداعی صفحہ ۱۳۹۔

''میرے سامنے تم اُس ذلیل و خوار غلام کی طرح آؤ جو اپنے آقا کے سامنے بالکل ذلیل و خوار ہوتا ہے اس لئے کہ جب وہ غلام ایسا کرتا ہے تو آقا اس پر رحم کرتا ہے اور میں سب سے زیادہ اکرام کرنے اور قدرت رکھنے والا ہوں''

محمد بن مسلم سے مروی ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام سے خداوند عالم کے اس فرمان:

)فَمَا اسْتَكَانُوا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُونَ)(۱(

''پس وہ اپنی سر کشی پر اڑے رہیں گے اور گمراہ ہی ہوتے جائیں گے'' کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

)سألت ابا جعفر علیہ السلام عن قول اللہ عزّ و جلّ:(فَمَا اسْتَكَانُوا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُونَ)فقال علیہ السلام: الاستکانۃ ھی الخضوع، والتضرع، ھو رفع الیدین والتضرع بھما) (۲(

''استکانت سے مراد خضوع اور تضرع سے مراد دونوں ہاتھوں کو بلند کر کے خدا کی بارگاہ میں گڑ گڑانا''

دعا میں اس طرح کے طریقوں کا مقصد لوگوں کیلئے واضح نہیں ہے، شک کرنے والے لوگ، لوگوں کو دعا کے طریقوں میں شک کرنے والا بنا دیتے ہیں۔ ہم دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا کر کیوں دعا کریں؟ کیا اللہ آسمان کی طرف ہے جو ہم آسمان کی طرف ہاتھوں کو بلند کریں؟ ائمہ اہل بیت علیہم السلام نے ان کیلئے یہ بیان فرمادیا ہے کہ اللہ ہر جگہ ہے لیکن دعا کے اس طریقہ کو ہم نے اللہ کے سامنے خضوع و خشوع کرنے سے اخذ کیا ہے اور یہ علامت و نشانی دل پر رقت طاری ہونے اور سختی کو دور کرنے اور اللہ کے سامنے خضوع و خشوع پیش آنے میں مؤثر ہے۔

)۱(سورہ مومنون آیت ۷۶۔

)۲(اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۳۴۸۔

طبرسی نے کتاب احتجاج میں اباقرہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا:

)ما بالکم اذا دعوتم رفعتم ایدیکم الی السماء؟ قال ابو الحسن علیہ السلام: إِنّ اللہ استعبد خلقہ بضروب من العبادۃ۔۔۔ واستعبد خلقہ عند الدعاء والطلب والتضرع ببسط الایدي ورفعھا الی السماء لحال الاستکانۃ، علامۃ العبودیۃ والتذلل لہ)(۱(

''کیا وجہ ہے کہ آپ دعا کرتے وقت ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کرتے ہیں؟ ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا: خداوند عالم نے بندوں کو عبادت کے کئی طریقہ بتلائے ہیں اور اس نے اپنی مخلوق کو دعا، تضرع اور طلب کرتے وقت ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کر کے خشوع کی حالت کی تعلیم دی ہے اور یہ خدا کی عبودیت اور خشوع و خضوع کی علامت ہے''

رقت طاری ہونے کے اوقات میں رحمت نازل ہوتی ہے۔ انسان اللہ سے دعا کرتے وقت اس وقت کو غنیمت شمار کرے اس لئے کہ ان اوقات میں خداوند عالم کی بے حساب رحمت نازل ہوتی ہے، نہ یہ کہ خدا کی رحمت نازل ہونے کا کوئی وقت محدود اور مخصوص ہے بلکہ اللہ کی رحمت کے استقبال کرنے کا وقت محدود اور اس کی خاص حالت ہے اور وہ حالت رقت کا طاری ہونا ہے جب انسان کے دل پر رقت طاری ہوتی ہے تو اس کیلئے رحمت کا استقبال کرنا ممکن ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

)اغتنموا الدعاء عند الرقة فإنھا رحمة)(۲(

''رقت طاری ہونے کے وقت کو اپنے لئے غنیمت سمجھو اس لئے کہ یہ رحمت ہے''

)١(اصول کافی صفحہ ٥٢٢۔وسائل اشیعہ جلد ۴: ١١٠١حدیث ٨٦٨٧۔

)٢(بحار الانوار جلد ٩٣ صفحہ ٣١٣۔

ابو بصیر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

)اذا رقّ احدکم فلیدع؛ فاِنّ القلب لا یرقّ حتیٰ یخلص)(١(

''جب تم میں سے کسی ایک پر رقت طاری ہو جائے تو اسے دعا کرنا چاہئے اس لئے کہ جب تک دل میں اخلاص نہ ہو اس وقت تک اس پر رقت طاری نہیں ہو سکتی ''

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

)اذا اقشعرّ جلدک و دمعت عیناک، فدونک دونک فقد قصد قصدک)(٢(

''جب تمہاری جلد کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور تمہاری آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں تو اس حالت کو ضرور غنیمت سمجھو کیونکہ تمہاری یاد کی بر آوری نزدیک ہو چکی ہے''

حدیث بہت دقیق ہے، بیشک دعا مستجاب ہونے کیلئے دعا کرنے والے کی حالت کا براہ راست رابطہ ہے، جب دل پر رقت طاری ہو جاتی ہے اور اس میں خشوع آجاتا ہے تو دعا کرنے والا دعا کے مستجاب ہونے کے بہت قریب ہو جاتا ہے اس کے بر خلاف جب دعا کرنے والا قسی القلب ہو جاتا ہے تو اس کی دعا مستجاب ہونے سے بہت دور ہو جاتی ہے۔

اسلامی نصوص میں وارد ہوا ہے کہ نفس کے انکسار اور دل پر رقت طاری ہونے کے وقت سے استفادہ کرنا چاہئے اس لئے کہ انسان اس دنیا کے مصائب کو اللہ سے دعا اور سوال کر کے آسان کر لیتا ہے۔

یہی او قات انسان کو اللہ کی بار گاہ میں جھکنے اور اس کی رحمت کا استقبال کرنے کیلئے زیادہ آمادہ کرتے ہیں، اس کا راز یہ ہے کہ انسان خود پر طاری ہونے والی رقت کے بغیر خدا کے سامنے جھکنے اور رحمت کا استقبال کرنے کیلئے متمکن نہیں ہوتا ہے، جو انسان اللہ کی بار گاہ میں جھکنا اور دعا کرنا چاہتا

)١(وسائل اشیعہ جلد ۴ :١١٢٠۔حدیث صفحہ ٨٧٦١،اصول کافی جلد ٢ صفحہ ٥٢١۔

)٢(وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ١١۴١،حدیث ٨٧٦٣۔

ہے اس کیلئے دعا میں رقت کا طاری کرنا ضروری ہے۔

اسحاق بن عمار سے مروی ہے: میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت اقدس میں عرض کیا:

)ادعوافاشتھی ا لبکاء، ولایجیئني، وربّماذکرت بعض مَنْ مات مِنْ اَھلي فاَرق وابکی، فھل یجوز ذالک؟ فقال: نعم، فتذکّر فاذارققت فابکِ، وادع ربک تبارک وتعالیٰ)(ا (

''میں دعا کرتاہوں اور رونا چاہتاہوں لیکن مجھے رونا نہیں آتا لیکن جب اپنے مرنے والے رشتہ داروں کو یاد کرتاہوں تو گریہ کرنے لگتا ہوں کیا یہ جائز ہے امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں تم ان کو یاد کرو اور جب رقت پیدا ہو جائے تو گریہ کرو اور خداوند عالم سے دعا کرو''

سعد بن یسار سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا:

)اِنّی اتباکي في الدعاء، ولیس لي بکاء۔ قال: نعم)(۲(

''میں دعا کرتے وقت دوسروں کو رُلادیتاہوں لیکن خود نہیں روتا۔

توآپ نے فرمایا: ہاں یعنی بہت اچھی بات ہے''

ابو حمزہ سے مروی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابو بصیر سے فرمایا :

)اِنْ خفت امراًیکون اَوحاجۃ تریدھا، فابدأباللہ فمجّدہ، واثن علیہ کماھواھلہ، وصلّ علیٰ النبيؐ وسل حاجتک، وتباک۔۔اِنَّابي کان یقول:

)ا(اصول کافی جلد ۲صفحہ ۵۲۳۔وسائل الشیعہ جلد ۴صفحہ ۱۱۲۲حدیث ۸۷۶۷۔

)۲(وسائل اشیعہ جلد ۴صفحہ ۱۱۲۲حدیث ۸۷۶۱۔اصول کافی جلد ۲صفحہ ۵۲۳۔

اِنّ اقرب مایکون العبد من الربّ عزّوجلّ وھوساجد باکٍ)(ا(

''اگر تم پر کوئی امر (بات) مخفی ہو یا تمہاری کوئی حاجت ہو اور تم حاجت روائی چاہتے ہو تو تم اس کی ابتداء اللہ کی تمجید سے کرو، خدا کی ایسی حمد وثنا کرو جس کا وہ اہل ہے، نبی پر صلوات بھیجو اور حاجت پیش کرو اور گریہ وزاری کرو۔۔۔بیشک میرے والد بزرگوار فرمایا کرتے تھے : بیشک پروردگار عالم کے سب سے زیادہ نزدیک وہ شخص ہے جو گریہ وزاری کی حالت میں سجدہ ریز ہو ''

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سجدوں میں یہ ذکر فرماتے تھے :

سجد وجھي الذلیل لوجھک العزیز، سجد وجھي البالي لوجھک الدائم الباقي، سجد وجھي الفقیر لوجھک الغنيسجد وجھي وسمعي وبصري ولحمي ودمي وجلدي وعظمي ومااقلت الارض منّي للہ ربّ العالمین)(۲(

''میں اپنے حقیر چہرہ کے ذریعہ تیری مقتدر ذات کے سامنے سجدہ ریز ہوا میں نے اپنے بوسیدہ چہرہ کے ذریعہ تیری بے نیاز ذات کے سامنے سجدہ کیا میں نے اپنے چہرے، کان، آنکھ، گوشت، خون، کھال، ہڈی اور ان چیزوں کے ذریعہ تمام جہان کے پالنے والے خدا کے سامنے سجدہ کیا جن کا بار زمین پر ہے''

۷۔مشکلات اور راحت و آرام میں ہمیشہ دعا کرنا

اسلامی روایات میں ہمیشہ آسانی کے وقت دعا کرنے کو پریشانی کے وقت دعا کرنے پر مقدم رکھنے پر زور دیا گیا ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

)۱(اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۲۴،وسائل الشیعہ جلد ۱۱۲۲:۴،حدیث ۸۷۷۰۔

)۲(البلد الامین صفحہ ۳۳۱۔

)تعرّف الی اللہ فِي الرخاء یعرفک فِي الشدّة)(۱(

''تم آسانی کے وقت اللہ کو پہچانو(اللہ کا تعارف کراؤ)وہ تمہاراسختی کے وقت خیال رکھے گا(یعنی تمہاری مشکل آسان کر دیگا''(

حضرت امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

)مَنْ تقدّم فِي الدعاء استجیب لہ اذا نزل البلاء،وقیل:صوت معروف،ولم یحجب عن السماء،ومن لم یتقدم فی الدعاء لم یستجیب لہ اذا نزل البلاء،وقالت الملائکة:ذاالصوت لانعرفہ)(۲(

''جس شخص پر مصیبتیں پڑرہی ہوں اور پھر بھی دعا کو مقدم رکھے یعنی دعا کرتا رہے تو اسکی دعا مستجاب ہوتی ہے،اور کہا گیا ہے کہ اسکی ایک مشخص ومعین آواز ہوتی ہے جس میں آسمان بھی مانع نہیں ہوتے ہیں اور جو آسانی کے وقت دعا مقدم نہیں کرتا تو بلائیں نازل ہوتے وقت اس کی دعا قبول نہیں ہوتی اور ملائکہ کہتے ہیں:ہم اس آواز سے آشنا نہیں ہیں''

حضرت امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

)إنّ الدعاء فِي الرخاء یستخرج الحوائج فِي البلاء)(۳(

''آسانی کے وقت دعا کرنا مصیبتوں میں حاجتوں کو روا کرتا ہے''

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ہی فرمان ہے:

)مَنْ سرّہ ان یُستجاب لہ فِي الشدّة فلیکثر الدعاء فی الرخاء) (۴(

''اگر کوئی سختیوں میں اپنی دعا قبول کرانا چاہتا ہے تو اس کو آسانی کے اوقات میں بہت زیادہ

)۱(وسائل الشیعہ جلد ۷ ۱۰۹:۴ حدیث ۸۶۷۲۔)۲(وسائل اشیعہ جلد ۴ ۱۰۹۶،حدیث ۸۶۶۴۔

)۳(وسائل الشیعہ جلد ۴ :۱۰۹۶،حدیث ۸۶۶۵۔

)۴(وسائل الشیعہ جلد ۴۔۱۰۹۶،حدیث ۸۶۶۰۔

دعائیں کرناچاہئے‘‘

اور آپ ہی کا فرمان ہے :

)کان جدي یقول: تقدّموافي الدعاء، فإنّ العبد اذاکان دعّاءً فنزل بہ البلاء فدعا، قیل: صوت معروف۔ واذالم یکن دعّاءً، یقول: فنزل بہ البلاء، قیل: أین کنت قبل الیوم؟)(۱(

’’میرے جد فرمایا کرتے تھے : دعامیں پیش قدمی کرو بیشک جب بندہ بہت زیادہ دعا کرتا ہے اور اس پر مصیبتیں ٹوٹ پڑتی ہیں تو بھی دعا کرتا ہے، تو اس کو ندا دی جاتی ہے یہ جانی پہچانی آواز ہے اور جب وہ زیادہ دعا نہیں کرتا اور اس پر بلائیں نازل ہونے لگیں تو اس سے کہا جاتا ہے :اس سے پہلے تم کہاں تھے ؟‘‘

یہ روایات بہت ہی دقیق ولطیف معنی کی طرف اشارہ کرتی ہیں بیشک دعا کا مطلب اپنے کو اللہ کی بارگاہ میں جھکا دینا دعا کا پُر معنی اور دعا کو مستجاب ہونے کے نزدیک کرتا ہے اور جتنا زیادہ انسان اللہ کی بارگاہ میں جھکتا ہے اتنا ہی اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔

جب انسان مکمل طور سے خدا کی بارگاہ میں خلوص دل سے اپنے کو جھکا دے اور بالکل خدا ہی سے لو لگائے تو اس وقت دعا اور دعا مستجاب ہو نے کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں رہتی اور جتنا خدا کی بارگاہ میں جھکے گا اتنا ہی اس کی دعا مستجاب ہو گی، خدا کی بارگاہ میں جھکنا اور اس کے سامنے خشوع وخضوع سے پیش آنا انسان کو زیادہ دعا کرنے کیلئے آمادہ کرتا ہے۔

انسان کی زندگی کا کوئی بھی عمل ہو اس کی شان یہی ہونی چاہئے اور انسان جتنی زیادہ دعا کرے گا اتنا ہی اس کا دل اللہ کی بارگاہ میں جھکے گا اور اس کا دل اللہ کی اطاعت کرنے کیلئے آمادہ ہو گا۔

)۱(وسائل الشیعہ جلد۴۔۱۰۹۶، حدیث ۸۶۶۷۔

پس جب انسان پر مصیبت پڑے گی اور اس کا دل مصیبت نازل ہوتے وقت اللہ کا مطیع ہو گا اور فوری طور پر خدا کی طرف متوجہ ہو گا تو اسکی دعا استجابت کے قریب ہو گی اور اس دن اسکی دعا اور استجابت کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہو گی۔

فضل بن عباس سے مروی ہے :

) قال لي رسول اللہ ﷺ: احفظ اللہ یحفظک۔ احفظ اللہ تجدہ امامک۔ تعرّف الی اللہ في الرخاء یعرفک في الشدّة)(۱(

’’مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کو یاد کرو وہ تمہاری حفاظت کرے گا، اللہ کو یاد کرو وہ تمہاری حفاظت کرے گا، اللہ کو یاد کرو تو تم اس کو اپنے سامنے پاؤگے تم آسانیوں میں خدا کا تعارف کراؤ وہ تمہارا سختیوں میں تعارف کرائیگا‘‘

حضرت علی بن الحسین علیہما السلام سے مروی ہے :

)لم أر مثل التقدم في الدعاء، فانّ العبد لیس تحضرہ الاجابة في کلّ ساعة)(۲(

”دعا کو مقدم کرنے سے زیادہ میں کسی چیز کو نہیں سمجھتا اس لئے کہ بندہ کی دعا ہر وقت قبول نہیں ہوتی ہے“

جناب ابوذرؓ سے مروی ہے:

)قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: یا أباذر تعرّف الی اللہ فی الرخاء یعرفک فی الشدة، فإذا سألت فاسأل اللہ، واذا استعنت فاستعن باللہ)(۳(

)۱(من لایحضرہ الفقیہ جلد ۲۔ صفحہ ۳۵۸۔)۲(ارشاد مفید صفحہ ۲۷۷۔

)۳(وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۰۹۸، عدة الداعی لابن فہد حلی صفحہ ۱۲۷۔

”رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے ابوذر تم آسانیوں میں اللہ کی معرفت حاصل کرو تو وہ تمہارا سختیوں میں تعارف کرائیگا اور جب تمھیں کوئی سوال در پیش ہو تو اللہ سے سوال کرو اور جب کسی مدد کی ضرورت پڑے تو اللہ سے مدد مانگو“

حضرت ابو جعفر علیہ السلام سے مروی ہے:

)ینبغي للمؤمن أنْ یکون دعاؤہ في الرخاء نحواً من دعاءہ في الشدّة، لیس اذا اعطی فتر، فلا تمل الدعاء فإنّہ من اللہ عزّ وجل بمکانٍ)(۱(

”مومن کو سختی اور آسانی دونوں میں ایک ہی طریقہ سے دعا کرنا چاہئے ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ نعمت ملنے کی صورت میں دعا میں سستی پیدا ہو جائے لہٰذا دعا کرنے سے مت تھکو کیونکہ دعا کا خداوندعالم کے نزدیک درجہ ہے“

۸۔ عہد خدا کو وفا کرے

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علسیہ السلام سے مروی ہے:

)إِان اللہ تعالیٰ یقول: اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ (۲) وإِانّ ندعوہ فلا یستجاب لنا فقال: (لَانکم لا توفون بعہد اللہ وإِان اللہ یقول:) أَوفوا بعهدی أُوفِ بعهدکم)(۳) واللہ لو وفیتم للہ لوفیٰ لکم)(۴(

آپ سے سوال کیا گیا کہ خداوندعالم فرماتا ہے: (اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ)” تم مجھ

)۱(وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۱۱ حدیث ۸۷۲۹۔

)۲(سورۂ مومن آیت ۶۰۔

)۳(سورۂ بقرہ آیت ۴۰۔

)۴(تفسیر الصافی: ص۵۷ (ط حجریة) تفسیر آیت ۱۸۶ از سورۂ بقرہ۔

سے دعا کرو میں پوری کرونگا“، ہم دعا کرتے ہیں لیکن قبول نہیں ہوتی ہے۔ آپؑ نے فرمایا: تم اللہ کے عہد کو پورا نہیں کرتے ہو اور اللہ فرماتا ہے:

)اَوْفُوْا بِعَھْدِیْ اُوْفِ بِعَھْدِکُمْ(

"تم میرے عہد کو پورا کرو میں تمہارے عہد کو پورا کرونگا"

۹۔ دعااور عمل کا ساتھ

دعا قبول ہونے کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ دعا عمل سے متصل ہونی چاہئے، بغیر عمل کے دعا کسی کو فائدہ نہیں پہنچاتی ہے اور عمل دعا سے بے نیاز نہیں کر سکتا ہے۔

اس میں دو باتیں ہیں: پہلی بات یہ ہے کہ : دعا عمل کے بغیر نہیں ہو سکتی ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جناب ابوذرؓ سے فرمایا:

)یا أباذر مثل الذي یدعو بغیر عمل کمثل الذي یرمی بغیر وتر)(۱) "اے ابوذر عمل کے بغیر دعا کرنے والا اس تیر چلانے والے شخص کے مانند ہے جو بغیر کمان کے تیر پھینک رہا ہو"

عمر بن یزید سے مروی ہے: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ ایک شخص کہتا ہے:

)لأقعدنّ في بیتي، ولأصلینّ ولأصومنّ، ولأعبدنّ ربّي، فأمّارزقي فسیأتیني، فقال: ھذا احد الثلاثۃ الذین لایستجاب لھم)(۲(

"میں اپنے گھر میں بیٹھوں گا، نماز پڑھونگا، روزے رکھوں گا اور اپنے پروردگار کی عبادت

)۱(وسائل الشیعہ کتاب الصلاۃ۔ ابواب دعا باب ۳۲ح ۳۔

)۲(وسائل الشیعہ جلد ۶۰: ۴ ۱۱۔ حدیث ۸۹۱۳۔

کرونگا اور مجھے بغیر کام کئے رزق بھی ملے گا"

آپؑ نے فرمایا: یہ ان تین افراد میں سے ہے جن کی دعا قبول نہیں ہوتی"

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

)الداعي بلا عمل کالرامي بلا وتر) (۱(

"بغیر عمل دعا کرنے والا اس تیر چلانے والے کے مثل ہے جو بغیر کمان کے تیر چلا رہا ہے"

آپؑ ہی کا فرمان ہے:

)ثلاثۃ ترد علیھم دعوتھم:

رجل جلس في بیتہ وقال: یارب ارزقني، فیُقال لہ: الم اجعل لک سبیلاً الیٰ طلب الرزق۔۔۔)(۲(

"تین طرح کے لوگوں کی دعا رد کر دی جاتی ہے:

ایک وہ شخص ہے جو اپنے گھر میں بیٹھ کر کہے :اے پروردگار مجھے رزق عطا کر تو اس کو جواب دیا جاتا ہے : کیا میں نے تمہارے رزق طلب کر نے کیلئے کوئی راستہ معین نہیں کیا ہے۔۔۔"

اگر کوئی باپ اپنے بیٹے کی اصلاح اور ہدایت کیلئے خدا سے دعا کرے لیکن وہ اس کی تربیت کا کوئی اہتمام نہ کرے تو اس کی دعا قبول نہیں ہو گی،اور یہ دعا ان چیزوں میں سے ہے جو اس کے مستجاب ہونے میں رکاوٹ ڈالتی ہے اسی طرح اگر کوئی مریض ڈاکٹر سے مراجعہ کئے بغیر اپنے مرض سے چھٹکارے کی خاطر خدا سے دعا کرتا ہے اور دوا نہیں کھاتا ہے اور شفاء کیلئے دوسری لازمی چیزوں کو بروئے کار نہیں لاتا ہے تو یہ دعا کے مستجاب ہونے میں مانع ہے۔

)ا(وسائل الشیعہ جلد۷۵:۴ ۱۱۔حدیث ۸۹۶۵۔

)۲(وسائل الشیعہ جلد۴ ،۱۱۷۵،حدیث۔۸۹۶۵۔

دوسری بات یہ ہے کہ عمل دعا سے بے نیاز نہیں ہے عمل کے بغیر دعا نہیں ہو سکتی۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

)یدخل الجنۃ رجلان کانا یعملان عملاً واحداً، فیریٰ احدھما صاحبہ فوقہ فیقول: یارب بم اعطیتہ وکان عملنا واحداً؟

فیقول اللہ تعالیٰ: سألنی ولم تسألنی۔

ثم قال: اسألوا اللہ من فضلہ ،واجزلوا فانّہ لایتعاظمہ شيء)(ا(

"جنت میں ایسے دو مرد داخل ہوں گے جن کا عمل ایک ہی ہوگا لیکن ان میں ایک اپنے کو دوسرے سے برتر دیکھے گا تو ایک کہے گا: پروردگار اس کو مجھ سے زیادہ کیوں عطا کیا جبکہ ہم دونوں نے ایک ہی عمل انجام دیا تھا۔

پروردگار عالم جواب دیگا: اُس نے مجھ سے سوال کیا، لیکن تم نے سوال نہیں کیا۔

پھر فرمایا: اللہ کے فضل سے سوال کرو اور اسکے علاوہ کوئی اور چیز اسکے نزدیک بڑی نہیں ہے"

یہ بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی فرمان ہے:

)انّ للہ تعالیٰ عباداً یعملون فیعطیھم ،وآخرین یسألون صادقین فیعطیھم ثم یجمعھم في الجنۃ، فیقول الذین عملوا: ربّنا عملنا فاعطیتنا، فبما اعطیت ھؤلاء؟

فیقول: ھؤلاء عبادي۔ اعطیتکم اجورکم ولم اُلتکم من اعمالکم شیئاً، وسألني ھؤلاء فاعطیتھم واغنیتھم، وھو فضلي اوتیہ مَن اشاء)(۲(

"بیشک جن بندوں نے اس کی عبادت عمل کے ساتھ کی خداوند عالم نے ان کو عطا کیا،اور

)۱(وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ نمبر ۱۰۸۴۔حدیث ۸۶۰۸۔

)۲(وسائل الشیعہ ۱۰۸۴:۴۔حدیث ۸۶۰۹۔

دوسروں نے صدق دل سے سوال کیاتوان کو بھی عطا کیاپھران سب کواس نے جنت میں داخل کر دیاتو عمل کرنے والے کہیں گے :پروردگار ہم نے عمل کیاتوتونے ہم کو عطا کیالیکن تونےان کو کیوں عطا کیا،جبکہ انھوں نے عمل نہیں کیا؟

پروردگار کہے گا:اے میرے بندو!میں نے تم کو تمہارے عمل کی اجرت عطا کی،لیکن رہاتمہارایہ سوال کہ ان کو کیوں عطا کیاان کو غنی کیوں کیا؟وہ تومیرا فضل ہے جس پر ہو جائے“

۱۰۔سنت الٰہی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی

دعاکامطلب فطرت،کائنات،معاشرہ اورتاریخ میں شگاف ڈالنانہیں ہےاوراللہ کی سنتوں میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔

دعا کرنے والے کودعامیں ان چیزوں کاسوال نہیں کرناچاہیے جو معاشرہ،تاریخ اوریاعالم فطرت وکائنات یاشریعت الٰہیہ کے خلاف ہو ں۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے سوال کیاگیا:

)ایّ دعوۃاضلّ؟

قال:الداعی بمالایکون)(۱(

”کون سی دعاسب سے زیادہ گمراہ کرنے والی ہے؟

آپ نے فرمایا: نہ ہونے والی چیز کے بارے میں سوال کرنا“

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے:

)ویاصاحب الدعالاتسال مالایکون ومالایحل(

”اے دعاکرنے والے جو چیز نہ ہونے والی ہواور جو چیز محال ہواس کے بارے میں سوال نہ کر۔

)۱(بحارانوار جلد ۹۳۔صفحہ ۳۲۴۔

اور(مالایکون)جو چیز نہ ہونے والی ہو یعنی معاشرے،تاریخ یافطرت،کائنات میں سنت الٰہی میں تغیر و تبدل کی دعاکرنا۔

اور(مالایحل)حلال نہ ہوں،یعنی انسانی حیات میں اللہ کے نظام شریعت کی مخالفت کرنا۔اس سلسلہ میں خداوندعالم فرماتاہے:

)اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ)(۱(

”اگرستر مرتبہ بھی استغفار کریں گے توخداانھیں بخشنے والانہیں ہے“

۱۱۔گناہوں سے اجتناب

دعامستجاب ہونے کی ایک شرط گناہوں سے اجتناب اوران کی طرف توجہ کرنا ہے،بیشک دعاکاجوہر اپنے کوخدا کی بارگاہ میں پیش کرنا ہے ،کیسے انسان اللہ کی معصیت کرنے کی تمرین کرتا ہے اس کے امر اور حکم سے روگردانی کرتا ہے،اللہ کی بارگاہ میں توبہ نہیں کرتااوراپنے کواللہ کی بارگاہ میں کیسے پیش کرے ؟

محمد بن مسلم امام محمد باقرعلیہ السلام سے نقل کرتے ہیں :

)انّ العبد یسال اللہ تعالیٰ الحاجۃ،فیکون من شأنہ قضاؤُھاالیٰ اجل قریب ،اٴوالیٰ وقت بطيءٍ،فیذنب العبد ذنباً،فیقول اللہ تعالیٰ للملک : لاتقض حاجتہ ،واحرمہ ایّاھا،فانّہ تعرّض لسخطي واستوجب الحرمان منّي)(۲(

”جب بندہ اللہ سے اپنی حاجت طلب کرتا ہے توپروردگارعالم کی شان یہ ہے کہ اس کی حاجت کوکچھ مدت کے بعدپوراکرے یاکچھ تاخیر سے پوراکرے توبندہ گناہ کرنے لگتاہے پروردگارعالم فرشتہ سے کہتاہے :اس کی حاجت پوری نہ کرنا،اس کو محروم اوردور رکھناوہ مجھ سے سختی کے ساتھ پیش---

)۱(سورۂ توبہ آیت،۱۰۸۔

)۲(اصول کافی جلد ۲صفحہ،۴۴۰۔

آیالہٰذاوہ مجھ سے محروم ہونے کاسبب بنا “

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے مروی ہے :

)مرّموسیٰ برجل وھوساجد،فانصرف من حاجتہ وھوساجد،فقال علیہ السلام:لوکانت حاجتک بیدي لقضیتھالک ،فاٴوحیٰ اللہ الیہ ،یاموسیٰ لوسجد حتّی ینقطع عنقہ ماقبلتہ (مااستجبت لہ) حتّی یتحوّل عمّاٰ اٴکرہ الیٰ مااُحبّ)(۱(

”ایک مرتبہ موسیٰ علیہ السلام ایک سجدہ کرنے والے کے پاس سے گزرے،وہ جب سجدہ میں اپنی حاجت طلب کر کے اٹھاتوجناب موسیٰؑ نے فرمایا:تم اپنی حاجت مجھ سے بیان کرومیں پوراکرونگا،اللہ نے وحی نازل کی اے موسیٰ یہ بندہ اگراتنے سجدے کرے کہ اسکی گردن بھی سجدہ کی حالت میں کٹ جائے تو بھی اس کی دعامستجاب نہیں ہو گی جب تک وہ اس ناپسند گناہ کو ترک نہ کرے“

۱۲۔اجتماعی طورپردعاکرنااورمومنین کاآمین کہنا

اسلامی روایات میں مومنین کے ایک ساتھ جمع ہوکردعاکرنے پربہت زوردیاگیا ہے :

مومنین کے اللہ کی بارگاہ میں ایک ساتھ جمع ہونے پراللہ نے ہمیشہ ان پررحمت نازل کی ہے۔مومنین نے اجتماع نہیں کیااوراللہ ان کے اس اجتماع سے راضی نہیں ہوامگر یہ کہ ان کااجتماع اللہ کی رحمت سے بہت زیادہ قریب ہے اوران پراللہ کی رحمت اور فضل کی منازل میں سے ہے۔

ابن خالد سے مروی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

)مامنْ رھطٍ اربعین رجلاً اجتمعوا ودعوا اللہ عزّ وجلّ فی امرٍ الّا استجاب لھم، فان لم یکونوا اربعین فأربعۃ یدعون اللہ عزّ وجلّ عشر مرّات الّا استجاب اللہ لھم فانّ لم یکونوا اربعۃ فواحد یدعو اللہ اربعین مرّۃ، فیستجیب اللہ العزیز الجبّار

)۱(عدۃ الداعی صفحہ ۱۲۵۔

لھم)(۱(

''کوئی ایسا گروہ نہیں ہے کہ اگر چالیس آدمی جمع ہو کر اللہ سے دعا کریں تو خدا ان کی دعا قبول کرے گا اگر چالیس آدمی جمع نہ ہو سکیں تو چار آدمی جمع ہو کر دس مرتبہ دعا کریں تو خدا ان کی دعا مستجاب کرے گا، اور اگر چار آدمی جمع نہ ہو سکیں تو ایک آدمی چالیس مرتبہ دعا کرے تو خداوند عزیز و جبار اس کی دعا قبول کرے گا''

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

)کان أبي اذا حزنہ أمر دعا النساء والصبیان ثمّ دعا وأمّنوا)(۲(

''میرے پدر بزرگوار جب محزون ہوتے تو مجھے اور عورتوں کو جمع کرتے پھر دعا کرتے اور ان سے آمین کہلواتے''

۱۳۔ آزادانہ طور پر، کسی تکلف کے بغیر دعا

انسان کیلئے خداوند عالم سے آزادانہ اور کسی تکلف کے بغیر دعا کرنا سب سے بہترین چیز ہے بیشک دعا کی حقیقت بھی یہی ہے کہ وہ اللہ سے سوال کرتے وقت گریہ وزاری کرے گڑگڑا کر دعا مانگے کسی طرح کا کوئی تکلف نہ کرے روایات میں وارد ہونے والی دعائیں پڑھے اور دعا کرنے والا کسی طرح بھی دعا کرتے وقت اس حالت کو نہ چھوڑے اس لئے کہ انسان اللہ سے گڑگڑا کر دعا کرتے وقت اپنے نفس میں اس چیز کا احساس کرتا ہے جس کا وہ روایات میں وارد ہونے والی دعاؤں کو پڑھتے وقت احساس نہیں کرتے ہیں۔

اس لئے دعا کرتے وقت انسان کو اپنے نفس میں اس حالت کا خیال رکھنا چاہئے کہ اللہ سے گڑگڑا کر اور گریہ وزاری کر کے دعا مانگنے میں کسی تکلف سے کام نہ لے۔ کبھی کبھی ائمہ معصومینؑ

)۱(اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۲۵۔

)۲(اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۳۵، وسائل الشیعہ جلد ۴ ۱۱۴۴: ۴ حدیث ۸۸۶۳۔

دعا کرنے والے کو بے تکلف ہو کر دعا کرنے کی تلقین فرماتے تھے روایات میں وارد ہونے والی دعاؤں کے ذریعہ نہیں، اسلئے کہ کہیں ماثور ہ دعاؤں کے ذریعہ دل کی یہ بے تکلفی ختم نہ ہو جائے۔

زرارہ سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا:

)علّمنی دعاءً۔ فقال: انّ أفضل الدعاء ماجریٰ علیٰ لسانک)(۱(

''مجھ کو دعا کی تعلیم دیجئے۔

آپ نے فرمایا: سب سے افضل وہ دعا ہے جو تمہاری زبان پر جاری ہوتی ہے''

۱۴۔ نفس کو دعا، حمد و ثنائے الٰہی، استغفار اور صلوات پڑھنے کیلئے آمادہ کرنا

دعا یعنی خود کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنا اور خود کو اس کی بارگاہ میں پیش کرنے کیلئے حضور نفس کا ہونا ضروری ہے۔ حضور نفس کی ابتداء حمد و ثنائے الٰہی سے کرے، اس کی نعمتوں اور فضل و کرم کا شکر ادا کرے، اللہ کے حضور میں اپنے گناہوں سے استغفار کرے، رسول اور اہل بیت رسول پر صلوات بھیجے دعا کیلئے حضور نفس کے یہی طریقے ہیں اور انسان اپنے خدا کی بارگاہ میں حاضر کرنے اور اس سے سوال کرنے کیلئے اپنے نفس کو آمادہ کرے، اکثر دعاؤں کے مقدمہ میں حمد و ثنائے الٰہی، شکر، استغفار اور محمد و آل محمد پر صلوات بھیجنا وارد ہوا ہے ۔

عیص بن قاسم سے مروی ہے کہ ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: جب بھی تم میں سے کوئی ایک خدا سے حاجت طلب کرنا چاہے تو اس کو سب سے پہلے اپنے پروردگار کی حمد و ثنا کرنا چاہئے جب تم اپنی حاجتیں خدا سے طلب کرو تو اللہ کی تعریف و تمجید کرو، اور اس کی حمد و ثنا کرتے ہوئے اس طرح کہو: یاأجود مَنْ اعطیٰ، ویاخیر من سُئل ویاأرحم مَنْ استُرحم، یااحد،

)۱(الامان من الاخطار لابن طاؤس صفحہ ۳۔

یاصمد، یامن لم یلد ولم یولد، ولم یکن لہ کفوااحد، یامن لم یتخذ صاحبۃ ولا ولداً یامن یفعل مایشاء، ویحکم مایریدُ ویقضي مااُحب، یامن یحول بین المرء وقلبہ، یامن ھو بالمنظر الاعلیٰ، یامن لیس کمثلہ شيء یاسمیع یابصیر''

اور اللہ عزوجل کے اسماء کی زیادہ تکرار کرو چونکہ خدا کے اسماء بہت ہیں اور محمد آل محمد پر صلوات بھیجو اور کہو(اللّھم اوسع عليّ من رزقک الحلال ماأکفّ بہ وجھي، واودي بہ عني (عن)اما نتي، واصل بہ رحمی، ویکون عونالي في الحج والعمرۃ(

اور یہ بھی نقل کیا ہے کہ :

''انّ رجلاً دخل المسجد فصلّی رکعتین ثم سأل اللہ عزّوجلّ وصلّی علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال رسول اللہ عجّل العبد ربہ، وجاء آخر فصلّیٰ رکعتین، ثم اثنیٰ علی اللہ عزّوجلّ، وصلّیٰ علیٰ النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سل تعط)(۱(

''ایک شخص مسجد میں آیا اور اس نے دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد خدا سے اپنی حاجت طلب کی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس نے اپنے رب کی عبادت کرنے میں جلدی کی ہے: اور دوسرا شخص مسجد میں آیا اس نے دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد خدا کی حمد و ثنا کی، نبی

ﷺ پر صلوات بھیجی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سوال کرو تا کہ تم کو عطا کیا جائے“

ابو کہمس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

)دخل رجل المسجد فابتدأ قبل الثناء علی اللہ والصّلاۃ علی النبیؐ فقال النبیؐ عجّل العبد ربّہ ثمّ دخل آخر فصلّیٰ، واثنیٰ علی اللہ عزّ وجلّ،

)۱(اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۲۴۔ وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۲۶ حدیث ۸۷۸۶۔

فصلّیٰ علیٰ رسول اللہ ﷺ، فقال رسول اللہ سل تعطہ)(۱(

”ایک شخص مسجد میں داخل ہوا تو اس نے اللہ کی حمد و ثنا اور نبی پر صلوات بھیجنے سے پہلے نماز پڑھنا شروع کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس بندے نے اپنے رب کی عبادت کرنے میں جلد بازی سے کام لیا ہے، پھر دوسرا شخص مسجد میں داخل ہوا اس نے نماز پڑھی اور خدا کی حمد و ثنا کی اور رسول ﷺ پر صلوات بھیجی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سوال کرتا کہ تجھکو عطا کیا جائے“

صفوان جمال نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

)کلّ دعاءیُدعیٰ اللہ عزّ وجلّ بہ محجوب عن السماء حتّی یصلیٰ علی محمّد وآل محمّد)(۲(

”اللہ سے کی جانے والی دعا اس وقت تک آسمان کے پردوں سے اوپر نہیں جاتی جب تک محمد وآل محمد پر صلوات نہ بھیجی جائے‘

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

)لایزال الدعاء محجوباً عن السماء حتّی یصلیٰ علی محمّد وآل محمّد)(۳(

”جب تک محمد وآل محمد پر صلوات نہ بھیجی جائے دعا آسمان کے پردوں سے اوپر نہیں جاسکتی ہے“

۱۵۔ خدا سے اس کے اسمائے حسنیٰ کے ذریعہ دعا کرنا

بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے بندے اس کو اس کے

)۱(وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۲۷ حدیث ۸۷۸۸۔ اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۲۵۔

)۲(اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۲۸، وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۳۵ حدیث ۸۸۲۶۔

)۳(مجالس مفید صفحہ ۶۰، وسائل الشیعہ جلد ۴: ۱۱۳۷ حدیث ۸۸۳۷۔

اسمائے حسنیٰ کے ذریعہ پکاریں:

) قُلِ ادْعُوا اللَّهَ أَوِ ادْعُوا الرَّحْمَٰنَ أَيًّا مَا تَدْعُوا فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ)(۱(

”آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمن کہہ کر پکارو جس طرح بھی پکاروگے اس کے تمام نام بہترین ہیں“

اللہ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہر ایک اسم اسکی رحمت اور فضل کے ابواب میں سے ایک باب کی کنجی ہے۔

شریعت اسلامیہ کی متعدد روایات میں پرور دگار عالم کواس کے اسمائے حسنیٰ کے ذریعہ دعا کرنے پر بہت زیادہ زور دیا گیاہے،اور متعدد روایات میں وارد ہوا ہے جب مومن اللہ کواس کے اسمائے حسنیٰ کے ذریعہ دس مرتبہ پکارتا ہے تواللہ اس کی آواز پر لبیک کہتا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

)من قال یااللہ عشر مرّات قیل لہ:لبیک ماحاجتک)(۲(

''جس نے دس مرتبہ یااللہ کہاتواس کوندادی جاتی ہے بولو تمہاری کیاحاجت ہے؟''

ابو بصیر نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیاہے:

)من قال یااللہ عشر مرّات قیل لہ:لبیک ماحاجتک؟)(۳(

''جب بندہ سجدے کی حالت میں دس مرتبہ یااللہ ،یاربّاہُ،یاسیداہُ،کہتاہے تو پروردگاراس کی دعاکو قبول کرتے ہوئے کہتاہے: لبیک اے میرے بندے بتاتیری کیاحاجت ہے؟''

عبداللہ بن جعفر نے قرب الاسناد میں مسعدہ بن صدقہ سے نقل کیاہے:

)۱(سورۂ اسراء آیت ۱۱۰۔

)۲(اصول کافی جلد ۲صفحہ ۵۴۱۔وسائل الشیعہ جلد ۴ ،۱۱۳۰،حدیث،۸۷۹۸۔

)۳(وسائل الشیعہ جلد ۴صفحہ ۱۱۳۱۔حدیث،۸۸۰۲۔

) قل عشر مرّات یااللہ یااللہ فانّہ لم یقلہ احدٌ من المؤمنین قط الّا قال لہ الربّ تبارک وتعالیٰ:لبیک یاعبدي سل حاجتک)(۱(

''دس مرتبہ یااللہ یااللہ کہو،جب بھی کوئی مومن اللہ کودس مرتبہ پکارتا ہے تو خداوند عالم اس سے کہتا ہے:لبیک میرے بندے بتاتیر ی کیاحاجت ہے؟''

حضرت علیٰ بن الحسین علیہ السلام سے مروی ہے: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو یاارحم الراحمین کہتے سناتو آپ نے اس شخص کا شانہ پکڑ کر فرمایا:ھٰذاارحم الراحمین قداستقبلک بوجھہ سل حاجتک''یہ ارحم الراحمین ہے جس نے مکمل طور پر تمہاری طرف توجہ کی ہے (۲)''

۱۶۔اپنی حاجتیں اللہ کے سامنے پیش کرو

پروردگار عالم جانتاہے کہ ہم کیاچاہتے ہیں اور ہمارا کیاارادہ ہے،وہ ہمارے سوال سے بے نیاز ہے لیکن خداوند عالم اپنی بارگاہ میں ہماری حاجتیں پیش کرنے کو پسند کرتاہے۔

کبھی کبھی کوئی بندہ ایسا ہوتا ہے جو اپنے کو خدا سے بے نیاز سمجھتا ہے یہاں تک کہ نہ اس سے سوال کرتا ہے اور نہ ہی اس کی بار گاہ میں ہاتھ بلند کرتا ہے۔

بیشک جب انسان خدا کے سامنے اپنی حاجتیں پیش کرتا ہے تو وہ بندہ اس سے قریب ہوتا ہے، اس سے لولگاتا ہے، اس سے مانوس ہوتا ہے، وہ اپنے کو خدا کا محتاج ہونے کا احساس کرتا ہے اور خداوند عالم ان تمام چیزوں کو دوست رکھتا ہے۔

جب ہم اپنے تمام امور میں اللہ سے دعا کرتے ہیں تو خداوند عالم کو یہ اچھا لگتا ہے کہ ہم اس

)۱(قرب الاسناد جلد ۲، وسائل الشیعہ جلد ۱۱۳۲:۴، حدیث ۸۸۰۹۔

)۲(محاسبۃ النفس :۱۴۸، وسائل الشیعہ جلد ۴ ،۱۱۳۲، حدیث ۸۸۱۵۔

سے تفصیل کے ساتھ دعا کریں اختصار کے ساتھ دعا نہ کریں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ االسلام سے مروی ہے :

)انّ اللہ تعالیٰ یعلم مایرید العبد اذا دعاہ، ولکن یُحبّ ان یبث الیہ الحوائج، فاذا دعوت فسمّ حاجاتک)(۱(

"بیشک جب بندہ خداوند عالم سے دعا کرتا ہے تو خدا جانتا ہے کہ بندہ کیا چاہتا ہے لیکن وہ یہ چاہتا ہے کہ بندہ اس کے سامنے نام بنام اپنی حاجتیں بیان کرے پس جب تم اس سے دعا کرو تو نام بنام اپنی حاجتیں بیان کرو"

۱۷۔ دعا میں اصرار

دعا میں بہت زیادہ اصرار کرنے سے بندے کے خدا پر گہرے اعتماد اور خدا سے اپنی امیدیں رکھنے اور گہرے تعلقات کا پتہ چلتا ہے، انسان کا جتنا زیادہ اللہ پر اعتماد ہو گا اتنا ہی وہ دعا میں اصرار کرے گا، اسکے بر عکس جب انسان کا اللہ پر کم اعتماد ہوتا ہے تو جب اسکی دعا قبول نہیں ہوتی تو وہ دعا کرنا چھوڑ دیتا ہے اور مایوس ہو جاتا ہے۔

جس طرح دعا میں اصرار کرنے سے اللہ پر اعتماد اور اس سے گہرے تعلقات کا پتہ چلتا ہے اسی طرح دعا میں اصرار کرنے سے اللہ پر زیادہ اعتماد اور اس سے گہرا لگاؤ پیدا ہو جاتا ہے۔

جتنا انسان کا اللہ پر اعتماد اور اس سے لگاؤ ہو گا اتنا ہی وہ اللہ سے قریب ہو گا۔

اسلامی روایات میں متعدد مرتبہ دعا میں اصرار کرنے اور کسی بھی حال میں دعا کے مستجاب نہ ہونے سے مایوس نہ ہونے پر زور دیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے :

)۱(اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۲۰، وسائل الشیعہ جلد ۴، ص ۱۰۹۱ حدیث ۸۶۴۲۔

)انّ اللہ یُحبّ الملحّین فی الدعاء)(۱(

''خداوند عالم دعا میں بہت زیادہ اصرار کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے''

یہ بھی آپ ہی کا فرمان ہے کہ :

)انّ اللہ یُحبّ السائل اللحوح)(۲(

''خداوند عالم زیادہ اصرار کرنے والے سائل کو دوست رکھتا ہے''

امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے :

)الدعاء ترس المؤمن ومتیٰ تکثر قرع الباب یُفتح لک)(۳(

''دعا مومن کی سپر ہے اور جب بھی وہ بہت زیادہ دروازہ کھٹکھٹائے گا تو وہ کھل جائیگا''

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے :

)الدعاء یردّ القضاء بعد ما اُبرم ابراماً فاکثر من الدعاء فانّہ مفتاح کلّ رحمۃ ونجاح کلّ حاجۃ ولا ینال ما عند اللہ عزّ وجلّ الاّ بالدعاء وانّہ لیس باب یکثر قرعہ الا اوشک ان یفتح لصاحبہ)(۴(

''محکم و مضبوط دعا سے قضا ٹل جاتی ہے ،دعائیں بہت زیادہ کرو یہ ہر رحمت کی کنجی ہے ۔ہر حاجت و ضرورت کی کامیابی کا سرچشمہ ہیں اور اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ دعا کے علاوہ کسی اور چیز سے حاصل نہیں کیا جاسکتا ہے ،اور جب بھی کسی دروازے کو زیادہ کھٹکھٹایا جاتا ہے تو وہ کھٹکھٹانے والے کیلئے کھل جاتا ہے''

)۱(بحار الانوار جلد ۹۳صفحہ ۳۰۰۔

)۲(بحار الانوار جلد ۹۳صفحہ ۳۷۴۔

)۳(وسائل الشیعہ جلد ۴،۱۰۸۵ حدیث ۸۶۱۲۔

)۴(وسائل الشیعہ جلد ۴،۱۰۸۶ حدیث ۸۶۱۶۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے :

)انّ اللہ کرہ الحاح الناس بعضھم علیٰ بعض فی المسألۃ واَحبَّ ذلک لنفسہ)(۱(

''خداوند عالم بعض بندوں کو بعض دوسرے بندوں کے سامنے گڑگڑانے اور خوشامد کرنے کو ناپسند کرتا ہے اور اپنی بارگاہ میں اصرار کرنے کو دوست رکھتا ہے''

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے :

)فالحِ علیہ فی المسألة یفتح لک ابواب الرحمة)(۲(

''تم کسی مسئلہ میں اس(اللہ) سے اصرار کرو تو وہ تمہارے لئے رحمت کے دروازے کھول دیگا''

ولید بن عقبہ ہجری سے مروی ہے میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا ہے:

)واللہ لایلحّ عبد مؤمن علیٰ اللہ فی حاجتہ الّا قضاھا لہ)(۳(

''خدا کی قسم کوئی بندہ اپنی دعا میں خدا سے خوشامد نہیں کرتا مگر یہ کہ خدا اسکی دعا مستجاب کرتا ہے''

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام حضرت امام رضا علیہ السلام سے نقل فرماتے ہیں:

)رحم اللہ عبداً طلب من اللہ عزّ و جلّ حاجۃً فألحّ فی الدعاء استجیب لہ أولم یستجب ثم تلاھذہ الآیۃ(وَاَدْعُوْارَبِّیْ عَسیٰ اَنْ لَااَکُوْنَ بِدُعَاءِ رَبِّیْ شَقِیّاً(

''خداوند عالم رحم کرے اس بندے پر جو اپنی دعا میں اصرار اور خوشامد کرتا ہے،اسکی دعا مستجاب کرے یا مستجاب نہ کرے پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی:

)۱(بحار الانوار جلد ۹۴ص ۳۷۴۔

)۲(بحار الانوار جلد۷۷صفحہ ۲۰۵۔

)۳(اصول کافی صفحہ ۵۲۰۔

)وَاَدْعُوْارَبِّیْ عَسیٰ اَنْ لَااَکُوْنَ بِدُعَاءِ رَبِّیْ شَقِیّاً)۔(۱(

''اور اپنے رب کو آواز دونگا کہ اس طرح میں اپنے پروردگار کی عبادت سے محروم نہیں رہونگا''

حضرت امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے:

)سل حاجتک والحِ فی الطلب فانّ اللہ یحبّ الحاح الملحّین من عبادہ المؤمنین)(۲ (

حضرت امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ:

)سل حاجتک و ألحّ فی الطلب فإنّ اللہ یحبّ الحاح الملحّین من عبادہ المؤمنین)(۳(

''خدا کی قسم کسی بندے نے اللہ سے دعا کرنے میں خوشامد نہیں کی مگر یہ کہ خدا نے اسکی دعا مستجاب فرمائی''

۱۸۔ایک دوسرے کے لئے دعا کرنا

اس سلسلہ میں عنقریب اس کتاب کی آئندہ آنے والی بحث '' دعا کے سلسلہ میں کونسی چیزیں سزاوار ہیں اور کونسی چیزیں سزاوار نہیں ہیں ''بیان کریں گے،اب ہم یہاں پر صرف اتنی ہی بحث کریں گے جو دعا کے آداب اور اس کی شرطوں سے متعلق ہے۔پس جب انسان اللہ

سے دوسروں کیلئے دعامانگتاہے اور اپنے اور اس دوست کے درمیان سے کینہ و نفرت دور کر دیتاہے تو خداوند عالم اس کیلئے دروازہ کھول دیتا ہے۔ بیشک مومنین کاایک دوسرے سے محبت، عطوفت اور مہربانی کرنا دعا کرنے

)۱(سورۂ مریم آیت ۴۸۔

)۲(اصول کافی جلد ۲ص ۵۲۰۔

)۳(قرب الاسناد ص ۵۲۰۔

والے اور جس کیلئے دعاکی جارہی ہے اس کیلئے اللہ کی رحمت کی کنجیوں میں سے ہے۔

دعاکرنے والے کے سلسلہ میں معاویہ بن عمار نے اامام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیاہے:

)الدعاءلاخیک بظھرالغیب یسوق الی الداعی الرزق ویصرف عنہ البلاءویقول الملک ولک مثل ذلک)(۱(

''تمہاری نظروں سے پوشیدہ بھائی کیلئے تمہارے دعاکرنے سے تمہارے رزق میں برکت ہوتی ہے،دعاکرنے والے سے بلائیں دور ہوتی ہیں اور فرشتہ کہتاہے: تمہارے لئے بھی ایساہی ہے جو تم نے دوسروں کیلئے دعاکی ہے(یعنی خداوند عالم تمہارے رزق میں بھی برکت کر دے گا''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

)مَن دعالموٴمن بظھرالغیب قال الملک فلک مثل ذلک) (۲(

''جو نظروں سے پوشیدہ مومن کیلئے دعاکرے تو فرشتہ کہتاہے: تمہارے لئے بھی ایساہی ہے اس لئے کہ تم نے دوسرے کیلئے دعاکی ہے''

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

)دعاءالمرءلاَخیہ بظھرالغیب یدرّالرزق ویدفع المکروہ)(۳(

''انسان کااپنے غائب مومن بھائی کیلئے دعاکرنے سے اس کے رزق میں برکت ہوتی ہے اور اس سے بلائیں دور ہوتی ہیں''

ابن خالد قمّاط سے مروی ہے کہ حضرت امام باقر علیہ السلام نے فرمایاہے:

)اسرع الدعاء نجحاًلِلاجابۃدعاءالاخ لاخیہ بظھرالغیب یبدأبالدعاء

)۱(امالی طوسی جلد ۲صفحہ ۲۹۰،بحارالانوار جلد ۹۳صفحہ ۳۸۷۔

)۲(امالی طوسی جلد ۲صفحہ ۲۹۰،بحارالانوار جلد ۹۳صفحہ ۳۸۴۔

)۳(اصول کافی جلد ۲صفحہ ۴۳۵،وسائل الشیعہ جلد ۱۱۴۵:۴،حدیث ۸۸۶۷۔

لأخیہ فیقول لہ ملک موکل بہ آمین ولک مثلاہ)(ا(

''سب سے جلدی وہ دعا مستجاب ہوتی ہے جو کسی بھائی کیلئے اس کی غیر موجودگی میں کی جاتی ہے دعا کی ابتدا میں پہلے دوسرے کیلئے دعا کرنا شروع کرو تو اس کا موکل فرشتہ آمین کہتا ہے اور تمہارے لئے بھی ایسا ہی ہے''

اور جس کیلئے دعا کی جارہی ہے اس کے سلسلہ میں روایت نقل کی گئی ہے کہ :

)ادعني علیٰ لسان لم تعصني بہ۔

قال: یارب،انّیٰ لی بذلک؟ قال:اُدعني علیٰ لسان غیرک)(۲(

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ بن عمران سے کہا: مجھے اس زبان سے پکارو جس زبان سے تم نے گناہ نہ کئے ہوں۔

موسیٰ بن عمران نے عرض کیا: پالنے والے کیا میں ایسا کر سکتا ہوں؟ پروردگار نے فرمایا : مجھ سے کسی دوسرے کیلئے دعا کرو ''

۱۹۔رحمت الٰہی نازل ہوتے وقت دعا

انسان پر دعا کے ذریعہ اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے:

دعا کے سب سے بہترین اوقات وہ اوقات ہیں جن میں رحمت نازل ہوتی ہے،انسان اللہ کی رحمت سے قریب ہو جاتا ہے۔

رحمت نازل ہونے کے بہت زیادہ اوقات ہیں:

قرآن کی تلاوت کرتے وقت،اذان کے وقت،بارش کے وقت،جنگ کے دوران شہید ہوتے وقت۔

یہ آخری وقت سب سے افضل وقت ہے چونکہ اس میں زمین والوں کیلئے اللہ کی رحمت کے

)ا(اصول کافی صفحہ ۴۳۵،وسائل الشیعہ جلد ۵ ۱۱۴۵:۴،حدیث ۸۸۶۷۔

)۲(بحارالانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۴۲،عدۃ الداعی صفحہ ۱۲۸۔

دروازے کھل جاتے ہیں۔

سکونی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

)اغتنموا الدعاء عند اربع: عند قراءۃ القرآن،وعند الأذان،وعند نزول الغیث،وعند التقاء الصفین للشھادۃ)(ا(

''چار موقعوں پر دعا کرنا غنیمت شمار کرو: قرآن کی تلاوت کرتے وقت،اذان کے وقت بارش ہوتے وقت اور جنگ کے دوران شہید ہوتے وقت''

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے:

)اغتنموا الدعاء عند خمسۃ مواطن: عند قراءۃ القرآن،وعند الأذان،وعند نزول الغیث،وعند التقاء الصفین للشھادۃ،وعند دعوۃ المظلوم

،فإنّھا لیس لھا حجاب دون العرش)(۲(

"پانچ مقامات پر دعا کرنا غنمیت سمجھو: تلاوت قرآن کے وقت، بارش ہوتے وقت، جنگ میں شہادت کیلئے لڑتے وقت اور مظلوم کیلئے دعا کرتے وقت ان پانچوں وقتوں میں دعا کرنے میں عرش الٰہی کے علاوہ کوئی حجاب نہیں ہے"

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا ہی فرمان ہے:

)مَنْ قرأ مأۃ آیۃ من القرآن، من ایّ القرآن شاء ثم قال: یااللہ سبع مرات فلو دعا علی الصخرۃ لقلعھا اِنْ شاء اللہ)(۳(

"اگر کوئی شخص کسی جگہ سے بھی قرآن کی سو آیات کی تلاوت کرنے کے بعد سو مرتبہ یااللہ

)۱(اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۲۱،وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۱۴،حدیث ۸۷۳۹۔

)۲(وسائل الشیعہ جلد ۴ :۱۱۱۵،حدیث ۸۷۴۲۔

)۳(ثواب الاعمال الصدوق صفحہ ۵۸۔

کہے اور وہ پہاڑ کیلئے دعا کرے تو پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہٹ جائے انشاءاللہ"

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

)کان اَبی اذا طلب الحاجۃ طلبھا عند زوال الشمس، فاذا اراد ذلک قدّم شیئاً فتصدق بہ وشم شیئاً من طیب، وراح الی المسجد ودعا فی حاجتہ بما شاء اللہ)(۱(

"میرے والد بزرگوار زوال کے وقت اپنی حاجت طلب کرتے تھے، جب آپ حاجت طلب کرنے کا ارادہ فرماتے تو پہلے صدقہ دیتے خوشبو لگاتے مسجد جاتے اور اللہ سے اپنی حاجتیں طلب فرماتے"

۲۰۔آدھی رات کے وقت دعا

رات میں تنہائی میں اپنے کو خدا کی بارگاہ میں پیش کرنے کا عظیم اثر ہے، اللہ کی رحمت انسان کی طرف متوجہ ہوتی ہے، انسان رات کے آخری حصہ میں اپنے نفس کو خدا کی طرف متوجہ ہونے کے علاوہ اور کچھ نہیں پاتا، رات کے آخری حصہ میں انسان خدا کی رحمت کا استقبال کرنے کیلئے آمادہ ہو جاتا ہے اور خداوند عالم نے رات کے آخری حصہ میں وہ رحمتیں اور برکتیں قرار دی ہیں جو دن اور رات کے دوسرے حصوں میں نہیں قرار دی ہیں۔

اور اسلامی روایات میں غور و فکر کرنے والے کیلئے اس میں کوئی شک کی گنجائش ہی نہیں ہے کہ تمام وقت برابر نہیں ہیں۔اس کے علاوہ بھی بہت زیادہ اوقات ہیں جن میں انسان پر اللہ کی رحمت کے دروازے کھلتے ہیں، بہت سے اوقات ہیں جن میں انسان پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے البتہ یہ اوقات بہت ہی افضل ہیں اور رات کے آخری حصہ میں اللہ کی رحمت زیادہ نازل ہوتی ہے۔

خداوند عالم کا ارشاد ہے:

)یَا اَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلاً نِصْفَہُ اَوِ انْقُصْ مِنْہُ قَلِیْلاً اَوْ زِدْ عَلَیْہِ وَرَتِّلِ

)ا(اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۲۱۔

الْقُرآنَ تَرْتِیْلاً اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلاً ثَقِیْلاً اِنَّ نَاشِءَۃَ اللَّیْلِ ھِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِیْلاً)(ا(

''اے میرے چادر لپیٹنے والے رات کو اٹھو مگر ذرا کم آدھی رات یا اس سے بھی کچھ کم کر دو یا کچھ زیادہ کر دو اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر باقاعدہ پڑھو ہم عنقریب تمہارے اوپر ایک سنگین حکم نازل کرنے والے ہیں بیشک رات کا اٹھنا نفس کی پامالی کیلئے بہترین ذریعہ اور ذکر کا بہترین وقت ہے''

مفضل بن عمرو نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

''کان فیما ناجیٰ اللہ بہ موسیٰ بن عمران اَنْ قال لہ: یابن عمران، کذّب مَنْ زعم اَنّہ یحبني، فاذا جنّہ اللیل نام عنّي، الیس کل محبّ یحبّ خلوۃ حبیبہ ؟ ھاانا یابن عمران مطّلع علیٰ احبائي، اذا جنّھم اللیل حوّلت ابصارھم فی قلوبھم ومثلت عقوبتي بین اَعینھم، یخاطبوني عن المشاھدۃ، ویکلموني عن الحضور۔

یابن عمران، ھبّ لي من قلبک الخشوع، ومن بدنک الخضوع، ومن عینیک الدموع، وادعني فی الظلمات فانک تجدني قریباً مجیباً''(۲(

''جب موسیٰ بن عمران نے اللہ سے مناجات کی تو اللہ نے فرمایا: اے موسیٰ جو شخص یہ گمان کرے کہ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے تو تم اس کی تکذیب کرو، جب رات کی تاریکی چھا جاتی ہے تو وہ سو جاتا ہے کیا ہر محبوب اپنے حبیب سے تنہائی میں ملنا نہیں چاہتا؟ آگاہ ہو جاؤ اے ابن عمران میں اپنے دوستوں کو بخوبی جانتا ہوں جب رات کی تاریکی چھا جاتی ہے تو میں ان کی آنکھوں کو ان کے دلوں کی طرف پھیر دیتا ہوں اپنی عقوبت کو ان کی نظروں میں مجسم کر دیتا ہوں وہ دیکھنے کے بجائے مجھ سے خطاب کرتے ہیں اور حاضر ہونے کے بجائے مجھ سے ڈرتے ہیں۔

اے ابن عمران تم اپنے دل سے خشوع، اپنے بدن سے خضوع اور اپنی آنکھوں کے

)ا(سورۂ مزمل آیت ۱۔۶۔

)۲(مجالس المفید صفحہ ۲۱۴، وسائل الشیعہ جلد ۴ :۱۱۲۵ ۲حدیث ۸۷۸۱۔

آنسوؤں کو میرے لئے ہبہ کر دو اور تاریکیوں میں مجھے پکارو پس تم مجھے اپنے سے قریب اور دعا قبول کرنے والا پاؤگے''

اس روایت میں کئی باتیں غور طلب ہیں لیکن ہم بحث کے طولانی ہو جانے کی وجہ سے ان سے قطع نظر کرتے ہیں۔ شب اولیائے الٰہی کیلئے

آتی ہے اوران کوزندگانی اوراس کی مصروفیات سے روک دیتی ہے گویا شب انسان کوان مصروفیات دنیا کے درمیان سے جدا کر دیتی ہے جو اس کو خداوند عالم کی طرف متوجہ ہونے سے روک دیتے ہیں اور یہ رات کی تنہائی کی فرصت ہوتی ہے جس میں انسان کے سامنے ذات الٰہی کسی رکاوٹ کے بغیر سامنے ہوتی ہے اور وہ اس خلوت میں خداوند عالم سے لو لگاتا ہے۔

جو یہ گمان کرتا ہے کہ وہ اللہ کو دوست رکھتا ہے لیکن جب رات چھا جاتی ہو تو انسان جس کو دوست رکھتا ہے اس کے حضور میں مناجات اور تضرع کرنے کے بجائے سو جائے تو وہ شخص جھوٹا ہے کیا ہر حبیب اپنے محبوب کی خلوت کو پسند نہیں کرتا؟

جب تاریکی شب چھا جاتی ہے اور ہم زندگی کے مشکلات سے فارغ ہو جاتے ہیں تو ہماری دن میں پراگندہ ہو جانے والی قوت بصارت اور سما عت یکجا ہو جاتی ہے اور باہر سے اندر کی طرف چلی جاتی ہے دل میں زندگی کی زحمت سے اس دل کے اندر چلی جاتی ہے جو انسانی زندگی میں بصیرت و نور کا سرچشمہ ہے اس وقت ہماری بکھری ہوئی بصیرت اکٹھی ہو جاتی ہے اور باہر سے اندر کی طرف چلی جاتی ہے اور خداوند عالم اس وقت قلب انسانی کیلئے بصیرت و نور کے دروازے کھول دیتا ہے اس جملہ ''اذا جنّھم اللیل حوّلت ابصارھم فی قلوبھم''کا یہی مطلب ہے اس وقت انسان خود کو خداوند عالم کی بارگاہ میں حاضر پاتا ہے اور غضب و رحمت الٰہی کو اپنے سامنے مجسم دیکھتا ہے تو جب وہ خداوند عالم سے مخاطب ہوتا ہے تو مشاہدہ اور حاضری کی بنا پر مخاطب ہوتا ہے دوری اور غیر حاضری کی بنا پر نہیں اور اس فقرہ ''یخاطبوني عن المشاھدۃ ''کا یہی مطلب ہے اور جب وہ خداوند عالم سے بات کرتا ہے تو خداوند عالم کو حاضر سمجھ کر بات کرتا ہے غائب سمجھ کر بات نہیں کرتا ہے اور اس فقرہ ''یکلموني عن الحضور''کا یہی مطلب ہے۔اس کی نظروں میں عقوبت اور عذاب الٰہی مجسم ہو جاتا ہے اور اس فقرہ ''مثّلت عقوبتی بین اعینھم''کا یہی مطلب ہے حبیب کی موجودگی کی انسیت نیز ان کی نظروں میں مجسم عقوبت کا خوف نیند کا سکون چھین لیتا ہے اور بھلا وہ کیسے سو سکتا ہے جو خود کو رات کی خلوت میں اپنے حبیب کے سامنے پائے؟ اور اس کو کیسے اونگھ آسکتی ہے جبکہ وہ اپنی نظروں میں عذاب الٰہی کو مجسم دیکھ رہا ہو؟

یہ حالت یعنی قوت بصارت کے خارج سے اندر کی جانب چلے جانا اور دن میں پراگندہ ہونے کے بعد رات میں اکٹھا ہو جانے کا فطری نتیجہ ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام اپنے معروف خطبہ متقین میں فرماتے ہیں:

)أَمَّا اللَّیْلُ فَصَافُّونَ أَقْدَامَھُمْ، تَالِینَ لِأَجْزَاءِ الْقُرْآنِ یُرَتِّلُونَھَا تَرْتِیلاً، یُحَزِّنُونَ بِہِ أَنْفُسَھُمْ وَیَسْتَثِیرُونَ بِہِ دَوَاءَ دَائِھِمْ۔ فَإِذَا مَرُّوا بِآیَةٍ فِیھَا تَشْوِیقٌ رَکَنُوا إِلَیْھَا طَمَعاً وَتَطَلَّعَتْ نُفُوسُھُمْ إِلَیْھَا شَوْقاً، وَظَنُّوا أَنَّھَا نُصْبُ أَعْیُنِھِمْ۔ وَإِذَا مَرُّوا بِآیَةٍ فِیھَا تَخْوِیفٌ أَصْغَوْا إِلَیْھَا مَسَامِعَ قُلُوبِھِمْ وَظَنُّوا أَنَّ زَفِیرَ جَھَنَّمَ وَشَھِیقَھَا فِي أُصُولِ آذَانِھِمْ، فَھُمْ حَانُونَ عَلَی أَوْسَاطِھِمْ مُفْتَرِشُونَ لِجِبَاھِھِمْ وَأَکُفِّھِمْ وَرُکَبِھِمْ وَأَطْرَافِ أَقْدَامِھِمْ یَطْلُبُونَ إِلَی اللّٰہِ تَعَالَی فِي فَکَاکِ رِقَابِھِمْ وَأَمَّا النَّھَارُ فَحُلَمَاءُ عُلَمَاءُ أَبْرَارٌ أَتْقِیَاءُ)(۱(

''رات ہوتی ہے تو اپنے پیروں پر کھڑے ہو کر قرآن کی آیتوں کی ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرتے ہیں جس سے اپنے دلوں میں غم واندوہ تازہ

کرتے ہیں اور اپنے مرض کا چارہ ڈھونڈ ھتے ہیں جب کسی ایسی آیت پر ان کی نگاہ پڑتی ہے جس میں جنت کی ترغیب دلائی گئی ہو، تو اس کی طمع میں اس طرف جھک پڑتے ہیں اور اس کے اشتیاق میں ان کے دل بے تابانہ کھنچتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ (پر کیف) منظر ان کی نظروں کے سامنے ہے اور جب کسی ایسی آیت پر ان کی نظر پڑتی ہے کہ جس

)ا(نہج البلاغہ خطبہ ۱۹۳۔

میں (جہنم) سے ڈرایا گیا ہو تو اس کی جانب دل کے کانوں کو جھکا دیتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ جہنم کے شعلوں کی آواز اور وہاں کی چیخ و پکار ان کے کانوں کے اندر پہنچ رہی ہے، وُہ (رکوع) میں اپنی کمریں جھکائے اور (سجدہ میں اپنی پیشانیاں ہتھیلیاں گھٹنے اور پیروں کے کنا رے (انگوٹھے) زمین پر بچھائے ہوئے ہیں اور اللہ سے گلوئے خلاصی کے لئے التجائیں کرتے ہیں۔ دن ہوتا ہے تو وہ دانشمند عالم، نیکو کار اور پرہیز کار نظر آتے ہیں''

نہج البلاغہ میں ہی حضرت امیر المومنین علیہ السلام نوف بکالی سے رات کی تعریف یوں بیان فرماتے ہیں: یَانُوْفُ اِنَّ دَاوُدَ (ع) قَامَ فِیْ مِثْلِ هٰذِهِ السَّاعَةِ مِنَ اللَّیْلِ، فَقَالَ: اِنَّهَا سَاعَةٌ لَایَدْعُوْ فِیْهَا عَبْدٌ اِلَّا اسْتُجِیْبَ لَهُ)ا(

''اے نوف بیشک داود علیہ السلام رات کے اس حصہ میں عبادت کے لئے کھڑے ہوتے تھے، پھر فرمایا: یہ وہ وقت ہے کہ جس میں دعا کرنے والے کی دعا ضرور مستجاب ہوتی ہے''

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے؟

)اذا کان آخر اللیل یقول اللہ عزّوجلّ: ھل من داع فأُجیبہ؟ وھل من سائل فأُعطیہ سؤلہ؟ وھل من مستغفر فاغفر لہ؟ ھل من تائب فاتوب علیہ(

''جب رات کا آخری حصہ آتا ہے تو اللہ عزوجل کہتا ہے: ہے کوئی دعا کرنے والا جس کی دعا قبول کی جائے؟ ہے کوئی سوال کرنے والا جس کو اس کے سوال کا جواب دیا جائے؟ ہے کوئی استغفار کرنے والا کہ اس کی بخشش کروں؟ ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ اس کی توبہ قبول کروں؟۔

)ا(نہج البلاغہ دوسری قسم صفحہ ۱۶۵۔

۲۱۔ دعا کے بعد ہاتھوں کو چہرے اور سر پر پھیرنا

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

)ماابرز عبد یدہ الی اللہ العزیز الجبار الا استحیا اللہ عزّوجلّ ان یردّھا صفراً، حتیٰ یجعل فیھا من فضل رحمتہ مایشاء، فاذا دعا احدکم فلا یردّ یدہ حتیٰ

یمسح علیٰ وجھہ ور أسہ)(ا (

''کوئی بندہ اپنے ہاتھ خدائے عزیز وجبار کے سامنے نہیں پھیلاتا مگر یہ کہ خداوند عالم اس کو خالی ہاتھ واپس کرنے پر حیا محسوس کرتا ہے اور اپنے فضل ورحمت سے جو کچھ چاہتا ہے اس کے ہاتھ پر رکھ دیتا ہے لہٰذا تم میں سے کوئی دعا کرے اور اپنے ہاتھ ہٹائے تو وہ اپنے ہاتھوں کو چہرے پر مل لے''

)ا(اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۳۴۲؛ من لا یحضرہ الفقیہ جلد ا صفحہ ۱۰۷؛ بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۰۷۔

موانع اور رکاوٹیں

کونسی چیزیں دعا کے اللہ تک پہنچنے میں مانع ہوتی ہیں؟

اس بحث میں ہم اس سوال کا جواب پیش کریں گے انشاءاللہ ۔

بیشک دعا کے بارے میں جیسا کہ کہا گیا ہے کہ دعا وہ قرآن صاعد ہے جو اللہ کی طرف سے نازل ہونے والے قرآن کے بالمقابل ہے۔ نازل ہونے والے قرآن میں عبودیت، بندہ کو صرف خود کو خدا کی بارگاہ میں پیش کرنے اور صرف اسی سے لو لگانے کی دعوت دی گئی ہے اور قرآن صاعد میں اس دعوت پر لبیک کہی گئی ہے۔

لیکن یہاں پر کچھ ایسے موانع ہیں جو دعاؤں کو اللہ کی بارگاہ میں پہنچنے سے روک دیتے ہیں اور اللہ کی بارگاہ میں ان دعاؤں کے پہنچنے سے روکنے والے اہم موانع گناہ اور معصیتں ہیں دعاء کمیل میں وارد ہوا ہے: (اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیَ الذُّنُوْبَ الَّتِیْ تَحْبِسُ الدُّعَاءَ(

''خدایا میرے ان تمام گناہوں کو بخش دے جو دعاؤں کو قبول ہونے سے روک دیتے ہیں''

اور اسی دعاء کمیل میں آیا ہے: (فَاَسْاَلُکَ بِعِزَّتِکَ اَنْ لَایَحْجُبَ عَنْکَ دُعَاءِیْ سُوْءُ عَمَلِیْ(

''میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری عزت کے واسطے سے کہ میری بد عملی میری دعا کو پہنچنے سے نہ روکے''

ہم عنقریب ان موانع (رکاوٹوں) کی تحلیل کریں گے انشاءاللہ:

گناہ بارگاہ خدا کی راہ میں ایک رکاوٹ

حیات انسان میں گناہوں کے دو اثر ہوتے ہیں:

۱۔ گناہ انسان اور خداوند عالم کے درمیان حائل ہو جاتے ہیں، انسان خدا سے منقطع ہو جاتا ہے اس کیلئے اپنے کو خدا کی بارگاہ میں پیش کرنے اور اس سے لو لگانے کا امکان ہی نہیں رہتا، اور نہ ہی اس کیلئے دعا کرنا ممکن ہوتا ہے بیشک دعا کا مطلب اپنے کو خداوند عالم کی بارگاہ میں پیش کرنا ہے۔

جب گناہ، گناہ کرنے والے کو خدا تک پہنچانے میں مانع ہو جاتے ہیں تو اس کی دعا میں بھی مانع ہو جاتے ہیں۔

۲۔ گناہ دعا کو اللہ تک پہنچنے سے روک دیتے ہیں، چونکہ جب دعا اللہ تک پہنچتی ہے تو خدا اس کو مستجاب کرتا ہے، یہ خدا کے شایان شان نہیں کہ جب کسی بندے کی دعا اس تک پہنچے تو وہ عاجز ہو جائے یا بخل سے کام لے، بیشک دعا کی عاجزی یہ ہے کہ وہ خدا تک نہیں پہنچتی ہے : کبھی کبھی گناہ انسان کو دعا کرنے سے مقید کر دیتے ہیں اور کبھی کبھی دعا کو اللہ تک پہنچنے میں مقید کر دیتے ہیں۔

ہم ذیل میں اس مطلب کی وضاحت کر رہے ہیں:

اخذ اور عطا میں دل کا دوہرا کردار

بیشک قلب ایک طرف تو خداوند عالم سے رابطہ کیلئے ضروری چیزیں اخذ کرتا ہے اور اس سے ملاقات کرتا ہے، اور دوسری طرف ان چیزوں کو عطا کرتا ہے جیسے حملہ آور قلب جو خون کو پھینکنے واپس لانے اور لوگوں کے درمیان سے اکٹھا کرنے کا کام دیتا ہے۔

جب دل میں انسان کو ملانے اور خداوند عالم سے مربوط کرنے کی صلاحیت ختم ہو جائے تو گویا اس نے اپنی ساری اہمیت کھودی اور اس کو کوئی فائدہ نہیں ہوا جیسے وہ دل جو پوری طرح حملہ آور ہے۔

دل اس لینے دینے میں ایک طرف تو خداوند عالم کی جانب سے ہدایت، نورانیت اور آگاہی حاصل کرتا ہے اور دوسری طرف انسان کو اس کی حرکات وگفتار اور موقف عمل میں یہ ہدایت اور نورانیت عطا کرتے ہیں

پہلی شق (اللہ سے ملاقات اور اخذ کرنا) کے سلسلہ میں خداوند عالم فرماتا ہے:

)وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَیْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً کَذٰلِکَ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَکَ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِیْلاً)(١(

''اور کافر یہ بھی کہتے ہیں کہ آخر ان پر یہ قرآن ایک دفعہ کل کا کل کیوں نہیں نازل ہو گیا۔ ہم اسی طرح تدریجاً نازل کرتے ہیں تاکہ تمہارے دل کو مطمئن کر سکیں اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر نازل کیا ہے''

تو قرآن رسول کے قلب مبارک پر ایک دم اور آہستہ آہستہ نازل ہوتا تھا اور دلوں کو تقویت بخشتا تھا نیز یہ دل اس سے نورانیت اور ہدایت حاصل کرتے تھے۔

خداوند عالم کا ارشاد ہے:

)اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتَاباً مُتَشَابِهاً مَثَانِیَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ)(٢(

''اللہ نے بہترین کلام اس کتاب کی شکل میں نازل کیا ہے جس کی آیتیں آپس میں ملتی

)١(سورۂ فرقان آیت ٣٢۔

)٢(سورۂ زمر آیت ٢٣۔

جلتی ہیں اور بار بار دُہرائی گئی ہیں کہ ان سے خوف خدا رکھنے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اس کے بعد ان کے جسم اور دل یاد خدا کیلئے نرم ہو جاتے ہیں''

قلوب، قرآن سے خشوع وخضوع اخذ کرتے ہیں، نرم ہو جاتے ہیں خدا کی ہدایت اور اس نور کے ساتھ رابطہ پیدا کرتے ہیں جس کو خداوند عالم نے بندوں کی طرف بھیجا ہے کیونکہ قرآن خداوند عالم کی طرف سے ہدایت اور ایسا نور ہے جس کو خداوند عالم نے بندوں کی جانب بھیجا ہے نیز یہ قرآن خداوند عالم کا برہان اور مخلوق پر حجت ہے۔

خداوند عالم کا ارشاد ہے:

)یَاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَ کُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّکُمْ وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکُمْ نُوْراً مُبِیْناً)(١(

''اے انسانو! تمہارے پاس تمہارے پرور دگار کی طرف سے برہان آچکا ہے اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور بھی نازل کر دیا ہے''

یہ نوراور ہدایت مومنین اور متقین لوگوں کے دلوں سے مخصوص ہے وہ اس نور کو اخذ کرتے ہیں اور اس سے متاثر ہوتے ہیں:

)هَذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِلْمُتَّقِينَ)(۲(

''یہ عام انسانوں کیلئے ایک بیان حقائق ہے اور صاحبان تقویٰ کیلئے ہدایت اور نصیحت ہے '

)هَذَا بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ)(۳(

''یہ قرآن تمہارے پروردگار کی طرف سے دلائل ہدایت اور صاحبان ایمان کیلئے رحمت کی حیثیت رکھتا ہے''

)۱(نساء آیت ۱۷۴(

)۲(سورۂ آل عمران آیت ۱۳۸۔

)۳(سورۂ اعراف آیت ۲۰۳۔

دل کیلئے یہ پہلا دور ہے جو اللہ سے ہدایت، نور، بصیرت اور برہان حاصل کرتے ہیں اور جو کچھ اللہ نے اپنے بندوں کیلئے نور اور ہدایت نازل کیا ہے ان سے مخصوص ہوتا ہے۔

دلوں کیلئے دوسرا مرحلہ توسعہ اور عطا

اس مرحلہ میں قلوب ایسے نور اور ہدایت کو پھیلاتے ہیں جو ان کو خداوند عالم کی جانب سے ملا ہوتا ہے اور یہ قلوب انسان کی حرکت، گفتار ،موقف، روابط اور اقدامات کو نور عطا کرتے ہیں اس وقت انسان نور الٰہی اور ہدایت الٰہی کے ذریعہ آگے بڑھتا ہے نور خدا اور ہدایت خدا سے تکلم کرتا ہے نور خدا اور ہدایت کے ذریعہ اپنا موقف معین کرکے لوگوں کے درمیان چلتا ہے۔

)أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ) (۱(

''کیا جو شخص مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کیا اور اس کیلئے ایک نور قرار دیا جس کے سہارے وہ لوگوں کے درمیان چلتا ہے''

)يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَحْمَتِهِ وَيَجْعَلْ لَكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ)(۲(

''ایمان والو اللہ سے ڈرو اور رسول پر واقعی ایمان لے آؤ تاکہ خدا تمھیں اپنی رحمت کے دہرے حصے عطا کردے اور تمہارے لئے ایسا نور قرار دیدے جس کی روشنی میں چل سکو اور تمھیں بخش دے اور اللہ بہت زیادہ بخشنے والا اور مہربان ہے''

یہ نور جس کے ذریعہ مومنین کا ایک دوسرے سے رابط برقرار رہتا ہے، اس کے ذریعہ سے وہ لوگوں کی صفوں میں گھوما کرتے ہیں، ان کی سیاست، یا تجارت یا حیات انسانی کے دوسرے تمام

)۱(سورۂ انعام آیت ۱۲۲۔

)۲(سورۂ حدید آیت ۲۸۔

کاموں میں لگے رہتے ہیں یہ خداوند عالم کا وہ نور ہے جس کو اللہ نے اپنے بندوں کیلئے بھیجا ہے :

)وَمَنْ لَم یَجْعَلِ اللّٰہُ لَہُ نُوراً فَمَا لَہُ مِنْ نُورٍ)(۱(

''اور جس کیلئے خدا نور قرار نہ دے اس کے لئے کوئی نور نہیں ہے''

یہ وہ نور ہے جو اللہ کی طرف سے قلب میں ودیعت کیا جاتا ہے پھر اس کے ذریعہ دل، انسان کی بینائی، سماعت اور اس کے اعضا و جوارح کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

اس اخذ اور عطا میں دل کا کردار درمیانی ہوتا ہے نور اللہ کی طرف سے آتا ہے اور اس کے ذریعہ انسان اپنا راستہ، اپنی تحریک، کلام اور موقف اختیار کرتا ہے۔

یہ دل کے صحیح و سالم ہونے کی علامت ہے اور وہ قرآن کو صحیح طریقہ سے اخذ کرتا ہے، اور اسکو عطا کرتا ہے جس طرح سرسبز زمین نور، ہوا اور پانی کو اخذ کرتی ہے اور طیب و طاہر پھل دیتی ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام قرآن کی صفت کے سلسلہ میں فرماتے ہیں :

)کتاب اللہ تبصرون بہ وتنطقون بہ وتسمعون بہ (

''یہ اللہ کی کتاب ہے جس کے ذریعہ تمھیں سجھائی دیتا ہے اور تمہاری زبان میں گویائی آتی ہے اور (حق کی آواز) سنتے ہو''

جب دل صحیح و سالم نہ ہو تو اس میں اللہ سے لو لگانے کی خاصیت مفقود ہو جاتی ہے اور وہ اللہ کی طرف سے نازل ہونے والے قرآن کا استقبال کرنے پر متمکن نہیں ہوتا۔

جب دل میں اللہ کی طرف سے نازل ہونے والے قرآن کا استقبال کرنے کی قدرت نہ ہو گی تو وہ نماز اور دعا کے ذریعہ قرآن صاعد کو اللہ تک پہنچانے پر قادر نہیں ہو سکے گا۔

)۱(سورۂ نور آیت ۴۰۔

اس حالت کو انغلاق قلب (دل کا بند ہو جانا) کہا جاتا ہے خداوند عالم فرماتا ہے :

)صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَہُمْ لاَیَرْجِعُوْنَ)(۱(

''یہ سب بہرے، گونگے، اور اندھے ہو گئے ہیں اور اب پلٹ کر آنے والے نہیں ہیں''

بہرا اور اندھا نور کا استقبال کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا ہے اسی طرح جو بولنے کی طاقت نہ رکھتا ہو اس کو فطری طور پر گونگا کہا جاتا ہے۔

پروردگار عالم بنی اسرائیل سے فرماتا ہے :

)ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُکُمْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ فَھِیَ کَالْحِجَارَةِ اَوْاَشَدُّ قَسْوَةً)(۲ (

''پھر تمہارے دل سخت ہو گئے جیسے پتھر یا اس سے بھی کچھ زیادہ سخت''

بیشک پتھر، نور، ہوا اور پانی کا استقبال کرنے پر متمکن نہیں ہوتا ہے اور نور، ہوا اور پانی میں سے جو کچھ بھی اس پر گرتا ہے اس کو واپس کر دیتا ہے اور یہ فطری بات ہے کہ وہ ثمر دینے کی استطاعت نہیں رکھتا ہے، بلکہ ثمر تو وہ زمین دیتی ہے جس میں نور، ہوا اور پانی جذب کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے

اسی طرح جب دل صحیح وسالم نہیں ہوتا تو وہ نور کا استقبال نہیں کرتا اور نہ ہی نور سے استفادہ کر پاتا ہے اسی کو مکمل انغلاق کی حالت کہا جاتا ہے اور وہ حالت (دل کا مر جانا) جس میں دل ہر طرح کی حیاتی چیز سے بے بہرہ ہو جاتا ہے یعنی زندہ دل کی طرح اس میں کسی چیز کو لینے یا دینے کی طاقت باقی نہیں رہ جاتی اور جس دل میں یہ خاصیت نہ پائی جاتی ہو وہ زندگی کا ہی خاتمہ کر دیتا ہے۔

خداوند عالم دل کے مردہ ہو جانے کے متعلق فرماتا ہے:

)۱(سورۂ بقرہ ۱۸۔

)۲(سورۂ بقرہ ۷۴۔

)اِنَّ اللّٰہَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَاءُ وَمَااَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ)(۱(

''اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی بات سنا دیتا ہے اور آپ انھیں نہیں سنا سکتے جو قبروں کے اندر رہنے والے ہیں''

اور یہ فرمان خدا:(اِنَّکَ لاَتُسْمِعُ الْمَوْتٰی وَلاَ تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ) (۲(

''آپ مردوں کو اور بہروں کو اپنی آواز نہیں سنا سکتے ہیں اگر وہ منھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوں''

خداوند عالم یہ فرماتا ہے:

)وَسَوَاءٌ عَلَیْھِمْ ءَ اَنْذَرْتَھُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ لاَیُؤْمِنُوْنَ) (۳(

''اوران کیلئے سب برابر ہے آپ انھیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں''

آواز اور انداز میں کوئی عجز و کمی نہیں ہے بلکہ یہ میت کی کمی اور عاجزی ہے کہ وہ کسی چیز کو سننے کی قابلیت نہیں رکھتی ہے۔

دل کی اسی حالت کو اس (دل) کا مر جانا، بند ہو جانا اور اللہ سے منقطع ہو جانا کہا جاتا ہے۔

اس قطع تعلق اور دل کے بند ہو جانے کی کیا وجہ ہے ؟

دلوں کے منجمد ہونے کے اسباب

اسلامی روایات میں دلوں کے مغلق ہونے اور ان کے اللہ سے منقطع ہو جانے کے دو اہم اسباب پر زور دیا گیا ہے :

)۱(سورۂ فاطر آیت۲۲۔

)۲(سورۂ نمل آیت۸۰۔

)۳(سورۂ یس آیت۱۰۔

۱۔اللہ کی آیات سے اعراض رو گردانی اوران کی تکذیب۔

۲۔گناہوں اور معصتیوں کاارتکاب۔

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

)وَالَّذِیْنَ کَذَّبُوا بِآیَاتِنَا صُمٌّ وَبُکْمٌ فِی الظُّلُمَاتِ)(۱(

''اور جن لوگوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی وہ بہرے گونگے تاریکیوں میں پڑے ہوئے ہیں''

اس آیۂ کریمہ میں اللہ کی آیات کی تکذیب،لوگوں کی زندگی میں تاریکیوں کے بس جانے اوران کے گونگے ہو جانے کا سبب ہے۔

خداوند عالم فرماتا ہے:

)وَاِذَا تُتْلیٰ عَلَیْہِ آیَاتُنَا وَلّٰی مُسْتَکْبِراً کَاَنْ لَمْ یَسْمَعْهَا کَاَنَّ فِیْ اُذُنَیْہِ وَقْراً)(۲(

''اور جب اس کے سامنے آیاتِ الٰہیہ کی تلاوت کی جاتی ہے تواکڑ کر منھ پھیرلیتا ہے جیسے اس نے کچھ سنا ہی نہیں ہے اور جیسے اس کے کان میں بہرا پن ہے''

ہم اس آیۂ کریمہ میں اللہ کی آیات سے رو گردانی ان سے استکبار کے درمیان ایک متبادل تعلق کامشاہدہ کرتے ہیں۔

اسی پہلے سبب کواعراض ورو گردانی کہا جاتا ہے۔

اور دوسرے سبب (گناہ) کے سلسلہ میں خداوند عالم فرماتا ہے:

)۱(سورۂ انعام آیت۳۹۔

)۲(سورۂ لقمان آیت۷۔

)کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ)(۱(

''نہیں نہیں بلکہ ان کے دلوں پران کے اعمال کا زنگ لگ گیا ہے''

آیۂ کریمہ میں صاف طور پر یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ جن گناہوں کوانسان کسب کرتا ہے وہ دل کو زنگ آلود کر دیتے ہیں جن کی وجہ سے دل پر پردہ پڑ جاتا ہے اور وہ اللہ سے منقطع ہو جاتا ہے۔

گناہوں سے دلوں کا اُلٹ جانا

انسان جب بار بار گناہ کرتا ہے یہاں تک کہ اس کا دل خدا سے منقطع ہو جاتا ہے اور جب دل خدا سے منقطع ہو جاتا ہے تو وہ برعکس (پلٹ جانا)ہو جاتا ہے گویا اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر ہو جاتا ہے اور اس کے تمام خصوصیات ختم ہو جاتے ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

)کان أبي یقول: ما من شأأفسد للقلب من خطیئتہ،انّ القلب لیواقع الخطیءۃ، فلا تزال بہ حتّیٰ تغلب علیہ، فیصیر اعلاہ اسفلہ)(۲(

''میرے والد بزرگوار کا فرمایا کرتے تھے: انسان کی خطا و غلطی کے علاوہ کوئی چیز انسان کے دل کو خراب نہیں کر سکتی، بیشک اگر دل خطا کر جائے تو وہ اس پر ہمیشہ کیلئے غالب آجاتی ہے یہاں تک کہ دل کا اوپر والا حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر آجاتا ہے ''

اور یہ بھی امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے:

)اذا اذنب الرجل خرج في قلبہ نکتۃ سوداء، فان تاب انمحت، وان زاد زادت، حتّیٰ تغلب علیٰ قلبہ، فلا یفلح بعدھا أبداً)(۳(

)۱(سورۂ مطففین آیت۱۴۔

)۲(بحار الانوار جلد ۳۷ صفحہ ۴۱۲۔

)۳(بحار الانوار جلد ۳۷ صفحہ ۳۲۷۔

''جب انسان گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے اگر وہ توبہ کر لیتا ہے تو وہ مٹ جاتا ہے، اور اگر زیادہ گناہ کرتا ہے تو وہ نقطہ بھی بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ پورے دل پر غالب آجاتا ہے اور پھر کبھی وہ اس (دل) پر کامیابی نہیں پا سکتا ہے''

گناہوں کے ذریعہ انسان کے دل سے حلاوت ذکر کا خاتمہ

اللہ کے ذکر کیلئے مومنوں کے دلوں میں حلاوت پائی جاتی ہے، اس حلاوت و شیرینی سے بلند تر کوئی حلاوت نہیں ہے، لیکن جب انسان خداوند عالم سے رو گردانی کر لیتا ہے تو وہ حلاوت بھی ختم ہو جاتی ہے اور اس کا حلاوت ذکر کا ذائقہ چکھنے والوں میں شمار نہیں کیا جاتا ہے جیسے بیمار انسان جو اپنی تندرستی کھو بیٹھتا ہے تو اس کی قوت ذائقہ بھی مفقود ہو جاتی ہے نہ یہ کہ کھانے والی چیزوں کا ذائقہ ختم ہو جاتا ہے، بلکہ مریض کی قوت ذائقہ مفقود ہو جاتی ہے اسی طرح جب دل خدا سے پھر جاتے ہیں تو ان سے اللہ کے ذکر کی حلاوت ختم ہو جاتی ہے اور ان کی نظر میں اللہ کے ذکر کی کوئی حلاوت و جاذبیت نہیں رہ جاتی ہے جیسے وہ بیمار جو اپنی سلامتی و صحت و تندرستی سے محروم ہو جاتا ہے جس کے نتیجہ میں وہ لذیذ چیزوں کی لذت کھو بیٹھتا ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ لذیذ چیزوں میں لذت نہیں رہی ہے بلکہ انسان کو ان کی اشتہا و خواہش نہیں رہی ہے اسی طرح جب قلوب اپنا اعتدال کھو بیٹھتے ہیں تو ان کے درمیان سے خداوند عالم کی یاد کی شیرینی کا ذائقہ ختم ہو جاتا ہے اور خداوند عالم کی یاد اور تذکرہ کیلئے ان میں کوئی حلاوت وجذابیت باقی نہیں رہ جاتی ہے۔

حدیث میں آیا ہے:

)اِنَّ اللّٰہَ اَوحیٰ اِلیٰ دَاودَ اَن اَدنیٰ مَا اَنَا صَانِعٌ بِعبدٍ غَیرُ عَامِلٍ بِعِلْمِہِ مِنْ سَبْعِیْنَ عَقُوبَۃً بَاطِنِیَّۃً اَنْ اَنْزِعَ مِنْ قَلْبِہِ حَلاوَۃَ ذِکْرِيْ)(۱(

)۱(دار السلام مؤلف شیخ نوری جلد ۳صفحہ ۲۰۰۔

''خداوندعالم نے جناب داؤد کو وحی کی کہ اپنے علم پر عمل نہ کرنے والے بندہ کو ستر باطنی سزاؤں میں سے سب سے کم سزا یہ دیتاہوں کہ میں اس کے دل سے اپنے ذکر کی حلاوت ختم کر دیتاہوں''

ایک شخص نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

)یاامیر المؤمنین ،إني قد حرمت الصلاۃ باللیل۔

فقال علیہ السلام :انت رجل قد قیدتک ذنوبک)(۱(

''اے امیر المومنین ایسا لگتاہے کہ جیسے نماز شب مجھ پر حرام ہو گئی ہے''

آپ نے فرمایا: تو ایسا شخص ہے کہ تیرے گناہوں نے تجھ کو اپنی گرفت میں لے لیاہے''

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

)انّ الرجل یذنب الذنب، فیحرم صلاۃ اللیل،وانّ العمل السیّئ اسرع في صاحبہ من السکین في اللحم)(۲(

''جب انسان گناہوں پر گناہ کئے چلا جاتاہے تو اس پر نماز شب حرام ہو جاتی ہے اور برا عمل انسان کے اندر گوشت میں چھری سے کہیں زیادہ تیز اثر کرتاہے''

دعاؤں کو روک دینے والے گناہ

براہ راست گناہوں کے انجام دینے سے انسان کا دل اللہ سے منقطع ہو جاتاہے اور جب انسان کا دل اللہ سے منقطع ہو جاتاہے تو نہ اس میں کسی چیز کو اخذ کرنے کی صلاحیت باقی رہ جاتی ہے اور نہ ہی اس کو کوئی چیز عطا کی جاتی ہے۔

)۱(علل الشرائع جلد ۲صفحہ،۵۱۔

)۲(اصول کافی ۲صفحہ،۲۷۲۔

جب انسان اللہ کی طرف سے نازل ہونے والے قرآن کا استقبال کرتاہے تو (دعا) انسان کو اللہ تک پہنچاتی ہے،اور جب انسان اللہ کے نازل کئے جانے والے قرآن سے منقطع ہو جاتاہے تو وہ ضروری طور پر قرآن صاعد سے بھی منقطع ہو جاتاہے۔اس کی دعا محبوس (قید)ہو جاتی ہے اور وہ اس پر کامیاب نہیں ہو پاتا یہاں تک کہ اگر وہ خدا کی بارگاہ میں بہت زیادہ گڑ گڑائے یا پافشاری کرے،اصرار کرے تب

بھی خدا اس کی دعا کو اوپر پہنچنے سے روک دیتا ہے اور اس کی دعا مستجاب نہیں ہوتی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے:

)المعصیۃ تمنع الاجابۃ(

''گناہ دعا کے مستجاب ہونے میں مانع ہوتے ہیں''

ایک شخص نے حضرت علی علیہ السلام سے خداوند عالم کے اس قول (ادعونی استجب لکم) کے سلسلہ میں سوال کیا:

)مالناندعو فلایُستجاب لنا؟ قال: فاي دعاءٍ یُستجاب لکم، وقد سددتم ابوابہ وطرقہ، فاتقوا اللہ واصلحوا اعمالکم، واخلصوا اسرائرکم، وأمروا بالمعروف، وانھوا عن المنکر، فیستجیب اللہ لکم)(۱(

''کیا وجہ ہے کہ ہم خداوند عالم سے دعا کرتے ہیں لیکن ہماری دعا مستجاب نہیں ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا تمہاری دعا کیسے مستجاب ہو جب تم نے اس کے دروازوں اور راستوں کو بند کر دیا ہے پس تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، نیک اعمال انجام دو، اپنے اسرار کو پاکیزہ کرو، امر با لمعروف کرو، نہی عن النکر انجام دو تو خدا تمہاری دعا قبول کرے گا''

)۱(بحار الانور جلد ۹۳، صفحہ ۳۷۶۔

حضرت علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے:

)والذنوب التی تردّ الدعاء، وتُظلم الھواء عقوق الوالدین)(۱(

''جو گناہ دعاؤں کو رد کر دیتے ہیں اور فضا کو تاریک کر دیتے ہیں ان سے مراد والدین سے سرکشی کرنا ہے ''

دوسری روایت میں آیا ہے:

)والذنوب التی تردّ الدعاء: سوء النیۃ وخبث السریرۃ، والنفاق، وترک التصدیق بالاجابۃ، وتاخیر الصلوات المفروضات حتّیٰ تذھب اوقاتھا، وترک التقرب الی اللہ عزّ وجلّ بالبرّ والصدقۃ، واستعمال البذاء والفحش فی القول)(۲(

''دعاؤں کو مستجاب ہونے سے روک دینے والے گناہ یہ ہیں: بُری نیت، خُبث باطنی، نفاق واجب صدقہ نہ دینا، واجب نمازوں کے ادا کرنے میں اتنی تاخیر کرنا کہ نماز کا وقت ہی ختم ہو جائے، نیکی اور صدقہ دینے کے ذریعہ اللہ سے قربت حاصل کرنے کو چھوڑ دینا اور گفتگو میں گالیاں دینا''

حضرت مام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے:

)انّ العبد یسال اللہ الحاجۃ، فیکون من شانہ قضاؤھا الی اجل قریب، فی ذنب العبد ذنباً، فیقول اللہ تبارک وتعالیٰ للملک: لاتقض حاجتہ، واحرمہ ایاھا، فإنہ تعرض لسخطي واستوجب الحرمان مني)(۳(

''جب بندہ خداوند عالم سے اپنی حاجت طلب کرتا ہے تو خدا کی شان دعا کو پورا کر دینا ہے مگر

)۱(معانی الاخبار صفحہ۲۷۰۔

)۲(معانی الاخبار صفحہ۲۷۱۔

)۳(اصول کافی جلد۳صفحہ۳۷۳۔

بندہ گناہ کرلیتاہے جسکی وجہ سے دعاقبول نہیں ہوتی، خداوندعالم فرشتہ سے کہتاہے:اس کی حاجت روانہ کرنا،اس کواس کی حاجت سے محروم رکھنا،وہ مجھکوناخشنود کرتاہے جسکی وجہ سے وہ مجھ سے محروم ہواہے''

قبولیت اعمال کے موانع

اسلامی روایات میں(اعمال کے بلند ہونے میں رکاوٹ ڈالنے والے موانع)اور(اللہ کی بارگاہ میں اعمال پہنچانے کے اسباب)کاتذکرہ موجود ہے:

ان دونوں چیزوں کاانسان کے عمل سے براہ رست تعلق ہے مگر یہ کہ (موانع)اعمال کے اللہ کی بارگاہ تک پہنچنے میں رکاوٹ ڈالتے ہیں ،اور(اسباب)اعمال کواللہ کی بارگاہ میں پہنچنے میں مددگار ہوتے ہیں:

ہم ذیل میں(موانع)کے متعلق اسلامی روایات میں وارد ہونے والے ایک نمونہ کاتذکرہ کریں گے اوراسباب کے سلسلہ میں بھی ایک ہی نمونہ کاتذکرہ کریں گے اوراس مسئلہ کی اسلامی ثقافت وتربیت میں زیادہ اہمیت ہونے کی غرض سے اسکی تفصیل وتشریح ایک مناسب موقع کیلئے چھوڑدیتے ہیں۔

صعوداعمال کے موانع(اسباب(

شیخ ابوجعفرمحمد بن احمد بن علی قمی ساکن ری نے اپنی کتاب ''المنبیٔ عن زھد النبی'' عبدالواحد سے اورانھوں نے معاذ بن جبل سے نقل کیاہے:ان کا کہناہے کہ میں نے عرض کیا: میرے لئے ایک ایسی حدیث بیان فرمادیجئے جس کوآپ نے رسول اکرمؐ سے سناہواور حفظ کیاہوانھوں نے کہاٹھیک ہے پھر معاذ نے گریہ کرتے ہوئے فرمایا:میرے ماں باپ آپ پرقربان ہوں تواس وقت مجھ سے یہ حدیث نقل فرمائی جب میں ان کے پاس کھڑاہواتھا:

''بینانسیراذرفع بصرہ الی السماءفقال:الحمدللہ الذي یقضي في خلقہ مااٴحبّ،ثم قال:یامعاذ، قلت:لبیک یارسول اللّٰہ وسیدالموٴمنین قال: یا معاذ، قلت،لبیک یارسول اللہ امام الخیرونبی الرحمۃ فقال:احدثک شیئاًماحدّث بہ نبی امتہ ان حفظتہ نفعک عیشک،وان سمعتہ ولم تحفظہ انقطعت حجتک عنداللّٰہ،ثم قال:انّ اللّٰہ خلق سبع اٴملاک قبل ان یخلق السماوات فجعل فی کل سماءملکاًقد جللھا بعظمتہ،وجعل علیٰ کل باب من ابواب السماوات ملکاًبواباً،فتکتب الحفظۃ عمل العبد من حین یصبح الی حین یمسي،ثم ترتفع الحفظۃ بعملہ ولہ نور کنورالشمس حتّی اذابلغ سماءالدنیا

فتزکیه وتکثره فیقول الملک: قفوا واضربوا بهذا العمل وجه صاحبه، انا ملک الغیبة، فمن اغتاب لاادع عمله یجاوزني الی غیري، امرني بذالک ربي۔

قالؑ: ثم تجيء الحفظة من الغد ومعهم عمل صالح، فتمرّ به فتزکیه وتکثره حتّی تبلغ السماء الثانیة، فیقول الملک الذي في السماء الثانیة: قفوا واضربوا بهذا العمل وجه صاحبه انّما اراد بهذا عرض الدنیا، انا صاحب الدنیا، لاادع عمله یتجاوزني الی غیري۔

قال: ثم تصعد الحفظة بعمل العبد مبتهجا بصدقة وصلاة فتعجب به الحفظة، وتجاوز به الی السماء الثالثة، فیقول الملک: قفوا واضربوا بهذا العمل وجه صاحبه وظهره، أنا ملک صاحب الکبر، فیقول: انه عمل وتکبّر علی الناس في مجالسهم؛ امرني ربي أن لا أدع عمله یتجاوزني الی غیري۔

قال: وتصعد الحفظة بعمل العبد یزهر کالکوکب الدري في السماء، له دوي بالتسبیح والصوم والحج، فتمرّ به الی السماء الرابعة فیقول له الملک: قفوا واضربوا بهذا العمل وجه صاحبه وبطنه، انا ملک العُجب، انه کان یعجب بنفسه انه عمل وادخل نفسه العُجب، امرني ربّي ان لاادع عمله یتجاوزني الی غیري۔

قال وتصعد الحفظة بعمل العبد کالعروس المزفوفة الی اهلها، فتمرّ به الی ملک السماء الخامسة بالجهاد والصلاة (والصدقة) ما بین الصلاتین، ولذلک العمل رنین کرنین الابل وعلیه ضوء کضوء الشمس، فیقول الملک: قفوا انا ملک الحسد، واضربوا بهذا العمل وجه صاحبه، واحملوه علیٰ عاتقه، انه کان یحسد مَن یتعلم او یعمل لله بطاعته، واذا رایٰ لاحد فضلا في العمل والعبادة حسده ووقع فیه، فیحمله علیٰ عاتقه ویلعنه عمله۔

قال: وتصعد الحفظة بعمل العبد من صلاة وزکاة وحج وعمرة، فیتجاوزون به الی السماء السادسة، فیقول الملک: قفوا انا صاحب الرحمة واضربوا بهذا العمل وجه صاحبه، واطمسوا عینیه لانّ صاحبه لم یرحم شیئا اذا اصاب عبداً من عباد الله ذنب للاخرة او ضرّ في الدنیا شمت به، امرني به ربي ان لاادع عمله یجاوزني۔

قال وتصعد الحفظة بعمل العبد بفقه واجتهاد وورع وله صوت کالرعد، وضوء کضوء البرق، ومعه ثلاثة آلاف ملک، فتمرّ به الی ملک السماء السابعة، فیقول الملک: قفوا واضربوا بهذا العمل وجه صاحبه انا ملک الحجاب احجب کل عمل لیس لله، انّه اراد رفعة عند القوّاد، وذکراً في المجالس وصیتاً في المدائن، امرني ربي ان لاادع عمله یتجاوزني الی غیري مالم یکن الله خالصاً۔

قال: وتصعد الحفظة بعمل العبد مبتهجاً به من صلاة وزکاة وصیام وحج وعمرة وحسن الخلق وصمت وذکر کثیر، تشیعه ملائکة السماوات والملائکة السبعة بجماعتهم، فیطئاون الحجب کلّها حتیٰ یقوموا بین یدیه سبحانه، فیشهدوا له بعمل ودعاء فیقول: انتم حفظة عمل عبدي، وانا رقیب علیٰ ما في نفسه انه لم یردني بهذا العمل۔ وعلیه لعنتي فیقول الملائکة: علیه لعنتک ولعنتنا قال: ثم بکیٰ معاذ قال: قلت: یارسول الله، ما اعمل واخلص فیه؟ قال: اقتد بنبیک یا معاذ في الیقین قال: قلت انت رسول الله وانا معاذ قال: وان کان في عملک تقصیر یا معاذ فاقطع لسانک عن اخوانک وعن حملة القرآن، ولتکن ذنوبک علیک لا تحملها علیٰ اخوانک، ولا تزک نفسک بتذمیم اخوانک، ولا ترفع نفسک بوضع اخوانک، ولا تراء بعملک، ولا تدخل من الدنیا في الآخرة، ولا تفحش في مجلسک لکي یحذروک لسوء خلقک ولا تناج مع رجل وانت مع آخر، ولا تعظم علی الناس فتنقطع عنک خیرات الدنیا، ولا تمزق الناس فتمزقک کلاب اهل النار، قال الله تعالیٰ: (وَالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا)(۱) افتدري ما الناشطات؟ انها کلاب اهل النار تنشط

اللھم واعظم قلت: ومن یطیق ھذہ الخصال؟ قال: یامعاذ،انہ یسیر علیٰ من یسّرہ اللہ تعالیٰ علیہ قال: ومارایت معاذاًیکثر تلاوۃالقرآن کما یکثر تلاوۃ ھذاالحدیث۔(۲ (

''انھوں نے فرمایا: ہم راستہ چلے جارہے تھے توانھوں نے اپنی آنکھ آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے فرمایا: تمام تعریفیں اس خدائے وحدہ لا شریک کیلئے ہیں وہ اپنی مخلوق میں جو چاہتا ہے وہ فیصلہ کرتا ہے۔ پھر انھوں نے کہا: اے معاذ۔

)۱(سورۂ نازعات آیت۲۔

)۲(ہم نے یہ طویل حدیث کتاب عدۃ الداعی کے صفحہ ۲۲۸۔۲۳۰ سے نقل کی ہے،اوراس کتاب میں اس حدیث کے حاشیہ میں تحریر ہے کہ: سلیمان بن خالد سے مروی ہے کہ میں نے اباعبداللہ علیہ السلام سے خداوند عالم کے اس قول: (وَقَدِمْنَااِلٰی مَاعَمِلُوْامِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاہُ هَبَاءً مَنْثُوراً)سورۂ فرقان آیت۲۳''پھر ہم انکے اعمال کی طرف توجہ کریں گے اور سب کواڑتے ہوئے خاک کے ذروں کے مانند بنادیں گے''کے سلسلہ میں سوال کیاتوآپ نے فرمایا: خدا کی قسم اگرانکے اعمال قباطی سے بھی زیادہ سفید(بہت زیادہ نورانی)رہے ہوں گے لیکن جب ان کے سامنے کسی حرام چیز کو پیش کیاجاتاتھاتواسکوترک نہیں کرتے تھے''مرآۃ العقول میں آیاہے: مذکورہ مطلب میں اس بات کی دلالت ہے کہ کھلم کھلا گناہ کرنے سے نیکیاں ختم ہوجاتی ہیں اوراحباط کا مطلب یہ ہے کہ اچھائیوں پر ثواب نہ ملنااسکے بالمقابل تکفیر ہے یعنی کسی برائی پرعذاب نہ ملنا۔

میں نے کہا: لبیک یارسول اللہ ﷺاور مومنین کے سردار۔فرمایا: اے معاذ میں نے عرض کیا: لبیک یارسول اللہ خیر کے امام اور نبی رحمت،انھوں نے کہامیں تم سے ایک حدیث نقل کررہاہوں جیسی کسی نبی نے اپنی امت سے نقل نے کی ہوا گرتم اس کوحفظ کروگے تو زندگی میں مستفید ہوگے اگرسن کرحفظ نہیں کروگے توتم پرخداوند عالم کی حجت تمام ہوجائے گی۔پھر انھوں نے کہاکہ خداوند عالم نے آسمانوں کی خلقت سے پہلے سات فرشتے خلق کئے توہراس آسمان میں ایک فرشتہ معین کیاجس کواپنی عظمت کے ذریعہ مکرم فرمایاآسمانوں کے ہر دروازے پرایک نگہبان فرشتہ معین فرمایاتووہ انسان کے اعمال نامہ میں اس بندہ کاصبح سے شام تک کا عمل لکھتے ہیں پھر یہ لکھنے والے فرشتے اس کے اعمال نامہ کولیکراوپرجاتے ہیں اس کی روشنی دھوپ کے مانند ہوتی ہے یہاں تک کہ جب وہ آسمان دنیاپر پہنچتا ہے توفرشتے اس کے عمل کوپاک وصاف وشفاف اورزیادہ کردیتے ہیں توفرشتہ کہتا ہے: ٹھہرواوراس عمل کوصاحب عمل کے منھ پرماردومیں غیبت کا فرشتہ ہوں جوغیبت کرتا ہے میں اس کے عمل کواپنے علاوہ کسی دوسرے تک نہیں پہنچنے دوں گامیرے پروردگار نے مجھے یہ حکم دیاہے۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اگلے دن یہ نامۂ اعمال،عمل صالح کے ساتھ تزکیہ اورزیادہ ہونے کی صورت میں دوسرے آسمان تک پہنچتاہے،تودوسرے آسمان والانگہبان فرشتہ کہتاہے: ٹھہرو

اوراس عمل کوصاحب عمل کے منھ پرماردوچونکہ اس نے اس عمل کے ذریعہ اپنے کودنیاکے سامنے پیش کرنے کی کوشش کی ہے اورمیں

صاحب دنیاہوں لہٰذامیں اس عمل کواپنے علاوہ کسی دوسرے تک نہیں جانے دونگا۔

فرمایا: پھر وہ لکھنے والے اس نامۂ اعمال کو صدقہ اور نماز سے پُر، خوشی خوشی اوپر لیجاتے ہیں اور وہ تیسرے آسمان سے عبور کر جاتا ہے تو فرشتہ کہتاہے: ٹھہر واور اس عمل کو صاحب عمل کے منھ اور پیٹھ پر مار دو میں صاحب کبر کا فرشتہ ہوں وہ کہے گا: اس نے اس عمل کے ذریعہ لوگوں کی مجلسوں میں بیٹھ کر تکبر کیا میرے پروردگار نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں اس عمل کو اپنے علاوہ کسی دوسرے تک نہ پہنچنے دوں۔

فرمایا: یہ نامۂ اعمال بندہ کے اس عمل کی وجہ سے جس میں تسبیح، روزہ اور حج ہوگا ان کے ذریعہ آسمان میں کوکب دری کی طرح روشن ہو کر چوتھے آسمان سے گذر جائیگا تو فرشتہ اس سے کہے گا: اس عمل کو صاحب عمل کے منھ اور پیٹ پر ماردو، میں عُجب کا فرشتہ ہوں وہ اپنے نفس میں اس عمل کے ذریعہ عجب کرتا تھا اور اس کے نفس میں عُجب داخل ہو گیا ہے؛ میرے پروردگار نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ یہ عمل میرے علاوہ کسی اور تک نہ پہنچنے پائے۔

فرمایا: یہ نامۂ اعمال بندہ کے عمل کے ذریعہ اپنے شوہر کے گھر کی طرف جانے والی دُلہن کے مانند جہاد، نماز اور دو نمازوں کے درمیان دئے جانے والے صدقہ سے پانچویں آسمان سے گذر جائیگا یہ اونٹ کی طرح آواز بلند کر رہا ہوگا اور آفتاب کی طرح روشن ہوگا، پس فرشتہ کہے گا: ٹھہرو میں حسد کا فرشتہ ہوں اور اس عمل کو صاحب عمل کے منھ پر مار دو اور اس کے کاندھوں پر رکھ دو؛ یہ طالب علم اور اللہ کی اطاعت کرنے والے سے حسد کرتا تھا اور جب بھی یہ عمل اور عبادت میں کسی اور کو اپنے سے برتر دیکھتا تھا تو اس سے حسد کرتا تھا لہٰذا اس عمل کو اسی کے کاندھوں پر رکھ دو اور اس کا عمل اس پر لعنت کریگا۔

فرمایا: وہ نامۂ اعمال نماز، زکات، حج اور عمرہ کے ذریعہ چھٹے آسمان سے گذر جائیگا تو فرشتہ کہے گا: ٹھہرو میں صاحب رحمت ہوں اس عمل کو صاحب عمل کے منھ پر مار دو اور اس کی آنکھوں کو بے نور کر دو چونکہ اس شخص نے ذرہ برابر رحم نہیں کیا جب اللہ کا کوئی بندہ اُخروی گناہ یا دنیوی مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اس کی شماتت کی جاتی ہے۔

فرمایا: یہ نامۂ اعمال بندہ کے فقہ، اجتہاد اور ورع وپرہیزگاری کے ذریعہ جو بجلی کی طرح کڑک رہا ہوگا، برق کی طرح اس کی روشنی ہوگی اور اس کے تین ہزار فرشتے ہوں گے یہ ساتویں آسمان سے گذر جائیگا تو فرشتہ کہے گا: ٹھہرو اس عمل کو صاحب عمل کے منھ پر مار دو میں حجاب کا فرشتہ ہوں اس نے جو عمل اللہ کیلئے نہیں تھا اس کو چھپایا؛ اس نے رہنماؤں کی نظر میں بلند مرتبہ، نشستوں میں اپنے تذکرہ اور شہروں میں اپنی شہرت کی تمنّا کی تھی، میرے پروردگار نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ جو عمل خالص اللہ کے لئے نہ ہو اس کو میں اپنے علاوہ کسی دوسرے تک نہ جانے دوں۔

فرمایا: یہ نامۂ اعمال بندہ کے عمل کے ذریعہ خوشی خوشی جس میں نماز، زکات، روزے، حج، عمرہ، حُسن خلق، صمت ووقار اور ذکر کثیر ہوگا آگے بڑھے گا جس کے ساتھ آسمان وزمین کے ملائکہ ہوں گے جو تمام پردوں کو روندھ دیتے ہیں یہاں تک کہ پروردگار عالم کے سامنے جا کھڑے ہوں گے اور وہ سب اس بندہ کے اس عمل اور دعا کی گواہی دیں گے پس پروردگار آواز دے گا: تم نے میرے بندہ کا یہ نامۂ اعمال

لکھاہے اور میں بذات خود اس کا دیکھنے والا ہوں۔اس عمل کو میرے پاس نہ لاؤ اس پر میری لعنت ہے۔تو ملائکہ کہیں گے :اس پر تیری اور ہم سب کی لعنت ہے۔

فرمایا: پھر معاذ گریہ کرنے لگے۔

معاذ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: میں کیسے خالص عمل انجام دوں ؟

فرمایا: اے معاذ تم یقین میں اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتدا کرو۔

معاذ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ رسول خدا ہیں اور میں معاذ ہوں۔

فرمایا: اگر تمہارے عمل میں کوئی کوتاہی ہے تو تم اپنے برادران کی غیبت کرنے سے پرہیز کرو قرآن کے حاملین کے سلسلہ میں اپنی زبان بندرکھو تمہارے گناہوں کا بوجھ تمہارے بھائیوں پر نہیں پڑناچاہئے،اپنے بھائیوں کی برائی کرکے خود کو بہتر مت سمجھو،اپنے بھائیوں کی تو ہین کرکے خود کو بلند مرتبہ مت سمجھو،ریاکاری نہ کرو،دنیاکے ذریعہ آخرت میں داخل نہ ہوا گر تم کسی سے سرگوشی کررہے ہو تو دوسرے شخص کے ساتھ اسی حال میں سرگوشی مت کرو،لوگوں پر بوجھ مت بنو کہ تم سے دنیا کی بھلائیاں روگردانی کرجائیں،لوگوں میں تفرقہ نہ پیدا کرو ورنہ جہنم کے کتّے تم کو پاش پاش کرڈالیں گے خداوند عالم کا فرمان ہے :(وَالنّاشِطاتِ نَشْطاً)''اور آسانی سے کھول دینے والے ہیں'' کیاتم جانتے ہو کہ ناشطات کیاہے؟یہ جہنم کے کتّے ہیں جو گوشت اور ہڈیوں کو کھاجاتے ہیں۔

معاذ نے عرض کیا:ان خصلتوں کی کس میں طاقت ہے؟

فرمایا:اے معاذ یہ اس شخص کیلئے بہت آسان ہیں جن کیلئے خداوند عالم ان کو آسان کردیاہے

فرمایا:میں نے معاذ کواتنی زیادہ قرآن کی تلاوت کرتے نہیں دیکھا جتنی وہ اس حدیث کی تلاوت کرتے تھے''

اعمال کواللہ تک پہنچانے والے اسباب

موانع کے بالمقابل کچھ ایسے اسباب ہیں کہ جب اعمال اللہ کی بارگاہ تک پہنچنے سے عاجز ہو جاتے ہیں تو وہ اسباب جوانسان کے اعمال کو اللہ کی بارگاہ تک پہنچاتے ہیں اور یہ اسباب، موانع کے بالمقابل ہیں:ان اسباب کا روایت نبوی میں تذکرہ موجود ہے جن کو ہم علامہ مجلسی کی نقل روایت کے مطابق جس کو انھوں نے امالی شیخ صدوق سے بحارالانوار میں نقل کیاہے بیان کرتے ہیں:

شیخ صدوق نے ((امالی)میں سعید بن مسیب سے انھوں نے عبدالرحمن بن سمرہ سے نقل کیاہے:(ہم ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر تھے کہ آپ نے فرمایا:

فقال:انّي رایت البارحة عجائب، قال:فقلنا:یارسول اللہ،ومارأیت؟حدّثنابہ فداک انفسناواھلوناواولادنا؟فقال:رأیت رجلاً من اُمتي وقد أتاہ ملک الموت لیقبض روحہ،فجاءہ برّہ بوالدیہ فمنعہ منہ۔

ورأیت رجلاً من اُمتي قد بسط علیہ عذاب القبر،فجاءہ وضوؤہ فمنعہ منہ۔

ورأیت رجلاً من اُمتي قد احتوشته الشیاطین، فجاءه ذکرُ اللّٰہ عزّوجلّ فنجّاه من بینھم۔

ورأیت رجلاً من اُمتي والنبیّون حلقاً حلقاً کلما اتی حلقة طردوه، فجاءه اغتساله من الجنابة فاخذ بیده فأجلسه الی جنبھم۔

ورأیت رجلاً من اُمتي بین یدیه ظلمة ومن خلفه ظلمة وعن یمینه ظلمة وعن شماله ظلمة ومن تحته ظلمة مستنقعاً في الظلمة، فجاءه حجه وعمرته فأخرجاه من الظلمة وادخلاه النور۔

ورأیت رجلاً من اُمتي یکلّم المؤمنین فلا یکلمونه، فجاءه صلته للرحم فقال: یامعشر المؤمنین، کلّموه فانّه کان واصلاً لرحمه، فکلمه المؤمنون وصافحوه وکان معھم۔

ورأیت رجلاً من اُمتي تتقي وجھه النیران وشررھا بیده ووجھه، فجاءته صدقته فکانت ظلاً علیٰ راسه وستراً علیٰ وجھه۔

ورأیت رجلاً من اُمتي قد اخذته الزبانیة من کل مکان فجاءه امره بالمعروف ونھیه عن المنکر فخلّصاه من بینھم وجعلاه مع ملائکة الرحمة۔

ورأیت رجلاً من اُمتي جاثیاً علیٰ رکبتیه بینه وبین رحمة اللّٰہ حجاب فجاءه حسن خلقه فأخذ بیده فأدخله فی رحمة اللّٰہ۔

ورأیت رجلاً من اُمتی قد ھوت صحیفته قبل شماله فجاءه خوفه من اللّٰہ عزّوجلّ فأخذ صحیفته فجعلھا فی یمینه۔

ورأیت رجلاً من اُمتي قد خفت موازینه، فجاءه افراطه فثقلوا موازینه۔

ورأیت رجلاً من اُمتي قائماً علیٰ شفیر جھنم، فجاءه رجاءه فی اللّٰہ عزّوجلّ فاستنقذه بذالک۔

ورأیت رجلاً من اُمتي قد ھویٰ في النار فجاءته دموعه التی بکیٰ من خشیة اللّٰہ فاستخرجته من ذلک۔

ورأیت رجلاً من اُمتي علیٰ الصراط یرتعد کما ترتعد السعفة في یوم ریح عاصف فجاءه حسن ظنه باللّٰہ فسکن رعدته ومضیٰ علی الصراط۔

ورایت رجلاً من اُمتي علیٰ الصراط یزحف احیاناً ویحبو احیاناً ویتعلق احیاناً فجاءته صلاته علیه فأقامته علیٰ قدمیه ومضیٰ علیٰ الصراط۔

ورأیت رجلاً من اُمتي انتھیٰ الیٰ ابواب الجنة کلما انتھیٰ الیٰ باب اُغلق دونه، فجاءته شھادة ان لاالٰہ الاّ اللّٰہ صادقاً بھا، ففتحت له الابواب ودخل الجنة"(۱)

"میں نے متعدد عجائبات کا مشاہدہ کیا ہے میں نے عرض کیا: یارسول اللہ آپ نے کن کن عجائبات کا مشاہدہ فرمایا؟ میری جان آپ پر فدا ہو ذرا ان عجائبات کی ہمارے اور ہماری اولاد کیلئے تفسیر تو فرماد یجیے؟ آپ نے فرمایا: میں نے اپنی امت میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ ملک الموت اس کی روح قبض کرنے کیلئے آیا ہے تو وہ فرشتہ اس (شخص) کی اپنے والدین کے ساتھ نیکیوں کی وجہ سے اس کی روح قبض نہ کرسکا۔

میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا جس کو شیاطین نے ڈرا رکھا تھا تو اللہ عزوجل کے تذکرہ نے اس کو ان شیاطین سے نجات دلائی۔

میں نے اپنی امت کے ایک ایسے پیاسے شخص کو دیکھا کہ جب بھی وہ پانی کے حوض پر پانی پینے کی غرض سے پہنچتا تھا تو اس کو پانی پینے نہیں دیا جاتا تھا تو ماہ رمضان کے روزوں نے آکر اس

)۱(بحار الانوار جلد ۷ صفحہ ۲۹۰۔۲۹۱۔

کو سیر اب کیا گیا۔

میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ انبیاء علیہم السلام حلقہ، حلقہ بنائے ہوئے بیٹھے ہیں تو جب بھی یہ شخص حلقہ کے پاس پہنچتا تھا تو اس کو نزدیک آنے سے منع کر دیا جاتا تھا، لیکن جب وہ غسل جنابت کر کے آیا تو انھوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پہلو میں بیٹھایا۔

میں نے اپنی امت کے ایک ایسے شخص کو دیکھا جسکے آگے پیچھے، دائیں، بائیں اور اس کے نیچے کی طرف تاریکی ہی تاریکی تھی اور وہ اس تاریکی کے سبب جانکنی کے عالم میں تھا تو اس کے انجام دئے ہوئے حج و عمرہ نے آکر اس کی جان بچائی اور تاریکی سے نکال کر روشنی میں داخل کیا۔

میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ مومنین سے کلام کرتا ہے لیکن مومنین اس سے بات نہیں کرتے ہیں۔ تو اس شخص کے صلۂ رحم نے کہا اے مومنو اس سے کلام کرو کیونکہ اس نے صلۂ رحم انجام دیا ہے تو مومنوں نے اس سے کلام کیا، مصافحہ کیا گویا کہ وہ ان کے ساتھ تھا۔

میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا جس کے ہاتھ اور چہرہ آگ کی سوزش سے جل رہے تھے تو اس کے دئے ہوئے صدقہ نے اس کے سر پر آکر سایہ کیا اور اس کے چہرے کو چھپالیا۔

میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا جس کی ہر جگہ سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے تو اس کے کئے ہوئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نے اس کو ان شعلوں سے نجات دلائی اور اس کے لئے رحمت کے فرشتہ مقرر فرمائے۔

میں نے اپنی امت کے ایک ایسے شخص کو دیکھا جو گھٹنیوں کے بھل چل رہا تھا اور اس کے اور اللہ کی رحمت کے درمیان پردے حائل ہو گئے تھے تو اس کے حسن خلق نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اللہ کی رحمت میں داخل کیا۔

میں نے اپنی امت کے ایک ایسے شخص کو دیکھا جس کا نامۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں تھا تو اللہ کے خوف نے اس کا وہ نامۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ سے لیکر اس کے دائیں ہاتھ میں دیدیا۔

میں نے اپنی امت کے ایک ایسے شخص کو دیکھا جس کے اعمال کا پلڑا بہت ہلکا تھا تو اس کے دوسروں کو سیر اب کرنے نے اس کو وزنی بنایا۔

میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو جہنم کے پاس کھڑے دیکھا تو اللہ تعالی سے امید نے اس کو جہنم سے نجات دلائی۔

میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو جہنم کی آگ میں جلتے دیکھا تو اس کے وہ آنسو جو اللہ کے خوف کی وجہ سے اس کی آنکھوں سے جاری ہوئے تھے انھوں نے اس کو جہنم کی آگ سے نکالا۔

میں نے اپنی امت کے ایک ایسے شخص کو صراط پر دیکھا جو سخت آندھیوں میں خرمہ کے درخت کی شاخ کی طرح ہل رہا تھا تو اس کے اللہ

سے حسن ظن نے اس کو ہلنے سے روکا اور وہ صراط سے گذر گیا۔

میں نے اپنی امت میں سے پل صراط پر ایک ایسے شخص کو دیکھا جو آگے بڑھنے کیلئے اپنے چاروں ہاتھ پیر مار رہا تھا اور کبھی اپنے کو کھینچے جارہا تھا اور کبھی اس پر لٹک رہا تھا تو اس کی نماز نے آکر اس کے قدموں پر کھڑا کیا اور پل صراط سے گذارا۔

میں نے اپنی امت کے ایک ایسے شخص کو دیکھا جس پر جنت کے تمام دروازے بند ہو گئے تھے تو اس کی (اشھد ان لاالٰہ الا اللہ) کی گواہی نے اس کی تصدیق کی تو اس کیلئے جنت کے دروازے کھل گئے اور وہ جنت میں چلا گیا۔

جن چیزوں کو اللہ سے دعا کرتے وقت انجام دینا چاہئے

اب ہم ان (وسائل) اسباب کے سلسلہ میں گفتگو کرتے ہیں جن کو دعا کرتے وقت انجام دنیا چاہئے۔

پروردگار عالم کا فرمان ہے کہ ہم اس سے وسیلہ کے ذریعہ دعا کریں:

ارشاد خداوند عالم ہے:

)اُولٰءِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّھِمُ الْوَسِیْلَۃَ)(۱(

''یہ جن کو خدا سمجھ کر پکارتے ہیں وہ خود ہی اپنے پروردگار کے لئے وسیلہ تلاش کر رہے ہیں'' (یَاْاَیُّھَاالَّذِیْنَ آمَنُوْااتَّقُوْااللّٰہَ وَابْتَغُوْااِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ) (۲(

''اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو''

خداوند عالم نے یہ وسائل ان بندوں کیلئے قرار دئے ہیں جن کے اعمال اور دعائیں اللہ کی رحمت تک پہنچنے سے عاجز ہیں اور وہ (خدا) ارحم الراحمین ہے۔

خداوند عالم فرماتا ہے:

)۱(سورۂ اسرا آیت ۵۷۔

)۲(سورۂ مائدہ آیت ۳۵۔

)إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ)(۱(

''پاکیزہ کلمات اسی کی طرف بلند ہوتے ہیں اور عمل صالح انھیں بلند کرتا ہے''

بیشک انسانی حیات میں کلمۂ طیب اور عمل صالح ہے۔

)کلم الطیّب) سے مراد انسان کا اللہ پر ایمان رکھنا، اخلاص، اُس (خدا) پر اعتماد رکھنا، اس سے امید رکھنا، اس سے دعا کرنا اور اس کی بارگاہ میں گڑگڑانا اور گریہ وزاری کرنا ہے۔

عمل صالح سے مراد وہ عمل ہے جس کے ذریعہ سے انسان کی انسانیت قائم ہوتی ہے اور وہ ایمان، اخلاص، اعتماد اور امید ہے۔

اور (کلم الطیب) ''خوشگوار گفتگو'' قرآن کی تصریح کی رو سے خداوند عالم کی جانب چلی جاتی ہے لیکن قرآن ہی کی صراحت کی بنا پر اس خوشگوار گفتگو کو خداوند عالم کی جانب نیک عمل ہی لے جاتا ہے۔

اگر عمل صالح نہ ہو تو (کلم الطیب) اللہ تک نہیں پہنچ سکتا، کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ (عمل صالح) عاجز اور کمزور ہوتا ہے اور اس میں (کلم الطیب) کو اللہ تک پہنچانے کی طاقت وقدرت نہیں ہوتی لہٰذا ایسی صورت میں نہ تو انسان کی دعا اللہ تک پہنچتی ہے اور نہ ہی اس کی دعا مستجاب ہوتی ہے۔

اللہ نے انسان کی زندگی میں اس کے ہاتھوں میں کچھ ایسے وسائل دیدئے ہیں جن کے ذریعہ وہ خداوند عالم تک پہنچ سکتا ہے اگر یہ وسائل واسباب نہ ہوں تو انسان کیلئے اس کی دعا اور فریاد کے اللہ تک پہنچنے کا کوئی امکان ہی نہیں ہے۔

یہی وہ وسائل واسباب ہیں جن کی طرف قرآن کریم نے بھی اشارہ فرمایا ہے۔ ان ہی

)۱ (سورۂ فاطر آیت ۱۰۔

وسائل میں سے رسول اللہ کا اپنی امت کے لئے دعا اور استغفار کرنا ہے۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے:

)وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا)(۱(

''اور کاش جب ان لوگوں نے اپنے نفس پر ظلم کیا تھا تو آپ کے پاس آتے اور خود بھی اپنے گناہوں کے لئے استغفار کرتے اور رسول بھی ان کے حق میں استغفار کرتے تو خدا کو بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا اور مہربان پاتے''

قرآن کریم کی یہ آیت صاف طور پر یہ بیان کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مومنین کے لئے استغفار کرنا ان وسائل میں سے ہے جن میں پروردگار عالم اپنے بندوں کو اس چیز کی رغبت دلاتا ہے جو دعا اور استغفار میں ان کیلئے وسیلہ قرار پائے۔

جو کچھ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے ان کی حیات طیبہ میں کہا جاتا ہے کہ انھوں نے مومنین کیلئے خدا سے استغفار کیا ہے وہ وفات کے بعد استغفار نہیں کر سکتے نہیں ایسا کچھ نہیں ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو وفات کے بعد بھی زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کی طرف سے رزق پاتے ہیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل بیت علیہم السلام سے توسل کرنا

اسلامی روایات میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل بیت علیہم السلام سے توسل کیلئے بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔

داؤو برقی سے مروی ہے: ''إِنِّي كنت اسمع اباعبدالله عليه السلام اكثر مايلحّ في الدعاء على الله بحق الخمسة، يعني رسول الله، وامير المؤمنين، وفاطمة، والحسن،

والحسینؑ'' (۲(

)ا(سورۂ نساءآیت ۶۴۔)ا(وسائل الشیعہ جلد ۴ ،۱۱۳۹،حدیث ۸۸۴۴۔

''میں نے ابوعبداللہ علیہ السلام کودعامیں اکثر پنجتن پاک کے وسیلہ سے دعا کرتے دیکھاہے یعنی رسول اللہ،امیر المومنین،فاطمہ،حسن اور حسین علیہم السلام''

سماعہ سے مروی ہے: مجھ سے ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا:اے سماعہ جب تمھیں خداوندعالم سے کوئی سوال در پیش ہو تواس طرح کہو:

)اللھم انّي أَسالک بحقّ محمّد وعلیٰ فانّ لھماعندک شاناًمن الشأن وقدراًمن القدر،وبحقّ ذلک القدران تُصلّيَ علیٰ محمّد وآل محمّد وان تفعل بي کذاوکذا)(ا(

''پروردگارامیں تجھ کو محمد اور علی کاواسطہ دیکر سوال کرتاہوں جن کا تیرے نزدیک بلند و بالا مقام ہے اوراسی عظمت کے پیش نظر تو محمد وآل محمد پر درود بھیج اور میرے لئے ایساایساانجام دے''

دعائے کمیل کے ذریعہ اللہ تک رسائی کے وسائل

ہم دعاء کمیل میں ان وسائل کامشاہدہ کرتے ہیں جن کے ذریعہ سے امیر المومنینؑ دعامیں خداوندعالم سے متوسل ہوئے ہیں۔

یہ وسائل دعاکے دوسرے حصہ میں بیان ہوئے ہیں جن کوامیر المومنین علیہ السلام نے خداوندعالم سے دعااور حاجتوں کو پیش کرنے سے پہلے مد نظررکھا ہے۔اس دعائے شریف میں بیان فرمایاہے ان کو بیان کرنے سے پہلے ہم اس دعاء کمیل کا مختصر ساخاکہ بیان کرتے ہیں،اور جن بلندافکارپر یہ دعا مشتمل ہے ان کو بیان کریں گے نیزاس کی بھی وضاحت کریں گے کہ آپ نے اس دعامیں ان بلندافکار کے مابین کن طریقوں سے استفادہ فرمایاہے۔

کیونکہ ائمہ سے منقول مشہورادعیہ کی ہر عبارت کے معین افکاراور منظم اسلوب نیز دعاکے

)ا(عدۃالداعی صفحہ ۳۸۔

آغازاوراختتام کی مخصوص روش ہے۔

معروف ادعیہ میں سے ہر دعاکی ایک مخصوص شکل ہے ان کیفیات کے مطالعہ سے ہمیں یہ استفادہ ہوتاہے کہ دعاکی روش نیز خداوندعالم سے مناجات کرنے کاطریقہ کیاہے۔

ہر دعاکیلئے بلند و بالااور بنیادی فکر ہے،افکار کا مجموعہ اسی فکر سے پرورش پاتاہے،یہ بنیادی مطلب ہے اور دوسرے مطالب کا مجموعہ اسی اساسی مطلب سے پرورش پاتاہے،سوال کرنے کاطریقہ اور سوال کرنے اور ختم کرنے کے اسلوب وطریقوں کوبتاتاہے۔

اگرعلمانے اس مسئلہ کوبطور کافی ووافی بیان کیاہوتاتواس سے مفید نتائج کااخراج کرتے۔

اب ہم دعائے کمیل کے سلسلہ میں اس کے بنیادی افکاراور کیفیت کے متعلق بیان کرتے ہیں:

دعاکمیل کی عام تقسیم

دعاء کمیل مومنین کے درمیان بڑی مشہور ومعروف ہے جس کو مومنین ہر شب جمعہ کوپڑھاکرتے ہیں،اوراس کو کبھی تنہااور کبھی ایک ساتھ مل کر بھی

پڑھا کرتے ہیں۔

یہ دعا حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منسوب ہے جو آپ نے کمیل بن زیاد نخعی کو تعلیم فرمائی تھی اسی طرح یہ دعا ایک نسل کے بعد دوسری نسل میں مومنین تک پہنچتی رہی ہے۔

یہ دعا عبودیت، فروتنی وانکساری کے مفاہیم کے لحاظ سے بیش بہا خزانہ نیز زندہ اشکال میں تضرع، فریاد خواہی نیز توبہ اور انابہ کا موجیں مارتا سمندر رہے۔

ہم اس دعاء میں بیان شدہ تمام مطالب ومفاہیم کی تشریح کرنا نہیں چاہتے چونکہ یہ طولانی بحثیں ہیں انشاءاللہ اگر موقع ملا، قسمت نے ساتھ دیا اور اسباب بھی پیدا ہو گئے تو ضرور ان مطالب کی تشریح کریں گے۔

لیکن اب ہم صرف اس دعا کی کیفیت کی وضاحت کرتے ہیں یہ دعا تین مخصوص مرحلوں پر مشتمل ہے اور ہر مرحلہ آنے والے مرحلہ میں شمار ہوتا ہے ان تمام باتوں کی اساس وبنیاد دعا کی کیفیت سے درک ہوتی ہے یہ ہمارے دعا پڑھنے، اس میں بیان ہونے والے مفاہیم وافکار کے سلسلہ میں غور وفکر کرنے اور ان سے متاثر ہونے میں ہماری بہت زیادہ مدد کرتے ہیں۔

شاید پروردگار عالم اس جہد وکوشش کو ان مومنین کیلئے نفع بخش اور مفید قرار دے جنھوں نے اس دعا کو پڑھنے کی اپنی عادت بنالی ہے۔

تصمیم دعا کی فکر

جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ یہ دعا تین مرحلوں پر مشتمل ہے:

پہلا مرحلہ: جو دعا کے شروع کرنے کے حکم میں ہے جس میں دعا کرنے والا اللہ کی بارگاہ میں کھڑا ہو کر دعا کرتا ہے۔ گڑ گڑاتا ہے اور خدا سے مانگتا ہے، چونکہ گناہ انسان اور اللہ کے درمیان حائل ہو کر دعا کو مقید کر دیتے ہیں اور اگر بندہ خدا کے سامنے کھڑے ہو کر دعا کرنے کا موقف اپناتا ہے تو اس کیلئے اس پہلے مرحلہ کی رعایت کرنا نہایت ہی ضروری ہے۔

اس مرحلہ (ابتدائے دعا) میں اللہ سے مانگنے، طلب کرنے کے طریقہ کی ابتداء بیان کرتے ہیں ان میں سے ایک اللہ سے مغفرت طلب کرنا ہے:

)اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیَ الذُّنُوْبَ الَّتِیْ تَھْتِکُ الْعِصَمَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیَ الذُّنُوْبَ الَّتِیْ تُنْزِلُ النِّقَمَ۔۔۔(

''خدایا میرے گناہوں کو بخش دے جو ناموس کو بٹہ لگادیتے ہیں۔ ان گناہوں کو بخش دے جو نزول عذاب کا باعث ہوتے ہیں''

یہ جملے مغفرت سے متعلق ہیں۔

اور دوسرے مرحلہ میں خدا کی یاد، شکر اور اسکا تقرب طلب کیا گیا ہے:

)وَاَسْاَلُکَ بِجُوْدِکَ اَنْ تُدْنِیَنِیْ مِنْ قُرْبِکَ وَاَنْ تُوْزِعَنِیْ شُکْرَکَ وَاَنْ تُلْھِمَنِیْ ذِکْرَکَ(

''تیرے کرم کے سہارے میرا سوال ہے کہ مجھے اپنے سے قریب بنالے اور اپنے شکر کی توفیق عطا فرما اور اپنے ذکر کا الہام کرامت فرما''

پہلے تو انسان کے لئے خداوند عالم کی بارگاہ میں دعا کرنے کیلئے کھڑا ہونا ضروری ہے۔

جس کے نتیجہ میں خداوند عالم اسکے گناہوں کو معاف کریگا، اسکے دل سے پردے ہٹادیگا۔

دوسرے خداوند عالم کا بندے کو اپنے سے قریب ہونے اسکا شکر کرنے اور اس کے دل میں تذکرہ کرنے کی اجازت دینا ضروری ہے۔

یہ دعا میں وارد ہونے کے ابتدائی فقرے ہیں۔

اسکادوسرافقرہ اللہ کی بارگاہ میں اپنی ضرورتوں کو پیش کرنااور اسکی طرف راغب ہوناہے :

)اَللّٰھُمَّ وَاَسْاَلُکَ سُؤَالَ مَنِ اشْتَدَّتْ فَاقَتُہُ وَاَنْزَلَ بِکَ عِنْدَالشَّدَائِدِ حَاجَتَہُ وَعَظُمَ فِیْمَا عِنْدَکَ رَغْبَتُہُ(

''مجھے ہر حال میں تواضع اور فروتنی کی توفیق عطافرماخدایامیر اسوال اس بے نواجیساہے جس کے فاقے شدید ہوں اور جس نے اپنی حاجتیں تیرے سامنے رکھ دی ہوں اور جس کی رغبت تیری بارگاہ میں عظیم ہو''

اللہ سے کوئی فرار نہیں کرسکتااور نہ ہی خدا کے علاوہ بندے کی کوئی اور پناہگاہ ہے۔

یہ دو حقیقتیں ہیں:

الف۔اللہ سے کوئی مفر نہیں ہے

)اَللّٰھُمَّ عَظُمَ سُلْطَانُکَ وَعَلَامَکَانُکَ وَخَفِيَ مَکْرُکَ وَظَھَرَاَمْرُکَ وَغَلَبَ قَھْرُکَ وَجَرَتْ قُدْرَتُکَ وَلَایُمْکِنُ الْفِرَارُمِنْ حُکُوْمَتِکَ (

''خدایاتیری سلطنت عظیم، تیری منزلت بلند، تیری تدبیر مخفی، تیراامر ظاہر، تیرا قہر غالب اور تیری قدرت نافذ ہے اور تیری حکومت سے فرار ناممکن ہے''

ب:اللہ کے علاوہ کوئی اور پناہ گاہ نہیں ہے

)اَللّٰھُمَّ لَااَجِدُ لِذُنُوْبِيْ غَافِراًوَلَالِقَبَائِحِيْ سَاتِراً،وَلَالِشَيْءٍ مِنْ عَمَلِيَ الْقَبِیْحِ بِالْحَسَنِ مُبَدِّلاًغَیْرَکَ لَااِلٰہَ اِلَّااَنْتَ(

''خدایامیرے گناہوں کے بخشنے والے، میرے عیوب کی پردہ پوشی کرنے والے، میرے قبیح اعمال کو نیکیوں میں تبدیل کرنے والے تیرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے ''

یہ اس ابتدائی مرحلہ کادوسرافقرہ ہے اور اس مرحلہ کے تیسرے فقرے میں حضرت علیؑ انسان کی مایوسی اور اس کی طویل شقاوت کے بارے میں فرماتے ہیں:

)اَللّٰھُمَّ عَظُمَ بَلَائِيْ وَاَفْرَطَ بِيْ سُوْءُ حَالِيْ،وَقَصُرَتْ بِيْ اَعْمَالِيْ،وَقَعَدَتْ بِيْ اَغْلَالِيْ،وَحَبَسَنِيْ عَنْ نَفْعِيْ بُعْدُ اَمَلِيْ وَخَدَعَتْنِي الدُّنْیَابِغُرُوْرِھَا،وَنَفْسِي بِجِنَایَتِھَاوَ مِطَالِي یَاسَیِّدِيْ)

''خدایامیری مصیبت عظیم ہے، میری بدحالی حد سے آگے بڑھی ہوئی ہے، میرے اعمال میں کوتاہی ہے، مجھے کمزوریوں کی زنجیروں نے جکڑ کر بٹھادیاہے اور مجھے دور دراز کی امیدوں نے فوائد سے روک دیاہے، دنیانے دھوکہ میں مبتلار کھاہے اور نفس نے خیانت اور ٹال مٹول میں مبتلار کھاہے اے میرے سردار''

اس بے بسی، رنج و غم اور شقاوت کے اسباب انسان کا عمل اور اس کی کوششیں ہیں لہٰذا وہ خداوند عالم سے دعا کرے کہ اس کے گناہوں کو معاف کردے اور ان گناہوں کواپنے اور دعا کے درمیان حائل نہ ہونے دے۔

)فَاَسْاَلُکَ بِعِزَّتِکَ اَنْ لَایَحْجُبَ عَنْکَ دُعَائِيْ سُوْءُ عَمَلِيْ وَفِعَالِيْ وَلَاتَفْضَحْنِيْ بِخَفِيِّ مَااطَّلَعْتَ عَلَیْہِ مِنْ سِرِّيْ وَلَاتُعَاجِلْنِيْ بِالْعُقُوْبَۃِ عَلٰی مَاعَمِلْتُہُ فِيْ خَلَوَاتِيْ مِنْ سُوْءِ فِعْلِيْ وَ اِسَاءَ تِيْ وَدَوَامِ تَفْرِیْطِيْ وَجَھَالَتِيْ وَکَثْرَۃِ شَھَوَاتِيْ وَغَفْلَتِيْ(

''تجھے تیری عزت کاواسطہ۔میری دعاؤں کومیری بداعمالیاں روکنے نہ پائیں اور میں اپنے مخفی عیوب کی بناپر برسرعام رسوانہ ہونے پاؤں۔میں نے تنہا

ئیوں میں جو غلطیاں کی ہیں ان کی سزا فی الفور نہ ملنے پائے، چاہے وہ غلطیاں بد عملی کی شکل میں ہوں یا بے ادبی کی شکل میں۔ مسلسل کوتاہی ہو یا جہالت یا کثرت خواہشات و غفلت''

اس مرحلہ کے چوتھے فقرے میں ایک بہت بڑے مطلب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ بندہ کا اپنے نقصان اور مایوسی کے وقت خدا کے علاوہ اس کا کوئی ملجا و ماویٰ نہیں ہے :

)اِلٰهِی مَنْ لِيْ غَيْرُکَ اَسْاَلُہُ کَشْفَ ضُرِّيْ وَالنَّظَرَ فِيْ اَمْرِيْ(

''خدایا۔پروردگار۔میرے پاس تیرے علاوہ کون ہے جو میرے نقصانات کو دور کرسکے اور میرے معاملات پر توجہ فرماسکے''

اس مرحلہ کے پانچویں فقرے میں دو باتوں کا اعتراف کیا گیا ہے :

۱۔گناہوں کا اعتراف۔

۲۔اس چیز کا اعتراف کہ بندہ جب اللہ کے حدود و احکام کی مخالفت کرتا ہے اور اپنی خواہشات نفسانی میں غرق ہوجاتا ہے تو وہ خدا کے سامنے کوئی حجت پیش نہیں کرسکتا ہے۔

اس مرحلہ کے آخری اور چھٹے حصہ میں بندہ کا اپنے گناہوں، معصیت، ناامیدی شقاوت کا اعتراف کرنا ہے اور یہ اعلان کہ خدا سے کوئی فرار اختیار نہیں کرسکتا اور اسکے علاوہ بندہ کی کوئی پناہگاہ نہیں ہے،اور اللہ سے یہ درخواست کرنا کہ وہ بندے سے اس کے برے افعال، جرم و جرائم کا مواخذہ نہ کرے،اللہ کے سامنے گریہ وزاری اور اپنے مسکین ہونے کا اعتراف کرنے کے بعد بندہ یہ اعلان کرتا ہے کہ وہ اپنے مولا کی بارگاہ میں اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہے،اس سے نادم ہے،انکساری کرتا ہے چونکہ وہ یہ جانتا ہے کہ خدا کے علاوہ کسی اور کی طرف فرار نہیں کیا جاسکتا ہے اور وہ اپنے نقصان اور رنج و غم کے وقت اللہ کے علاوہ کسی اور کے سامنے گڑگڑا نہیں سکتا ہے :

)وَقَدْ اَتَيْتُکَ يَا اِلٰهِي بَعْدَ تَقْصِيْرِيْ وَاِسْرَافِي عَلٰى نَفْسِيْ مُعْتَذِرًا نَادِمًا مُنْكَسِرًا مُسْتَقِيْلاً مُنِيْباً مُقِرًّا مُذْعِناً مُعْتَرِفاً لَا اَجِدُ مَفَرًّا مِمَّا كَانَ مِنِّيْ وَلَا مَفْزَعاً اَتَوَجَّهُ اِلَيْهِ فِيْ اَمْرِيْ غَيْرَ قَبُوْلِکَ عُذْرِيْ وَاِدْخَالِکَ اِيَّايَ فِيْ سَعَةِ رَحْمَتِکَ(

''اب میں ان تمام کوتاہیوں اور اپنے نفس پر تمام زیادتیوں کے بعد تیری بارگاہ میں ندامت انکساری،استغفار،انابت،اقرار،اذعان،اعتراف کے ساتھ حاضر ہورہا ہوں کہ میرے پاس ان گناہوں سے بھاگنے کے لئے کوئی جائے فرار نہیں ہے اور تیری قبولیت معذرت کے علاوہ کوئی پناہ گاہ نہیں ہے۔صرف ایک ہی راستہ ہے کہ تو اپنی رحمت کاملہ میں داخل کرلے''

اس مقام پر یہ مرحلہ ختم ہوجاتا ہے۔

اور اس جملہ (وقد اتیتک) کے ذریعہ انسان خداوند عالم کی بارگاہ میں دعا اور تضرع کرنے کا اعلان کرتا ہے۔

یہاں سے دعا کا دوسرا مرحلہ شروع ہوتا ہے اس مرحلہ میں امام علیہ السلام ان وسائل کا تذکرہ فرماتے ہیں جن کے ذریعہ اللہ سے متوسل ہوا جاتا ہے اور ہمارے (مولف) نظریہ کے مطابق وہ چار وسائل ہیں :

پہلا وسیلہ : خداوند عالم کا اپنے بندوں پر فضل و کرم و رحمت اور ان سے محبت کرنا ہے :

)يَا مَنْ بَدَءَ خَلْقِيْ وَذِكْرِيْ وَتَرْبِيَتِيْ وَهَبْنِيْ لِابْتِدَاءِ كَرَمِکَ وَسَالِفِ بِرِّکَ بِيْ(

''اے میرے پیدا کرنے والے۔اے میرے تربیت دینے والے۔اے نیکی کرنے والے! اپنے سابقہ کرم اور گذشتہ احسانات کی بناپر مجھے معاف فرمادے ''

دوسرا وسیلہ: ہمارا خداوند عالم سے محبت (لو لگانا) کرنا اور اس کی وحدانیت کا اقرار کرنا ہے: (أَتُرَاکَ مُعَذِّبِي بِنَارِکَ بَعْدَ تَوْحِيدِکَ وَبَعْدَ مَا انْطَوَىٰ عَلَيْهِ قَلْبِي مِنْ مَعْرِفَتِکَ وَلَهِجَ بِهِ لِسَانِي مِنْ ذِکْرِکَ وَاعْتَقَدَهُ ضَمِيرِي مِنْ حُبِّکَ وَبَعْدَ صِدْقِ اعْتِرَافِي وَدُعَائِي خَاضِعاً لِرُبُوبِيَّتِکَ)

''پروردگار! کیا یہ ممکن ہے کہ میرے عقیدۂ توحید کے بعد بھی تو مجھ پر عذاب نازل کرے، یا میرے دل میں اپنے معرفت کے باوجود مجھے مورد عذاب قرار دے کہ میری زبان پر مسلسل تیرا ذکر اور میرے دل میں برابر تیری محبت جاگزیں رہی ہے۔ میں صدق دل سے تیری ربوبیت کے سامنے خاضع ہوں''

تیسرا وسیلہ: ہمارا عذاب کے تحمل کرنے میں کمزوری کا اعتراف ہے اپنی کھال کی کمزوری اور ہڈیوں کے ناتواں ہونے کا اقرار کرنا ہے:

(وَأَنْتَ تَعْلَمُ ضَعْفِي عَنْ قَلِيلٍ مِنْ بَلاَءِ الدُّنْيَا وَعُقُوبَاتِهَا وَمَا يَجْرِي فِيهَا مِنَ الْمَکَارِهِ عَلَىٰ أَهْلِهَا عَلَىٰ أَنَّ ذٰلِکَ بَلاَءٌ وَمَکْرُوهٌ قَلِيلٌ مَکْثُهُ يَسِيرٌ بَقَاؤُهُ قَصِيرٌ مُدَّتُهُ فَکَيْفَ احْتِمَالِي لِبَلاَءِ الآخِرَةِ وَجَلِيلِ وُقُوعِ الْمَکَارِهِ فِيهَا۔۔۔إِلٰهِي وَرَبِّي وَسَيِّدِي لِأَيِّ الأُمُورِ إِلَيْکَ أَشْکُو وَلِمَا مِنْهَا أَضِجُّ وَأَبْکِي لِأَلِيمِ الْعَذَابِ وَشِدَّتِهِ أَمْ لِطُولِ الْبَلاَءِ وَمُدَّتِهِ)

''پروردگار تو جانتا ہے کہ میں دنیا کی معمولی بلا اور ادنی سی سختی کو برداشت نہیں کر سکتا اور میرے لئے اس کی ناگواریاں ناقابل تحمل ہیں جب کہ یہ بلائیں قلیل اور ان کی مدت مختصر ہے۔ تو میں ان آخرت کی بلاؤں کو کس طرح برداشت کروں گا جن کی سختیاں عظیم ہیں۔۔۔خدایا۔ پروردگارا۔ میرے سردار۔ میرے مولا! میں کس کس بات کی فریاد کروں اور کس کس کام کے لئے آہ وزاری اور گریہ وبکا کروں، قیامت کے دردناک عذاب اور اس کی شدت کے لئے یا اس کی طویل مصیبت اور دراز مدت کے لئے''

چوتھا وسیلہ: امام علیہ السلام نے اس دعا میں بیان فرمایا ہے وہ اس بھاگے ہوئے غلام کی طرح ہے جس نے اپنے آقا کی نافرمانی کی ہو اور وہ پھر اپنے آقا کی پناہ اور اس کی مدد چاہتا ہو جب اسکے تمام راستہ بند ہو گئے ہوں اور اس کی اپنے مولا کے علاوہ کوئی پناہ گاہ نہ ہو۔

اس وسیلہ کی امام علیہ السلام ان کلمات میں عکاسی فرماتے ہیں:

(فَبِعِزَّتِکَ يَا سَيِّدِي وَمَوْلاَيَ أُقْسِمُ صَادِقاً لَئِنْ تَرَکْتَنِي نَاطِقاً لَأَضِجَّنَّ إِلَيْکَ بَيْنَ أَهْلِهَا ضَجِيجَ الآمِلِينَ وَلَأَصْرُخَنَّ صُرَاخَ الْمُسْتَصْرِخِينَ وَلَأَبْکِيَنَّ عَلَيْکَ بُکَاءَ الْفَاقِدِينَ وَلَأُنَادِيَنَّکَ أَيْنَ کُنْتَ يَا وَلِيَّ الْمُؤْمِنِينَ يَا غَايَةَ آمَالِ الْعَارِفِينَ يَا غِيَاثَ الْمُسْتَغِيثِينَ يَا حَبِيبَ قُلُوبِ الصَّادِقِينَ وَيَا إِلٰهَ الْعَالَمِينَ)

''تیری عزت وعظمت کی قسم اے آقا و مولا! اگر تو نے میری گویائی کو باقی رکھا تو میں اہل جہنم کے درمیان بھی امیدواروں کی طرح فریاد کروں گا۔ اور فریادیوں کی طرح نالہ و شیون کروں گا اور ''عزیز گم کردہ'' کی طرح تیری دوری پر آہ وبکا کروں گا اور تو جہاں بھی ہو گا تجھے آواز دوں گا کہ تو مومنین کا سرپرست، عارفین کا مرکز امید، فریادیوں کا فریادرس۔ صادقین کا محبوب اور عالمین کا معبود ہے''

یہاں پر اس دعائے شریفہ کے چاروں وسیلے پیش کرنے کے بعد دوسرا مرحلہ ختم ہو جاتا ہے جن کے ذریعہ بندہ اللہ سے دعا اور سوال کرنے کیلئے لو لگاتا ہے۔

اب ہم اس دعائے شریفہ کے تیسرے مرحلہ کو پیش کرتے ہیں۔(امام علیہ السلام ان چاروں وسیلوں سے اللہ سے متوسل ہونے کے بعد) جس میں امام علیہ السلام اپنی حاجات و مطالب کو یکے بعد دیگرے خدا کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں یہ تمام حاجتیں ایک پست نقطہ یعنی بندہ کی حیثیت اور اس کے عمل

سے شروع ہوتی ہیں اور بلند ترین نقطہ قمہ یعنی انسان کا اپنے آقا کی رحمت کے سلسلہ میں وسیع شوق پر ختم ہوتی ہیں۔

ہم پستی کے مقام پر اس طرح پڑھتے ہیں:

)أَنْ تَهَبَ لِي فِي هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَفِي هٰذِهِ السَّاعَةِ كُلَّ جُرْمٍ اَجْرَمْتُهُ وَكُلَّ ذَنْبٍ اَذْنَبْتُهُ وَكُلَّ قَبِيْحٍ اَسْرَرْتُهُ(

"مجھے اِسی رات میں اور اِسی وقت معاف کر دے۔ میرے سارے جرائم، سارے گناہ اور ساری ظاہری اور باطنی برائیاں۔۔۔"

اور بلند نظری کے سلسلہ میں ہم اس طرح پڑھتے ہیں:

)وَاجْعَلْنِي مِنْ اَحْسَنِ عَبِيْدِكَ نَصِيْباً عِنْدَكَ وَاَقْرَبِهِمْ مَنْزِلَةً مِنْكَ وَاَخَصِّهِمْ زُلْفَةً لَدَيْكَ(

"اور مجھے بہترین حصہ پانے والا، قریب ترین منزلت رکھنے والا اور مخصوص ترین قربت کا حامل بندہ قرار دینا"

اور جن حاجتوں کو امام علیہ السلام نے ان فقروں میں بیان فرمایا ہے ان کے چار گروہ ہیں۔

۱۔ پہلا گروہ: خداوند عالم ہم کو بخش دے اور ہم سے ہمارے گناہوں کا مواخذہ نہ کرے ہماری برایؤں سے در گذر فرما ہمارے جرم اور جن برائیوں کا ہم نے ارتکاب کیا ان کو معاف فرما:

)أَنْ تَهَبَ لِي فِي هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَفِي هٰذِهِ السَّاعَةِ كُلَّ جُرْمٍ اَجْرَمْتُهُ وَكُلَّ ذَنْبٍ اَذْنَبْتُهُ وَكُلَّ قَبِيْحٍ اَسْرَرْتُهُ وَكُلَّ جَهْلٍ عَمِلْتُهُ كَتَمْتُهُ اَوْ اَعْلَنْتُهُ، اَخْفَيْتُهُ اَوْ اَظْهَرْتُهُ، وَكُلَّ سَيِّئَةٍ اَمَرْتَ بِاِثْبَاتِهَا الْكِرَامَ الْكَاتِبِيْنَ الَّذِيْنَ وَكَّلْتَهُمْ بِحِفْظِ مَا يَكُوْنُ مِنِّيْ وَجَعَلْتَهُمْ شُهُوْداً عَلَيَّ مَعَ جَوَارِحِيْ(

"مجھے اِسی رات میں اور اِسی وقت معاف کر دے۔ میرے سارے جرائم، سارے گناہ اور ساری ظاہری اور باطنی برائیاں اور ساری جہالتیں جن کو میں نے خفیہ طریقہ سے یا علی الاعلان چھپا کر یا ظاہر کر کے عمل کیا ہے اور میری تمام خرابیاں جنھیں تو نے درج کرنے کا حکم کراماً کاتبین کو دیا ہے جن کو اعمال کے محفوظ کرنے کے لئے معین کیا ہے اور میرے اعضاء و جوارح کے ساتھ ان کو میرے اعمال کا گواہ قرار دیا ہے"

دوسرے گروہ میں امام علی علیہ السلام اللہ سے رحمت نازل کرنے کیلئے عرض کرتے ہیں اور خدا سے عرض کرتے ہیں اے پروردگار وہ ہر شان، ہر رزق اور خیر جو تو نازل کرتا ہے اس میں میرا حصہ قرار دے۔

)وَاَنْ تُوَفِّرَ حَظِّيْ مِنْ كُلِّ خَيْرٍ اَنْزَلْتَهُ اَوْ بِرٍّ نَشَرْتَهُ اَوْ رِزْقٍ بَسَطْتَهُ(

"میرے پروردگار اپنی طرف سے نازل ہونے والے ہر خیر و احسان اور نشر ہونے والی ہر نیکی، ہر وسیع رزق، ہر بخشے ہوئے گناہ، عیوب کی ہر پردہ پوشی میں سے میرا اوافر حصہ قرار دے"

یہ وسیع دعا ان تمام چیزوں کو شامل ہے جو اللہ کی رحمتوں سے خارج نہیں ہو سکتی ہیں۔

اس دعا کے تیسرے گروہ میں طولانی فقرے ہیں اور اس مطلب کی عکاسی کرتے ہیں کہ امام علی علیہ السلام نے اللہ سے لو لگانے کا بڑا اہتمام فرمایا ہے۔

مولائے کائنات خداوند عالم کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ میرے اوقات کو اپنے ذکر سے پر کر دے اپنی خدمت میں لگے رہنے کی دھن لگا دے، اپنے (خدا) سے ڈرتے رہنے کی توفیق عطا کر، اپنے سے قریب کر اور اپنے جوار میں جگہ عطا فرما:

)اَسْاَلُكَ اَنْ تَجْعَلَ اَوْقَاتِيْ مِنَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ بِذِكْرِكَ مَعْمُوْرَةً وَبِخِدْمَتِكَ مَوْصُوْلَةً۔۔۔ قَوِّ عَلٰى خِدْمَتِكَ جَوَارِحِيْ، وَاشْدُدْ عَلَى الْعَزِيْمَةِ جَوَانِحِيْ وَهَبْ لِيَ الْجِدَّ فِيْ خَشْيَتِكَ وَالدَّوَامَ فِي الْاِتِّصَالِ بِخِدْمَتِكَ حَتّٰى اَسْرَحَ اِلَيْكَ فِيْ مَيَادِيْنِ السَّابِقِيْنَ، وَاُشْتَاقَ اِلٰى قُرْبِكَ فِي الْمُشْتَاقِيْنَ وَاَدْنُوَ مِنْكَ دُنُوَّ الْمُخْلِصِيْنَ، وَاَخَافَكَ

مَخَافَۃَ الْمُوْقِنِیْنَ، وَاجْتَمِعَ فِيْ جِوَارِکَ مَعَ الْمُوْمِنِیْنَ(

''میں تجھ سے سوال کرتاہوں کہ دن اور رات میں جملہ اوقات اپنی یاد سے معمور کردے۔اپنی خدمت کی مسلسل توفیق عطافرما۔۔اپنی خدمت کے لئے میرے اعضاء وجوارح کو مضبوط کردے اور اپنی طرف رخ کرنے کے لئے میرے ارادۂ دل کو مستحکم بنادے۔اپنا خوف پیدا کرنے کی کوشش اور اپنی مسلسل خدمت کرنے کا جذبہ عطافرماتا کہ تیری طرف سابقین کے ساتھ آگے بڑھوں اور تیز رفتار افراد کے ساتھ قدم ملا کر چلوں۔مشتاقین کے درمیان تیرے قرب کا مشتاق شمار ہوں اور مخلصین کی طرح تیری قربت اختیار کروں۔صاحبان یقین کی طرح تیرا خوف پیدا کروں اور مومنین کے ساتھ تیرے جوار میں حاضری دوں''

ہمارے لئے یہ بتاناضروری ہے کہ پہلے اور تیسرے گروہ کے دعاکے تمام فقرے بندے کے اللہ سے لولگانے کیلئے مخصوص ہیں لیکن پہلے گروہ(قسم) میں سلبی پہلواختیار کیا گیاہے اس میں انسان اللہ سے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتاہے ان سے درگذر چاہتاہے؛اور تیسرے گروہ(قسم)میں ایجابی (مثبت)پہلو کو مد نظر رکھا گیاہے اس میں خدا سے اخلاص،خوف،خشیت،حب اور شوق کی بنیاد پر اللہ سے لولگانے کو کہا گیاہے۔

چوتھے گروہ(قسم) میں ان مطالب کو مد نظر رکھا گیاہے جن میں امامؑ نے خداوندعالم سے ظالموں کے مکر اور ان کے شر سے بچنے کی درخواست کی ہے اور ان کے شر کو خود ان ہی کی طرف پلٹانے کو کہاہے اور ظالموں کے ظلم اور ان کی اذیتوں سے محفوظ رہنے کی درخواست کی ہے:

)اَللّٰھُمَّ وَمَنْ اَرَادَنِيْ بِسُوْءٍ فَاَرِدْہُ، وَمَنْ کَادَنِيْ فَکِدْہُ(

''خدایا!جو بھی کوئی میرے لئے برائی چاہے یا میرے ساتھ کوئی چال چلے تو اسے ویسا ہی بدلہ دینا''

)وَاکْفِنِيْ شَرَّ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ مِنْ اَعْدَائِيْ(

''اور مجھے تمام دشمنان جن وانس کے شر سے محفوظ فرمانا''

یہ اس دعا شریف کا بہت ہی مختصر اور مفید خلاصہ ہے۔

لہٰذااس اجمال کی تشریح کرناضروری ہے۔

دعاء کمیل کے چار وسیلے

اب ہم دعاء کمیل کے چار وسیلوں کے سلسلہ میں بحث کرتے ہیں اور یہ اس دعا شریف کی دوسری فصل ہے۔

پہلا وسیلہ

خداوندعالم نے اپنے بندے پر پہلے ہی اپنا فضل وکرم فرمادیاہے۔جب بندہ اپنے عمل وکوشش میں عاجز ہو جاتاہے اور اس کے اور اللہ کے درمیان پردے حائل ہو جاتے ہیں تو خدا کا بندے پر فضل اور اس کی رحمت خدا تک پہنچنے کے لئے بندہ کی شافع ہوتی ہے۔

خدا کا بندے پر سابق فضل اور رحمت نازل کرنا اللہ کا بندے سے محبت کرنے کی علامت ہے۔

اور اسی(حب الٰہی)کے ذریعہ بندہ خداوندعالم کے سامنے اپنی حاجتیں پیش کرتاہے جب بندہ خدا کی رحمت کا مستحق نہیں ہوتا تو اللہ کی محبت اس کو اپنی رحمت اور فضل کا اہل بنادیتی ہے اور اس کو مقام اجابت تک پہنچاتی ہے امام علیہ السلام اس وسیلہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

)یَامَنْ بَدَءَ خَلْقِيْ وَذِکْرِيْ وَتَرْبِیَتِيْ وَبِرِّيْ، ھَبْنِيْ لِابْتِدَاءِ کَرَمِکَ وَسَالِفِ بِرِّکَ بِيْ(

''اے میرے پیدا کرنے والے،اے میرے تربیت دینے والے،اے نیکی کرنے والے ! اپنے سابقہ کرم اور گذشتہ احسانات کی بناپر مجھے معاف فرمادے ''

ہماری پیدائش بھی اللہ سے سوال کرنے سے پہلے نیکی کا ذکر، خلق اور تربیت کے ذریعہ ہوئی جبکہ ہم اس کے مستحق نہیں تھے۔

جب ہمارے گناہ اور ہماری برائیاں اللہ کی نیکی اور اس کی رحمت کے درمیان حائل ہو جاتے ہیں تو اللہ کی محبت ہماری شفاعت کرتی ہے اور ہم کو اللہ کے روبرو اور اسکی رحمت کے مقام پر لاکر کھڑا کر دیتی ہے۔

دوسرا وسیلہ

ہماری خدا سے محبت،اس کی ہمارے لئے کامیاب محبت کا وسیلہ ہے۔امام علیہ السلام نے پہلے وسیلہ میں خدا کی محبت کا ذکر کیا ہے اور اس کے بعد خداوند عالم سے اپنی محبت کو وسیلہ قرار دیا ہے۔

اس وسیلہ کے سیاق میں ہمارا خدا کی وحدانیت کا اقرار،اس کی بارگاہ میں خضوع وخشوع،ہماری نمازیں سجدے،ذکر،شہادت (گواہی)،اس کی ربوبیت کا اقرار نیز اس کی عبودیت کا اقرار کرنا یہ تمام چیزیں آتی ہیں۔

ان تمام چیزوں کا مرجع دو ہی چیزیں ہیں: ہمارا اس سے محبت کرنا اور اس کی توحید کا اقرار کرنا ہے۔بیشک (حب) اور (توحید(دونوں ایسے سرمایہ ہیں جن کو اللہ رد نہیں کرتا ہے اور ہم کو بھی دونوں چیزوں میں ایک لحظہ کیلئے بھی کوئی شک نہیں کرنا چاہئے۔

امام علیہ السلام اس وسیلہ سے متوسل ہونے کیلئے فرماتے ہیں:

)اَتُرَاکَ مُعَذِّبِيْ بِنَارِکَ بَعْدَ تَوْحِيْدِکَ وَبَعْدَ مَاانْطَوٰی عَلَيْهِ قَلْبِيْ مِنْ مَعْرِفَتِکَ وَلَهِجَ بِهِ لِسَانِيْ مِنْ ذِکْرِکَ وَاعْتَقَدَهُ ضَمِيْرِيْ مِنْ حُبِّکَ وَبَعْدَ صِدْقِ اعْتِرَافِيْ وَدُعَائِيْ خَاضِعاً لِرُبُوْبِيَّتِکَ(

''کیا یہ ممکن ہے کہ میرے عقیدۂ توحید کے بعد بھی تو مجھ پر عذاب نازل کرے،یا میرے دل میں اپنی معرفت کے باوجود مجھے مورد عذاب قرار دے کہ میری زبان پر مسلسل تیرا ذکر اور میرے دل میں برابر تیری محبت جا گزیں رہی ہے۔میں صدق دل سے تیری ربوبیت کے سامنے خاضع ہوں'

یہاں پر ہم دعا کے اس فقرہ سے متعلق ایک واقعہ نقل کرتے ہیں۔

کہا جاتا ہے: جب خداوند عالم نے حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کی حکومت وسلطنت عطا کی تو آپ ایک دن اپنے گھر کے سامنے تخت پر ایک ایسے نیک وصالح بندے کے ساتھ تشریف فرما تھے جس کو اللہ نے علم اور نور عطا کیا تھا،اسی وقت اس تخت کے پاس سے ایک نوجوان کا گذر ہوا تو اس صالح بندے نے حضرت یوسف علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا آپ اس جوان کو پہچانتے ہیں؟

آپ نے فرمایا: نہیں تو اس بندے نے عرض کیا: یہ وہی بچہ ہے جس نے آپ کے بری وپاک ہونے کی اس وقت گواہی دی تھی جب عزیز مصر کی زوجہ نے آپ پر الزام لگایا تھا۔

)وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ اَهْلِهَا اِنْ کَانَ قَمِيْصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْکَاذِبِيْنَ۔وَاِنْ کَانَ قَمِيْصُهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَکَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ)(۱(

''اور اس پر اس کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے گواہی بھی دیدی کہ اگر ان کا دامن سامنے سے پھٹا ہے تو وہ سچی ہے اور یہ جھوٹوں میں سے ہیں اور اگر ان کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہے تو وہ جھوٹی ہے اور یہ سچوں میں سے ہیں''

یہ وہی شیر خوار بچہ ہے جس نے گہوارے میں آپ کی گواہی دی تھی اور یہ اب جوان ہو گیا ہے حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کو بلایا، اپنے پہلو میں بیٹھایااور اس کا بہت زیادہ احترام کیااور وہ عبد صالح حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس متعجب ہو کر مسکراتے ہوئے حضرت یوسفؑ کے اس برتاؤ کامشاہدہ کرتا رہا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اس نیک بندے سے فرمایا۔ کیاتم کو میرے اس جوان کے عزت و کرام کرنے پر تعجب ہو رہا ہے ؟ تو اس نے کہا: نہیں لیکن اس جوان کی آپ کے بری الذمہ ہونے کی گواہی کے علاوہ اور کوئی حیثیت نہیں ہے، خدانے اس کو قوت گویائی عطا کی جبکہ اس کی خود اس

)ا(سورۂ یوسف آیت۲۶،۔۲۷۔

میں کوئی فضیلت نہیں ہے، اس کے باوجود آپ نے اس کا اتنا زیادہ اکرام کیااس کو اتنی عزت دی ہے۔

تو یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی بندہ اللہ کے سامنے اتنے طولانی سجدے کرے اور وہ اس کو جہنم کی آگ میں جلادے، یااس بندے کے اس دل کو جلادے جو اس کی محبت سے لبریز ہے، یااس کی اس زبان کو جلادے جس سے اس نے خدا کو بہت زیادہ یاد کیایااسکی وحدانیت کی گواہی دی اور اس کی وجہ سے شرک کا انکار کیاہے ؟

حضرت امام علی علیہ السلام اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

)وَلَیتَ شِعْرِي یَاسَیِّدِي وَاِلٰهِي وَمولَاٰیِ اَتُسَلِّطُ النَّارَ عَلٰی وُجُوهٍ خَرَّتْ لِعَظَمَتِکَ سَاجِدَةً،وَعَلٰی اَلْسُنٍ نَطَقَتْ بِتَوحِیدِکَ صَادِقَةً،وَبِشُکْرِکَ مَادِحَةً،وَعَلٰی قُلُوبٍ اعْتَرَفَتْ بِاِلٰهِیَّتِکَ مُحَقِّقَةً،وَعَلٰی ضَمَاءِرَ حَوَتْ مِنَ الْعِلْمِ بِکَ حَتّٰی صَارَتْ خَاشِعَةً،وَعَلٰی جَوَارِحَ سَعَتْ اِلٰی اَوْطَانِ تَعَبُّدِکَ طَاءِعَةً،وَاَشَارَتْ بِاِسْتِغْفَارِکَ مُذْعِنَةً،مَاهٰکَذَا الظَّنُّ بِکَ وَلَااُخْبِرْنَا بِفَضْلِکَ عَنْکَ یَاکَرِیْمُ(

"میرے سردار۔ میرے خدامیرے مولا! کاش میں یہ سوچ بھی سکتا کہ جو چہرے تیرے سامنے سجدہ ریز رہے ہیں ان پر بھی تو آگ کو مسلط کر دے گااور جو زبانیں صداقت کے ساتھ حرف توحید کو جاری کرتی رہی ہیں اور تیری حمد وثنا کرتی رہی ہیں یاجن دلوں کو تحقیق کے ساتھ تیری خدائی کا اقرار ہے یاجو ضمیر تیرے علم سے اس طرح معمور ہیں کہ تیرے سامنے خاضع وخاشع ہیں یاجو اعضاء وجوارح تیرے مراکز عبادت کی طرف ہنسی خوشی سبقت کرنے والے ہیں اور تیرے استغفار کو یقین کے ساتھ اختیار کرنے والے ہیں؛ان پر بھی تو عذاب کرے گا۔ ہر گز تیرے بارے میں ایسا خیال بھی نہیں ہے اور نہ تیرے فضل و کرم کے بارے میں ایسی کوئی اطلاع ملی ہے"

تیسرا وسیلہ

عذاب برداشت کرنے کے مقابلہ میں ہمارا کمزور ہونا، ہماری کھال کا باریک ہونا، ہماری ہڈیوں کا کمزور ہونا، ہم میں صبر اور قوت برداشت کے مادہ کا کم ہونا ،کمزوری، قوی متین تک پہنچنے میں ایک کامیاب وسیلہ ہے، ہر کمزور قوی کو جذب کرنے اور اس کی عطوفت و محبت کو اخذ کرنے کی خواہش کرتا ہے۔

بیشک کمزور میں ایک راز ہے جس کی بناپر اسے ہمیشہ قوی کی طلب ہوتی ہے اسی طرح قوی (طاقتور) کو ہمیشہ کمزور کی تلاش رہتی ہے یعنی دونوں میں سے ہر ایک کوایک دوسرے کی تلاش رہتی ہے۔

بیشک شیر خوار اپنی کمزوری کی بناء پر اپنی ماں کی محبت چاہتاہے جس طرح مادر مہربان کو بچہ کی کمزوری اور اس کی رقت کی چاہت ہوتی ہے۔

کمزور کا اسلحہ اور وسیلہ بکا اور امید ہے امیر المومنین علی علیہ لا سلام اس دعاء کمیل میں فرماتے ہیں:

)یَا مَنِ اسْمُہُ دَوَاءٌ، وَذِکْرُہُ شِفَاءٌ وَطَاعَتُہُ غِنیً اِرْحَمْ مَنْ رَّاسُ مَالِہِ الرَّجَاءُ وَسِلاَحُہُ الْبُکَاءُ(

''اے وہ پروردگار جس کا نام دوا، جس کی یاد شفا۔۔۔اس بندہ پر رحم فرما جس کا سرمایہ فقط امید اور اس کا اسلحہ فقط گریہ ہے''

بیشک فقیر کا اصل سرمایہ غنی (مالدار) سے امید رکھنا ہے، کمزور کا اسلحہ، قوی کے نزدیک گریہ وزاری کرنا ہے، اور دنیا میں جو کمزور کے، قوی و طاقتور سے اور طاقتور کے کمزور سے لو لگانے کے سلسلہ میں اللہ کی سنتوں کو نہیں سمجھ پائے گا وہ اس دعاء کمیل میں حضرت علی علیہ السلام کے ان موثر فقروں کو نہیں سمجھ پائیگا۔

حضرت امام علی بن ابی طالب علیہ السلام دوسری مناجات میں فرماتے ہیں:

)انت القوی وانا الضعیف وھل یرحم الضعیف الا القوی(

''تو قوی ہے اور میں کمزور ہوں اور کیا طاقتور کے علاوہ کوئی کمزور پر رحم کر سکتا ہے''

امام علیہ السلام اس دعا کمیل میں بندے کی کمزوری، اس کی تدبیر کی کمی اسکے صبر و تحمل کے جلدی ختم ہو جانے، کھال کے رقیق ہونے اور اسکی ہڈیوں کے رقیق ہونے سے متوسل بہ بارگاہ خداوند قدوس ہوتے ہیں۔

امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

)یَارَبِّ ارْحَمْ ضَعْفَ بَدَنِیْ وَرِقَّۃَ جِلْدِیْ وَدِقَّۃَ عَظْمِیْ(

''پروردگار میرے بدن کی کمزوری، میری جلد کی نرمی اور میرے استخواں کی باریکی پر رحم فرما'

ہم کو دنیا میں کانٹا چبھتا ہے، انگارے سے ہمارا ہاتھ جل جاتا ہے اور جب ہم کو دنیا میں ہلکی سی بیماری لاحق ہو جاتی ہے تو ہماری نیند اڑ جاتی ہے اور ہم بے چین ہو جاتے ہیں، جبکہ اس تھوڑی سی دیر کی بیماری کو خداوند عالم نے امتحان کے لئے قرار دیا ہے تو ہم اس وقت کیا کریں گے جب ہم دردناک عذاب کی طرف لے جائے جائیں گے اور عذاب کے فرشتوں سے کہا جائیگا:

)خُذُوْہُ فَغُلُّوْہُ ثُمَّ الْجَحِیْمَ صَلُّوْہُ ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَۃٍ ذَرْعُھَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعاً فَاسْلُکُوْہُ()۱(

''اب اسے پکڑو اور گرفتار کرلو، پھر اسے جہنم میں جھونک دو، پھر ستر گز کی ایک رسی میں اسے جکڑ لو''

امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

)وَاَنْتَ تَعْلَمُ ضَعْفِیْ عَنْ قَلِیْلٍ مِنْ بَلاَءِ الدُّنْیَا وَعُقُوْبَاتِھَا وَمَا یَجْرِیْ فِیْھَا مِنَ الْمَکَارِہِ عَلیٰ اَھْلِھَا عَلیٰ اَنَّ ذٰلِکَ بَلاَءٌ وَمَکْرُوْہٌ قَلِیْلٌ مَکْثُہُ یَسِیْرٌ بَقَاءُہُ قَصِیْرٌ مُدَّتُہُ

)۱(سورۂ الحاقۃ آیت ۳۲،۳۱،۳۰۔

فَکَیْفَ احْتِمَالِیْ لِبَلاَءِ الْآخِرَۃِ وَجَلِیْلِ وَقُوْعِ الْمَکَارِہِ فِیْھَا وَھُوَ بَلاَءٌ تَطُوْلُ مُدَّتُہُ وَیَدُوْمُ مُقَامُہُ وَلاَ یُخَفَّفُ عَنْ اَھْلِہِ لِاَنَّہُ لاَ یَکُوْنُ اِلاَّ عَنْ غَضَبِکَ وَانْتِقَامِکَ وَسَخَطِکَ وَھٰذَا مَالاَ تَقُوْمُ لَہُ السَّمٰوَاتُ وَالْاَرْضُ یَاسَیِّدِیْ فَکَیْفَ لِیْ وَاَنَا عَبْدُکَ الضَّعِیْفُ الذَّلِیْلُ الْحَقِیْرُ الْمِسْکِیْنُ الْمُسْتَکِیْنُ یَااِلٰھِیْ وَرَبِّیْ وَسَیِّدِیْ وَمَوْلاَیْ(

''پروردگارا تو جانتا ہے کہ میں دنیا کی معمولی بلا اور ادنی سی سختی کو برداشت نہیں کر سکتا اور میرے لئے اس کی ناگواریاں ناقابل تحمل ہیں جب کہ یہ بلائیں

قلیل اوران کی مدت مختصر ہے۔ تو میں ان آخرت کی بلاؤں کو کس طرح برداشت کروں گا جن کی سختیاں عظیم، جن کی مدت طویل اور جن کا قیام دائمی ہے۔ جن میں تخفیف کا بھی کوئی امکان نہیں ہے اس لئے کہ یہ بلائیں تیرے غضب اور انتقام کا نتیجہ ہیں اور ان کی تاب زمین و آسمان نہیں لا سکتے، تو میں ایک بندۂ ضعیف و ذلیل و حقیر و مسکین و بے چارہ کیا حیثیت رکھتا ہوں خدایا، پروردگارا، میرے سردار، میرے مولا"

چوتھا وسیلہ

امام علیہ السلام اس دعا میں بندہ کے اللہ سے مضطر ہونے کو بیان فرماتے ہیں اور انسان کیلئے اضطرار ایک کامیاب وسیلہ ہے اور اس کی حاجتیں اللہ کے علاوہ کسی اور کے ذریعہ پوری نہیں ہو سکتی ہیں۔

ہماری اضطرار سے مراد یہ ہے کہ انسان کی حاجتیں اللہ کے علاوہ کوئی اور پورا نہیں کر سکتا ہے اور اس کی پناہگاہ کے علاوہ کوئی پناہگاہ نہیں ہے، انسان اللہ کے علاوہ کسی اور جگہ بھاگ کر جا ہی نہیں سکتا اللہ کے علاوہ اس کو کوئی اور پناہگاہ نہیں مل سکتی ہے۔

چھوٹا بچہ بچپن میں اپنے ماں باپ کے علاوہ کسی اور کو ایسا نہیں پاتا جو اس کے کام آئے اس کا دفاع کرے اس کی حاجتیں پوری کرے اس کی ہر خواہش وچاہت پر لبیک کہے اس پر عطوفت کرے لہٰذا وہ اپنے والدین سے مانوس ہوتا ہے وہ اپنے ابھرتے بچپن میں ان دونوں سے اپنے ہر مطالبہ اور ہر ضرورت کو ان کی رحمت رافت شفقت سے پاتا ہے جب بچہ کو کوئی تکلیف ہوتی ہے تو ان کو تکلیف ہوتی ہے جب اس کو کسی چیز کا خوف ہوتا ہے تو وہ اپنے والدین کی پناہ میں آجاتا ہے اور ان کے پاس اس کو امن وچین، رحمت اور شفقت ملتی ہے اس کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں اور جس چیز سے اس کو خوف ہوتا ہے ان سے امان ملتی ہے۔

جب وہ کبھی ایسا کام انجام دیتا ہے جس میں وہ ان دونوں کے عقاب کا مستحق ہوتا ہے اور اس کو اپنی جان کا خوف ہوتا ہے تو وہ اپنے دائیں بائیں نظریں ڈالتا ہے تو اس کو کوئی پناہگاہ نظر نہیں آتی اور نہ ہی وہ ان دونوں سے فرار کر سکتا ہے اور ان کے علاوہ کوئی امن کی جگہ اس کو نظر نہیں آتی تو انھیں کی پناہگاہ میں چلا جاتا ہے اور اپنے نفس کو ان کا مطیع و فرمانبردار کہہ کر ان سے فریاد کرتا ہے حالانکہ وہ دونوں اس کو مارنے اور مواخذہ کرنے کا ارادہ کرتے ہیں۔

والدین کو بھی اس طرح کے اکثر مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں اور بچہ ان کی محبت اور عطوفت کو حاصل کر لیتا ہے۔

امام علیہ السلام اس دعائے شریفہ میں اسی معنی کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ آپ ہر مسئلہ میں اللہ سے پناہ مانگتے تھے جب آپ پر کوئی سخت وقت آتا تھا، کوئی مصیبت پڑتی تھی یا کسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا تھا تو آپ اللہ کی بارگاہ میں فریاد کرتے تھے اور اسی سے لو لگاتے تھے لیکن پھر بھی آپ کو اپنی مصیبت کے سلسلہ میں اللہ کے علاوہ اور کوئی پناہگاہ نہیں ملتی تھی امام علیہ السلام انسان کا اسی حالت میں مشاہدہ کرتے ہیں وہ خداوند عالم کے اسی غضب کے سامنے ہے جس کی رحمت کی اسے امید ہے اور اس خداوند قدوس کی عقوبت کے سامنے ہے جس کے غضب سے وہ سلامتی چاہتا ہے۔

بندے کی (جب وہ اپنے کو اللہ کے عذاب کا مستحق دیکھتا ہے) اللہ کے علاوہ اور کوئی پناہگاہ نہیں ہے اللہ کے علاوہ وہ کہیں فرار اختیار نہیں کر سکتا نہ اس کو خدا کے علاوہ کسی کی حمایت حاصل ہو سکتی ہے اور نہ ہی وہ خدا کے علاوہ کسی اور سے سوال کر سکتا ہے۔

جب عذاب کے فرشتے اس کو جہنم کی طرف لے جاتے ہیں تو وہ خدا کی بارگاہ میں گڑگڑاتا ہے اس سے امن وچین طلب کرتا ہے اس سے فریاد کرتا ہے ، اپنے نفس کیلئے اس سے رحمت طلب کرتا ہے جیسے وہ بچہ کہ جب اس کے والدین اس سے ناراض ہو جاتے ہیں تو اس کے پاس ان دونوں کے علاوہ کسی اور کی طرف فرار کرنے کی کوئی جگہ باقی نہیں رہ جاتی ہے اور وہ ان کے علاوہ وہ کسی کو اپنا مونس و مددگار نہیں پاتا ہے۔

ہم امام علیہ السلام سے ان کلمات میں دقیق ورقیق وشفاف مطالب کو سنتے ہیں جن کو توحید اور دعا کی روح وجان کہا جاتا ہے :

)فَبِعِزَّتِکَ یَاسَیِّدِي وَمَوْلاَيَ اُقْسِمُ صَادِقاً لَئِنْ تَرَکْتَنِي نَاطِقاً لَاَضِجَّنَّ اِلَیْکَ بَیْنَ اَهْلِهَا ضَجِیْجَ الْآمِلِیْنَ وَلَاَصْرُخَنَّ صُرَاخَ الْمُسْتَصْرِخِیْنَ وَلَاَبْکِیَنَّ عَلَیْکَ بُکَاءَ الْفَاقِدِیْنَ وَلَاُنَادِیَنَّکَ اَیْنَ کُنْتَ یَاوَلِيَّ الْمُؤْمِنِیْنَ یَاغَایَةَ آمَالِ الْعَارِفِیْنَ یَاغِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ یَاحَبِیْبَ قُلُوْبِ الصَّادِقِیْنَ وَیَااِلٰهَ الْعَالَمِیْنَ (

”تیری عزت وعظمت کی قسم اے آقا ومولا ! اگر تونے میری گویائی کو باقی رکھا تو میں اہل جہنم کے درمیان بھی امیدواروں کی طرح فریاد کروں گا اور فریادیوں کی طرح نالہ وشیون کروں گا اور ”عزیز گم کردہ“ کی طرح تیری دوری پر آہ وبکا کروں گا اور تو جہاں بھی ہوگا تجھے آواز دوں گا کہ تو مومنین کا سرپرست، عارفین کا مرکز امید، فریادیوں کا فریادرس، صادقین کے دلوں کا محبوب اور عالمین کا معبود ہے“

قضیہ کی یہ پہلی وجہ ہے اور دوسری وجہ بھی پہلی وجہ کی طرح واضح وروشن ہے یعنی خداوندعالم کا اپنے بندہ سے رابطہ۔

پہلی وجہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بندہ جب مضطر ہوتا ہے تو خدا سے ہی لو لگاتا ہے اس کی رحمت اور اس کی امن کی تلاش میں رہتا ہے۔

بندہ سے خداوندعالم کے محبت کرنے کا دوسرا رخ اس وقت نظر آتا ہے جب وہ تیز بخار میں مبتلا ہوتا ہے اور اُس (خدا) کی رحمت کا طلبگار ہوتا ہے خداوندعالم سے خود اسی خدا کی طرف فرار کرتا ہے خداوندعالم کی رحمت اور فضل کو اس حال میں طلب کرتا ہے کہ وہ خداوندعالم کی عقوبت اور انتقام کے سامنے ہوتا ہے۔

کیا یہ ممکن ہے کہ خداوندتبارک وتعالیٰ ارحم الراحمین ہونے کے باوجود بندہ کی فریاد سنتا ہو اور اس (بندہ) کو اس کی عقل کی کمی اور جہالت کی وجہ سے اس کا ٹھکانا جہنم بنادے جبکہ وہ اس سے فریاد کرتا ہے، اس کا نام لیکر چیختا ہے، اپنی زبان سے اس کی توحید کا اقرار کرتا ہے، اس سے جہنم سے نجات کا سوال کرتا ہے، اور اسی کی بارگاہ میں گڑگڑاتا ہے۔۔۔اور وہ اس کو جہنم کے عذاب میں ڈال دے اور اس کے شعلے اس کو جلادیں، اس کو جہنم کی آواز پریشان کرے، اس کے طبقوں میں لوٹتا رہے، اس کے شعلے اس کو پریشان کریں جبکہ خداوندعالم جانتا ہے کہ یہ بندہ اس سے محبت کرتا ہے یہ سچ بول رہا ہے اس کی توحید کا اقرار کررہا ہے اس سے پناہ مانگ رہا ہے اور اسی کا مضطر ہے۔

پس تم غور سے سنو:

اَفَتُرَاکَ سُبْحَانَکَ یَااِلٰهِي وَبِحَمْدِکَ تَسْمَعُ فِیْهَا صَوْتَ عَبْدٍ مُسْلِمٍ سُجِنَ فِیْهَا بِمُخَالَفَتِهِ وَذَاقَ طَعْمَ عَذَابِهَا بِمَعْصِیَتِهِ وَحُبِسَ بَیْنَ اَطْبَاقِهَا بِجُرْمِهِ وَجَرِیْرَتِهِ وَهُوَ یَضِجُّ اِلَیْکَ ضَجِیْجَ مُؤَمِّلٍ لِرَحْمَتِکَ وَیُنَادِیْکَ بِلِسَانِ اَهْلِ تَوْحِیْدِکَ وَیَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِرُبُوْبِیَّتِکَ یَامَوْلاَيَ فَکَیْفَ یَبْقٰی فِي الْعَذَابِ وَهُوَ یَرْجُوْ مَاسَلَفَ مِنْ حِلْمِکَ اَمْ کَیْفَ تُؤْلِمُهُ النَّارُ وَهُوَ یَامُلُ فَضْلَکَ وَرَحْمَتَکَ اَمْ کَیْفَ یُحْرِقُهُ لَهِیْبُهَا وَاَنْتَ تَسْمَعُ صَوْتَهُ وَتَرٰی مَکَانَهُ اَمْ کَیْفَ یَشْتَمِلُ عَلَیْهِ زَفِیْرُهَا وَاَنْتَ تَعْلَمُ ضَعْفَهُ اَمْ کَیْفَ یَتَقَلْقَلُ بَیْنَ اَطْبَاقِهَا وَاَنْتَ تَعْلَمُ صِدْقَهُ اَمْ کَیْفَ تَزْجُرُهُ زَبَانِیَتُهَا وَهُوَ یُنَادِیْکَ یَارَبَّهُ اَمْ کَیْفَ یَرْجُوْ فَضْلَکَ فِي عِتْقِهِ مِنْهَا فَتَتْرُکُهُ فِیْهَا هَیْهَاتَ مَاذٰلِکَ الظَّنُّ بِکَ وَلَاالْمَعْرُوْفُ مِنْ فَضْلِکَ وَلَامُشْبِهٌ لِمَا عَامَلْتَ بِهِ الْمُوَحِّدِیْنَ مِنْ بِرِّکَ وَاِحْسَانِکَ(

”اے میرے پاکیزہ صفات، قابل حمد وثنا پروردگار کیا یہ ممکن ہے کہ تو اپنے بندۂ مسلمان کو اس کی مخالفت کی بناپر جہنم میں گرفتار اور معصیت کی بناپر عذاب کا مزہ چکھنے والا اور جرم وخطا کی بناپر جہنم کے طبقات کے درمیان کروٹیں بدلنے والا بنادے اور پھر یہ دیکھے کہ وہ امیدوار رحمت کی طرح فریاد کناں اور اہل توحید کی طرح پکارنے والا، ربوبیت کے وسیلہ سے التماس کرنے والا ہے اور تو اس کی آواز نہیں سنتا ہے۔

خدایا تیرے حلم وتحمل سے آس لگانے والا کس طرح عذاب میں رہے گا اور تیرے فضل وکرم سے امیدیں وابستہ کرنے والا کس طرح جہنم کے الم ورنج کا

شکار ہو گا، جہنم کی آگ اسے کس طرح جلائے گی جب کہ تو اس کی آواز کو سن رہا ہو اور اس کی منزل کو دیکھ رہا ہو، جہنم کے شعلے اسے کس طرح اپنے لپیٹ میں لیں گے جب کہ تو اس کی کمزوری کو دیکھ رہا ہو گا، وہ جہنم کے طبقات میں کس طرح کروٹیں بدلے گا جب کہ تو اس کی صداقت کو جانتا ہے، جہنم کے فرشتے اسے کس طرح جھڑکیں گے جبکہ وہ تجھے آواز دے رہا ہو گا اور تو اسے جہنم میں کس طرح چھوڑ دے گا جب کہ وہ تیرے فضل و کرم کا امیدوار ہو گا ،ہر گز تیرے بارے میں یہ خیال اور تیرے احسانات کا یہ انداز نہیں ہے، تو نے جس طرح اہل توحید کے ساتھ نیک برتاؤ کیا ہے اس کی کوئی مثال نہیں ہے"

دعا میں خدا سے کیا مانگنا چاہئے اور کیا نہیں مانگنا چاہئے

اس مقام پر دعاء کے سلسلہ میں دو اہم سوال درپیش ہیں:

۱۔ہمیں دعا کرتے وقت خدا سے کن چیزوں کو مانگنا چاہئے؟

۲۔اور دعا میں خداوند عالم سے کن چیزوں کا سوال نہیں کرنا چاہئے؟

۱۔دعا میں خدا سے کیا مانگنا چاہئے؟

ہم پہلے سوال سے اپنی گفتگو کا آغاز کرتے ہیں کہ دعا کرتے وقت اللہ سے کونسی چیزیں مانگنا سزاوار ہے؟

بیشک بندے کا اللہ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرنا دعا کہلاتا ہے۔

بندے کی ضرورت اور حاجت کی کوئی انتہا نہیں ہے جیسا کہ خداوند عالم کے غنی سلطان اور کرم کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

دونوں لامتناہی چیزوں کے جمع ہونے کو دعا کہا جاتا ہے۔

یعنی بندے کی ضرورت کی کوئی انتہا نہیں ہے اور خداوند عالم کے غنی اور کریم ہونے کی کوئی انتہا نہیں ہے اس کے ملک کے خزانے ختم نہیں ہوتے، اسکی سلطنت اور اس کی طاقت کی کوئی حد نہیں، اس کے جود و کرم کی کوئی انتہا نہیں، اسی طرح بندے کی حاجت و ضرورت کمزوری اور کوتاہی کی کوئی انتہا نہیں ہے ان تمام باتوں کے مد نظر ہم کو یہ سمجھنا چاہئے کہ ہم دعا میں خداوند عالم سے کیا طلب کریں؟

۱۔دعا میں محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوات

دعا میں سب سے اہم نقطہ خداوند عالم کی حمد و ثنا کے بعد مسلمانوں کے امور کے اولیاء محمد و آل محمد پر صلوات بھیجنا ہے۔

اور اسلامی روایات میں اس صلوات پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے جس کا سبب واضح و روشن ہے بیشک اللہ تبارک و تعالیٰ نے دعا کو مسلمانوں اور اور ان کے اولیاء کے درمیان ایک دوسرے سے رابطہ کا وسیلہ قرار دیا ہے اور وہ ولا و محبت کی رسی کو بڑی مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہیں جس کو اللہ نے مسلمانوں کیلئے معصوم قرار دیا ہے صلوات، ان نفسی رابطوں میں سے سب سے اہم سبب کا نام ہے بیشک محبت کے حلقے (کڑیاں) اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان ملی ہوئی ہیں اور رسول اللہ اور اہل بیت علیہم السلام کی محبت ان کی سب سے اہم کڑیاں ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اللہ کی محبت کی کڑی میں واقع ہے اہل بیت علیہم السلام کی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی کڑی میں واقع ہے اس محبت کی تاکید اور تعمیق خداوند عالم کی محبت کی تاکید کا جزء ہے نیز خداوند عالم کی محبت کی تعمیق کا جزء ہے یہ معرفت کا ایسا وسیع باب ہے جس کو اس مقام پر تفصیل سے بیان نہیں کیا جا سکتا اور اس سلسلہ میں ہم کما حقہ گفتگو نہیں کر سکتے ہیں شاید خداوند عالم ہم کو کسی اور مقام پر اسلامی ثقافت اور اسلامی امت

کی تکوین کے سلسلہ میں اس اہم اور حساس نقطہ کے سلسلہ میں گفتگو کی توفیق عنایت فرمائے۔

اس مطلب پر اسلامی روایات میں بہت زور دیا گیاہے۔ ہم اس موضوع سے متعلق بعض روایات کو ذیل میں بیان کر رہے ہیں۔

اور ان میں سب سے عظیم خداوند عالم کا یہ فرمان ہے:

)اِنَّ اللّٰہَ وَمَلاءِکَتَہُ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یَاأَیُّھَاالَّذِیْنَ آمَنُوْاصَلُّوْاعَلَیْہِ وَسَلِّمُوْاتَسْلِیْماً)(۱(

''بیشک اللہ اور اس کے ملائکہ رسول پر صلوات بھیجتے ہیں تو اے صاحبان ایمان تم بھی ان پر صلوات بھیجتے رہو اور سلام کرتے رہو''

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے مروی ہے:

)الصلاۃ علیّ نور علی الصراط) (۲(

''مجھ پر صلوات بھیجنا پل صراط کیلئے نور ہے''

یہ بھی رسول اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کا ہی قول ہے:

)انّ ابخل الناس مَنْ ذُکرت عندہ، ولم یصلّ علیّ)(۳(

''سب سے بخیل انسان وہ ہے جس کے پاس میرا تذکرہ کیا جائے اور وہ مجھ پر صلوات نہ بھیجے''

عبداللہ بن نعیم سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا جب میں گھر میں داخل ہوتا ہوں تو میں اپنے پاس محمد وآل محمد پر صلوات بھیجنے کے علاوہ کوئی اور دعا نہیں پاتا تو آپ نے فرمایا: آگاہ ہو جاؤ اس سے افضل اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی ہے''

حضرت امام باقر اور امام صادق علیہما السلام سے مروی ہے:

)اثقل مایُوزن فی المیزان یوم القیامۃ الصلاۃ علیٰ محمّد وآل محمّد)(۴(

''قیامت کے دن میزان میں سب سے زیادہ وزنی چیز محمد وآل محمد پر صلوات ہوگی''

)۱(سورۂ احزاب آیت ۵۶۔

)۲(کنز العمال حدیث ۲۱۴۹۔

)۳(کنز العمال حدیث ۲۱۴۴۔

)۴(بحار الانوار جلد ۷۱۔ صفحہ ۳۷۴۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نہج البلاغہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

)اذا کان لک اِلی اللّٰہِ سُبْحَانَہُ حَاجَۃ فَابْدَأْ بِمَسْأَلَۃِ الصَّلَاۃِ عَلیٰ رَسُوْلِہِ ثُمَّ سَلْ حَاجَتَکَ؛ فَاِنَّ اللّٰہَ اَکْرَمُ مِنْ اَنْ یُسْاَلَ حَاجَتَیْنِ، فَیَقْضِیْ اِحْدَاھُمَا وَیَمْنَعُ الْاُخْریٰ)(۱(

''جب تم خداوند عالم سے کوئی حاجت طلب کرو تو پہلے محمد وآل محمد پر صلوات بھیجو اس کے بعد اس سے سوال کرو بیشک خداوند عالم سب سے زیادہ کریم ہے کہ اس سے دو حاجتیں طلب کی جائیں اور وہ ان میں سے ایک کو پورا کر دے اور دوسری کو پورا نہ کرے''

انبیاء و مرسلین اور ان کے اوصیاء کی دعائیں اسی طرح کی دعائیں ہیں۔

عام طور پر تمام انبیاء علیہم السلام اوران کے اوصیاء پر صلوات وسلام وارد ہوتے ہیں یااہل بیت علیہم السلام سے ماثورہ دعاؤں میں مشخص ومعین اور نام بنام ان پر صلوات وسلام وارد ہوئے ہیں اوران میں وارد ہونے والی ایک دعا(عمل ام داؤد) ہے جو رجب کے مہینہ میں ایام بیض کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہے اور وہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔

محمد وآل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوات بھیجنے کے چند نمونے

صحیفۂ سجادیہ میں امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

ربِّ صلِّ علی محمّد وآل محمّد،المنتجب،المصطفیٰ المکرّم،المقرّب افضل صلواتک وبارک علیہ اَتَمَّ برکاتک،وترحّم علیہ امتع رحماتک۔

ربِّ صلِّ علی محمّد وآلہ صلاۃ زاکیۃ لا تکون صلاۃ ازکیٰ منھا وصلِّ علیہ صلاۃ نامیۃ لا تکون صلاۃ انمیٰ منھا وصلِّ علیہ صلاۃ راضیۃ لا تکون صلاۃ

)۱(نہج البلاغہ حکمت ۳۶۱۔

فوقھا ربِّ صلِّ علی محمّد صلوۃ تُرضیہ وتزید علی رضاہ وصلِّ علیہ صلاۃ تُرضیک وتزید علی رضاک وصلِّ علیہ صلاۃ لا نرضیٰ لہ الَّا بھا ولا تریٰ غیرہ لھا اھلا ۔۔۔۔۔ربِّ صلِّ علیٰ محمّد وآلہ صلاۃ تنتظم صلوات ملائکتک وانبیائک ورسلک واھل طاعتک(

''خدایا محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما جو منتخب،پسندیدہ،محترم اور مقرب ہیں۔اپنی بہترین رحمت اوران پر برکتیں نازل فرما اپنی تمام ترین برکات،اوران پر مہربانی فرما اپنی مفید ترین مہربانی خدایا محمد وآل محمد پر وہ پاکیزہ صلوات نہ ہو اور وہ مسلسل بڑھنے والی رحمت جس سے زیادہ بڑھنے والی کوئی رحمت نہ ہو۔ان پر وہ پسندیدہ صلوات نازل فرما جس سے بالاتر کوئی صلوات نہ ہو۔خدایا محمد وآل محمد پر وہ صلوات نازل فرما جس سے انھیں راضی کردے اوران کی رضامندی میں اضافہ کردے اپنے پیغمبر پر وہ صلوات نازل فرما جو تجھے راضی کردے اور تیری رضا میں اضافہ کردے۔ان پر وہ صلوات نازل فرما جس کے علاوہ ان کے لئے کسی صلوات سے تو راضی نہ ہو اور اس کا ان کے علاوہ کوئی اہل نہ سمجھتا ہو۔۔خدایا محمد وآل محمد پر وہ صلوات نازل فرما جو تیرے ملائکہ،انبیاء ومرسلین اور اطاعت گذاروں کی صلوات کو سمیٹ لے''

۲۔مومنین کیلئے دعا

خداوند عالم کی حمد وثنا اور محمد وآل محمد انبیاء اوران کے اوصیاء پر درود وسلام بھیجنے کے بعد سب سے اہم چیز مومنین کیلئے دعا کرنا ہے یہ دعا،دعا کے اہم شعبوں میں سے ہے اس لئے کہ مومنین کے لئے دعا کرنا اس روئے زمین پر ہمیشہ پوری تاریخ میں ایک مسلمان کو پوری امت مسلمہ سے جوڑے رہی ہے جس طرح محمد وآل محمد پر صلوات خداوند عالم کی طرف سے نازل ہونے والی ولایت کی رسی کے ذریعہ جوڑے رہی ہے۔

اس رابط کو دعا ایک طرف فرد اور امت کے درمیان جوڑتی ہے اوران سے رابطہ قائم کرنے والے تمام افراد کے درمیان اس رابطہ کو جوڑتی ہے یہ رابطہ سب سے بہترین وافضل رابطہ ہے اس لئے کہ اس علاقہ وتعلق سے انسان اللہ کی بارگاہ میں جاتا ہے اور یہ تعلق ولگاؤ اس کو ہمیشہ خدا سے جوڑے رہتا ہے اور وہ خدا کے علاوہ کسی اور کو نہیں پہچانتا اور یہ اللہ کی دعوت پر لبیک کہنا ہے۔

یہ دعا دو طریقہ سے ہوتی ہے:عام دعا کسی شخص کو معین اور نام لئے بغیر دعا کرنا۔

دوسرے نام بنام اور مشخص ومعین کرنے کے بعد دعا کرنا۔

اور ہم انشاءاللہ ان دونوں قسموں کے متعلق بحث کریں گے:

ا۔عام مومنین کیلئے دعا

اس طرح کی دعا کواللہ دوست رکھتا ہے،اس کواسی طرح مستجاب کرتا ہے خداوند عالم اس سے زیادہ کریم ہے کہ وہ بعض دعا کو قبول کرے اور بعض دعا کورد کردے۔

دعا کا یہ طریقہ عام مومنین کیلئے ہے جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور طول تاریخ میں روئے زمین پر امت مسلمہ کے ایک ہونے کی نشاندہی کرتا ہے اور ہمارے تعلقات کواس خاندان سے زیادہ مضبوط و محکم کرتا ہے۔

ہماری زندگی میں دعا کے دو کردار ہیں:

پہلا کردار یہ ہے کہ ہم اللہ سے رابطہ قائم کرتے ہیں۔

دوسرا کردار یہ ہے کہ طول تاریخ میں روئے زمین پر ایمان لانے والی امت مسلمہ سے ہمارا رابطہ ہوتا ہے۔

دعا کے اس بلیغ طریقہ پر اسلامی روایات میں بہت زیادہ زور دیا گیا ہے اور یہ وارد ہوا ہے کہ خداوند عالم دعا کرنے والے کواس کی بزم میں حاضر ہونے والے تمام مومنین کی تعداد کے مطابق نیک ثواب دیتا ہے،اس دعا میں شامل ہونے والے ہر مومن کی اس وقت شفاعت ہوگی جب خدااپنے نیک بندوں کو گناہگار بندوں کی شفاعت کرنے کی اجازت دے گا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

)ما من مؤمن دعاللمؤمنين والمؤمنات إلّاردّ اللہ عليه مثل الذي دعالھم بہ من كلّ مؤمن ومؤمنة،مضى منذاوّل الدھر او ھوآت الى يوم القيامة۔ وانّ العبد ليؤمر بہ الى النار يوم القيامة فيسحب، فيقول المؤمنون والمؤمنات: يارب ّھٰذاالذي كان يد عوالنافشفعنافيه، فيشفّعھم اللہ عزّ وجلّ، فينجو) (ا(

''جو مومن بھی زندہ مردہ مومنین و مومنات اور مسلمین و مسلمات کیلئے دعا کرے گا خداوند عالم اس کیلئے ہر مومن و مومنہ کے بدلے خلقت آدم سے قیامت تک نیکی لکھے گا۔

بیشک قیامت کے دن ایک انسان کو دوزخ میں ڈالے جانے کا حکم دیا جائیگا تواس کو کھینچا جائیگا اس وقت مومن و مومنات کہیں گے یہ وہی شخص ہے جو ہمارے لئے دعا کرتا تھا لہٰذا ہم کواس کے سلسلہ میں شفیع قرار دے تو خداوند عالم ان کو شفیع قرار دے گا جس کے نتیجہ میں وہ شخص نجات پاجائیگا''

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

)مَنْ قال كلّ يوم خمساوعشرين مرة: اللّھم اغفر للمؤمنين والمؤمنات والمسلمين والمسلمات كتب اللہ لہ بعدد كل مؤمن وضىٰ وبعدد كل مؤمن ومؤمنة بقى. الى يوم القيامة حسنة ومحاعنه سىءة ورفع لہ درجة)(٢(

''جس نے ایک دن میں پچیس مرتبہ (اللّھم اغفر للمؤمنين والمؤمنات والمسلمين والمسلمات) کہا، تو خداوند عالم ہر گزشتہ اور قیامت تک آنے والے مومن اور۔۔۔

)ا(اصول کافی،۵۳۵،آمالی طوسی جلد ٢ صفحہ ۹۵،وسائل الشیعہ جلد ۴،۱۱۵۱،حدیث،۸۸۸۹۔

)٢(ثواب الاعمال صفحہ ۸۸؛وسائل الشیعہ جلد ۴،۱۱۵۱،حدیث ۸۸۹۱۔

مومنہ کی تعداد کے مطابق اس کیلئے حسنات لکھے گااور اس کی برائیوں کو محو کر دے گااور اس کا درجہ بلند کرے گا"

ابوالحسن حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے :

)مَنْ دعالِاخوانہ من المؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات وکل اللہ بہ عن کل مؤمن ملکا یدعولہ)(ا(

"جس نے مومنین و مومنات اور مسلمین و مسلمات کیلئے دعا کی توخداوند عالم ہر مومن پر ایک ملک کو معین فرمائے گا جو اس کیلئے دعا کرے گا"

ابوالحسن الرضا علیہ السلام سے مروی ہے :

)مامن مؤمن یدعوللمؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات ،الاحیاء منھم والاموات ،الّاکتب اللہ لہ بکل مؤمن ومؤمنة حسنة، منذ بعث اللہ آدم الیٰ ان تقوم الساعة)(۲(

"جو مومن بھی زندہ مردہ مومنین و مومنات اور مسلمین و مسلمات کیلئے دعا کرے گا خداوند عالم اس کیلئے ہر مومن اور مومنہ کے بدلہ خلقت آدم سے قیامت تک ایک نیکی لکھے گا"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آباؤاجداد سے اور انھوں نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے :(مامن مؤمن اومؤمنة، مضیٰ من اوّل الدھر ،اوھوآت الیٰ یوم القیامة،الّاوھم شفعاء لمن یقول فی دعاۂ:اللّھم اغفرللمؤمنین والمؤمنات ،وان العبدلیومر بہ الی النار یوم القیامة، فیُسحب فیقول المؤمنین والمؤمنات : ---

)ا(وسائل الشیعہ جلد ۴ ،ص۱۱۵۲،حدیث ۸۸۹۳۔

)۲(وسائل الشیعہ جلد ۴ ،ص۱۱۵۲،حدیث،ص۸۸۹۴۔

یاربّناھذاالذی کان یدعولنافشفّعنافیہ فیشفّعھم اللہ، فینجو) (ا(

"جو مومن مرد یا مومن عورت زمانہ کے آغاز سے گذر چکے ہیں یا قیامت تک آنے والے ہیں وہ اس شخص کی شفاعت کرنے والے ہیں جو یہ دعا کرے :خدایا مومنین و مومنات کو بخش دے اور قیامت کے دن انسان کو دوزخ میں ڈالے جانے کا حکم دیا جائیگا تو اس وقت مومنین و مومنات کہیں گے پروردگار عالم یہ ہمارے لئے دعا کیا کرتا تھا لہٰذا اس کے سلسلہ میں ہم کو شفیع قرار دے تو خداوند عالم ان کو شفیع قرار دے گا جس کے نتیجہ میں وہ شخص نجات پاجائے گا"

ابوالحسن الرضا علیہ السلام سے مروی ہے :

)مامن مؤمن یدعوللمؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات ،الاحیاء منھم والاموات ،الّارداللہ علیہ من کل مؤمن ومؤمنة حسنة، منذ بعث اللہ آدم الیٰ ان تقوم الساعة)(۲(

"جو شخص زندہ مردہ مومنین و مومنات اور مسلمین و مسلمات کیلئے دعا کرتا ہے توخداوند عالم خداوند عالم اس کیلئے ہر مومن اور مومنہ کے بدلہ خلقت آدم سے قیامت تک ایک نیکی لکھے گا"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آباؤاجداد سے انھوں نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے :

)مامن عبد دعاء للمؤمنین والمؤمنات الاّردّاللہ علیہ مثل الذی دعالھم من کلّ مؤمن ومؤمنة، مضیٰ من اوّل الدھر ،اوھوآت الیٰ یوم القیامة، وان العبد

لیوسمر بہ الی النار یوم القیامۃ، فیُسحب فیقول المؤمنین والمؤمنات : یاربّناھذاالذی

)۱(امالی صدوق صفحہ ۲۷۳؛ بحارالانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۸۵۔

)۲(ثواب الاعمال صفحہ ۱۴۶، بحارالانوار جلد ۹۳، صفحہ ۳۹۶۔

کان یدعولنافشفّعنافیہ فیشفّعھم اللہ، فینجو من النار)(۱(

''جو مومن مرد یامومن عورت زمانہ کے آغاز سے گذر چکاہے یاقیامت تک آنے والا ہے وہ اس شخص کی شفاعت کرنے والا ہے جو یہ دعا کرے: خدایامومنین ومومنات کو بخش دے اور قیامت کے دن اس انسان کو دوزخ میں ڈالے جانے کا حکم دیاجائیگاتو اس وقت مومنین ومومنات کہیں گے پرورد گار عالم یہ ہمارے لئے دعا کیا کرتا تھالہٰذا اس کے سلسلہ میں ہم کو شفیع قرار دے تو خداوند عالم ان کو شفیع قرار دے گا جس کے نتیجہ میں وہ شخص نجات پاجائے گا''

امام جعفر صادق رسول خدا سے نقل فرماتے ہیں :

)اذادعااحدکم فلیعمّ فإنّہ اوجب للدعاء)(۲(

''جب دعامانگو توسب کیلئے دعامانگو کیونکہ اس طرح دعاضرور قبول ہوتی ہے''

ابوعبداللہ الصادق علیہ السلام سے مروی ہے :

جب انسان کہتاہے :(اللّھم إغفر للمؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات الاحیاء منھم وجمیع الاموات ردّاللہ علیہ بعددمامضی ومَن بقی من کلّ انسان دعوۃ)(۳(

''پرورد گار تمام زندہ مردہ مومنین ومومنات اور مسلمین ومسلمات کو بخش دے تو خداوند عالم اس کے گذشتہ اور آئندہ انسانوں کی تعداد کے برابر نیکی لکھ دیتاہے''

)۱(ثواب الاعمال صفحہ ۱۴۷، بحارالانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۸۶۔

)۲(ثواب الاعمال صفحہ ۱۴۷۔ بحارالانوار جلد ۹۲ صفحہ ۳۸۶۔

)۳(فلاح السائل صفحہ ۴۳۔ بحارالنوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۸۷۔

عمومی دعاکے کچھ نمونے

ہم ذیل میں اہل بیت علیہم السلام سے ماثورہ دعاؤں میں عام دعاکے سلسلہ میں کچھ نمونے پیش کرتے ہیں :

)اَللّٰھُمَّ اَغْنِ کُلَّ فَقِیْرٍ،اَللّٰھُمَّ اَشْبِعْ کُلَّ جَائِعٍ،اَللّٰھُمَّ اکْسُ کُلَّ عُرْیَانٍ،اَللّٰھُمَّ اقْضِ دَیْنَ کُلِّ مَدِیْنٍ،اَللّٰھُمَّ فَرِّجْ عَنْ کُلِّ مَکْرُوْبٍ،اَللّٰھُمَّ رُدَّ کُلَّ غَرِیْبٍ،اَللّٰھُمَّ فُکَّ کُلَّ اَسِیْرٍ،اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ کُلَّ فَاسِدٍ مِنْ اُمُوْرِ الْمُسْلِمِیْنَ،اَللّٰھُمَّ اشْفِ کُلَّ مَرِیْضٍ،اَللّٰھُمَّ سُدَّ فَقْرَنَا بِغِنَاکَ،اَللّٰھُمَّ غَیِّرْ سُوْءَ حَالِنَا بِحُسْنِ حَالِکَ،وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَی مُحَمَّدٍ وَآلِہِ الطَّاھِرِیْنَ
)

''خدایاتو ہر فقیر کو غنی بنادے، خدایاتو ہر بھوکے کو سیر کردے، خدایاتو ہر برہنہ کو لباس پہنا، خدایاتو ہر قرضدار کا قرض اداکردے، خدایاہر غمگیں کے غم کو

دور کر، خدایا ہر مسافر کو اس کے وطن پہنچادے، خدایا ہر اسیر کو آزاد کر، خدایا مسلمانوں کے جملہ فاسد امور کی اصلاح فرما، خدایا ہر مریض کو شفا عطا کر، خدایا ہمارے فقر کو اپنی مالداری سے درست کردے، خدایا ہماری بدحالی کو خوش حالی سے بدل دے، خدایا ہمارے قرض کو ادا کردے اور ہمارے فقر کو مالداری سے تبدیل کردے اور محمد اور ان کی آل پاک پر صلوات بھیج''

ان ہی نمونوں میں سے ہے:

)اللّٰھم وتفضّل علیٰ فقراء المؤمنین والمؤمنات بالغنیٰ والثروۃ، وعلیٰ مرضی المؤمنین والمؤمنات بالشفاء والصحۃ، وعلیٰ احیاء المؤمنین والمؤمنات باللطف والکرامۃ وعلیٰ اموات المؤمنین والمؤمنات بالمغفرۃ والرحمۃ وعلیٰ مسافر المؤمنین والمؤمنات بالرّدّ الیٰ اوطانھم سالمین غانمین برحمتک یاارحم الراحمین وَصَلیٰ اللہُ علیٰ سیدنا مُحَمَّدٍ خاتم النبیین وعترتہ الطّاھرِیْنَ(

''خدایا مومنین اور مومنات فقراء کو اپنے فضل سے دولت و ثروت عطا کر، بیمار مومنین اور مومنات کو شفا و صحت عطا کر، زندہ مومنین اور مومنات پر لطف و کرم فرما، مردہ مومنین و مومنات پر بخشش و رحمت عطا فرما، اپنی رحمت سے مسافر مومنین و مومنات کو ان کے وطن میں صحیح و سالم واپس لوٹا اور ہمارے سید و سردار محمد خاتم النبیین اور ان کی آل پاک پر درود و سلام ہو''

صحیفۂ سجادیہ میں امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

)اللّٰھم وصلّ علیٰ التابعین منایومنا ھذا الیٰ یوم الدین وعلیٰ ازواجھم وعلیٰ ذرّیاتھم وعلیٰ مَنْ اطاعک منھم صلواۃ تعصمھم بھا من معصیتک وتفسح لھم فی ریاض جنتک وتمنعھم بھا من کید الشیطان وتعینھم بھا علیٰ ما استعانوک علیہ من برّ وتقیھم طوارق اللیل والنھار الاّ طارقا یطرق بخیر(

''خدایا ان تمام تابعین پر آج کے دن سے قیامت کے دن تک مسلسل رحمتیں نازل کرتے رہنا اور ان کی ازواج اور اولاد پر بھی بلکہ ان کے تمام اطاعت گذاروں پر بھی وہ صلوات و رحمت جس کے بعد تو انھیں اپنی معصیت سے بچالے اور ان کیلئے باغات جنت کی وسعت عطا فرمادے اور انھیں شیطان کے مکر سے بچالے اور جس نیکی پر امداد مانگیں ان کی امداد کردے اور رات اور دن کے نازل ہونے والے حوادث سے محفوظ بنادے۔ علاوہ اس حادثہ کے جو خیر کا پیغام لیکر آئے''

سرحدوں کے محافظوں کے حق میں دعا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَآلِہِ، وَحَصِّنْ ثُغُوْرَ الْمُسْلِمِیْنَ بِعِزَّتِکَ وَاَیِّدْ حُمَاتَھَا بِقُوَّتِکَ وَاَسْبِغْ عَطَایَاھُمْ مِنْ جِدَتِکَ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَآلِہِ وَکَثِّرْ عِدَّتَھُمْ وَاشْحَذْ اَسْلِحَتَھُمْ وَاحْرُسْ حَوْزَتَھُمْ وَامْنَعْ حَوْمَتَھُمْ وَاَلِّفْ جَمْعَھُمْ وَدَبِّرْ اَمْرَھُمْ وَوَاتِرْ بَیْنَ مِیَرِھِمْ وَتَوَحَّدْ بِکِفَایَۃِ مُؤَنِھِمْ وَاعْضُدْھُمْ بِالنَّصْرِ وَاَعِنْھُمْ بِالصَّبْرِ وَالْطُفْ لَھُمْ فِی الْمَکْرِ۔

)اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَآلِہِ وَعَرِّفْھُمْ مَا یَجْھَلُوْنَ وَعَلِّمْھُمْ مَالَا یَعْلَمُوْنَ وَبَصِّرْھُمْ مَالَا یُبْصِرُوْنَ(

''خدایا محمد اور آل محمد پر رحمت نازل فرما اور اپنے غلبہ کے ذریعہ مسلمانوں کی سرحدوں کی محافظت فرما اور اپنی قوت کے سہارے محافظین حدود کی تائید فرما اور اپنے کرم سے ان کے عطایا کو مکمل بنادے خدایا محمد و آل محمد پر رحمت نازل فرما اور مجاہدوں کی تعداد میں اضافہ فرما ان کے اسلحوں کو تیز و تند بنادے ان کے مرکزی مقامات کی حفاظت فرما، ان کے حدود و اطراف کی حراست فرما ان کے اجتماع انس والفت پیدا کر ان کے امور کی تدبیر فرما ان کی رسد کے وسائل کو متواتر بنادے اور تو تن تنہا ان کی تمام ضروریات کے لئے کافی ہوجا اپنی نصرت سے ان کے بازوؤں کو قوی بنادے اور جوہر صبر کے ذریعہ ان کی امداد فرما اور باریک تدبیروں کا علم عطا فرما۔

خدایا محمد اور آل محمد پر رحمت نازل فرما اور مسلمانوں کو ان تمام چیزوں سے باخبر کردے جن سے وہ ناواقف ہیں اور وہ تمام باتیں بتادے جنھیں نہیں جانتے ہیں اور وہ سارے مناظر دکھلادے جنھیں آنکھیں نہیں دیکھ سکتی ہیں"

صحیفہ سجادیہ میں ایک اور مقام پر امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

)اللّھم وایّما مسلم اھمّہ امر الاسلام واحزنہ تحزب اھل الشرک علیھم فنویٰ غزواًاو ھمّ بجھاد فقعد بہ ضعف اوابطات بہ فاقۃ اواخرّہ عنہ حادث اوعرض لہ دون ارادتہ مانع فاکتب اسمہ فی العابدین واوجب لہ ثواب المجاھدین واجعلہ فی نظام الشھدا ٔ والصالحین(

"خدایا اور جس مسلمان کے دل میں اسلام کا درد ہو اور وہ اہل شرک کی گروہ بندی سے رنجیدہ ہو کر جہاد کا ارادہ کرے اور مقابلہ پر آمادہ ہو جائے لیکن کمزوری اسے بٹھادے یا فاقہ اسے روک دے یا کوئی حادثہ درمیان میں حائل ہو جائے اور اس کے ارادہ کی راہ میں کوئی مانع پیش آجائے تو اس کا نام بھی عبادت گزاروں میں لکھ دینا اور اسے بھی مجاہدین کا ثواب عطا فرمادینا اور شہداء و صالحین کی فہرست میں اس کا نام بھی درج کردینا"

دعا مجاہدین الرسالیین صحیفہ سجادیہ میں امام زین العابدین فرماتے ہیں:

)اَللّٰھُمَّ وَاَیُّمَا مُسْلِمٍ خَلَفَ غَازِیاً اَوْمُرَابِطاًفِیْ دَارِہِ اَوْتَعَھَّدَ خَالِفِیْہِ فِیْ غَیْبَتِہِ اَوْاَعَانَہُ بِطَاءِفَۃٍ مِنْ مَالِہِ ،وَاَمَدَّہُ بِعِتَادٍ ،اَوْرَعیٰ لَہُ مِنْ وَرَاءِہِ حُرْمَۃً فَاْجِرْلَہُ مِثْلَ اَجْرِہِ وَزْناً بِوَزْنٍ ،وَمِثْلاً بِمِثْلٍ(

"اور خدایا جو مرد مسلمان کسی غازی یا سرحد کے سپاہی کے گھر کی ذمہ داری لے لے اور اس کے اہل خانہ کی حفاظت کرے یا اپنے مال سے اس کی مدد کرے یا جنگ کے آلات وابزار سے اس کی کمک کرے یا پس غیبت اس کی حُرمت کا تحفظ کرے تو اسے بھی اسی جیسا اجر عطا کرنا تاکہ دونوں کا وزن ایک جیسا ہو "

قرآن کریم میں دعا کے تین صیغے

قرآن کریم میں دعا کیلئے تین صیغے آئے ہیں:

۱۔ایک انسان کا خود اپنے لئے دعا کرنا۔

۲۔کسی دوسرے کیلئے دعا کرنا۔

۳۔کچھ افراد کا مل جل کر تمام مومنین کیلئے دعا کرنا۔

دعا کے سلسلہ میں ہم ذیل میں ان تینوں گروہوں کے بارے میں بیان کرتے ہیں تاکہ مومنین کیلئے دعا کرنے میں ہم قرآن کے اسلوب سے واقف ہو سکیں:

۱۔اپنے لئے دعا

دعا کا یہ مشہور و معرف طریقہ ہے ہم قرآن کریم میں انبیاء علیہم السلام اور صالحین کی زبانی اس طرح دعا کرنے کے بہت سے نمونوں کا مشاہدہ کرتے ہیں یا خدا کے وہ اپنے بندے جن کو اللہ نے اس طرح دعا کرنے کی تعلیم دی ہے اس سلسلہ میں قرآن کریم فرماتا ہے:

)رَبِّ قَدْ آتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْکِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ فَاطِرَالسَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِیِّ فِی الدُّنْیَاوَالْآخِرَۃِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِماًوَاَلْحِقْنِیْ بِالصَّالِحِیْنَ)(۱(

"پروردگار تو نے مجھے ملک بھی عطا کیا اور خوابوں کی تعبیر کا علم بھی دیا تو زمین وآسمان کا پیدا کرنے والا ہے اور دنیا و آخرت میں میرا ولی اور سرپرست ہے

مجھے دنیا سے فرمانبردار ہی اٹھانا اور صالحین سے ملحق کر دینا"

)رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَلْ لِیْ مِنْ لَدُنْکَ سُلْطَاناً نَصِیْراً)(۲(

"اور یہ کہئے کہ پروردگار مجھے اچھی طرح سے آبادی میں داخل کر اور بہترین انداز سے باہر نکال اور میرے لئے ایک طاقت قرار دیدے جو میری مدد گار ثابت ہو۔

)رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِیْ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ)(۳(

"موسیٰ نے عرض کی پروردگار میرے سینے کو کشادہ کر دے اور میرا کام میرے لئے آسان کر دے اور میری زبان سے لکنت کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری بات اچھی طرح سمجھیں"

)رَبِّ لَاتَذَرْنِیْ فَرْدًا وَاَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ)(۴(

)۱(سورۂ یوسف آیت ۱۰۱۔

)۲(سورۂ اسراء آیت ۸۰۔

)۳(سورۂ طٰہ آیت ۲۵۔۲۸۔

)۴(سورۂ انبیاء آیت ۸۹۔

"پروردگار مجھے اکیلا نہ چھوڑ دینا کہ تو تمام وارثوں سے بہتر وارث ہے۔

)رَبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلاً مُبَارَکاً وَاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ)(۱(

"اور یہ کہنا کہ پوردگار ہم کو بابرکت منزل پر اتارنا کہ تو بہترین اتارنے والا ہے۔

)رَبِّ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ وَاَعُوْذُ بِکَ رَبِّ اَنْ یَحْضُرُوْنِ)(۲(

"اور کہئے کہ پروردگار میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ شیاطین میرے پاس آجائیں"

)رَبِّ هَبْ لِیْ حُکْماً وَاَلْحِقْنِیْ بِالصَّالِحِیْنَ وَاجْعَلْ لِیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْآخِرِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ)(۳(

"خدایا مجھے علم و حکمت عطا فرما اور مجھے صالحین کے ساتھ ملحق کر دے اور آئندہ آنے والی نسلوں میں میرا ذکر خیر قائم رکھ اور مجھے بھی نعمت کے باغ (بہشت) کے وارثوں میں قرار دے"

۲۔دوسروں کیلئے دعا!

دوسرا طریقہ جس کے سلسلہ میں قرآنی نمونے اور شواہد موجود ہیں۔

خدا فرماتا ہے:(وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا کَمَا رَبَّیَانِیْ صَغِیْراً)(۴(

"پروردگار ان دونوں پر اسی طرح رحمت نازل فرما جس طرح کے انھوں نے بچپنے میں مجھے پالا ہے"

)۱(سورۂ مومنون آیت ۲۹۔

)۲(سورۂ مومنون آیت ۹۸،۹۷۔

)۳(سورۂ شعراء آیت ۸۳۔۸۵۔

)۴(سورۂ اسراء آیت ۲۴۔

ملائکۃ العرش کی مومنین کے لئے دعا: (رَبَّنَا وَسِعْتَ کُلَّ شَیْءٍ رَحْمَۃً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِیْلَکَ وَقِھِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ رَبَّنَا وَاَدْخِلْھُمْ جَنَّاتِ عَدْنٍ الَّتِیْ وَعَدْتَّھُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِھِمْ وَاَزْوَاجِھِمْ وَذُرِّیَّاتِھِمْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ وَقِھِمُ السَّیِّئَاتِ وَمَنْ تَقِ السَّیِّئَاتِ یَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَہُ وَذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ)(۱)

''خدایا تیری رحمت اور تیرا علم ہر شے پر محیط ہے لہٰذا ان لوگوں کو بخش دے جنھوں نے توبہ کی ہے اور تیرے راستہ کا اتباع کیا ہے اور انھیں جہنم سے بچا لے، پروردگار انھیں اور انکے باپ دادا ازواج اور اولاد میں سے جو نیک اور صالح افراد ہیں انکو ہمیشہ رہنے والے باغات میں داخل فرما جن کا تونے ان سے وعدہ کیا ہے کہ بیشک تو سب پر غالب اور صاحب حکمت ہے، اور انھیں برائیوں سے محفوظ فرما کہ آج جن لوگوں کو تونے برائیوں سے بچا لیا گویا انھیں پر رحم کیا ہے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے''

۳۔اجتماعی دعا

قرآن کریم کا یہ سب سے مشہور طریقہ ہے اور قرآن کریم کی اکثر دعائیں اسی طرح کی ہیں اس سلسلہ میں قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

)اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ)(۲(

''ہم سیدھے راستہ کی ہدایت فرماتا رہ جو ان لوگوں کا راستہ ہے جن پر تو نے نعمتیں نازل کی ہیں ان کا راستہ نہیں جن پر غضب نازل ہوا ہے یا جو بہکے ہوئے ہیں ''

)۱(سورۂ غافر آیت ۷۔۹

)۲ (سورۂ حمد آیت ۶۔۷۔

)رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ)(۱(

''اور دل میں یہ دعا تھی کہ پروردگار ہماری محنت کو قبول فرمالے کہ تو بہترین سننے والا ہے''

)رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَفِی الْآخِرَۃِ حَسَنَۃً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ)(۲(

''پروردگار ہمیں دنیا میں بھی نیکی عطا فرما اور آخرت میں بھی اور ہم کو عذاب جہنم سے محفوظ فرما''

)رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ)(۳(

''خدایا ہمیں بے پناہ صبر عطا فرما ہمارے قدموں کو ثبات دے اور ہمیں کافروں کے مقابلہ میں نصرت عطا فرما''

)رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَا اِصْرًا کَمَا حَمَلْتَہُ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَۃَ لَنَا بِہِ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ)(۴(

''پروردگار ہم جو کچھ بھول جائیں یا ہم سے غلطی ہو جائے اسکا ہم سے مواخذہ نہ کرنا خدایا ہم پر ویسا بوجھ نہ ڈالنا جیسا پہلے والی امتوں پر ڈالا گیا ہے پروردگار ہم پر وہ بار نہ ڈالنا جس کی ہم میں طاقت نہ ہو ہمیں معاف کر دینا ہمیں بخش دینا ہم پر رحم کرنا تو ہمارا مولا اور مالک ہے اب کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما''

)رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ

)۱(سورۂ بقرہ آیت ۱۲۷

)۲(سورۂ بقرہ آیت ۲۰۱

)۳(سورۂ بقرہ آیت ۲۵۰۔

)۴(سورۂ بقرہ آیت ۲۸۶۔

اَلْوَهَّابُ)(۱ (

''ان کا کہنا ہے کہ پروردگار جب تو نے ہمیں ہدایت دے دی ہے تو اب ہمارے دلوں میں کجی نہ پیدا ہونے پائے اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما کہ تو بہترین عطا کرنے والا ہے''

)رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْاِيمَانِ اَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ رَبَّنَا وَآتِنَا مَا وَعَدْتَنَا عَلَى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ)(۲(

''پروردگار ہم نے اس منادی کو سنا جو ایمان کی آواز لگا رہا تھا کہ اپنے پروردگار پر ایمان لے آؤ تو ہم ایمان لے آئے پروردگار اب ہمارے گناہوں کو معاف فرما اور ہماری برائیوں کی پردہ پوشی فرما اور ہمیں نیک بندوں کے ساتھ محشور فرما پروردگار جو تو نے اپنے رسول سے وعدہ کیا ہے اسے عطا فرما اور روز قیامت ہمیں رسوا نہ کرنا کہ تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا''

)رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِينَ)(۳(

''خدایا ہم پر صبر کی بارش فرما اور ہمیں مسلمان دنیا سے اٹھانا''

)رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ)(۴(

''پروردگار ہم ایمان لائے ہیں لہٰذا ہمارے گناہوں کو معاف کر دے اور ہم پر رحم فرما کہ تو بہترین رحم کرنے والا ہے'''

)رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا)(۵(

)۱(سورۂ آل عمران آیت ۸۔)۲(سورۂ آل عمران آیت ۱۹۳۔۱۹۴

)۳(سورۂ اعراف آیت ۱۲۶۔

)۴(سورۂ مومنون آیت ۱۰۹۔

)۵(سورۂ فرقان آیت ۶۵۔

"پروردگار ہم سے عذاب جہنم کو پھیر دے کہ اس کا عذاب بہت سخت اور پائیدار ہے"

)رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ)(۱(

"خدایا ہمارے لئے ہمارے نور کو مکمل کر دے اور ہمیں بخش دے کہ تو یقیناً ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے"

دعا کے تیسرے طریقہ کی تشریح و تفسیر

دونوں قسموں میں مومنین کیلئے دعا کی گئی ہے مگر دعا کی دوسری قسم میں ایک فرد کا تمام انسانوں کیلئے دعا کرنا بیان کیا گیا ہے اور تیسری قسم میں اجتماعی اعتبار سے دعا کرنے کو بیان کیا ہے اور ہم دعا کے اسی تیسرے طریقہ کے سلسلہ میں بحث کرتے ہیں:

۱۔ جمیع (تمام) افراد کیلئے دعا کرنا یعنی انسان صرف اپنے لئے دعا نہیں کرتا بلکہ وہ سب کیلئے دعا کرتا ہے اور کبھی کبھی تنہا انسان کی دعا اس کیلئے مفید نہیں ہوتی جیسا کہ اگر کسی امت پر بلا و مصیبت نازل ہو تو یہ فرد بھی انھیں میں شامل ہوتا ہے یہاں تک کہ دوسرے افراد جو ظلم میں کسی کے شریک نہیں ہوتے ان پر بھی بلا نازل ہو جاتی ہے:

)وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاصَّةً)(۲(

"اور اس فتنہ سے بچو جو صرف ظالمین کو پہنچنے والا نہیں ہے"

ایسے موقع پر انسان کو سب کیلئے دعا اور استغفار کرنا چاہئے۔ لہٰذا جب پروردگار عالم سب سے عذاب اٹھائے گا تو اس انسان سے بھی اٹھائے گا۔

)رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ) (۳(

)۱(سورۂ تحریم آیت ۸۔

)۲(سورۂ انفال آیت ۲۵۔

)۳(سورۂ دخان آیت ۱۲

"تب سب کہیں گے کہ پروردگار اس عذاب کو ہم سے دور کر دے ہم ایمان لے آنے والے ہیں"

۲۔ کبھی کبھی دعا کرنے والا تمام مومنین کا قائم مقام بن کر دعا کرتا ہے اور جب اس طرح کی دعا کی جاتی ہے تو اکثر کلمہ "ربنا" استعمال کرتا ہے گویا دعا کرنے والے کا قائم مقام بن کر سب کیلئے دعا کرتا ہے اور جن کیلئے دعا کرتا ہے ان سے اپنے نفس کو الگ نہیں کرتا جس طرح دعا کی دوسری قسم میں ہے، وہ (دعا کرنے والا) سب کا قائم مقام بن کر ان سب کیلئے دعا کرتا ہے، اپنے نفس کو خود انھیں لوگوں میں شامل کرتا ہے جن کیلئے وہ دعا کر رہا ہے یہی دعا بارگاہ خداوند میں قبولیت کے زیادہ نزدیک ہوتی ہے۔

خداوند عالم یا تو سب کی دعا کو رد کر دے گا یا بعض انسانوں کیلئے قبول کرے گا اور بعض انسانوں کیلئے قبول نہیں کرے گا یا سب کیلئے دعا قبول کرے گا۔

خداوند عالم سب سے زیادہ کریم ہے وہ کہاں سب کی دعاؤں کو رد کرے۔ بعض کیلئے اس کی دعا قبول کر لینا یہ اس کی شان کریمی نہیں ہے۔

یہیں سے یہ تیسرا فرضیہ کہ خداوند عالم سب کے حق میں دعا مستجاب کرتا ہے معین ہو جاتا ہے۔

دعا کی اس قسم میں انسان سب کی طرف سے اللہ تک پیغام پہنچاتا ہے اللہ کو سب کی طرف سے مخاطب کر کے کہتا ہے (ربنا) سب کا قائم مقام بنتا ہے اور سب کا پیغام اللہ تک پہنچاتا ہے۔

عمدہ بات یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک انسان دوسروں کا نمائندہ بن کر سب کا پیغام خدا تک پہنچانے کیلئے اپنے نفس کو پیش کرتا ہے لہٰذا ہم میں سے ہر ایک لوگوں کا پیغام دعا کے ذریعہ پہنچاتا ہے جس طرح پروردگار عالم اپنا پیغام لوگوں تک پہنچاتا ہے اسی طرح لوگ اپنی حاجتوں کو خداوند عالم کی بارگاہ میں پہنچاتے ہیں۔

یہاں پر ہر انسان تمام انسانوں کا پیغام پہنچانے والا ہے اور تمام انسانوں کا قائم مقام بنتا ہے۔ یہ بڑی تعجب خیز بات ہے کہ جب ہم اس دنیا میں زندگی بسر کرتے ہیں تو بازاروں اور سڑکوں میں ہم میں سے ہر ایک ،ایک دوسرے کیلئے رکاوٹیں کھڑی کرتے ہیں اور بعض کو بعض سے جدا کرتے ہیں اور ہم میں سے ہر ایک پر ایک دوسرے کے کچھ حقوق ہوتے ہیں جو نہ تو واپس کئے جا سکتے ہیں اور نہ ہی ان کو چھوڑا جا سکتا ہے ،انسان اپنی ذات کو ہی سب کے سامنے مثالی کردار بنا کر پیش کرتا ہے ،وہ بذات خود دوسروں کا قائم مقام بننا چاہتا ہے ،وہ دوسروں کا قائم مقام بھی اسی وقت بنتا ہے جب تک دوسرا اس کو صاف طور پر سب کے سامنے اپنا قائم مقام نہ بنائے لیکن جب ہم نماز اور دعا کرتے ہیں تو یہ سب باتیں ختم ہو جاتی ہیں ،ہم میں سے کوئی بھی اپنے نفس کو دوسروں سے جدا نہیں سمجھتا ،گویا کہ ہم میں سے ہر ایک سب کا قائم مقام بن جاتا ہے اور یہ تمثیل کا طریقہ سب سے بہترین اور عمدہ طریقہ ہے (یعنی تمام انسانوں کا تمام انسانوں کا قائم مقام بننا اور سب کی نطق ،ندا اور دعا میں رب العالمین کی بارگاہ میں سب کی نیابت کرنا)۔

اس سے بھی اچھی و بہتر بات یہ ہے کہ خداوند عالم سب کی طرف سے سب کی اس تمثیل نیابت اور رسالت کو قبول کرتا ہے ،وہ اس کو رد نہیں کرتا اور نہ ہی انکار کرتا ہے ،وہ دعا کرنے والے کو اس حالت میں سب کا قائم مقام بننے کیلئے قوت عطا کرتا ہے ،جب ہم میں سے کوئی اپنی نماز میں (اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ)''ہم کو سیدھے راستہ پر گامزن رکھ''(۱) کہتا ہے تو گویا سب نے مل کر سب کیلئے دعا کی اور اللہ سے ہدایت طلب کی ہے۔

اور اس حالت میں دعا کی قدر و قیمت معلوم ہو جاتی ہے۔

بیشک ہم میں سے ہر نماز میں ہر ایک کی دعا سب کیلئے سب کی دعا کی طاقت رکھتی ہے۔ایسی حالت میں دعا کرنا خداوند عالم کی بارگاہ میں رحم کی درخواست کرنا بہت بلند طاقت کا حامل ہے۔

)۱ (سورۂ حمد آیت ۶۔

اس سے بھی اہم اور دلچسپ بات یہ ہے کہ ان دعاؤں میں مسلمان ہر دن اللہ سے متعدد مرتبہ یہ درخواست کرتا ہے:

)اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ)(۱(

''ہم کو سیدھے راستہ پر گامزن رکھ''

بیشک تمام افراد مل کر تمام انسانوں کے قائم مقام بنتے ہیں ،ریاضی کے حساب سے یہ دعا کے عجائب و غرائب میں شمار ہوتا ہے ،دعا میں سب ،سب کیلئے مجسم شکل میں بن کر سب کے قائم مقام ہو جاتے ہیں ،ہم دوبارہ پھر دعا کی قدر و قیمت کے سلسلہ میں غور و فکر کرتے ہیں۔

اس اعتبار سے کہ تمام مومنین کیلئے دعا کی جارہی ہے لہٰذا دعا کی بڑی اہمیت ہے یہ عام مومنین کیلئے دعا کرنا خداوند عالم کے نزدیک بڑی اہمیت بڑھا دیتا ہے۔

دعا کرنے والا شخص(ذاتی)طور پر پروردگار عالم سے دعانہیں کرتابلکہ وہ تو تمام لوگوں کی دعاؤں کو خدا کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے وہ سب کا قائم مقام بنتا ہے اور خداوند عالم اس بندے سے اس کے سب کا قائم مقام ہونے کی نیابت قبول کرتا ہے، وہ ان کو اللہ کی بارگاہ میں مجسم بنا کر پیش کرتا ہے اور خداوند عالم اس بندہ سے اِس تمثیل اور دوسروں کی نیابت کو قبول کرتا ہے۔

مومنین بعض افراد کے دوسرے بعض افراد سے تمثیل و تشبیہ دینے کو قبول کرتے ہیں اور یہاں پر تمثیل و تشبیہ سے مراد فرد کا اللہ کی بارگاہ میں دعویٰ پیش کرنا نہیں ہے بلکہ یہ حقیقی تشبیہ ہے جس کو پروردگار عالم قبول کرتا ہے اور جو افراد اللہ کی بارگاہ میں کسی دوسرے فرد کی نیابت کرتے ہیں یہ تمثیل و تشبیہ شرعی ہے اور خداوند عالم کی بارگاہ میں مقبول ہے۔

اس صورت میں دعا سب کی دعاؤں کی طاقت رکھتی ہے جب ہم میں سے کوئی شخص اللہ کی

)ا(سورۂ حمد آیت ۶۔

بارگاہ میں دعا کرتے ہوئے کہتا ہے: (اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ)(ا(

''ہم کو سیدھے راستہ پر گامزن رکھ''

گویا سب نے مل کر خدا سے دعا کی، اس درجہ اور طاقت و قوت کی حامل دعا کو ہر مسلمان ہر روز نماز میں خداوند عالم سے کرتا ہے اور سب کا قائم مقام بن کر سب کیلئے دعا کرتا ہے۔

ہر دن لوگ اللہ کی بارگاہ میں ہمیشہ اسی طرح گڑگڑاتے ہیں اور دسیوں مرتبہ اس سے رحم وعطوفت کی درخواست کیا کرتے ہیں۔

سب سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ جس پروردگار کو ہم روزانہ دسیوں مرتبہ پکارتے ہیں اسی نے ہم کو ہدایت کی تعلیم دی ہے اور یہ بھی سکھایا ہے کہ ہم اس سے تمام لوگوں کی ہدایت طلب کریں اسی نے ہم کو یہ تعلیم دی ہے کہ اس دعا میں سب کی نیابت کریں اور وہ ہماری نیابت کو قبول کرتا ہے۔

کیاان تمام باتوں کے باوجود بھی خداوند عالم کا ہماری دعا کے قبول نہ کرنے کا امکان ہے ؟ ہر گز نہیں۔

ب۔ صرف مومنین کیلئے دعا

جس طرح اسلامی روایات میں عام مومنین کیلئے دعا کرنا وارد ہوا ہے اسی طرح مخصوص مومنین کا نام لیکر ان کیلئے دعا کرنا وارد ہوا ہے۔

دعا کے اس رنگ میں الگ ہی نکھار ہے اور دعا کرنے والے کے نفس میں اس نکہت اور اثر کے علاوہ بھی ایک اثر ہے جو عمومیت کیلئے تھا کیونکہ دعا کا یہ رنگ ان منفی اثرات کو ختم کر دیتا ہے جو کبھی دوطرفہ اور افراد کے اجتماعی تعلّقات پر سایہ فگن ہو جاتے ہیں اور کبھی مومنین کی جماعتوں پر اثرانداز ہو جاتے ہیں کیونکہ جب مومن خداوند عالم سے اپنے مومن بھائیوں کا نام لیکر رحمت و مغفرت کی

)ا(سورۂ فاتحہ آیت ۶۔

دعا کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو دوست رکھتا ہے اور اس کے ذریعہ وہ حسد اور نفرت وغیرہ دور ہو جاتے ہیں جن کو وہ ان کی طرف سے کبھی اپنے اندر محسوس کرتا ہے۔

اس وقت دعا کی تین حالتیں ہوتی ہیں؟

۱۔ دعا کرنے والا اللہ سے لو لگاتا ہے۔

۲۔ دعا کرنے والا روئے زمین پر بسنے والی امت مسلمہ اور طول تاریخ کا جائزہ لیتے ہوئے دونوں سے رابطہ رکھتا ہے۔

۳۔ وہ اپنے برادران اور رشتہ داروں سے رابطہ پیدا کرتا ہے اور یہ اس کی زندگی کا بہت ہی وسیع میدان ہے۔

اسلامی روایات میں نام لیکر دعا کرنے کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔

ہم ذیل میں ان عناوین کے متعلق وارد ہونے والی روایات کے نمونے بیان کررہے ہیں:

۱۔ غائب مومنین کیلئے دعا

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے:

)دعاءالمرءلاخیہ بظھر الغیب یدرالرزق، ویدفع المکروہ)(۱(

''انسان کے غائب مومنین کیلئے دعا کرنے سے رزق میں کشادگی ہوتی ہے اور بلائیں مشکلیں دور ہوتی ہیں''

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے:

)اوشک دعوۃ واسرع اجابۃ دعاءالمرءلاخیہ بظھر الغیب)(۲(

)۱(اصول کافی، ۴۳۵، وسائل الشیعہ جلد ۴، ۱۱۴۵، حدیث ۸۸۶۷۔

)۲(اصول کافی، ۴۳۵۔

''انسان کی غائب شخص کیلئے کی جانے والی دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے''

ابو خالد قماط سے مروی ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے:

)اسرع الدعاء نجحاللاجابۃ دعاءالاخ لاُخیہ بظھر الغیب۔یبدأبالدعاءلاخیہ فیقول لہ ملک موکل بہ: آمین ولک مثلاہ)(۱(

''غائب شخص کیلئے کی جانے والی دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے جب انسان اپنے غائب بھائی کیلئے دعا کرنا شروع کرتا ہے تو دعا کرنے والے کا موکل فرشتہ اس کی دعا کے بعد آمین کہتا ہے اور کہتا ہے تمہارے لئے بھی ایسا ہی ہوگا ''

سکونی نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے اور آپ نے حضرت رسول خداﷺ سے نقل کیا ہے :

)لیس شیءاسرع اجابۃ من دعوۃ غائب لغائب)(۲(

''غائب شخص کی غائب شخص کیلئے دعا جتنی جلدی قبول ہوتی ہے کوئی چیز اُتنی جلدی قبول نہیں ہوتی ہے''

جعفر بن محمد الصادق علیہ السلام نے اپنے آباؤاجداد سے اور انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے:

)یاعلی اربعۃ لاترد لھم دعوۃ: امام عادل، والوالد لولدہ، والرجل یدعو لاخیہ بظھر الغیب، والمظلوم۔ یقول اللہ عزّ وجلّ: وعزّتی وجلالی لاُنتصرنّ لک ولو بعد حین

)۳)(

"اے علی، چار آدمیوں کی دعا کبھی رد نہیں ہوتی ہے: امام عادل، باپ کا اپنے بیٹے کیلئے دعا

)۱(اصول کافی،۴۳۵۔)۲(وسائل الشیعہ جلد ۴،۱۱۴۶، حدیث،۸۸۷۔

)۳(خصال صدوق جلد ۱ صفحہ، ۱۹۲ور فقیہ جلد ۵ صفحہ، ۵۲۔

کرنا، انسان کا اپنے غائب بھائی، اور مظلوم کیلئے دعا کرنا، اللہ عزوجل فرماتا ہے میری عزت و جلال کی قسم میں تمہاری مدد ضرور کرونگا اگرچہ کچھ مدت کے بعد ہی کیوں نہ کروں"

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

)مَنْ دعالمؤمن بظھر الغیب قال الملک: فلک بمثل ذلک)(۱(

"جو انسان کسی غائب مومن شخص کیلئے دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے تمہارے لئے بھی ایسا ہی ہوگا"

حمران بن اعین سے مروی ہے:

میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت بابرکت میں عرض کیا: مجھے کچھ نصیحت فرمایئے تو آپ نے فرمایا:

)اوصیک بتقوی اللہ وایاک والمزاح فانہ یذہب بھیبۃ الرجل وماء وجہہ، وعلیک بالدعا لاخوانک بظھر الغیب؛ فانّہ یہیل الرزق۔ یقولھا ثلاثاً)(۲(

"اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، مذاق کرنے سے پرہیز کرو اس لئے کہ اس سے انسان کی ہیبت اور اس کے چہرے کی رونق ختم ہو جاتی ہے اور تم اپنے غائب بھائی کیلئے دعا کرو چونکہ اس طرح رزق میں وسعت ہوتی ہے" آپ نے ان جملوں کو تین مرتبہ دُہرایا"

معاویہ بن عمار نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

)الدعاء لاخیہ بظھر الغیب یسوق الی الداعی الرزق، ویصرف عنہ البلاء، ویقول الملک: ولک مثل ذلک)(۳(

)۱(امالی طوسی جلد ۲ صفحہ،۹۵۔ بحار الانوار جلد ۹۳۔ صفحہ، ۳۸۴۔

)۲(السرائر صفحہ، ۴۸۴۔ بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ،۳۸۷۔

)۳(امالی طوسی ج ۲ ص ۲۹۰، بحار الانوار ج ۹۳ ص ۳۲۷

"اپنے کسی غیر حاضر بھائی کیلئے دعا کرنا رزق کی طرف دعوت دینا ہے، اس سے بلائیں دور ہوتی ہیں اور فرشتہ کہتا ہے: تمہارے لئے بھی ایسا ہی ہے"

ب: چالیس مومنوں کیلئے دعا

اسلامی روایات میں نام بنام چالیس مومنوں کیلئے اور انھیں اپنے نفس پر مقدم کرکے دعا کرنے پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔

علی بن ابراہیم نے اپنے پدر بزرگوار سے اور انھوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے: (مَنْ قدّم في دعاۂ اربعین من المؤمنین، ثم دعالنفسہ استجیب لہ)(۱(

''جوانسان اپنے لئے دعا کرنے سے پہلے چالیس مومنوں کیلئے دعا کرتا ہے اسکی دعا مستجاب ہوتی ہے''

عمر بن یزید سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا ہے:

(مَنْ قدّم اربعین رجلا من إخوانه قبل أنْ یدعو لنفسه استجیب له فیهم وفی نفسه)(۲)

''جس نے اپنے لئے دعا کرنے سے پہلے اپنے چالیس بھائیوں کیلئے دعا کی تو پروردگار عالم اس کی دعا ان کے اور خود اس کے حق میں قبول کرتا ہے''

ج: دعا میں دوسروں کو ترجیح دینا

ابو عبیدہ نے ثویر سے نقل کیا ہے کہ میں نے علی بن الحسین علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا ہے: (انّ الملائکة اذا سمعوا المؤمن یدعو لأخیه المؤمن بظهر الغیب، او

---

(۱) المجالس صفحہ ۲۷۳؛ بحار الانوار جلد ۹۳، ۳۸۴؛ وسائل الشیعہ جلد ۴، ۱۱۵۴، حدیث ۸۸۹۸۔

(۲) المجالس صفحہ ۲۷۳؛ الامالی صفحہ ۲۷۳؛ وسائل الشیعہ جلد ۴، ۱۱۵۴، حدیث ۸۸۹۸۔

یذکره بخیر، قالوا: نعم الأخ انت لأخیک، تدعو له بالخیر، وهو غائب عنک وتذکره بخیر، قد اعطاک الله عزّ وجلّ مثلَی ما سألت له، واثنیٰ علیک مثلَی ما اثنیت علیه، ولک الفضل علیه)(۱)

''جب فرشتے کسی مومن کو اپنے غیر حاضر بھائی کیلئے دعا کرتے ہوئے یا اسکو اچھائی سے یاد کرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو وہ کہتے ہیں: ہاں وہ تمہارا بھائی ہے تم اس کیلئے خیر کی دعا کرو، وہ تمہارے پاس نہیں ہے تم اسکو خیر کے ساتھ یاد کرو خداوند عالم تم کو اسی کے مثل عطا کرے گا جو تم نے اس کیلئے خدا سے مانگا ہے ویسی ہی تعریف تمہاری ہے جو تعریف تم نے اس کیلئے کی ہے اور تمہارے لئے فضل ہے۔

یونس بن عبد الرحمن نے عبد اللہ بن جندب سے نقل کیا ہے:

(الداعی لاخیه المؤمن بظهر الغیب ینادیٰ من عنان السماء: لک بکل واحدة مائة الف)(۲)

''میں نے ابو الحسن موسیٰ علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا ہے: غیر حاضر مومن کیلئے دعا کرنے والے کو عنانِ سماء سے آواز آتی ہے: تمہارے لئے ایک دعا کے عوض ایک لاکھ دعائیں ہیں''

ابن ابو عمیس نے زید نرسی سے نقل کیا ہے:

''کنت مع معاویة بن وهب فی الموقف وهو یدعو، فتفقدت دعاءه فما رأیته یدعو لنفسه بحرف، ورأیته یدعو لرجل رجل من الآفاق ویُسمّیهم، ویُسمّی آباءهم حتّی افاض الناس۔

فقلت له: یا عمّ لقد رأیت عجباً!

---

(۱) اصول کافی ۵۳۵، بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۸۷، وسائل الشیعہ جلد ۴، ۱۱۴۹، حدیث ۸۸۸۲۔

(۲) رجال کشی صفحہ ۳۶۱۔

قال: وما الذی أعجبک مما رأیت؟

قلت :ایثارک اخوانک علی نفسک فی مثل ھذاالموضع ،وتفقدک رجلاّ رجلاً۔

فقال لي: لاتعجب من ھٰذایاابن اخي،فاني سمعت مولي۔۔۔وھویقول من دعالأخیہ بظھر الغیب ناداہ ملک من السماءالدنیا: یاعبد اللہ،لک ماءۃ ألف وضعف ممادعوت۔۔۔"الخ(۱ (

"میں موقف(حج)میں معاویہ بن وہب کے ساتھ تھاوہ اپنے علاوہ سب کیلئے دعا کرر ہے تھے اپنے لئے دعاکاایک بھی فقرہ نہیں کہہ رہے تھے اور آفاق میں سے ایک ایک شخص اوران کے آباؤاجداد کانام لے لے کران کیلئے دعاکر رہے تھے یہاں تک کہ سب کوچ کر گئے۔

میں نےان کی خدمت عرض کیا:اے چچامیں نے بڑی عجیب چیز دیکھی انھوں نے کہا: تم نے کیا عجیب چیز دیکھی ؟

میں نے عرض کیا:اس طرح کے مقام پرآپ کااپنے نفس کو چھوڑکر دوسرے برادران کے لئے دعاکر نایہاں تک کہ ان میں سے ایک ایک کر کے سب چلے گئے۔

انھوں نے مجھ سے کہا:اے برادرزادہ اس بات سے متعجب نہ ہو میں نے اپنے مولا کو یہ فرماتے سنا ہے :۔۔۔جس نے اپنے غیر حاضر بھائی کیلئے دعاکی تو آسمان کے فرشتے اس کوآواز دیتے ہیں جوکچھ تم نے اس کیلئے دعاکی ہے تمہارے لئے اس کے ایک لاکھ برابر ہے"

حضرت امام حسین بن علی علیہ السلام نے اپنے بھائی حضرت امام حسنؑ سے نقل کیاہے :

)رأیت امی فاطمۃ قامت فی محرابھالیلۃ جمعتھا،فلم تزل راکعۃ،ساجدۃ

)۱(عدۃ الداعی صفحہ۱۲۹،بحارالانوار جلد ۹۳صفحہ ۳۸۷،وسائل الشیعہ جلد ۴،۱۱۴۹،حدیث۸۸۸۵۔

حتیّٰ اتضح عمودالصبح،وسمعتھاتدعوللموٴمنین والموٴمنات،وتسمّیھم وتُکثرالدعاءلھم ولاتدعولنفسھابشافقلت لھا: یااُماہ:لم لاتدعین لنفسک،کماتدعین لغیرک؟ فقالت : یابُنیّ،الجارثم الدار)(۱(

"میں نے اپنی مادر گرامی کوشب جمعہ ساری رات محراب عبادت میں رکوع وسجود کرتے دیکھا یہاں تک کہ صبح نمودار ہو جاتی تھی اور آپ مومنین اور مو منات کانام لے لیکر بہت زیادہ دعائیں کیاکرتی تھیں اور اپنے لئے کوئی دعانہیں کرتی تھیں۔میں نے آپ کی خدمت مبارک میں عرض کیا:اے مادر گرامی آپ اپنے لئے ایسی دعاکیوں نہیں کر تیں جیسی دوسروں کیلئے کرتی ہیں؟

توآپ نے فرمایا:اے میرے فرزند،پہلے ہمسایہ اور پھر گھر والے ہیں' '

ابوناتانہ نے حضرت علی علیہ السلام سےاورانھوں نے اپنے پدربزگوار سے نقل کیاہے :

"رأیت عبداللہ بن جندب فی الموقف فلم أرموقفاًأحسن من موقفہ،مازال مادّاًیدیہ الی السماءودموعہ تسیل علی خدیہ حتیّٰ تبلغ الارض۔فلماصدرالناس قلت لہ: یاأبامحمّد،مارأیت موقفاًأحسن من موقفک!قال: واللہمادعوت الّالاخواني،وذلک انّ أباالحسن موسیٰ بن جعفرؑأخبرنیانّہ مَن دعالاخیہ بظھرالغیب نُودي من العرش: ولک ماءۃ ألف ضعف۔فکرھت أن أدع ماءۃ ألف ضعف مضمونۃلواحدۃلاأدري تستجاب أم لا"(۲(

"میں نے عبداللہ بن حندب کوموقف حج میں دیکھااوراس سے بہتر میں نے کسی کاموقف

)۱(علل الشرائع صفحہ ۷۱۔

)۲(امالی صدوق صفحہ ۳۷۳؛بحارالانوار جلد ۹۳صفحہ ۳۸۴۔

نہیں دیکھا آپ مسلسل اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسوں آپ کے رخساوں سے بہہ کر زمین پر ٹپک رہے تھے،جب سب ہٹ گئے تو میں نے ان سے عرض کیا: اے ابو محمد، میں نے آپ کے موقف سے بہتر کوئی موقف نہیں دیکھا!انھوں نے کہا: میں صرف اپنے بھائیوں کیلئے دعا کر رہا تھا اسی وقت ابوالحسن موسیٰ بن جعفرؑ نے مجھکو خبر دی ہے کہ جو اپنے غیر حاضر بھائی کیلئے دعا کرتا ہے تو اس کو عرش سے ندا دی جاتی ہے: تمہارے لئے اس کے ایک لاکھ برابر ہے:لہٰذا مجھ کو یہ ناگوار گذرا کہ اس ایک نیکی کی خاطر ایک لاکھ ضمانت شدہ نیکیوں کو ترک کر دوں جس کے بارے میں مجھے نہیں معلوم کہ وہ قبول بھی ہو گی یا نہیں“

عبداللہ بن سنان سے مروی ہے: میں عبداللہ بن جندب کے پاس سے گزرا تو میں نے آپ کو صفا(پہاڑی کے نام)پر کھڑے دیکھا اور دوسرے ایک سن رسیدہ آدمی کو دعا میں یہ کہتے سنا: کہ خدایا فلاں فلاں کو بخش دے جن کی تعداد کو میں شمار نہ کر سکا۔

جب وہ نماز کا سلام تمام کر چکے تو میں نے ان سے عرض کیا: میں نے آپ سے بہتر کسی کا موقف نہیں دیکھا لیکن میں نے آپ میں ایک قابل اعتراض بات دیکھی ہے۔انھوں نے کہا کیا دیکھا؟میں نے ان سے کہا: آپ اپنے بہت سے برادران کیلئے دعا کرتے ہیں لیکن میں نے آپ کو اپنے لئے دعا کرتے نہیں دیکھا تو عبداللہ بن جندب نے کہا:اے عبداللہ میں نے امام جعفر صادقؑ کو یہ فرماتے سنا ہے :

)مَن دعالاخیہ المؤمن بظھر الغیب نودي من عنان السماء: لک یاھذا مثل ماسألت في اخیک ماءۃ الف ضعف فلم أحبّ أن أترک ماءۃ ألف ضفع مضمونۃ بواحدۃ لاادری أتستجاب ام لا)(۱(

)۱(فلاح السائل صفحہ ۴۳،بحارالانوار جلد ۹۳صفحہ ۳۹۰۔۳۹۱۔

”جس نے اپنے غیر حاضر مومن بھائی کیلئے دعا کی تو اس کو آسمان سے ندا دی جاتی ہے،جو کچھ تم نے اپنے مومن بھائی کیلئے سوال کیا ہے تمہارے لئے اس کے ایک لاکھ برابر ہے لہٰذا مجھ کو یہ ناگوار گذرا کہ اس ایک نیکی کی خاطر ایک لاکھ ضمانت شدہ نیکیوں کو ترک کر دوں جس کے بارے میں مجھے نہیں معلوم کہ وہ قبول بھی ہو گی یا نہیں“

ابن عمیر نے اپنے بعض اصحاب سے نقل کیا ہے کہ :”کان عیسیٰ بن اعین اذاحجّ فصار الی الموقف اقبل علیٰ الدعاءلاخوانہ حتّیٰ یفیض الناس،فقیل لہ :تنفق مالک،وتتعب بدنک،حتّیٰ اذاصرت الی الموضع الذي تبث فیہ الحوائج الی اللہ اقبلت علی الدعاءلاخوانک،وتترک نفسک فقال:انی علیٰ یقین من دعاءالملک لي وشک من الدعاء لنفسي“(۱(

”جب عیسیٰ بن اعین حج کرتے وقت موقف پر پہنچے تو انھوں نے اپنے برادران کیلئے دعا کرنا شروع کیا یہاں تک کہ سب لوگ چلے گئے۔

ان سے سوال کیا گیا: آپ نے مال خرچ کیا،مشقتیں برداشت کیں اور آپ نے دوسرے برادران کیلئے دعائیں کیں اور اپنے لئے کوئی دعا نہیں کی تو انھوں نے کہا: مجھ کو یقین ہے کہ فرشتہ میرے لئے دعا کرتا ہے اور مجھے خود اپنے نفس کیلئے دعا کرنے میں شک ہے“

ابراہیم بن ابی البلاد(یا عبداللہ بن جندب)سے مروی ہے:

''قال کنت في الموقف فلماافضت لقیت ابراهیم بن شعیب، فسلّمت

)ا(الاختصاص صفحہ ۶۸، بحارالانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۹۲۔

علیہ، وکان مصاباًباحدیٰ عینیہ واذاعینہ الصحیحۃ حمراء کانّھاعلقۃ دم، فقلتلہ: قد اُصیبت باحدیٰ عینیک، وانا مشفق لک علی الاخریٰ فلو قصرت عن ا لبکاء قلیلاً قال :لاواللہ یااُبامحمّ، مادعوت لنفسي الیوم بدعوۃ؟۔

فقلت: فلمن دعوت؟

قال: دعوت لاخواني: سمعت اباعبداللہ علیہ السلام یقول: مَن دعالاخیہ بظہر الغیب، وکّل اللہ بہ ملکاًیقول: ولک مثلاہ فاردت ان اکون انمادعولاخواني ویکون الملک یدعولي لاني في شک من دعاءي لنفسي، ولست في شک من دعاءالملک لي''(ا (

''جب میں موقف میں تھاتو میری ابراہیم بن شعیب سے ملاقات ہوئی میں نے ان کو سلام کیاتوان کی ایک آنکھ پر مصیبت کے آثار نمایاں تھے اوران کی صحیح آنکھ اتنی سرخ تھی گویاخون کا ٹکڑاہو تو میں نے ان سے کہا: تمہاری ایک آنکھ خراب ہو گئی ہے لہٰذامیں یہ چاہتاہوں کہ آپ کم گریہ کریں اور دوسری آنکھ کی خیر منائیں۔

انھوں نے کہا:اے ابو محمد خدا کی قسم آج میں نے اپنی ذات کیلئے ایک بھی دعانہیں کی ہے میں نے کہا: توآپ نے کس کیلئے دعا کی ہے ؟

انھوں نے کہا: میں نے اپنے برادران کیلئے دعا کی ہے: کیونکہ میں نے امام جعفر صادقؑ کوفرماتے سناہے: جس نے اپنے غائب (غیر حاضر) مومن بھائی کیلئے دعا کی توخداوند عالم اس پرایک ایسے فرشتہ کو معین فرمادیتاہے جو یہ کہتاہے: تمہارے لئے بھی ایساہی ہے۔ میں نے اسی مقصد وارادہ سے اپنے برادران کیلئے دعا کی ہے اور فرشتہ میرے لئے دعا کرتاہے مجھے اس سلسلہ میں کوئی

)ا(الاختصاص صفحہ ۸۴، بحارالانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۹۲۔

شک ہی نہیں ہے حالانکہ مجھکواپنی ذات کیلئے دعا کرنے میں شک ہے''

۳۔ والدین کیلئے دعا!

والدین کے ساتھ نیکی کرناان کے حق میں دعا کرناہے اور نیزان کے ساتھ احسان کرنے کے بہت زیادہ مصادیق ہیں۔

انسان اُن کی طرف سے صدقہ دے، ان کی طرف سے حج بجالائے، ان کی نمازیں ادا کرے، ان کیلئے دعا کرے وغیرہ وغیرہ۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

)مایمنع الرجل منکم ان یبرّوالدیہ حیین اومیتین یصلي عنھما، ویتصدق عنھما، ویصوم عنھما، فیکون الذي صنع لھما، ولہ مثل ذالک، فیزیدہ اللہ عزَّوجلَّ ببرِّہ (وصلتہ) خیراًکثیراً(

''تم میں سے ہر انسان کواپنے والدین کے ساتھ نیکی کرناچاہئے چاہے وہ زندہ ہوں یامردہ ان کی نمازیں ادا کرے، ان کی طرف سے صدقہ دے، حج بجالائے اوران کے روزے رکھے پس جو کچھ وہ ان کیلئے کرے گاویساہی اس کیلئے ہو گااللہ عزوجل اس کی نیکیوں اور صلہ میں بہت زیادہ اضافہ کرے گا''

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ہی مروی ہے :

کان ابی یقول : خمس دعوات لا یحجبن عن الرّب تبارک وتعالیٰ :

۱۔ دعوۃ الامام المقسط۔

۲۔ ودعوۃ المظلوم ، یقول اللہ عزّ وجلّ : لَاَ نتقمن لک ولو بعد حین۔

۴۔ ودعوۃ الوالد الصالح لولدہ۔

۵۔ ودعوۃ المؤمن لاخیہ بظھر الغیب ، فیقول : ولک مثلاہ۔(۱)

''میرے والد بزرگوار کا فرمان ہے : پانچ دعائیں ایسی ہیں جن کے مابین اللہ سے کوئی حجاب نہیں :

۱۔ عادل امام کی دعا۔

۲۔ مظلوم کی دعا ، اللہ عز وجل کہتا ہے : میں تیرا انتقام ضرور لوں گا اگرچہ کچھ مدت کے بعد ہی کیوں نہ لوں۔

۳۔ نیک اولاد کی اپنے والدین کیلئے دعا۔

۴۔ نیک باپ کا اپنے فرزند کیلئے دعا کرنا۔

۵۔ مومن کا اپنے غائب (غیر حاضر) بھائی کیلئے دعا کرنا ، اس سے کہا جاتا ہے : تمہارے لئے بھی اس کے مثل ہے ''

والدین کیلئے دعا کرنے کے سلسلہ میں صحیفہ سجادیہ میں دعا وارد ہوئی ہے :

(اَللّٰھُمَّ صَلِّ علیٰ مُحَمَّدٍ وَآلِہِ وَذُرِّیَّتِہِ وَاخْصُصْ اَبَوَيَّ بِاَفْضَلِ مَا خَصَصْتَ بِہِ آبَاءَ عِبَادِکَ الْمُوْمِنِیْنَ وَاُمَّھَاتِھِمْ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ اَللّٰھُمَّ لَاتُنْسِنِيْ ذِکْرَھُمَا فِيْ اَدْبَارِ صَلَوَاتِيْ وَفِيْ اِنًی مِنْ آنَاءِ لَیْلِيْ وَفِيْ کُلِّ سَاعَۃٍ مِنْ سَاعَاتِ نَھَارِيْ اَللّٰھُمَّ صَلِّ علیٰ مُحَمَّدٍ وَآلِہِ وَاغْفِرْلِيْ بِدُعَاءِيْ لَھُمَا وَاغْفِرْ لَھُمَا بِبِرِّھِمَا بِيْ مَغْفِرَۃً حَتْماً وَارْضَ عَنْھُمَا بِشَفَاعَتِيْ لَھُمَا رِضیً عَزْماً وَبَلِّغْھُمَا بِالْکَرَامَۃِ مَوَاطِنَ السَّلَامَۃِ اَللّٰھُمَّ وَاِنْ سَبَقَتْ مَغْفِرَتُکَ لَھُمَا فَشَفِّعْھُمَا فِيَّ وَاِنْ سَبَقَتْ مَغْفِرَتُکَ لِيْ فَشَفِّعْنِيْ فِیْھِمَا حَتّٰی نَجْتَمِعَ بِرَاْفَتِکَ فِيْ دَارِ کَرَامَتِکَ وَمَحَلِّ مَغْفِرَتِکَ وَرَحْمَتِکَ)

---

(۱) وسائل الشیعہ جلد ۴، ۱۱۵۳، حدیث ۸۸۹۵۔

''خدایا محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور میرے والدین کو وہ بہترین نعمت عطا فرما جو تو نے اپنے بندگان مومنین میں کسی والدین کو بھی عطا فرمائی ہے اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے ، خدایا ! مجھے ان کی یاد سے غافل نہ ہونے دینا نہ نمازوں کے بعد اور نہ رات کے لمحات میں اور نہ دن کی ساعات میں ، خدایا ! محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور میری دعائے خیر کے سبب انھیں بخش دے اور میرے ساتھ ان کی نیکیوں کے بدلہ ان کی حتمی مغفرت فرما اور میری گذارش کی بنا پر ان سے مکمل طور پر راضی ہو جا اور اپنی کرامت کی بنا پر انھیں بہترین سلامتی کی منزل تک پہنچا دے ، اور خدایا ! اگر تو انھیں پہلے بخش چکا ہے تو اب انھیں میرے حق میں شفیع بنا دے اور اگر میری بخشش پہلے ہو جائے تو مجھے ان کے حق میں سفارش کا حق عطا کر دینا کہ ہم سب ایک کرامت کی منزل اور مغفرت ورحمت کے محل میں جمع ہو جائیں ''

۴۔ اپنی ذات کیلئے دعا !

یہ دعا کی منزلوں میں سے آخری منزل ہے پہلی منزل نہیں ہے۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ اسلام انسان سے اس بات کا مطالبہ کرتا ہے کہ دنیاوی زندگی میں اپنے معیشتی امور میں نیز دوسروں کے ساتھ معاملہ کرنے کے سلسلہ میں ناچیز سمجھے اور دوسروں کو خود پر ترجیح دے جس طرح اسلام انسان سے یہی مطالبہ دعا کے سلسلہ میں بھی کرتا ہے۔

لیکن انسان کو خداوند عالم کی بارگاہ میں دعا کرتے وقت اپنے نفس کو فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ ہم کو اپنی ذات کیلئے اللہ سے کیا سوال کرنا چاہئے ؟ اور ہمیں کیسے دعا کرنا چاہئے ؟

ہم اس سلسلہ میں انشاءاللہ عنقریب بحث کریں گے۔

الف۔ ہر لازم چیز کیلئے دعا !

ہم کو خداوند عالم سے اپنی ضروریات کی وہ تمام چیزیں طلب کرنی چاہئیں جو ہماری دنیا و آخرت کیلئے اہم ہیں۔ ہم کو اس سے ہر برائی اور شر سے اپنی دنیا و آخرت میں دور رہنے کا سوال کرنا چاہئے بیشک خیر کی تمام کنجیاں اور اس کے اسباب خداوند عالم کے پاس ہیں کوئی چیز اس کے ارادے کے متحقق ہونے میں مانع نہیں ہوسکتی ہے، نہ ہی کوئی چیز اس کو عاجز کرسکتی ہے اور نہ ہی وہ اپنے بندوں پر خیر اور رحمت کرنے میں بخل کرتا ہے۔

جب خداوند عالم کسی چیز کے عطا کرنے اور دعا مستجاب کرنے میں کوئی بخل نہیں کرتا ہے تو یہ کتنی بری بات ہے کہ انسان اللہ سے سوال اور دعا کرنے میں بخل سے کام لے۔

حدیث قدسی میں آیا ہے :

)لوانّ اوّلکم وآخرکم وحیّکم ومیّتکم اجتمعوا فتمنّیٰ کلّ واحد ما بلغت امنیّتہ فاعطیتہ ،لم ینقص ذلک من ملکی)(۱(

''اگر تمہارے پہلے اور آخری، مردہ اور زندہ جمع ہوکر مجھ سے اپنی اپنی آرزو بیان کریں تو میں ہر ایک کی آرزو پوری کرونگا اور میری ملکیت میں کوئی کمی نہیں آئیگی''

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے مروی ہے کہ حدیث قدسی میں آیا ہے :

)لوانّ اھل سبع سماوات وأرضین سألونی جمیعاً، واعطیت کلّ واحد منھم مسالتہ مانقص ذلک من ملک وکیف ینقص ملک أنا قیّمہ)(۲(

''اگر ساتوں زمین اور آسمان والے مل کر مجھ سے سوال کریں تو میں ہر ایک کو اس کے سوال کے مطابق عطا کرونگا اور میری ملکیت میں کوئی کمی نہیں آئیگی اور کمی آئے بھی کیسے جب میں نے ہی خود اس کو خلق کیا ہے''

)۱(بحارالانوار جلد ۹۳ صفحہ ۲۹۳۔

)۲(بحارالانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۰۳۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے مروی حدیث میں آیا ہے :

)سلوا اللہ واجزلوا؛ فانّہ لایتعاظمہ شیٔ)(۱(

''خداوند عالم سے مانگو اور زیادہ مانگو چونکہ اس کے سامنے کوئی چیز بڑی نہیں ہے''

روایت کی گئی ہے :

)لاتستکثروا شیئاً مما تطلبون؛ فما عند الله اکثر(

''اپنی دعاؤں میں کسی چیز کو زیادہ مت سمجھو چونکہ خداوند عالم کے نزدیک جو کچھ بھی ہے زیادہ ہے''

اہل بیت علیہم السلام سے مروی روایات میں دعامیں ہر خیر کی طلب اور ہر برائی سے دور رہنے کیلئے خداوند عالم سے سوال کرنا عام طور پر بیان ہوا ہے۔

ہم ذیل میں بعض نمونے بیان کر رہے ہیں :

رجب المرجب کے مہینہ میں نماز کے بعد یہ دعا پڑھنا وارد ہوا ہے :

)یامَنْ یُعْطِي الْکَثِیرَ بِالْقَلِیلِ یامَنْ یُعْطِي مَنْ سَألَهُ یامَنْ یُعْطِي مَنْ لم یَسْئَلْهُ وَمَنْ لم یَعْرِفْهُ تَحَنُّنامِنْهُ وَرَحْمَةًاَعْطِنِي بِمَسْاَلَتِيْ اِیَّاکَ جَمِیعَ خَیْرِ الدُّنْیاوَجَمِیعَ خَیْرِ الآخِرَةِ وَاصْرِفْ عَنِّيْ بِمَسْءَلَتِيْ اِیَّاکَ جَمِیعَ شَرِّالدُّنْیاوَشَرِّالآخِرَةِفَاِنَّهُ غَیْرُمَنْقُوصٍ مَااَعْطَیْتَ وزدني مِنْ فَضْلِکَ یاکَرِیمُ(

''اے وہ خدا جو کم کے مقابلہ میں زیادہ عطا کرتا ہے،اے وہ خدا جو سوال کرنے والے اور سوال نہ کرنے والے دونوں کو عطا کرتا ہے اور جو اس کو نہ پہچانے ،میرے سوال کرنے کی بناپر مجھ کو بھی اپنی رحمت و لطف سے عطا کر،دنیا کی کل نیکی اور آخرت کی تمام نیکیاں،میرے سوال کے مطابق مجھ

)١(بحار الانوار جلد ٩٣ صفحہ ٣٠٢۔

کو عطا کردے اور دنیا و آخرت کی تمام برائیاں مجھ سے دور فرمادے کیونکہ تیری عطا میں نقص نہیں ہے اور میرے لئے اپنے فضل کو زیادہ کر اے کریم !

''

)اللّهم انّي اسألک مفاتح الخیر وخواتمه وسوابغه وفوائده وبرکاته وما بلغ علمه علمي وما قصر عن احصائه حفظي(

)یامَنْ هووَفِي عُلُوِّهِ قَرِیْبٌ،یامَنْ هووَفِي قُرْبِهِ لطیفٌ صَلِّ علیٰ مُحَمَّدٍ وَآلِ محمّد اللّٰهُمَّ اِنِّي اَسْءَلُک لِدِیْنِيْ وَدُنْیايَ وَآخِرَتِيْ مِنَ الْخَیْرِ کُلِّهِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الشَّرِّ کُلِّهِ(

''خدایا میں تجھ سے خیر کی کنجیاں،عاقبت بخیر،نعمتیں،فوائد برکات نیز جس کا علم مجھے نہیں ہو سکا ہے اور جس چیز کا احاطہ کرنے سے میری یادداشت قاصر ہے سب کا سوال کرتا ہوں ''

اے وہ خدا جو اپنی برتری میں قریب ہے اے وہ خدا جو اپنے قرب میں لطیف ہے درود و رحمت ہو محمد و آل محمد پر،اے خدا میں تجھ سے اپنے دین،دنیا اور آخرت میں خیر کی دعا کرتا ہوں اور تمام برائیوں سے پناہ چاہتا ہوں''

)وَاَدْخِلْنِيْ فِي کلِ خَیْرٍاَدْخَلْتَ مُحَمَّدًاَوآلَ مُحَمَّدٍ وَاَخْرِجْنِيْ مِنْ کل اَخْرَجْتَ مِنْهُ مُحَمَّداَوآلَ مُحَمَّدٍ(

''اے میرے مولا مجھ کو ہر اس نیکی میں داخل کردے جس میں تو نے محمد و آل محمد کو داخل کیا ہے اور مجھ کو ہر اس برائی سے نکال دے جس سے تو نے محمد وآل محمد کو نکال دیا ہے''

)وَاکْفِنِي مَااَهَمَّنِيْ مِنْ اَمرِ دُنْیايَ وَآخِرَتِيْ(

''اور مجھ کو دنیا و آخرت کے ان امور سے محفوظ رکھ جو میرے لئے دشواری کا سبب ہیں''

)اَللّٰهُمَّ لَاتَدَعْ لِي ذَنْباًاِلَّاغَفَرْتَهُ وَلَاهمّاًاِلَّافَرَّجْتَهُ وَلَاسُقْماًاِلَّاشَفَیْتَهُ وَلَاعَیْباًاِلَّاسَتَرْتَهُ وَلَارِزْقاًاِلَّابَسَطْتَهُ وَلَاخَوْفاًاِلَّاآمَنْتَهُ وَلَاسُوْءاًاِلَّاصَرَفْتَهُ وَلَاحَاجَةً هِيَ لَکَ رِضاًوَلِيَ

فِيهَا صَلَاحٌ إِلَّا قَضَيْتَهَا يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ (

"خدایا! میرے لئے کوئی گناہ نہ چھوڑ مگر تو اس کو بخش دے اور نہ کسی غم کو مگر اس کو خوشی سے بدل دے اور نہ کسی مرض کو مگر یہ کہ تو شفا دیدے اور نہ کسی عیب کو مگر اس کو چھپا دے نہ کسی رزق کو مگر اسے زیادہ کر دے اور نہ کسی خوف کو مگر اس سے امان دیدے اور نہ کسی برائی کو مگر اسے دور کر دے اور نہ کسی حاجت کو جس میں تیری رضا اور جس میں میرے لئے صلاح ہو مگر تو اس کو پورا کر دے اے سب سے بڑے رحم کرنے والے "

)يَا مَنْ بِيَدِهِ مَقَادِيرُ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَبِيَدِهِ مَقَادِيرُ النَّصْرِ وَالخُذْلَانِ، وَبِيَدِهِ مَقَادِيرُ الغِنَىٰ وَالفَقْرِ وَبِيَدِهِ مَقَادِيرُ الخَيْرِ وَالشَّرِّ، صَلِّ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَآلِ محمد، وَبَارِكْ لِي فِي دِينِيَ الذِي هُوَ مِلَاكُ أَمْرِي وَدُنْيَايَ الَّتِي فِيهَا مَعِيشَتِي، وَآخِرَتِيَ الَّتِي إِلَيْهَا مُنْقَلَبِي وَبَارِكْ لِي فِي جَمِيعِ أُمُورِي۔۔۔ أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ المَحْيَا وَالمَمَاتِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ مَكَارِهِ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ(

"اے وہ ذات جس کے اختیار میں دنیا و آخرت کے اندازے ہیں کامیابی اور شکست کے اندازے ہیں مالداری اور غربت کا اختیار ہے محمد و آل محمد پر درود بھیج اور مجھے میری اس دنیا میں برکت دے جو میرے امر کا معیار ہے اور اسی دنیا میں برکت دے جس میں میری روزی ہے اور اس آخرت میں برکت دے جہاں مجھے جانا ہے میرے تمام امور میں برکت دے۔۔۔ میں زندگی اور موت کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور دنیا و آخرت کی ناگواریوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں"

)أسالك بنور وجهك الذي اشرقت به السماوات وانكشفت به الظلمات وصلح عليه امر الاولين والاخرين ان تصلي على محمّد وآل محمّد وان تصلح لي شاني كلّه ولا تكلني الي نفسي طرفة عين ابداً(

"میں تجھ سے تیری ذات کے اس نور کے صدقہ میں سوال کرتا ہوں جس کے ذریعہ آسمان چمکے تاریکیاں چھٹ گئیں اور اس پر آنے والوں اور گذر جانے والوں کا معاملہ درست ہوا تو محمد و آل محمد پر درود بھیج اور یہ کہ تو میرے لئے میرے پورے معاملہ کو درست کر دے اور مجھ کو ایک لمحہ کیلئے بھی میرے نفس کے حوالہ نہ کر"

سحری سے متعلق دعا میں امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

)اكْفِنِي اللَّهُمَّ كُلَّهُ، وَاقْضِ لِي بِالحُسْنَىٰ، وَبَارِكْ فِي جَمِيعِ أُمُورِي وَاقْضِ لِي جَمِيعَ حَوَائِجِي اللَّهُمَّ يَسِّرْ لِي مَا أَخَافُ تَعْسِيرَهُ فانّ تيسير ما اخاف تعسيره عليك يسير وسهّل لي ما اخاف حزونته ونفّس عني ما أخاف ضيقه وكفّ عني ما أخاف غمّه واصرف عني ما أخاف بليّته (

"اور ہمارے تمام اہم امور کے لئے کافی ہو جا اور انجام بخیر کر اور مجھ کو برکت دے تمام امور میں اور میری تمام حاجتوں کو پورا کر خدایا! میرے لئے آسان کر جس کی سختی سے میں ڈرتا ہوں اس کا آسان کرنا تیرے لئے بہت سہل ہے اور سہل بنا دے اس کو جس کی دشواری سے میں خوف زدہ ہوں اور جس کی تنگی سے میں خوفزدہ ہوں اس میں کشادگی عطا کر اور جس کے غم سے خوف زدہ ہوں اس کو روک دے اور جس کی مصیبت سے میں خوف زدہ ہوں اس کو مجھ سے دور کر دے"

اور دعاء الاسحار میں آیا ہے:

)وَهب لي رحمة واسعة جامعة اطلب بها خير الدنيا والآخرة(

"اور مجھ کو وسیع اور کامل رحمت عطا کر جس سے میں دنیا و آخرت کی نیکیاں حاصل کر سکوں"

ب۔ بڑی حاجتیں چھوٹی حاجتوں پر پردہ نہ ڈال دیں

کبھی کبھی ہم میں سے بعض افراد اپنی چھوٹی چھوٹی حاجتوں کو خداوند عالم سے مانگنے کو عیب سمجھتے ہیں لیکن انسان کو پروردگار عالم سے مختلف چیزوں کے متعلق سوال کرنا چاہئے چاہے حاجت کتنی ہی چھوٹی کیوں نہ ہو خدا سے سوال کرنے میں کوئی عیب نہیں سمجھنا چاہئے۔

بندہ پروردگار عالم سے اپنی تمام حاجتوں اور کمزوریوں کو چھپاتا ہے لیکن ہماری تمام حاجتیں، ہمارا نقص یہاں تک کہ جن حاجتوں کو ہم خدا کے علاوہ کسی اور کے سامنے پیش کرنے سے بھی شرمندہ ہوتے ہیں وہ ان سب سے آگاہ ہے۔

خداوند عالم سے بڑی بڑی حاجتوں اور سوالات کرنے سے چھوٹی چھوٹی حاجتوں پر پردہ ڈالنا سزاوار نہیں ہے۔

خداوند عالم اپنے بندے سے اس کی چھوٹی بڑی تمام حاجتوں میں اس سے رابطہ برقرار رکھنے کو پسند کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اس سے ہمیشہ رابطہ رکھنا چاہتا ہے اور یہ جاودانہ رابطہ اس وقت تک برقرار نہیں رہ سکتا جب تک بندہ خداوند عالم سے اپنی چھوٹی بڑی تمام حاجتوں کا سوال نہ کرے۔

رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

)سلوا اللّٰہ عزّ و جلّ ما بدا لکم من حوائجکم حتّی شسع النعل، فانّہ ان لم ییسرہ لم یتیسر(

''تم اپنی تمام حاجتیں یہاں تک کہ جوتے کے تسمہ کو بھی خدا سے مانگو چونکہ اگر اس کو خدا نہیں دیگا تو نہیں ملے گا''

یہ بھی رسول اسلام ﷺ سے مروی ہے:

)لیسأل احدکم ربّہ حاجتہ کلّھا، حتّیٰ یسألہ شسع نعلہ اذا انقطع)(۱(

''تم میں سے ہر ایک کو خداوند عالم سے اپنی تمام حاجتیں طلب کرنا چاہئیں یہاں تک کہ اگر تمہارے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اس کو بھی خدا سے مانگنا چاہئے''

)۱(مکارم الاخلاق صفحہ ۳۱۲، بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۲۹۵۔

اور یہ بھی رسول اسلام ﷺ سے مروی ہے:

)لا تعجزوا عن الدعاء فانّہ لم یھلک اُحدٌ مع الدعاء، ولیسأل احدکم ربّہ حتّیٰ یسألہ شسع نعلہ اذا انقطع، واسألوا اللّٰہ من فضلہ؛ فانّہ یحبّ ان یسأل)(۱(

''تم دعا کرنے سے عاجز نہ ہونا؛ چونکہ دعا کے ساتھ کوئی ہلاک نہیں ہوا، تم میں سے ہر ایک کو خداوند عالم سے سوال کرنا چاہئے یہاں تک کہ اگر تمہارے جوتے کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو بھی اسی سے مانگنا چاہئے اور تم اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرو چونکہ خداوند عالم اس چیز کو دوست رکھتا ہے کہ اس سے سوال کیا جائے''

سیف تمار سے مروی ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے سُنا ہے:

)علیکم بالدعاء؛ فانّکم لا تتقربون بمثلہ، ولا تترکوا صغیرۃ لصغرھا اَن تسألوھا، فانّ صاحب الصغائر ھو صاحب الکبائر)(۲(

''تم پر دعا کرنا ضروری ہے چونکہ تم دعا کے مانند کسی اور چیز سے خداوند عالم کے قریب نہیں ہو سکتے اور چھوٹی چیزوں کے بارے میں اس کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے اس کے متعلق سوال کرنا نہ چھوڑو اس لئے کہ جو چھوٹی چیزوں کا مالک ہے وہی بڑی چیزوں کا مالک ہے''

حدیث قدسی میں آیا ہے:

)یاموسیٰ سلني کلّ ماتحتاج الیہ، حتّیٰ علف شاتک وملح عجینک)(۳(

"اے موسیٰ مجھ سے ہر چیز کا سوال کرو یہاں تک کہ اپنی بکریوں کے چارے اور اپنے آٹے

)۱(بحارالانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۰۰۔

)۲(بحارالانوار جلد ۹۳ صفحہ ۲۹۳،المجالس صفحہ ۱۹،وسائل الشیعہ جلد ۴،۱۰۹۰،حدیث ۸۶۳۵،اصول کافی ۵۱۶

)۳(عدۃ الداعی صفحہ ۹۸۔

کے نمک کیلئے بھی مجھ سے سوال کرو"

دعا کے سلسلہ میں ان چیزوں پر زور دینے سے ہماری مراد یہ نہیں ہے کہ انسان دعا کرنے کی وجہ سے عمل میں سستی کرے بلکہ اس کو چاہئے کہ وہ جو عمل انجام دے رہا ہے اس تکیہ نہ کرے اور اس عمل کے سلسلہ میں اس کی امید و آرزو خداوند عالم کی ذات سے ہو۔

دوسرے یہ کہ انسان اپنے تمام لوازمات دعا انجام دیتے وقت اپنی حاجتوں اور خدا کے درمیان رابطہ برقرار رکھے۔

مذکورہ دونوں چیزوں کا یہ تقاضا ہے کہ انسان اللہ سے اپنی تمام حاجتیں طلب کرے یہاں تک کہ جوتے کا تسمہ،اپنے حیوان کیلئے چارہ اور آٹے کیلئے نمک کا بھی اسی سے سوال کرے،جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا ہے۔

ج: خداوند عالم کی بارگاہ میں بڑی نعمتوں کا سوال کرنا چاہئے

جہاں ہم پروردگار عالم سے ہر چیز مانگتے ہیں وہیں پر ہمیں اس سے بڑی نعمتوں کا سوال کرنا چاہئے

جس طرح ہمیں پروردگار عالم سے چھوٹی چھوٹی چیزیں مانگنے میں ندامت نہیں ہونی چاہئے جیسے حیوان کے لئے چارہ،جوتے کا تسمہ اور آٹے کے لئے نمک اسی طرح ہمیں اس سے بڑی بڑی نعمتوں کا سوال کرنا چاہئے چاہے وہ کتنی ہی بڑی و عظیم کیوں نہ ہو۔

ربیعہ بن کعب سے مروی ہے:

)قال لي ذات یوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: یاربیعۃ خدمتني سبع سنین،افلا تسألني حاجۃ؟فقلت یارسول اللہ مھلني حتّیٰ افکر۔فلمّا اصبحت ودخلت علیہ قال لي: یاربیعۃ ھات حاجتک،فقلت:تسأل اللہ ان یدخلني معک الجنۃ،فقال لي:مَنْ علّمک ھذا؟فقلت:یارسول اللہ ما علّمني احد لکن فکرّت في نفسي وقلت:انْ سألتہ مالاً کان الیٰ نفاد،وان سألتہ عمراً طویلا واولاداً کان عاقبتھم الموت۔قال ربیعۃ:فنکس رأسہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساعۃ ثم قال:افعل ذلک،فاعنّي بکثرۃ السجود۔قال وسمعتہ یقول:ستکون بعدي فتنۃ،فاذا کان ذلک فالتزموا علي بن ابي طالب)(۱ (

"مجھ سے ایک روز رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ربیعہ تم سات سال سے میری خدمت کر رہے ہو کیا مجھ سے کسی چیز کا سوال نہیں کروگے۔

میں نے عرض کیا:یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے غور و فکر کرنے کی مہلت دیجئے۔جب میں اگلے روز صبح کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں پہنچا تو آپ نے فرمایا:اے ربیعہ مجھ سے اپنی حاجت بیان کرو۔

میں نے عرض کیا:خدا سے دعا فرمادیجئے کہ وہ مجھکو آپ کے ساتھ جنت میں داخل کرے۔

آپ نے مجھ سے فرمایا: تم کو یہ کس نے سکھایا ہے؟

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ مجھے کسی نے نہیں سکھایا میں نے بذات خود غور و فکر کیا کہ اگر میں آپ سے مال کا سوال کروں تو وہ ختم ہو جایگا ، اگر میں آپ سے اپنی طولانی عمر اور اولاد کا سوال کروں تو یقیناً ایک دن موت ضرور آئیگی۔

ربیعہ کا کہنا ہے کہ آپ نے کچھ دیر توقف کرنے کے بعد فرمایا: خدا ایسا ہی کرے ، لہٰذا تم بہت زیادہ (سجدے) عبادت کیا کرو۔

ربیعہ کہتے ہیں میں نے آپ کو یہ فرماتے سُنا ہے: عنقریب میرے بعد فتنہ برپا ہوگا اور جب ایسا ہو جائے تو تم پر علی بن ابی طالب علیہ السلام کی اطاعت کرنا واجب ہے"

)ا(بحاالانوار جلد ۹۳۔ صفحہ ۳۲۷۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے:

"کان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا سٔل شیئافاذاارادان یفعلہ قال: نعم۔ واذاارادان لایفعل سکت، وکان لایقول لشیٔ لا فأتاہ اعرابي فسألہ فسکت، ثم سألہ فسکت، ثم سألہ فسکت۔ فقال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ کھیٔۃ المسترسل: ماشئت یااعرابي؟ فقلنا: الآن یسأل الجنّۃ، فقال الاعرابی: أسألک ناقۃ ورحلھاوزاداً۔ قال: لک ذلک، ثم قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: کم بین مسألۃ الاعرابي وعجوز بنی اسرائیل؟ ثم قال: انّ موسیٰ لماأمر أن یقطع البحر فانتھیٰ الیہ وضربت وجوہ الدواب رجعت، فقال موسیٰ: یاربّ مالي؟ قال: یاموسیٰ انّک عند قبر یوسف فأحمل عظامہ، وقد استویٰ القبر بالارض، فسأل موسیٰ قومہ: ھل یدري احد منکم این ھو؟ قالوا: عجوز لعلّھا تعلم، فقال لھا: ھل تعلمین؟ قالت: نعم، قال: فدلینا علیہ، قالت: لاواللہ حتّی تُعطیني ماأسئلک، قال: ذلک لک، قالت: فإني أسألک أن أکون معک فی الدرجۃ التی تکون فی الجنّۃ، قال: سلي الجنّۃ۔ قالت: لاواللہ الّا أن أکون معک، فجعل موسیٰ یراود فأوحیٰ اللہ الیہ: أن أعطھا ذلک: فإنّھا لاتنقصک، فأعطاھا ودلتہ علی القبر"(ا (

"جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا جاتا تھا تو اگر آپ کا ارادہ اس فعل کے انجام کے متعلق ہوتا تھا تو آپ فرماتے تھے: ہاں اور اگر آپ کا ارادہ اس کے انجام نہ دینے کا ہوتا تھا تو آپ ساکت رہتے تھے۔

اور آپ کسی بھی چیز کے سلسلہ میں " نہیں " نہیں فرماتے تھے ، ایک اعرابی نے آپ کی

)ا(بحاالانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۲۷۔

خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا تو آپ خاموش رہے ، اس نے پھر سوال کیا تو آپ پھر خاموش رہے ، پھر اس نے سوال کیا، آپ پھر خاموش رہے ، تو آپ نے فرمایا:

اے اعرابی تو کیا چاہتا ہے؟ ہم لوگوں نے کہا کہ اب یہ جنت کے سلسلہ میں سوال کرے گا۔ اعرابی نے کہا: میں آپ سے ناقہ ، سواری اور زادراہ چاہتا ہوں۔

آپ نے فرمایا: ہاں تجھ کو عطا کیا جائیگا، پھر آپ نے فرمایا: اس اعرابی اور اس بنی اسرائیل کی بڑھیا کے درمیان کتنا فرق ہے؟ پھر فرمایا: جب موسیٰ کو دریا پار

کرنے کا حکم ملااور آپ دریا کے کنارے پہونچ گئے تو موسیٰ نے جانوروں کو آگے بڑھانا چاہا لیکن جانور واپس آ گئے۔

جناب موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا پالنے والے میرے لئے کیا فرمان ہے ؟

فرمایا:اے موسیٰ تم حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کے پاس ہو اور ان کی ہڈیوں کو اٹھالو جبکہ قبر زمین کے برابر ہو چکی تھی۔

جناب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے سوال کیا: کیا تم میں سے کوئی جانتا ہے ؟

قوم نے کہا: ایک بڑھیا ہے شاید وہ جانتی ہے ؟

بڑھیا سے سوال کیا: کیا تم جانتی ہو ؟

اس نے جواب دیا: ہاں آپ نے فرمایا: تو ہمیں بتاؤ کہاں ہے ؟

بڑھیا نے کہا: خدا کی قسم میں اس وقت تک قبر کا پتہ نہیں بتاؤنگی جب تک آپ میرے سوال کا جواب نہیں دیں گے۔

آپ نے فرمایا: جو تم مانگو گی وہی دیا جائیگا، اس نے کہا: میں جنت میں آپ کے ساتھ اسی درجہ میں رہوں جس میں آپ رہیں گے۔

آپ نے فرمایا: ہاں تم جنت میں رہو گی اس نے کہا: نہیں خدا کی قسم میں جب تک آپ کے ساتھ نہیں رہوں گی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تم جنت کا سوال کرو۔ تو بڑھیا نے کہا: میں اس سے کم پر راضی نہیں ہوں۔ جناب موسیٰ علیہ السلام کچھ پس و پیش کرنے لگے تو اللہ نے آپ پر وحی نازل فرمائی: اگر آپ اس کو عطا کردیں گے تو جنت میں کمی نہیں آئیگی تو آپ نے اس کو عطا کردی اور اس نے قبر کا نشان بتایا"

د۔ دعا کر کے سب کچھ تدبیر الٰہی کے حوالہ کر دینا

دعا میں خداوند عالم سے یہ طلب کرنا کہ وہ اپنی تدبیر کے ذریعہ ہم کو اپنی تدبیر سے بے نیاز کردے اور اپنی رحمت و حکمت کو ہمارے امر کا ولی بنادے اور ہمارے نفسوں پر کسی چیز کو موکول نہ کرے، دعاء عرفہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں:

)اَغْنِنِيْ بِتَدْبِیْرِکَ لِيْ عَنْ تَدْبِیْرِيْ،وَبِاِخْتِیَارِکَ عَنْ اِخْتِیَارِيْ (

"میرے خدا مجھ کو اپنی تدبیر کے ذریعہ میری تدبیر سے بے نیاز کر اور اپنے اختیار کے مقابلہ میں میرے اختیار سے بے نیاز کر"

اور مناجات شعبانیہ میں آیا ہے: (وَتَوَلَّ مِنْ اَمْرِيْ مَااَنْتَ اَهْلُهُ(

"خدایا! جس چیز کا تو اہل ہے میرے امر میں سے اس کا تو ذمہ دار ہوگا"

یہ بھی وارد ہوا ہے: (حَسْبِيْ عَنْ سُؤَالِيْ عِلْمه بِحَالِيْ)(۱)"میرے سوال کرنے سے اس کا میرے حال سے واقف ہونا ہی کافی ہے"

مروی ہے: جب نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا حکم دیا تو جبرئیل علیہ السلام نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: کیا آپ کی کوئی حاجت ہے ؟ آپ نے فرمایا: ہاں میری حاجت تو ہے لیکن تجھ سے نہیں، (حَسْبِيَ اللّٰهُ، وَنِعْمَ الوَکِیْلُ(

اس کے بعد میکائیل نے عرض کیا: اگر آپ کا ارادہ آگ کو بجھانے کا ہے تو میں آگ کو

)۱(بحار الانوار جلد ۷۱ صفحہ ۱۵۵۔

بجھادوں گا چونکہ بارش اور پانی کا خزانہ میرے اختیار میں ہے۔

آپ نے فرمایا: میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔

اس کے بعد ہوا کے فرشتہ نے آکر عرض کیا: اگر آپ چاہیں تو میں آگ کو اڑا دوں آپ نے فرمایا: میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔

جبرئیل نے کہا: تو پھر اللہ سے اپنی حاجت طلب کیجئے آپ نے فرمایا: خداوند عالم کو میرے حالات کا علم ہے"(۱(

اس کا مطلب دعا سے منع کرنا نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب بندہ کا تدبیر میں اپنے امر کو اللہ کے حوالہ کر دینا ہے۔

اس کو ہر امر میں اللہ کی طرف تفویض سے تعبیر کیا جاتا ہے اور سختیوں اور بلاؤں میں اللہ کی تقدیر، قضا، حکمت اور تدبیر پر اعتماد رکھنا ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام دعائے عرفہ میں فرماتے ہیں:

)اِلٰهي اِنَّ اخْتِلاٰفَ تَدْبِيْرِکَ وَسُرْعَةَ طَوٰاءِ مَقَادِيْرِکَ مَنَعَا عِبٰادِکَ الْعٰارِفِيْنَ بِکَ عَنِ السُّکُوْنِ اِلٰی عَطٰاءٍ وَالْيٰاْسِ مِنْکَ فِيْ بَلاٰءٍ(

"میرے معبود! بیشک تیری تدبیر کی تبدیلی اور تیرے مقدارات کے سریع تغیرات نے تیرے عارف بندوں کو پر سکون عطا اور مصیبت میں ناامید ہونے سے روک دیا ہے"

امام علیہ السلام فرماتے ہیں بیشک تیرے عارف بندے کسی عطا پر راضی نہیں ہوتے وہ عطا چاہے کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو اور کسی مصیبت میں تجھ سے مایوس نہیں ہوتے وہ بلا کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو کیونکہ ان کو معلوم ہے کہ تیرے احکام اور بندوں کے سلسلہ میں فیصلہ بہت جلد ہوتا ہے نیز ایک

)۱(بحار الانوار جلد ۷۱ صفحہ ۱۵۵۔

حالت سے دوسری حالت کی جانب تیری تدبیر بدلتی رہتی ہے لہذا تیرے بندے عطا اور روزی پر مطمئن نہیں ہوتے اور تیری رحمت سے کسی مصیبت میں مایوس نہیں ہوتے البتہ تیری رحمت پر مطمئن رہتے ہیں اور تیرے فضل سے مایوس نہیں ہوتے ہیں"

امام حسینؑ کے اسی مفہوم کی، قرآن کریم کی یہ آیت براہ راست عکاسی کر رہی ہے:

)لِکَيْلاَتَاْسَوْاعَلٰی مَافَاتَکُمْ وَلاَتَفْرَحُوْابِمَاآتَاکُمْ()۱(

"یہ تقدیر اس لئے ہے کہ جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اس کا افسوس نہ کرو اور جب خدا تم کو کوئی چیز (نعمت) عطا کرے تو اس پر نہ اترایا کرو"

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں: زہد قرآن کے ان دو کلموں میں ہے:

)لِکَيْلاَتَاْسَوْاعَلٰی مَافَاتَکُمْ وَلاَتَفْرَحُوْابِمَاآتَاکُمْ()۲(

"یہ تقدیر اس لئے ہے کہ جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اس کا افسوس نہ کرو اور جب خدا تم کو کوئی چیز (نعمت) عطا کرے تو اس پر نہ اترایا کرو"

جب خداوند عالم نے بندوں کو اس کے قضا و قدر پر اعتماد اور اپنے تمام امور کو خدا پر واگذار کرنے کی توفیق عطا کر دی ہے۔۔۔تو بندہ اس وقت خوشی اور غم میں اللہ کے قضا و قدر پر سکون محسوس کرتا صرف اس کی عطا پر نہیں، اور نہ ہی وہ مصیبتوں میں مایوس ہوتا ہے۔

ماثورہ دعاؤں میں اس معنی پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے مشہور و معروف زیارت امین اللہ میں آیا ہے:

)اَللّٰهُمَّ فَاجْعَلْ نَفْسِيْ مُطْمَئِنَّةً بِقَدَرِکَ رَاضِيَةً بِقَضَائِکَ، مُوْلِعَةً

)۱(سورہ حدید آیت ۲۳۔

)۲(سورہ حدید آیت ۲۳۔

بِذِکْرِکَ وَدُعَاءِکَ صَابِرَۃً عِنْدَ نُزُوْلِ بَلاءِکَ شَاکِرَۃً لِفَوَاضِلِ نَعْمَاءِکَ(

''خدایا! میرے نفس کو اپنے قدر پر مطمئن اور اپنے قضا پر راضی کر دے، اپنے ذکر و دعا کا شیدائی بنادے اور اپنے خالص اور برگزیدہ اولیاء کا محبت کرنے والا بنادے اور اپنے آسمان وزمین میں محبوب کر دے اور اپنی بلا کے نزول پر صابر اور اپنی بہترین نعمتوں پر شاکر بنادے اپنی تمام نعمتوں کا یاد کرنے والا''

حضرت امام زین العابدین علی بن الحسین علیہما السلام دعا میں فرماتے ہیں:

)وَالْھِمْنَا الْاِنْقِیَادَ لِمَا اَوْرَدْتَ عَلَیْنَا مِنْ مَشِیَّتِکَ حَتّٰی لَانُحِبَّ تَاخِیْرَ مَا عَجَّلْتَ، وَلَا تَعْجِیْلَ مَا اَخَّرْتَ وَلَانَکْرَہُ مَا اَحْبَبْتَ وَلَانَتَخَیَّرَ مَا کَرِھْتَ)(۱(

''ہمیں اس مشیت کی اطاعت کا الہام عطا فرما جو تو نے ہم پر وارد کی ہے تاکہ جو چیز جلدی سامنے آجائے ہم اس کی تاخیر کے خواہاں نہ ہوں اور جو چیز دیر میں آئے اس کی عجلت کے طلبگار نہ ہوں تیری محبوب اشیاء کو مکروہ نہ سمجھیں اور تیری ناپسندیدہ چیزوں کو اختیار نہ کر لیں''

دعا کے ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

)وطیب بقضائک نفسي ووسّع بمواقع حکمک صدري ووھب لي الثقۃ لاُقر معھا بانّ قضَائک لم یجر الّا بالْخِیَرۃ)(۲(

''اور میرے نفس کو اپنے فیصلہ سے مطمئن کر دے اور میرے سینہ کو اپنے فیصلوں کیلئے کشادہ بنادے مجھے یہ اطمینان عطا فرمادے کہ میں اس امر کا اقرار کروں کہ تیرا فیصلہ ہمیشہ خیر ہی کے ساتھ جاری ہوتا ہے۔

دعاء صباح میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

)۱(صحیفہ سجادیہ دعا ۳۳۔)۲(صحیفہ سجادیہ دعا ۳۵۔

)الٰھي ھذہ ازمۃ نفسي عقلتھا بعقال مشیئتک)(۱(

''خدایا! یہ میرے نفس کی مہار ہے جس کو مرضی اور مشیت کے رسّی سے مستحکم باندھا ہے''

ھ۔ خداوند عالم سے ذات خدا کو طلب کرنا

دعا میں سب سے زیادہ لطف اور اس کی جلالت یہ ہے کہ انسان دعا میں اللہ سے نہ دنیا طلب کرے اور نہ آخرت طلب کرے بلکہ وہ خدا سے اس کے وجہ کریم کا مطالبہ کرے، اس کی مرضی، ملاقات، اس سے قربت، اس تک رسائی، اس کی محبت، اس سے انسیت، اور اس تک پہنچنے کی تشویق کا مطالبہ کرے حضرت فاطمہ صدیقۂ طاہرہ نے دعا میں ملک الموت کے خداوند عالم کے امر سے ان کی روح پاک قبض کرنے سے پہلے اس کی جانب سے ایسے رزق کا مطالبہ کیا جس سے ان کا سینہ ٹھنڈا ہو جائے اور ان کا نفس خوش ہو جائے، آپ نے دعا میں یوں عرض کیا: پروردگار! تیری طرف سے بشارت ہونی چاہئے تیرے علاوہ کسی اور کی طرف سے نہیں، اس سے میرا دل ٹھنڈا ہو گیا، میرا نفس خوش ہو گیا، میری آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں اور میرا چہرہ باغ باغ ہو گیا ۔۔۔اور میرا دل مطمئن ہو گیا اور اس سے میرا پورا جسم خوش ہو گیا''(۲(

حضرت امام حسین علیہ السلام دعائے عرفہ میں فرماتے ہیں:

)مِنکَ اُطلبُ الوصول الیکَ(

''تجھ ہی سے تجھ تک پہنچنے کا مطالبہ کرتا ہوں''

حضرت امیر المومنین علیہ السلام دعاء صباح میں فرماتے ہیں:

)اَنْتَ غَایَۃُ مَطْلُوبِیْ وَمُنَایَ(

''اور تو ہی میرا آخری مطلوب ہے اور دنیا اور آخرت میں میری امید ہے''

)۱(دعاء صباح۔(۲)فلاح السائل۔

پندرہ مناجات میں سے مناجات ''محبین''میں امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں: (اِلٰھِیْ مَنْ ذَاالَّذِیْ ذَاقَ حَلَاوَۃَ مَحَبَّتِکَ فَرَامَ مِنْکَ بَدَلاً وَمَنْ ذَاالَّذِیْ اَنِسَ بِقُرْبِکَ فَابْتَغیٰ عَنْکَ حِوَلاً(

''خدایا وہ کون شخص ہے جس نے تیری محبت کی مٹھاس کو چکھا ہو اور تیرے علاوہ کا خواہش مند ہو اور وہ کون شخص ہے جس نے تیری قربت کا انس پایا ہو اور ایک لمحہ کے لئے بھی اس سے روگردانی کرے'

پندرہ مناجات میں سے مناجات مریدین میں امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

)اِلٰھِیْ فَاسْلُکْ بِنَا سُبُلَ الْوُصُوْلِ اِلَیْکَ وَسَیِّرْنَا فِیْ اَقْرَبِ الطُّرُقِ لِلْوُفُوْدِ عَلَیْکَ(

''خدایا! ہم کو اپنی طرف پہنچنے کے راستوں پر چلادے اور ہم کو تیری طرف پہنچنے والے قریب ترین راستہ سے لے چل، ہمارے اوپر دور کو قریب کردے''

مناجات متوسلین میں فرماتے ہیں:

''وَاجْعَلْنِیْ مِنْ صَفْوَتِکَ الَّذِیْنَ اَقْرَرْتَ اَعْیُنَھُمْ بِالنَّظَرِ اِلَیْکَ یَوْمَ لِقَاءِکَ''

''اور مجھ کو ان منتخب بندوں میں قرار دے جن کی آنکھوں کو روز ملاقات اپنے دیدار سے خنکی عطا کی ہے''

دعا عرفہ میں امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں:

)اُطْلُبْنِیْ بِرَحْمَتِکَ حَتّٰی اَصِلَ اِلَیْکَ(

''میرے معبود مجھ کو اپنے در رحمت پر طلب کر، تاکہ میں تجھ سے مل جاؤں''

حضرت امیر المومنین علیہ السلام دعائے کمیل میں فرماتے ہیں:

)وَاسْتَشْفِعُ بِکَ اِلٰی نَفْسِکَ وَھَبْ لِیَ الْجِدَّ فِیْ خَشْیَتِکَ وَالدَّوَامَ فِی الْاِتِّصَالِ بِخِدْمَتِکَ۔۔۔وَاَدْنُوَ مِنْکَ دُنُوَّ الْمُخْلِصِیْنَ وَاَجْتَمِعَ فِیْ جِوَارِکَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ(

''اور تیری ہی ذات کو اپنا سفارشی بناتا ہوں، اور تو مجھ کو خوف و خشیت میں کوشش کی توفیق عطا کر نیز تیری خدمت کے لگاتار انجام دینے کی۔۔۔اور تیری بارگاہ میں خلوص رکھنے والوں کا سا قرب حاصل ہو، اور تیری بارگاہ میں مومنین کے ساتھ جمع ہو جاؤں''

مناجات محبین میں امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

)الٰھي فَاجْعَلْنَا مِمَّنْ ھَيَّمْتَ قَلْبَہُ لِاِرَادَتِکَ وَاجْتَبَيْتَہُ لِمُشَاھَدَتِکَ وَاَخْلَيْتَ وَجْھَہُ لَکَ وَفَرَّغْتَ فُؤَادَہُ لِحُبِّکَ وَرَغَّبْتَہُ فِيْمَا عِنْدَکَ وَقَطَعْتَ عَنْہُ کُلَّ شَيْءٍ يَقْطَعُہُ عَنْکَ(

''خدایا! تو مجھ کو ان لوگوں میں سے قرار دے جس کے دل کو اپنے ارادہ کا مسکن بنایا ہو اور جس کو تو نے اپنے مشاہدہ کے لئے منتخب کیا ہو اور جس کے چہرے کو اپنے لئے خالی کر لیا ہے اور جس کے دل کو اپنی محبت کے لئے فارغ کر لیا ہے اور جس کو اس چیز کی رغبت دی ہے جو تیرے پاس ہے اور جس سے ہر اس چیز کو دور کر دیا ہے جو تجھ سے دور کرتی ہے''

ب۔ جو چیزیں دعا میں سزاوار نہیں ہیں

اب ہم ان چیزوں کے سلسلہ میں بحث کریں گے جو دعا میں نہیں ہونا چاہئیں اور ہم ان سب چیزوں کو قرآن اور حدیث کی روشنی میں بیان کریں گے جو مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔ کائنات اور حیات بشری میں اللہ کی عام سنتوں کے خلاف دعا کرنا

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کی شفاعت اور اس کے پانی میں غرق ہونے سے بچانے کیلئے خداوند عالم کے وعدہ کے مطابق کہ وہ ان کے اہل کو نجات دے گا خدا سے دعا کی لیکن خداوند عالم نے اپنے بندے اور اپنے نبی نوح علیہ السلام کی دعا قبول نہیں کی اور ان کی دعا کو رد فرمایا: (انہ لیس من اھلک)اے نوح یہ تمہارے اہل سے نہیں ہے'' اور ان کو پھر اس کے مثل کبھی دعا نہ کرنے کی نصیحت فرمائی۔

)وَنَادَیٰ نُوحُ رَبَّہُ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَھْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَکَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْکَمُ الْحَاکِمِیْنَ *قَالَ یَانُوحُ اِنَّہُ لَیْسَ مِنْ اَھْلِکَ اِنَّہُ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْاَلْنِ مَا لَیْسَ لَکَ بِہِ عِلْمٌ اِنِّیْ اَعِظُکَ اَنْ تَکُوْنَ مِنَ الْجَاھِلِیْنَ *قَالَ رَبِّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ اَنْ اَسْئَلَکَ مَا لَیْسَ بِہِ عِلْمٌ وَاِلَّا تَغْفِرْلِیْ وَتَرْحَمْنِیْ اَکُنْ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ)(۱(

''اور نوح نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ پروردگار میرا فرزند میرے اہل میں سے ہے اور تیرا وعدہ اہل کو بچانے کا برحق ہے اور تو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے ،ارشاد ہوا کہ نوح یہ تمہارے اہل سے نہیں ہے یہ عمل غیر صالح ہے لہٰذا مجھ سے اس چیز کے بارے میں سوال نہ کرو جس کا تمہیں علم نہیں ہے میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تمہارا شمار جاہلوں میں نہ ہو جائے نوح نے کہا کہ خدایا! میں اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ اس چیز کا سوال کروں جس کا علم نہ ہو اور اگر تو مجھے معاف نہ کرے گا اور مجھ پر رحم نہ کرے گا تو میں خسارہ اٹھانے والوں میں ہو جاؤں گا''

حضرت نوح علیہ السلام کو خداوند عالم سے اپنے اہل وعیال کی نجات کا سوال کرنے کا حق تھا لیکن جو ان کے اہل سے نہ ہو اس کو غرق ہونے سے نجات دلانے کے سلسلہ میں سوال کرنے کا کوئی حق نہیں تھا۔

ان کا بیٹا ان کے اہل میں نہیں تھا یہ اللہ کا حکم ہے اور حضرت نوح علیہ السلام کو پروردگار عالم کے قوانین اور احکام کی خلاف ورزی کرنے کا حق نہیں ہے۔

ذرا حضرت نوح علیہ السلام کے جواب پر غور و فکر کیجئے۔

دعا میں اللہ کی سنتوں کے امر کو سمجھنا ضروری ہے دعا کا کام ان سنتوں کو توڑنا اور ان سے تجاوز

)۱(سورۂ ہود آیت ۴۵ سے ۴۷۔

کرنا نہیں ہے بلکہ دعا کا فلسفہ یہ ہے کہ بندہ خداوند عالم کی سنتوں اور اس کے قوانین کے دائرہ میں رہ کر خداوند عالم سے سوال کرے۔ بیشک اللہ کی سنتیں ہمیشہ اللہ کے ارادہ تکوینی کو مجسم کرتی ہیں ،اور دعا کی شان اللہ کے ارادہ کے زیر سایہ ہے نہ اس سے تجاوز کرتی ہے اور نہ ہی اس کی حدود کو پار کرتی ہے۔

خداوند عالم فرماتا ہے:

)وَلَن تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللہِ تَبدِیلاً)(۱(

"اور تم خدا کی سنت میں ہر گز تبدیلی نہیں پاؤ گے"

نظام کائنات اللہ کے اس ارادہ کی مجسم شکل ہے جس کے بغیر کائنات کا نظام درست نہیں رہ سکتا ہے، بندہ کیلئے اس کی تبدیلی کیلئے دعا کرنا صحیح نہیں ہے بیشک دعا بندوں کیلئے اللہ کی رحمت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے؛ اور اللہ کا ارادہ ہمیشہ اس کی رحمت کے مطابق ہوتا ہے اور بندہ کے لئے اس میں تغیر و تبدل کی دعا کرنا صحیح نہیں ہے۔

ایک سنت دوسری سنت سے مختلف نہیں ہو سکتی ہے، ہر سنت اللہ کے ارادہ کو مجسم کرتی ہے اور اللہ کا ارادہ اس کی اس رحمت اور حکمت کو مجسم کرتا ہے جس سے بلند نہ کوئی رحمت ہے اور نہ حکمت ہے۔ چاہے وہ تکوینی سنتیں ہوں یا تاریخی اور اجتماعی سنتیں ہوں۔

یہ اللہ کی سنت ہے جو لوگ بعض دوسرے لوگوں سے اپنے دین و دنیا کے سلسلہ میں سوال کیا کرتے ہیں اور انسان کا اللہ سے اور ایک دوسرے سے بے نیاز رہنے کا سوال کرنا صحیح نہیں ہے چونکہ اس طرح کی دعا کرنا بالکل اللہ کی سنت اور اس کے ارادہ کے خلاف ہے۔

حدیث میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

)اللّٰھم لاتحوجني الی احد من خلقک(

)۱(سورۂ فاطر آیت ۴۳۔

"خدایا مجھ کو اپنی مخلوق میں سے کسی کا محتاج نہ بنا"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس طرح مت کہو چونکہ ہر انسان ایک دوسرے کا محتاج ہے:

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: پھر میں کیسے کہوں یا رسول اللہ ؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

)اللّٰھم لاتحوجني الی شرار خلقک)(۱(

"پروردگارا! مجھے اپنی شریر مخلوق میں سے کسی کا محتاج نہ کرنا"

شعیب نے حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ سے عرض کیا گیا:

"ادعُ اللہ یغنیني عن خلقہ۔ قال: انّ اللہ قسّم رزق مَن شاء علیٰ یدی مَن شاء، ولکن اسأل اللہ أن یغنیک عن الحاجۃ التی تضطرک الی لئام خلقہ"(۲(

"آپ یہ دعا فرما دیجئے کہ خدا مجھ کو مخلوق سے بے نیاز کر دے آپ نے فرمایا: اللہ نے رزق کو کسی نہ کسی کے ذریعہ تقسیم کیا ہے لہٰذا تم خداوند عالم سے یہ دعا کرو کہ خدا مجھکو برے لوگوں کے سامنے اپنی حاجت بیان کرنے پر مجبور نہ کرے"

دعا کے اس طریقہ سے دعا کرنے میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اسلامی روایات میں دعائیں کرنے کا ایک واقعی محدود دائرہ ہے اور غیر واقعی اور خیالی دائروں سے دعا خارج ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے:

"أنہ سألہ شیخ من الشام: أيّ دعوۃ أضلّ؟ فقال: "الداعی بمالا یکون" (۳(

"آپ سے شام کے ایک بزرگ نے سوال کیا: سب سے زیادہ گمراہ کن کونسی دعا ہے؟

)۱(بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۲۵۔

)۲(اصول کافی صفحہ ۴۳۸، وسائل الشیعہ جلد ۴ :۱۱۷۱ حدیث صفحہ ۸۹۴۶۔

)۳(بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۲۴۔

آپ نے فرمایا: "نہ ہونے والی چیز کیلئے دعا کرنا"

حیات بشری میں نہ ہونے والی چیز اللہ کی متعارف سنتوں کے دائرہ حدود سے خارج ہے ان میں واقعی و حقیقی طور پر کوئی تفکر نہیں کیا جا سکتا ہے۔

عدۃ الداعی میں امیر المومنین سے مروی ہے:

)مَن سأل فوق قدرہ استحق الحرمان) (۱(

"جس نے اپنی مقدار سے زیادہ سوال کیا وہ اس سے محروم ہونے کا مستحق ہے"

ہمارے عقیدے کے مطابق (فوق قدرہ) کے ذریعہ ان چیزوں کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے جن کو حقیقی طور پر طلب نہیں کیا جاتا ہے۔

۲۔ حل نہ ہونے والی چیزوں کیلئے دعا کرنا

جس طرح نہ ہونے والی چیزوں کے بارے میں سوال اور دعا نہیں کرنا چاہئے اسی طرح حلال نہ ہونے والی چیزوں کیلئے دعا کرنا بھی سزاوار نہیں ہے اور یہ دونوں ایک ہی باب سے ہیں پہلی بات اللہ کے ارادۂ تکوینیہ سے خارج ہے اور دوسری بات اللہ کے تشریعی ارادہ سے خارج ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

)اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ) (۲(

"اگر ستر مرتبہ بھی استغفار کریں گے تو خدا انھیں بخشنے والا نہیں ہے"

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

)لاتسأل مالا یکون ومالا یحلّ) (۳(

"نہ ہونے والی اور غیر حلال چیزوں کے متعلق سوال نہ کرو"

)۱(بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۲۷ حدیث ۱۱۔ (۲) سورۂ توبہ آیت ۸۰۔

)۳(بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۲۴۔

۳۔ دوسروں کی نعمتوں کے زوال کی تمنا کرنا

انسان کا اللہ سے یہ دعا کرنا کہ وہ دوسروں کی نعمتوں کو مجھے دیدے تو ایسی دعا کرنا جائز نہیں ہے : خداوند عالم فرماتا ہے :

(وَلَاتَتَمَنَّوْامَا فَضَّلَ اللّٰہُ بِہٖ بَعْضَکُمْ عَلٰی بَعْضٍ)(۱)

"اور خبردار جو خدا نے بعض افراد کو بعض سے کچھ زیادہ دیا ہے اس کی تمنا نہ کرنا"

انسان کا اللہ سے نعمتوں کی آرزو کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس کے اس آرزو کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کہ جس طرح دوسروں کو نعمت دی ہے ہم کو بھی بلکہ دوسروں سے زیادہ ہم پر فضل و کرم کرے لیکن خداوند عالم اپنے بندوں سے اس چیز کو پسند نہیں کرتا کہ جن بندوں کو اس نے نعمت دی ہے وہ ان نعمتوں کو دیر تک ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہے۔

خداوند عالم فرماتا ہے :

(وَلَاتَمُدَّنَّ عَیْنَیْکَ اِلٰی مَامَتَّعْنَا بِہٖ اَزْوَاجاً مِّنْھُمْ زَھْرَۃَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا)(۲)

"اور خبردار ہم نے ان میں سے بعض لوگوں کو دنیا کی اس ذرا سی زندگی کی رونق سے مالامال کر دیا ہے اس کی طرف آپ آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں"

خداوند عالم اس بات کو بھی دوست نہیں رکھتا ہے کہ انسان دوسروں کی نعمتوں کو اپنی طرف منتقل کرنے کی آرزو کرے۔ بیشک اس طرح کی تمنا کرنے کا مطلب دوسروں سے نعمت چھیننا ہے اور خداوند عالم اس چیز کو اپنے بندوں سے پسند نہیں کرتا ہے، یہ تو تنگ نظری اور اپنی حیثیت سے زیادہ تمنا اور آرزو کرنا ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے بالکل پسند نہیں کرتا ہے بیشک اللہ کی سلطنت و

---

(۱)(سورۂ نساء آیت ۳۲۔

(۲)(سورۂ طٰہ آیت ۱۳۱۔

بادشاہت وسیع ہے، اس کے خزانے ختم ہونے والے نہیں ہیں، اس کے ملک کی کوئی حد نہیں ہے اور انسان کے اللہ سے ہر چیز کا سوال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے ہاں، یہ تمنا و آرزو کر سکتا ہے کہ خدا اس کو دوسروں سے بہتر رزق عطا فرمائے۔ دعا میں وارد ہوا ہے :

(اللّٰھم آثرنی ولا تؤثر علیّ احداً)

"خدایا مجھ کو منتخب فرما مجھ پر کسی کو ترجیح نہ دے"

(وَاجْعَلْنِیْ مِنْ اَفْضَلِ عِبَادِکَ نَصِیْباً عِنْدَکَ، وَاَقْرَبِھِمْ مَنْزِلَۃً مِنْکَ وَاَخَصِّھِمْ زُلْفَۃً لَدَیْکَ)

"اور مجھے ان بندوں میں قرار دے جو حصہ پانے میں تیرے نزدیک سب سے اچھے ہوں اور تیرے قرب میں بڑی منزلت رکھتے ہوں"

ان تمام چیزوں کے خداوند عالم سے مانگنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اللہ بھی ان تمام چیزوں کو دوست رکھتا ہے، اور ہمارے پروردگار کو اس چیز کا ارادہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ جب وہ اپنے کسی بندہ کو کوئی نعمت عطا کرنے کا ارادہ کرے تو وہ اس بندہ سے چھین کر کسی دوسرے بندہ کو عطا کر دے۔

عبد الرحمان بن ابی نجران سے مروی ہے کہ : حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ کے اس قول (وَلَاتَتَمَنَّوْامَا فَضَّلَ اللّٰہُ بِہٖ بَعْضَکُمْ عَلٰی بَعْضٍ)(۱) "اور خبردار جو خدا نے بعض افراد کو بعض سے کچھ زیادہ دیا ہے" کے سلسلہ میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

(لایتمنی الرجل امرأۃ الرجل ولا ابنتہ ولکن یتمنّی مثلھا)(۲)

’’انسان کو کسی کی عورت یا اس کی بیٹی کی تمنا نہیں کرنی چاہئے بلکہ اسکے مثل کی تمنا کرنا چاہئے‘

)ا(سورۂ نساء آیت ۳۲۔

)۲(تفسیر عیاشی صفحہ ۲۳۹۔

۴۔ مصلحت کے خلاف دعا کرنا

انسان کا اپنی مصلحت کے خلاف دعا کرنا سزاوار نہیں ہے، جب انسان دعا کے نفع اور نقصان سے جاہل ہوتا ہے لیکن اللہ اس کو جانتا ہے خداوند عالم دعا کو کسی دوسری نعمت کے ذریعہ مستجاب کرتا ہے یا بلا دور کر دیتا ہے یا جب تک اس دعا میں نفع دیکھا ہے اس کے مستجاب کرنے میں تاخیر کر دیتا ہے، دعا افتتاح میں وارد ہوا ہے:

)اَسْاَلُکَ مُسْتَانِساًلَا خَاءِفاًوَلَا وَجِلاً،مُدِلّاًعَلَیْکَ فِیْمَاقَصَدْتُ فِیْہِ اِلَیْکَ، فَاِنْ اَبْطَاعَنِّیْ عَتَبْتُ بِجَھْلِیْ عَلَیْکَ، وَلَعَلَّ الَّذِیْ اَبْطَاعَنِّیْ ھُوَخَیْرٌلِیْ لِعِلْمِکَ بِعَاقِبَۃِالْاُمُوْرِ۔ فَلَمْ اَرَمَوْلیً کَرِیْماًاَصْبَرُعَلیٰ عَبْدٍلَءِیْمٍ مِنْکَ عَلَیَّ یَارَبِّ(

’’اور انس و رغبت کے ساتھ بلا خوف و خطر اور ہیبت کے تجھ سے سوال کرتا ہوں جس کا بھی میں نے تیری جانب ارادہ کیا ہے اگر تو نے میری حاجت کے پورا کرنے میں دیر کی تو جہالت سے میں نے عتاب کیا اور شاید کہ جس کی تاخیر کی ہے وہ میرے لئے بہتر ہو کیونکہ تو امور کے انجام کا جاننے والا ہے میں نے نہیں دیکھا کسی کریم مالک کو جو لئیم بندہ پر تجھ سے زیادہ صبر کرنے والا ہو‘‘

دعا میں اس طرح کے حالات میں انسان کو اللہ سے دعا کرنا چاہئے اپنے تمام امور اسکے حوالہ کر دینا چاہئے، جب بندہ اپنی دعا کے قبول ہونے میں دیر دیکھے یا اسکی دعا مستجاب نہ ہو رہی ہو تو اسے اللہ سے ناراض نہیں ہونا چاہئے لیکن کبھی کبھی انسان خداوند عالم سے ان چیزوں کا سوال کرتا ہے جو اس کیلئے مضر ہوتی ہیں، کبھی کبھی وہ خیر طلب کرنے کی طرح شر (برائی) طلب کرتا ہے اور اپنے لئے نقصان دہ چیزوں کیلئے جلدی کیا کرتا ہے۔

خداوند عالم فرماتا ہے:

)وَیَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّدُعَاءَہُ بِالْخَیْرِ وَکَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلاً( )ا(

)ا(اسرا آیت ۱۱۔

’’اور انسان کبھی کبھی اپنے حق میں بھلائی کی طرح برائی کی دعا مانگنے لگتا ہے اور انسان تو بڑا جلد باز ہے‘‘

حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر فرمایا:

)قَالَ یَاقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّیِّءَۃِ قَبْلَ الْحَسَنَۃِ()ا(

’’صالح نے کہا کہ قوم والو آخر بھلائی سے پہلے برائی کی جلدی کیوں کر رہے ہو‘‘

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

اپنی نجات کے راستوں کو پہچانو کہ کہیں تم اس میں وہ دعا نہ کر بیٹھو جو تمہاری ہلاکت کا باعث بن جائیں اور تم اس کو اپنے لئے نجات کا باعث سمجھتے رہو

خداوند عالم فرماتا ہے:

)وَيَدۡعُ الۡاِنۡسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاءَهٗ بِالۡخَيۡرِ وَكَانَ الۡاِنۡسَانُ عَجُوۡلاً)(۲(

''اور انسان کبھی کبھی اپنے حق میں بھلائی کی طرح برائی کی دعا مانگنے لگتا ہے اور انسان تو بڑا جلد باز ہے''

۵۔ فتنہ سے پناہ مانگنا

فتنہ سے پناہ مانگنا صحیح نہیں ہے چونکہ انسان کی زوجہ، اولاد اور اس کا مال فتنہ ہیں اور نہ ہی انسان کا اپنے اہل و عیال اور مال کے لئے اللہ کی پناہ مانگنا صحیح ہے لیکن انسان کا گمراہ کرنے والے فتنوں سے پناہ چاہنا صحیح ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے:

)لایقولنّ احدکم: اللّھم انّي اعوذ بک من الفتنة؛لأنّہ لیس من احد الّا

)۱(سورۂ نمل آیت ۴۶۔

)۲(بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۲۲؛سورۂ اسرا آیت ۱۱۔

وھو مشتمل علیٰ فتنة، ولکن من استعاذ فلیستعذ من مضلّات الفتن؛فانّ اللہ یقول: وَاعۡلَمُوۡا اَنَّمَا اَمۡوَالُكُمۡ وَاَوۡلَادُكُمۡ فِتۡنَةٌ(۱))(۲(

''تم میں سے کوئی ایک بھی یہ نہ کہے کہ میں فتنہ سے پناہ مانگتا ہوں چونکہ تم میں سے ہر ایک فتنہ گر ہے لیکن تم فتنوں کی گمراہی سے پناہ مانگو اور خداوند عالم اس سلسلہ میں فرماتا ہے:

''اور جان لو! کہ یہ تمہاری اولاد اور تمہارے اموال ایک آزمائش ہیں''

ابوالحسن الثالث علیہ السلام نے اپنے آباؤ واجداد علیہم السلام سے نقل کیا ہے: ہم نے امیر المومنین علیہ السلام سے ایک شخص کو یہ کہتے سُنا:

)اَللّٰھُمَّ اِنِّيۡ اَعُوۡذُ بِکَ مِنَ الۡفِتۡنَةِ (

''اے پروردگار میں تجھ سے فتنوں سے پناہ مانگتا ہوں''

امام علیہ السلام نے فرمایا: میں یہ دیکھتا ہوں کہ تم اپنے مال اپنی اولاد سے پناہ مانگ رہے ہو چونکہ خداوند عالم فرماتا ہے:

)وَاعۡلَمُوۡا اَنَّمَا اَمۡوَالُكُمۡ وَاَوۡلَادُكُمۡ فِتۡنَةٌ)(۳(

''تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تمہارے لئے صرف امتحان کا ذریعہ ہیں''

لیکن یہ کہو:

)اللّھم انّي اعوذ بک من مضلّات الفتن)(۴(

''اے پروردگار میں تجھ سے گمراہ کرنے والے فتنوں سے پناہ مانگتا ہوں''

)۱(سورۂ انفال آیت ۲۸۔

)۲(نہج البلاغہ القسم الثانی: ۱۶۲۔

)۳(سورۂ تغابن آیت ۱۵۔

)۴(امالی طوسی جلد ۲ صفحہ ۱۹۳؛بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۲۵۔

۶۔ مومنین کے لئے بد دعا کرنا

دعا کی اہمیت اور اس کی غرض وغایت میں سے ایک چیز مسلمان خاندانوں کے مابین رابطہ کا محکم کرنااوران کے درمیان سے غلط فہمیوں اور جھگڑوں کو دور کرنا ہے جو عام طور سے دنیاوی زندگی میں مزاحمت کا سبب ہوتے ہیں،غائب شخص کیلئے دعا کرنا اس رابطہ کا سب سے بہترین سبب ہے جو زندگی کے مائل ہونے کو پیش کرتا ہے،البتہ اس کے برعکس ایسے حالات جو تعلقات میں منفی صورت حال پیدا کرتے ہیں ان حالات میں پروردگار عالم دعا کرنے کو دوست نہیں رکھتا ہے۔

خداوند عالم مومنین کے ایک دوسرے کی موجودگی میں دعا کرنے دعا کے ذریعہ ایک ایک دوسرے پر ایثار وفداکاری کرنے اور دعا کرنے والے کے دوسرے کی حاجتوں اوران کے اسماء کو اپنے نفس پر مقدم کرنے کو دوست رکھتا ہے۔

خداوند عالم دعا میں اپنے دوسرے بھائی کی نعمتوں کے زائل وختم ہونے کی دعا کرنے کو پسند نہیں کرتا ہے،جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں۔

اور نہ ہی خداوند عالم دعا میں کسی انسان کے اپنے مومن بھائی کے خلاف دعا کرنے کو پسند کرتا ہے،اگرچہ اس نے اس کو تکلیف یااس پر ظلم ہی کیوں نہ کیا ہو (اگروہ اس کا ایمانی بھائی ہو اور ظلم کرکے ایمانی برادری کے دائرہ سے خارج نہ ہوا ہو)اور نہ ہی خداوند عالم اس چیز کو پسند کرتا ہے کہ اس کے بندے ایک دوسرے کو برائی کے ساتھ یاد کریں۔

دعوات راوندی میں ہے کہ توریت میں آیا ہے کہ خداوند عالم اپنے بندے سے فرماتا ہے:

)انّک متیٰ ظلمت تدعوني علیٰ عبد من عبیدي من اجل انّہ ظلمک۔فلک من عبیدي من یدعوعلیک من اجل انّک ظلمتہ۔فان شئت اجبتک واجبتہ منک،وان شئت اخرتکما الی یوم القیامۃ)(۱(

"خداوند عالم اپنے بندہ سے خطاب کرتا ہے کہ جب تجھ پر ظلم کیا جاتا ہے تو تو اس ظلم کی وجہ سے اس کے خلاف بد دعا کرتا ہے تو تجھے یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ کچھ بندے ایسے بھی ہیں کہ جن پر تم نے ظلم کیا ہے اور وہ تیرے لئے بد دعا کرتے ہیں تو اگر میری مرضی ہوتی ہے تو میں تیری دعا قبول کرلیتا ہوں اور اس بندے کی دعا بھی تیرے حق میں قبول کرلیتا ہوں "

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

)اذاظلم الرجل فظلّ یدعو علیٰ صاحبہ،قال اللہ عزّوجلّ:انّ ھاھنا آخر یدعو علیک یزعم انّک ظلمتہ،فان شئت اجبتک واجبت علیک وان شئت اخّرتکما فیوسعکما عفوي)(۲(

"جب کوئی انسان پر ظلم کرتا ہے اور وہ بد دعا کرتا ہے تو خداوند عالم فرماتا ہے کہ کل جب تم کسی پر ظلم کروگے تو وہ تمہارے لئے بد دعا کرے گا پس اگر چاہو تو میں دونوں کی بد دعا قبول کرلونگا اور اگر چاہو تو میں اس کو قیامت تک کیلئے ٹال دونگا"

ہشام بن سالم سے مروی ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادقؑ کو یہ فرماتے سنا ہے:

)انّ العبد لیکون مظلوما فلا یزال یدعوحتّیٰ یکون ظالماً)(۳(

''جب کوئی مظلوم بد دعا کرتا ہے تو وہ ظالم ہو جاتا ہے ''

حضرت علی بن الحسین علیہ السلام سے مروی ہے:

)۱(بحار الانوار جلد ۹۳صفحہ ۳۲۶۔

)۲(وسائل الشیعہ جلد ۴صفحہ ۱۱۷۷، حدیث ۸۹۷۲؛امالی الصدوق صفحہ ۱۹۱۔

)۳(اصول کافی صفحہ ۴۳۸؛عقاب الاعمال صفحہ ۴۱، وسائل الشیعہ جلد ۴صفحہ ۱۱۶۴، حدیث ۸۹۲۶۔

)ان الملائکۃ اذا سمعوا المؤمن یذکر أخاہ بسوء ویدعوعلیہ قالوالہ : بئس الاخ انت لاخیک کفّ ایّھا المستّر علیٰ ذنوبہ وعورتہ، واَربع علیٰ نفسک، واحمد اللہ الذی ستر علیک، واعلم انّ اللہ عزّوجلّ اعلم بعبدہ منک)(۱(

''جب ملائکہ سنتے ہیں کہ مومن اپنے کسی بھائی کی برائی اور اس کیلئے بد دعا کر رہا ہے تو کہتے ہیں کہ تو بہت برا بھائی ہے اے وہ شخص جس کے گناہ کی خداوند عالم نے پردہ پوشی کر رکھی ہے تو اپنی زبان کو قابو میں رکھ اس خدا کی تعریف کر جس نے تیرے گناہ کی پردہ پوشی کی ہے اور تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ خداوند عالم کو تیرے مقابلہ میں اپنے بندے کے بارے میں زیادہ علم ہے ''

بیشک اللہ تبارک وتعالےٰ '' السلام '' ہے، سلام اسی کی طرف پلٹتا ہے، ذات خدا سلامتی سے برخوردار ہے، سلامتی اسی کی طرف پلٹتی ہے، سلامتی اسی کی جانب سے ہے، اس کا دربار، سلامتی کا دربار ہے۔ جب ہم سلام وسلامتی سے بھرے دلوں سے خداوند عالم کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے، ایک دوسرے کیلئے دعا کریں گے، اور ہم میں سے بعض دوسرے بعض افراد کیلئے رحمت کا سوال کریں گے، اور ہم میں سے بعض کی دعائیں اللہ کی رحمت نازل ہونے میں مؤثر ہوں گی تو ہم پر جو اللہ کی رحمت نازل ہوگی وہ سب کو شامل ہوگی، بیشک خداوند عالم کی رحمت محبت اور سلامتی کے مقامات پر نازل ہوتی ہے، جو قلوب مومنین سے محبت ومسالمت کرتے ہیں، ہمارے اعمال، نمازیں، دعائیں، اور قلوب اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف بلند ہوتے ہیں کلم طیب (پاکیزہ کلمات) اور کلم طیب (پاکیزہ کلمات) سے زندہ قلوب اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف بلند ہوتے ہیں:

)اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُہُ)(۲(

)۱(اصول کافی صفحہ ۵۳۵، وسائل الشیعہ جلد ۴صفحہ ۱۱۶۴، حدیث ۸۹۲۷۔)۲(سورۂ فاطر آیت ۱۰۔

''پاکیزہ کلمات اسی کی طرف بلند ہوتے ہیں اور عمل صالح انھیں بلند کرتا ہے''

جب ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں ایسے ٹیڑھے اور کینہ بھرے دل جن میں محبت وسلامتی نہ ہواُن کے ساتھ کھڑے ہو کر ایک دوسرے مومن کے خلاف دعا کریں گے تو ہم سے خدا کی تمام نعمتیں منقطع ہو جائینگی، اور اس کائنات میں خدا کی وسیع رحمت ہم پر نازل نہیں ہوگی، اور ہمارے اعمال، نمازیں، دعائیں اور قلوب اللہ تک نہیں پہنچ پائیں گے۔

بیشک محبت سے لبریز اور محبت سے زندہ دلوں کے ذریعہ اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور مومنین سے بلائیں اور عذاب دور ہوتا ہے اس کے برخلاف

(مومنوں کے) مخالف اور دشمن دلوں کے ذریعہ ان سے اللہ کی رحمت دور ہوتی ہے اور ان کے لئے بلائیں اور عذاب کو نزدیک کرتی ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آباؤاجداد سے اور انھوں نے حضرت رسول خدا سے نقل کیا ہے:

)انّ اللہ تبارک وتعالیٰ اذا رأیٰ اهل قریة قد اسرفوا في المعاصي وفيهم ثلاثة نفر من المؤمنين، ناداهم جلّ جلاله: یا أهل معاصیتی، لولا فیکم من المؤمنین المتحابین بجلالي العامرین بصلاتهم ارضي ومساجدي المستغفرین بالاسحار خوفاً مني لأنزلت بکم العذاب)(۱(

''بیشک جب اللہ تعالی نے ایک قریہ کے لوگوں کو معصیت میں زندگی بسر کرتے دیکھا حالانکہ ان کے مابین صرف تین افراد مومن تھے تو پروردگار عالم کی طرف سے ندا آئی: اے گناہ کرنے والو! اگر تمہارے درمیان محبت سے بھرے دل نہ ہوتے جو اپنی نمازوں کے ذریعہ میری زمین کو آباد رکھتے ہیں اور مسجدوں میں سحر کے وقت میرے خوف کی وجہ سے استغفار کیا کرتے ہیں تو میں تم پر عذاب نازل کر دیتا''

)۱(بحار الانوار جلد ۷۴ صفحہ ۳۹۰۔

جمیل بن دراج نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

)مَن فضّل الرجل عند اللہ محبّته لاخوانه، ومن عرّفه اللہ محبّة اخوانه احبّه اللہ ومَن احبّه اللہ أوفاه اجره یوم القیامة)(۱(

''اللہ کے نزدیک وہ شخص بافضیلت ہے جو اپنے بھائیوں سے محبت کرتا ہے اور جس کو خداوند عالم اس کے بھائیوں کی محبت سے آشنا کر دیتا ہے اس کو دوست رکھتا ہے اور جس کو دوست رکھتا ہے اس کو قیامت کے دن پورا اجر دیگا''

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

)لاتزال امتي بخیر ماتحابوا، وأدّوا الامانة، وآتوا الزکاة، وسیأتي علیٰ امتي زمان تخبث فیه سرائرهم، وتحسن فیه علانیتهم ان یعمّهم اللہ ببلاء فیدعونه دعاء الغریق فلایستجاب لهم)(۲(

''میری امت اس وقت تک نیک رہے گی جب تک اس کے افراد ایک دوسرے سے محبت کرتے رہیں، امانت ادا کرتے رہیں، زکات دیتے رہیں، میری امت پر ایک ایسا زمانہ آئیگا جب ان کے باطن برے ہوں گے اور ان کا ظاہر اچھا ہو گا اور اگر خداوند عالم ان کو کسی مصیبت میں مبتلا کرے گا اور وہ ڈوبتے شخص کے مثل بھی دعا مانگیں گے تو بھی ان کی دعا قبول نہ ہو گی''

محبت بھرے دلوں سے خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے

حضرت امام جعفر دق علیہ السلام سے مروی ہے:

)انّ المؤمنین اذا التقیا فتصافحا انزل اللہ تعالی الرحمة علیهما، فکانت

)۱(ثواب الاعمال صفحہ ۴۸؛ بحار الانوار جلد ۷۴ صفحہ ۳۹۷۔

)۲(عدة الداعی صفحہ ۱۳۵، بحار الانوار جلد ۷۴ صفحہ ۴۰۰۔

تسعة وتسعین لأشدّهما حبّاً لصاحبه، فاذا توافقا غمرتهما الرحمة، واذا قعدا یتحدثان قالت الحفظة بعضها لبعض: اعتزلوا بنا فلعل لهما سرّاً وقد ستر اللہ علیهما(

''بیشک جب مومنین ایک دوسرے سے گلے ملتے ہیں مصافحہ کرتے ہیں توخداوند عالم ان دونوں پر اپنی رحمت نازل کرتا ہے ان میں سے ننانوے رحمتیں اس شخص کیلئے ہیں جو ان میں اپنے دوسرے بھائی سے زیادہ محبت رکھتا ہے اور جب ان میں توافق ہو جاتا ہے تو دونوں کو رحمت خدا گھیر لیتی ہے اور جب وہ دونوں گفتگو کرنے کیلئے بیٹھتے ہیں تو نامۂ اعمال لکھنے والے فرشتہ کہتے ہیں کہ ان دونوں سے دور ہو جاؤ چونکہ یہ راز کی باتیں کر رہے ہیں اور خداوند عالم نے ان کی پردہ پوشی کی ہے''

اسحاق بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

''انّ المؤمنین اذا اعتنقا غمرتھما الرحمۃ فاذا التزما لا یریدان عرضاً من اعراض الدنیا قیل لھما: مغفور لکما فاستانفا؛ فاذا اقبلا علی المساءلۃ قالت الملائکۃ بعضھا لبعض: تنحّوا عنھما؛ فانّ لھما سرّا قد ستر اللہ علیھما۔

قال اسحق: فقلت: جعلت فداک، ویکتب علیھما لفظھما وقد قال اللہ تعالیٰ (مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ)(۱)؟ قال فتنفس ابوعبد اللہ الصعداء ثم بکی و قال: یا اسحق، انّ اللہ تعالیٰ انما امر الملائکۃ أن تعتزل المؤمنین اذا التقیا اجلالاً لھما، وان کانت الملائکۃ لا تکتب لفظھما، ولا تعرف کلاھما، فانہ یعرفہ ویحفظہ علیھما عالم السر واخفی''(۲(

''بیشک جب مومنین ایک دوسرے سے گلے ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو ان دونوں کو رحمت گھیر لیتی ہے جب وہ بے لوث انداز میں ایک دوسرے سے چمٹ جاتے ہیں تو ان سے کہا جاتا۔۔

)۱(سورۂ ق آیت ۱۸۔)۲(معالم الزلفی للمحدث البحرانی صفحہ ۳۴۔

ہے کہ تمہارے سب گناہ بخش دئے گئے لہٰذا اب شروع سے نیک عمل انجام دو، جب وہ ایک دوسرے سے کچھ چیز دریافت کرنے کی جانب بڑھتے ہیں تو فرشتے ایک دوسرے سے کہتے ہیں ان دونوں سے دور ہو جاؤ کیونکہ یہ راز کی بات کر رہے ہیں اور خداوند عالم نے ان کی پردہ پوشی کی ہے۔

اسحاق کا کہنا ہے کہ میں نے آپ کی خدمت اقدس میں عرض کیا: میری جان آپ پر فدا ہو کیا ان دونوں کے الفاظ لکھے جاتے ہیں جبکہ خداوند عالم فرماتا ہے مومن جو بھی بات کرتا ہے اس کے پاس ایک نگراں فرشتہ موجود ہوتا ہے اس وقت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اے اسحاق خداوند عالم نے فرشتوں کو مومنین سے ان کے ملاقات کے وقت جدا رہنے کا حکم اس لئے دیا ہے تاکہ ان مومنین کی تعظیم کر سکے اور فرشتے اگرچہ ان کے الفاظ نہیں لکھتے اور ان کے کلام کو نہیں پہچانتے لیکن خداوند عالم تو پہچانتا ہی ہے جو راز اور مخفی باتوں کا جاننے والا ہے''

مومنین کے ساتھ ملاوٹ کرنے سے اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے

اس موضوع سے جو چیز متعلق ہوتی ہے اور دعا و صاحب دعا کے درمیان حائل ہوتی ہے وہ مومنین کیلئے فریب و دھوکہ کا مخفی رکھنا ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے مروی ہے:

)من بات وفی قلبہ غش لأخیہ المسلم بات فی سخط اللہ، واصبح کذلک وھو فی سخط اللہ حتّیٰ یتوب ویرجع، وان مات کذلک مات علی غیر دین الاسلام)(۱(

''جو ساری رات عبادت میں بسر کرے اور وہ اپنے دل میں ایسا ارادہ کرے جس کے ذریعہ مومن بھائی فریب کھا جائیں تو وہ پوری رات اللہ کے غضب و ناراضگی میں بسر کرتا ہے اور یہی اس۔۔۔

)۱(الوسائل جلد ۲۵ صفحہ ۲۰۴۔

کے بعد والے دن کا حال ہے یعنی اللہ کے غضب میں پورا دن گزارتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ سے توبہ کرے اور اپنی اصلی حالت پر آجائے اور اگر وہ اسی کینہ وبغض کی حالت میں مر جائے تو وہ دین اسلام کے علاوہ کسی اور دین پر مرے گا"

مومنین سے سوء ظن قبولیت عمل کی راہ میں رکاوٹ

جس طرح سے باطن میں برائی چھپائے رکھنے کی وجہ سے عمل خداوند عالم تک نہیں پہنچتا ہے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

)لایقبل اللہ من مؤمن عملاً وھو مضمر علیٰ اخیہ المؤمن سوءاً(

"اللہ تبارک وتعالیٰ اس مومن کے عمل کو قبول نہیں کرتا جو اپنے مومن بھائی سے اپنے دل میں برائی رکھے ہوئے ہو"

خداوند عالم مومنین سے بغض رکھنے والوں پر اپنا کرم نہیں فرماتا

حضرت امیر المومنین علیہ السلام حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں:

)شرار الناس مَن یبغض المؤمنین وتبغضہ قلوبھم، المشّاؤون بالنمیمۃ المفرقون بین الاحبۃ، أولٰئک لاینظر اللہ الیھم، ولا یزکّیھم یوم القیامۃ()۱(

"لوگوں میں سب سے شریر لوگ وہ ہیں جو اپنے مومن برادران سے بغض رکھتے ہیں اور مسلسل چغلی کرتے رہتے ہیں دوستوں کے درمیان تفرقہ ڈالتے ہیں خداوند عالم قیامت کے دن ان کی طرف رحمت کی نگاہ سے نہیں دیکھے گا"۔

)۱(وسائل جلد ۲۵ صفحہ ۲۰۴۔

اہل بیت علیہم السلام کی دعاؤں میں حبّ خدا

اللہ سے لولگانا

)قُلْ اِنْ کَانَ آبَاءُ کُمْ وَاَبْنَاؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوْھَا وَتِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَھَا وَمَسَاکِنُ تَرْضَوْنَھَا اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہِ وَجِھَادٍ فِیْ سَبِیْلِہِ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہِ وَاللّٰہُ لَایَھْدِی الْقَوْمَ الْفَاسِقِیْنَ()۱(

’’پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ دادا،اولاد، برادرن،ازواج، عشیرہ وقبیلہ اور وہ اموال جنھیں تم نے جمع کیا ہے اور وہ تجارت جس کے خسارہ کی طرف سے فکر مند رہتے ہو اور وہ مکانات جنھیں پسند کرتے ہو تمہاری نگاہ میں اللہ،اس کے رسول اور راہ خدا میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو وقت کا انتظار کرو یہاں تک کہ امر الٰہی آجائے اور اللہ فاسق قوم کی ہدایت نہیں کرتا ہے‘‘

صحیح صورت میں خداوند عالم سے ایک دوسرے سے ہماہنگ اور تمام سازگار عناصر کے ذریعہ ہی لولگائی جاسکتی ہے اور یہی چند چیزیں مجموعی طور پر اللہ سے لولگانے کے صحیح طریقہ معین کرتی ہیں۔

اسلامی روایات میں ایک ہی عنصر جیسے خوف یار جاء(امید) یامحبت یاخشوع کی بنیاد پر اللہ سے لولگانے کو منع کیا گیا ہے۔جو عناصر خداوند عالم سے مجموعی اور وسیعی طور پر رابطہ کو تشکیل دیتے ہیں۔

)۱(سورۂ توبہ آیت ۲۴۔

ان کا آیات،روایات اور دعاؤں میں تفصیلی طور پر ذکر کیا گیا ہے جیسے امید،خوف،تضرع،خشوع،تذلل،ترس،محبت،شوق،اُنس،انابہ،ایک دوسرے سے کنارہ کشی،استغفار،استعاذہ،استرحام،انقطاع،تمجید،حمد،رغبت رہبت،طاعت،عبودیت،ذکر،فقر اور اعتصام ہیں۔

حضرت امام زین العابدین بن حسین علیہ السلام سے دعا میں وارد ہوا ہے :

)اللّھم انی اسالک ان تملا قلبی حباًوخشیۃمنک وتصدیقاًلک وایمانابک وفرقاًمنک وشوقاًالیک)(۱(

’’پروردگارا! میں تیری بارگاہ میں دست بہ دعا ہوں کہ میرے دل کو اپنی محبت سے لبریز فرمادے، میں تجھ سے خوف کھاؤں، تیری تصدیق کروں، تجھ پر ایمان رکھوں اور تجھ سے فرق کروں اور تیری طرف شوق سے رغبت کروں‘‘

ان تمام عناصر کے ذریعہ خداوند عالم سے خاص طریقہ سے لولگائی جاتی ہے اور ان عنصروں میں سے ہر عنصر اللہ کی رحمت اور معرفت کے ابواب میں سے ہر باب کیلئے ایک کنجی ہے۔

استرحام اللہ کی رحمت کی کنجی ہے اور استغفار مغفرت کی کنجی ہے۔

ان عنصروں میں سے ہر عنصر بذات خود اللہ سے لولگانے کا ایک طریقہ ہے شوق محبت اور انسیت اللہ تک پہنچنے کا ایک طریقہ ہے،خوف اور رہبت اللہ تک پہنچنے کا دوسرا طریقہ ہے خشوع اللہ تک پہنچنے کا تیسرا طریقہ ہے۔دعا اور تمنا اللہ تک رسائی کا ایک اور طریقہ ہے۔

انسان کیلئے اللہ تک رسائی کی خاطر مختلف طریقوں سے حرکت کرنا ضروری ہے اس کو ایک ہی طریقہ پر اکتفاء نہیں کرنا چاہئے کیونکہ ہر طریقہ کا ایک خاص ذوق کمال اور ثمر ہوتا ہے جو دوسرے طریقہ میں نہیں پایا جاتا ہے۔

)۱(بحارالانوار جلد۹۸صفحہ ۹۲۔

اس بنیاد پر اسلام اللہ تک رسائی کے متعدد طریقوں کو بیان کرتا ہے یہ ایک وسیع بحث ہے جس کو ہم اِس وقت بیان کرنے سے قاصر ہیں۔

اللہ کی محبت

اللہ تعالیٰ کی محبت ان تمام عناصر سے افضل اور قوی تر ہے،یہ انسان کو اللہ سے لولگانے کیلئے آمادہ کرتی ہے اور اللہ سے اس کے رابطہ کو محکم ومضبوط کرتی

ہے۔

محبت کے علاوہ کسی اور طریقہ میں اتنا محکم اور بلیغ رابطہ خدا اور بندے کے درمیان نہیں پایا جاتا ہے خداوند عالم سے یہ رابطہ اسلامی روایات میں بیان ہوا ہے جن میں سے ہم بعض روایات کا تذکرہ کر رہے ہیں :

روایات میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد کی طرف وحی کی :

)یاداود ذکري للذاکرین وجنتي للمطیعین وحبي للمشتاقین واناخاصة للمحبین)(۱(

''اے داؤد ذاکرین کیلئے میرا ذکر کرو، میری جنت اطاعت کرنے والوں کیلئے ہے اور میری محبت مشتاقین کیلئے ہے اور میں محبت کرنے والوں کیلئے مخصوص ہوں''

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں :

)الحبّ افضل من الخوف(

''محبت، خوف سے افضل ہے''(۲(

محمد بن یعقوب کلینی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے :

)العبّاد ثلاثة: قوم عبدوااللہ عزّوجلّ خوفاًفتلک عبادة العبید، وقوم

)۱(بحاالانوار جلد۹۸ صفحہ ۲۲۶۔)۲(بحارالانوار جلد۷۸۔ صفحہ ۲۲۶۔

عبدوااللہ تبارک وتعالیٰ طلب الثواب، فتلک عبادة التجار، وقوم عبدوااللہ عزّوجلّ حبّاً، فتلک عبادة الاحرار، وھی افضل عبادة)(۱(

''عبادت تین طرح سے کی جاتی ہے یا عبادت کرنے والے تین طریقہ سے عبادت کرتے ہیں ایک قوم نے اللہ کے خوف سے عبادت کی جس کو غلاموں کی عبادت کہا جاتا ہے، ایک قوم نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طلب ثواب کی خاطر عبادت کی جس کو تاجروں کی عبادت کہا جاتا ہے اور ایک قوم نے اللہ عزوجل سے محبت کی خاطر عبادت کی جس کو احرار (آزاد لوگوں) کی عبادت کہا جاتا ہے اور یہی سب سے افضل عبادت ہے''۔

جناب کلینی نے رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے :

)افضل الناس مَن عشق العبادة، فعانقھا، واحبّھا بقلبہ، وباشرھا بجسدہ، وتفرّغ لھا، فھولا یبالي علیٰ ما اصبح من الدنیا علی عسر اَم یسر)(۲(

''لوگوں میں سب سے افضل شخص وہ ہے جس نے عبادت سے عشق کرتے ہوئے اس سے معانقہ کیا، اس کو اپنے دل سے دوست رکھا اور اپنے اعضاء و جوارح سے اس سے وابستہ رہے، اس کو پرواہ نہیں رہتی کہ اس کا اگلا دن خوشی سے گزرے گا یا غم کے ساتھ گذرے گا''

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے :

''نجویٰ العارفین تدور علیٰ ثلاثة اصول: الخوف، والرجاء والحبّ۔ فالخوف فرع العلم، والرجاء فرع الیقین، والحبّ فرع المعرفة۔ فدلیل الخوف الھرب، ودلیل الرجاء الطلب، ودلیل الحبّ ایثار المحبوب، علیٰ

)۱(اصول کافی جلد۲صفحہ ۸۴۔

)۲ (اصول کافی جلد۲صفحہ ۲۸۳۔

ماسواہ۔ فاذا تحقق العلم فی الصدر خاف، واذا صحّ الخوف ہرب، واذا ہرب نجاواذااشرق نور الیقین فی القلب شاہد الفضل واذا تمکن من رؤیۃ الفضل رجا، واذا وجد حلاوۃ الرجاء طلب، واذا اُوفّق للطلب وجد۔ واذا تجلّیٰ ضیاء المعرفۃ فی الفواد۔ ھاج ریح المحبۃ، واذا ھاج ریح المحبۃ استأنس ظلال المحبوب، وآثر المحبوب علیٰ ماسواہ، وباشر اوامرہ۔ ومثال ھذہ الاصول الثلاثۃ کالحرم والمسجد والکعبۃ، فمن دخل الحرم اُمن من الخلق، ومن دخل المسجد اُمنت جوارحہ اَن یستعملھا فی المعصیۃ، ومَن دخل الکعبۃ اُمن قلبہ من اَن یشغلہ بغیر ذکر اللہ"(۱ (

"عارفوں کی مناجات تین اصول پر گردش کرتی ہے: خوف، امید اور محبت۔ خوف علم کی شاخ ہے، امید یقین کی شاخ ہے اور محبت معرفت کی شاخ ہے خوف کی دلیل ہرب (فرار اختیار کرنا) ہے، امید کی دلیل طلب ہے اور محبت کی دلیل محبوب کو دوسروں پر ترجیح دیناہے، جب سینہ میں علم متحقق ہو جاتا ہے تو خوف ہوتاہے اور جب صحیح طریقہ سے خوف پیدا ہوتا ہے تو فرار وجود میں آتاہے اور جب فرار وجود میں آجاتاہے تو انسان نجات پاجاتاہے، جب دل میں یقین کا نور چمک اٹھتاہے تو عارف انسان فضل کا مشاہدہ کرتاہے اور جب فضل دیکھ لیتاہے تو امیدوار ہو جاتاہے، جب امید کی شرینی محسوس کرلیتاہے تو طلب کرنے لگتاہے اور جب طلب کی توفیق ہو جاتی ہے تو اس کو حاصل کرلیتاہے، جب دل میں معرفت کی ضیاء روشن ہو جاتی ہے تو محبت کی ہوا چل جاتی ہے اور جب محبت کی ہوا چل جاتی ہے تو محبوب کے سایہ میں ہی سکون محسوس ہوتاہے اور محبوب کے علاوہ انسان ہر چیز سے لاپرواہ ہو جاتاہے اور براہ راست اپنے محبوب کا تابع فرمان ہو جاتاہے۔ ان تین اصول کی مثال حرم

)۱(مصباح الشریعہ صفحہ ۲۔۳۔

مسجد اور کعبہ جیسی ہے جو حرم میں داخل ہو جاتاہے وہ مخلوق سے محفوظ ہو جاتاہے، جو مسجد میں داخل ہوتاہے اس کے اعضاء وجوارح معصیت میں استعمال ہونے سے محفوظ ہو جاتے ہیں جو کعبہ میں داخل ہو جاتاہے اس کا دل یاد خدا کے علاوہ کسی اور چیز میں مشغول ہونے سے محفوظ ہو جاتاہے"

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے :

"بکیٰ شعیب من حبّ اللہ عزّ وجلّ حتّیٰ عمي۔۔۔ اَوحیٰ اللہ الیہ : یاشعیب، ان یکن ھذا خوفاً من النار، فقد اُجرتک، وان یکن شوقاً الی الجنۃ فقد ابحتک۔ فقال: الھي وسیدي، انت تعلم انی مابکیت خوفاً من نارک، ولا شوقاً الی جنتک، ولکن عقد حبک علی قلبي، فلست اصبر اواراک، فاوحی اللہ جلّ جلالہ الیہ: اما اذا کان ھذا ھکذا فمن اجل ھذا ساخدمک کلیمي موسی بن عمران"(۱(

"اللہ سے محبت کی وجہ سے گریہ کرتے کرتے حضرت شعیب علیہ السلام کی آنکھوں سے نور چلا گیا۔ تو اللہ نے حضرت شعیب علیہ السلام پر وحی کی: اے شعیب اگر یہ گریہ وزاری دوزخ کے خوف سے ہے تو میں نے تم کو اجر دیا اور اگر جنت کے شوق کی وجہ سے ہے تو میں نے تمہارے لئے جنت کو مباح کیا۔ جناب شعیب علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے اللہ اور اے میرے سید وسردار تو جانتاہے کہ میں نہ تو دوزخ کے خوف سے گریہ کررہاہوں اور نہ جنت کے شوق ولالچ میں لیکن میرے دل میں تیری محبت ہے اللہ نے وحی کی اے شعیب! اگر ایساہے تو میں عنقریب تمہاری خدمت کیلئے اپنے کلیم موسیٰ بن عمران کو بھیجوں گا"

حضرت ادریس علیہ السلام کے صحیفہ میں آیا ہے :

)ا(بحار الانوار جلد ۱۲ صفحہ ۳۸۰۔

)طوبیٰ لقوم عبدونی حبّاً، واتخذونی الٰھاًو ربّاً، سھروا اللیل، ودأبوا النھار طلباًلوجھی من غیر رھبۃولا رغبۃ، ولا لنار، ولا جنّۃ، بل للمحبّۃالصحیحۃ، والارادۃ الصریحۃ، والانقطاع عن الکل الیَّ)(ا(

"اس قوم کیلئے بشارت ہے جس نے میری محبت میں میری عبادت کی ہے، وہ راتوں کو جاگتے ہیں اور دن میں بغیر کسی رغبت اور خوف کے، نہ ان کو دوزخ کا خوف ہے اور نہ جنت کا لالچ ہے بلکہ صحیح محبت اور پاک وصاف ارادہ اور ہر چیز سے بے نیاز ہو کر مجھ سے لو لگاتے ہیں۔

اور دعا کے سلسلہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں :

)عمیت عین لاتراک علیھار قیباًوخسرت صفقۃعبدلم تجعل لہ من حبّک نصیباً)(۲(

"وہ آنکھ اندھی ہے جو خود پر تجھ کو نگران نہ سمجھے، اور اس انسان کا معاملہ گھاٹے میں ہے جس کیلئے تو اپنی محبت کا حصہ نہ قرار دے "

ایمان اور محبت

اسلامی روایات میں وارد ہوا ہے بیشک ایمان محبت ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے :

)الایمان حبّ وبغض)"ایمان محبت اور بغض ہے"(۳(

فضیل بن یسار سے مروی ہے :

)ا(بحار الانوار جلد ۹۵ صفحہ ۴۶۷۔

)۲(بحار الانوار جلد ۹۸ صفحہ ۲۲۶۔

)۳(بحار الانوار جلد ۷۸ صفحہ ۱۷۵۔

)سألت اباعبداللہعلیہ السلام عن الحبّ والبغض، أمن الایمان ھو؟ فقال:(وھل الایمان الّاالحبّ والبغض؟)(ا(

"میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے محبت اور بغض کے بارے میں سوال کیا کہ کیا دونوں ایمان میں سے ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیا محبت اور بغض کے علاوہ ایمان ہو سکتا ہے؟ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے :

)ھل الدین الّاالحبّ ؟انّ اللہعزّوجلّ یقول :

) قل ان کنتم تحبّون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (۲))(۳(

"کیا دین محبت کے علاوہ ہے ؟بیشک خداوند عالم فرماتا ہے :

) قل ان کنتم تحبّون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ

"اے پیغمبر کہہ دیجئے کہ اگر تم لوگ اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو خدا بھی تم سے محبت کرے گا"

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے:

)الدین ھوالحبّ والحبّ ھوالدین) (۴(

"دین محبت ہے اور محبت دین ہے"

)۱(اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۱۲۵۔

)۲(سورۂ آل عمران آیت ۳۱۔

)۳(بحار الانوار جلد ۶۹ صفحہ ۲۳۷

)۴(نور الثقلین جلد ۵ صفحہ ۲۸۵۔

محبت کی لذت

عبادت اگرچہ محبت، شوق اور حسرت و درد کے ذریعہ ہوتی ہے اور اس سے بڑھکر کوئی لذت و حلاوت نہیں ہے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام جنھوں نے اللہ کی محبت اور اس کے ذائقہ اور حلاوت کا مزہ چکھا ہے وہ فرماتے ہیں:

)الهي مااطیب طعم حبّک ومااعذب شرب قُربک)(۱(

"پروردگار تیری محبت کے ذائقہ سے اچھا کوئی ذائقہ نہیں ہے اور تیری قُربت سے گوارا کوئی چیز گوارا نہیں ہے"

یہ حلاوت اور لذت، اولیاء اللہ کے دلوں میں پائی جاتی ہے یہ عارضی لذت نہیں ہے جو ایک وقت میں ہو اور دوسرے وقت میں ختم ہو جائے بلکہ یہ دائمی لذت ہے جب کسی بندہ کے دل میں اللہ سے محبت کی لذت مستقر ہو جاتی ہے تو اس کا دل اللہ کی محبت سے زندہ ہو جاتا ہے اور جو دل اللہ کی محبت سے زندہ ہو جائے خداوند عالم اس پر عذاب نازل نہیں کرتا اور اللہ کی محبت اس کے دل میں گھر کر جاتی ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

)الهي وعزّتک وجلالک لقد اُحببتک محبۃ استقرّت حلاوتھا في قلبي وماتنعقد ضمائر موحّدیک علیٰ انک تبغضُ محبیک)(۲(

"خدایا! تجھ کو تیرے عزت و جلال کی قسم تیری محبت کی مٹھاس میرے دل میں گھر کر گئی ہے

)۱(بحار الانوار جلد ۹۸ صفحہ ۲۶۔

)۲(مناجات اھل البیت صفحہ ۹۶۔۹۷۔

اور تیرے موحدین کے ذہن میں یہ خیال بھی نہیں گذرتا کہ تو ان سے نفرت کرتا ہے"

اللہ کی محبت کی اسی مستقر اور ثابت حالت کے بارے میں حضرت امام علی بن الحسینؑ فرماتے ہیں:

)فوعزّتک یاسیدي لوانتھر تني مابرحت من بابک ولاکففت عن تملّقک لماانتھیٰ الي من المعرفۃ بجودک وکرمک)(۱(

’’تیری عزت کی قسم ! اے میرے مالک اگر مجھ کواپنی بار گاہ سے نکال دے گاتو میں اس دروازے سے نہ جاؤنگااور نہ تیری خوشامد سے باز رہونگااس لئے تیرے جودوکرم کو مکمل طور پر پہچان لیاہے‘‘

محبت کے گہرے اور دل میں مستقر ہونے کی سب سے بلیغ تعبیر یہی ہے کہ وہ محبت دائمی ہوتی ہے یہاں تک کہ اگر مولا اپنے غلام کو ذبح بھی کردے تو بھی وہ محبت اس کے دل سے زائل نہیں ہوسکتی اور جس غلام کے دل میں اس کے مولا کی محبت ثابت اور مستقر ہوگئی وہ اپنے غلام کو کبھی قتل نہیں کرسکتا ہے۔

جب انسان اللہ سے محبت کے ذائقہ اور اس سے انسیت کی قوت سے آشنا ہو جاتا ہے تو اس پر کوئی اور چیز اثر نہیں کرسکتی حضرت امام زین العابدین،امام المحبین علیہ السلام فرماتے ہیں:

)مَن ذاالذي ذاق حلاوۃ محبّتک فرام عنک بدلا؟ومن ذاالذي انس بقربک فابتغیٰ عنک حولا)(۲(

’’وہ کون شخص ہے جس نے تیری محبت کی مٹھاس کو چکھاہواور تیرے بدل کاخواہش مند ہواور وہ کون شخص ہے جس نے تیری قربت کاانس پایاہواور ایک لحظہ کے لئے بھی تجھ سے روگردانی کرے‘‘

)۱(بحارالانوار جلد۹۸صفحہ۸۵۔

)۲(بحارالانوار جلد۹۴صفحہ۱۴۸۔

لوگوں کامسالک اور مذاہب میں تقسیم ہونااللہ سے محبت کی لذت سے محروم ہوناہے جولوگ اپنی زندگی میں اللہ سے محبت کی معرفت حاصل کرلیتے ہیں وہ اس کے بعد اپنی زندگی میں کسی دوسری چیز کی جستجو نہیں کرتے ہیں۔

حضرت امام حسین بن علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

)ماذاوجد من فقدک؟وماالذي فقد من وجدک؟(

’’جس نے تجھ کوکھودیااس نے کیاپایا؟اور جس نے تجھ کو پالیااس نے کیاکھویا‘‘)۱(

حضرت علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام اللہ سے محبت کی لذت کے علاوہ محبت سے استغفار کرتے ہیں،اللہ کے علاوہ کسی دوسرے ذکر میں مشغول ہونے سے استغفار کرتے ہیں اور اللہ کی قربت کے علاوہ کسی دوسری خوشی سے استغفار کرتے ہیں،اس اعتبار سے نہیں کہ خداوند عالم نے اس کو اپنے بندوں پر حرام قرار دیاہے بلکہ اس لئے کہ وہ محبت دل کو اللہ سے منصرف کردیتی ہے اور انسان اللہ کے علاوہ کسی دوسرے سے لولگانے لگتاہے اگرچہ بہت کم مدت کیلئے ہی کیوں نہ ہولیکن جس دل کو اللہ سے محبت کی معرفت ہوگئی ہے وہ دل اللہ سے منصرف نہیں ہوتاہے۔

اولیائے خدا کی زندگی میں ہر چیز اور ہر کوشش اللہ سے دائمی محبت،اللہ کا ذکر اور اس کی اطاعت کے ذریعہ ہی آتی ہے اس کے علاوہ ہر چیز اللہ کی یاد سے منصرف کرتی ہے اور ہم اللہ سے استغفار کرتے ہیں۔

امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

)واستغفرک من کل لذۃ بغیر ذکرک ومن کلّ راحۃ بغیر اُنسک،ومن کل سرور بغیر قربک،ومن کلّ شغلٍ بغیر طاعتک)(۲(

)۱(بحار الانوار جلد۹۸صفحہ۲۲۶۔

)۲(بحار الانوار جلد۹۴صفحہ۱۵۱۔

''اور میں تیری یاد سے خالی ہر لذت، تیرے انس سے خالی ہر آرام، تیرے قرب سے خالی ہر خوشی،اور تیری اطاعت سے خالی ہر مشغولیت سے استغفار کرتاہوں''

محبت کے ذریعہ عمل کی تلافی

محبت عمل سے جدا نہیں ہے محبت انسان کے عمل، حرکت اور جدوجہد کی علامت ہے لیکن محبت، عمل کا جبران کرتی ہے اور جس شخص نے عمل کرنے میں کوئی کوتاہی کی ہے اس کی شفاعت کرتی ہے وہ اللہ کے نزدیک شفیع و مشفع ہے۔

حضرت امام علی بن الحسین علیہ السلام ماہ رمضان میں سحری کی ایک دعا میں جو ابو حمزہ ثمالی سے مروی ہے اور بڑی عظیم دعا میں شمار ہوتی ہے فرماتے ہیں:

)معرفتي یامولاي دلیلي علیک وحبي لک شفیعي الیک واناواثق من دلیلي بدلالتک ومن شفیعي الی شفاعتک)(۱(

''اے میرے آقا میری معرفت نے میری، تیری جانب راہنمائی کی ہے اور تجھ سے میری محبت تیری بارگاہ میں میرے لئے شفیع قرار پائیگی اور میں اپنے رہنما پر بھروسہ کئے ہوئے ہوں نیز مجھے اپنے شفیع پر اعتماد ہے''

معرفت اور محبت بہترین رہنما اور شفیع ہیں لہذا وہ انسان ضائع نہیں ہو سکتا جس کی اللہ کی طرف رہنمائی کرنے والی ذات اسکی معرفت ہے اور وہ بندہ مقصد تک پہنچنے میں پیچھے نہیں رہ سکتا جس کی خداوند عالم کے سامنے شفاعت کرنے والی ذات محبت ہے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

)الٰهي انک تعلم انّي وان لم تدم الطاعة منّي فعلا جزما فقد دامت محبّة

)۱(بحار الانوار جلد۹۸صفحہ ۸۲۔

وعزما(

''خدایا تو جانتاہے کہ میں اگرچہ تیری مسلسل اطاعت نہ کر سکا پھر بھی تجھ سے مسلسل محبت کرتاہوں''

یہ امام علیہ السلام کے کلام میں سے ایک لطیف ودقیق مطلب کی طرف اشارہ ہے بیشک کبھی کبھی اطاعت انسان کو قصوروار ٹھہراتی ہے اور وہ اللہ کی اطاعت پر اعتماد کرنے پر متمکن نہیں ہوتاہے لیکن اللہ سے محبت کرنے والے انسانوں کے یقین وجزم میں شک کی کوئی راہ نہیں ہے اور جس بندے کے دل میں اللہ کی محبت گھر کر جاتی ہے اس میں شک آہی نہیں سکتا۔بندہ بذات خود ہی اطاعت میں کوتاہی کرتاہے اور وہ ان چیزوں کا مرتکب ہوتاہے جن کو خداوند عالم پسند نہیں کرتا اور نہ ہی اپنی معصیت کرنے کو دوست رکھتاہے لیکن اس کیلئے یہ امکان نہیں ہے کہ (بندہ اطاعت میں کوتاہی کرے اور معصیت کا ارتکاب کرے)اطاعت کو ناپسند کرے اور معصیت کو دوست رکھے۔

بیشک کبھی اعضا وجوارح معصیت کی طرف پھسل جاتے ہیں،ان میں شیطان اور خواہشات نفسانی داخل ہو جاتے ہیں اور اعضاء وجوارح اللہ کی اطاعت

کرنے میں کوتاہی کرنے لگتے ہیں لیکن اللہ کے نیک وصالح بندوں کے دلوں میں اللہ کی محبت،اس کی اطاعت سے محبت اوراس کی معصیت کے ناپسند ہو نے کے علاوہ اور کچھ داخل ہی نہیں ہو سکتا ہے۔

ایک دعا میں آیا ہے:

)الٰهي احبّ طاعتک وانْ قصرت عنها واکره معصیتک وانْ رکبتها فتفضل عليّ بالجنّة)(ا(

)ا(بحارالانوار جلد ۹۴ صفحہ ۱۰۱۔

''خدایا! میں تیری اطاعت کرنا چاہتا ہوں اگرچہ میں نے اس سلسلہ میں کوتاہی کی ہے اور مجھے تیری معصیت کرنا ناگوار ہے اگرچہ میں تیری معصیت کاارتکاب کر چکا ہوں للہذا مجھ کو بہشت کرامت فرما''

جوارح اور جوانح کے درمیان یہی فرق ہے بیشک جوارح کبھی جوانح سے ملحق ہونے سے کوتاہی کرتے ہیں اور کبھی جوانح اپنے پروردگار کی محبت میں مکمل طور پر خاضع وخاشع ہو جاتے ہیں اور جوارح ایسا کرنے سے کوتاہی کرتے ہیں لیکن جب دل پاک وپاکیزہ اور خالص ہو جاتا ہے تو جوارح اسکی اطاعت کرنے کیلئے ناچار ہوتے ہیں اور ہمارے لئے جوارح اور جوانح کی مطلوب چیز کانافذ کرنا ضروری ہے اور ہم جوارح اور جوانح کے درمیان کے اس فاصلہ کو اخلاص قلب کے ذریعہ ختم کر سکتے ہیں

محبت انسان کو عذاب سے بچاتی ہے

جب انسان گناہوں کے ذریعہ اللہ کی نظروں سے گر جاتا ہے اور انسان کو اللہ کے عذاب اور عقاب کیلئے پیش کیا جاتا ہے تو محبت انسان کو اللہ کے عذاب اور عقاب سے نجات دلاتی ہے۔

حضرت علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام مناجات میں فرماتے ہیں:

)الٰهي انّ ذنوبي قد اخافتني ومحبّتي لک قد اجارتني)(ا(

''خدایا! میرے گناہوں نے مجھے ڈرا دیا ہے اور تجھ سے میری محبت نے مجھے پناہ دے رکھی ہے''

محبت کے درجات اور اسکے طریقے

بندوں کے دلوں میں محبت کے درجے اور مراحل ہوتے ہیں:

یعنی دل میں اتنی کم محبت ہوتی ہے کہ محبت کرنے والے کو اصلااس محبت کااحساس ہی نہیں

)ا(بحارالانوار جلد ۹۵ صفحہ ۹۹۔

ہوتا ہے۔

ایک محبت ایسی ہوتی ہے جس سے بندے کادل اس طرح پُر ہو جاتا ہے کہ انسان کے دل میں کوئی ایسی جگہ باقی نہیں رہ جاتی جس سے انسان لہو ولعب میں مشغول ہو اور اللہ کا ذکر نہ کرے۔

اور ایک محبت ایسی ہوتی ہے کہ انسان اللہ کے ذکر،اس سے مناجات کرنے اوراس کی بارگاہ میں کھڑے ہونے میں منہمک ہو جاتاہے اور وہ ذکر، دعا، نماز اور فی سبیل اللہ عمل کرنے اوراس کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے سیر اب نہیں ہوتاہے۔

ایک دعامیں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں :

)سیّدی انا من حبّک جائع لااشبع،وانا من حبک ظمآن لااُروی،واشو قاہ الی مَن یرانی ولا اُراہ(

''میرے آقاوسر دار میں تیری محبت کا بھوکا ہوں کہ سیر نہیں ہو سکتا،اور تیری محبت کا اتناپیاساہوں کہ سیر اب نہیں ہو سکتااور میں کسی ذات کے دیدار کا مشتاق ہوں لیکن وہ مجھے اپنا دیدار نہیں کراتا ''

حضرت امام علی بن الحسین زین العابدین مناجات میں فرماتے ہیں :

)وغُلتی لا یبر دھاالاّ وصلُک ولوعتی لایطفوٴھاالاّ لقاءُ ک وشوقی الیک لایُبلّہُ الاالنّظَرُ الیک)(۱(

''اور میری حرارت اشتیاق کو تیرے وصال کے علاوہ کوئی اور چیز ٹھنڈا نہیں کر سکتی اور میرے شعل� ٴشوق کو تیری ملاقات کے علاوہ کوئی اور چیز بجھا نہیں سکتی اور میرے شوق کو تر نہیں کر سکتاہے مگر تیری طرف نظر کرنا''

)۱(بحارالانوار جلد ۹۴صفحہ ۱۴۹۔

اللہ کی محبت میں والہانہ پن بھی ہے،زیارت امین میں آیاہے :

)اللّھم انّ قلوب المخبتین الیک والھۃ)(۱(

''تیرے سامنے تواضع کرنے والوں کے دل مشتاق ہیں''

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے دعامیں مروی ہے :

)الٰھی بک ھامت القلوب الوالھۃ۔۔۔فلا تطمئنّ القلوب الابذکراک ولاتسکن النفوس الاعندرؤیاک)(۲(

''خدایا! محبت بھرے دل تجھ ہی سے وابستہ ہیں۔۔۔دل تیرے ذکر کے بغیر مطمئن نہیں ہوتے اور نفسوں کو تیرے دیدار کے بغیر سکون نہیں ملتا''

ان والھہ اور ہائمہ قلوب کی یہ خاصیت ہے کہ ان کو اللہ کے ذکر کے بغیر سکون واطمینان نہیں ہوتا۔

ہم کو محبت کی آخری حد کا سبق امیر المو منین علی بن ابی طالب علیہ السلام کی اس دعا کے کلمات میں ملتاہے جس کی آپ نے کمیل بن زیادہ نخعی کو تعلیم دی تھی جو دعاء کمیل کے نام سے مشہور ہے :

)فھبني یاسیّدي ومولاي وربي صبرت علیٰ عذابک فکیف اصبر علیٰ فراقک،وھبني صبر ت علی حر نار ک فکیف اصبر عن النظرالی کرامتک ام کیف اسکن فی النار ورجاءي عفوک؟!)(۳(

''تواے میرے خدا! میرے پر ور دگار! میرے آقا! میرے سر دار! پھر یہ بھی طے ہے کہ

)۱(مفاتیح الجنان دعاءابو حمزہ ثمالی۔

)۲(بحارالانوار جلد صفحہ ۱۵۱۔

)۳(مفاتیح الجنان دعائے کمیل۔

اگر میں تیرے عذاب پر صبر بھی کرلوں تو تیرے فراق پر صبر نہیں کر سکتا۔اگر آتش جہنم کی گرمی برداشت بھی کرلوں تو تیری کرامت نہ دیکھنے کو برداشت نہیں کر سکتا۔بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ میں تیری معافی کی امید رکھوں اور پھر بھی آتش جہنم میں جلادیا جاؤں''

یہ بندہ کی توجہ کو مبذول کرنے کے بہت ہی پاک وپاکیزہ اور سچے نمونے ہیں یعنی بندہ اپنے مولا وآقا کی طرف سے جہنم کے عذاب پر تو صبر کر سکتا ہے لیکن وہ اسکی جدائی اور غضب پر کیسے صبر کر سکتا ہے ؟!

کبھی محب اپنے مولا کے عقاب کو برداشت کرتا ہے لیکن اس کے غضب کو برداشت نہیں کرتا کبھی وہ سب سے سخت عذاب دوزخ کو تو برداشت کرلیتا ہے لیکن مولا وآقا کے فراق کو برداشت نہیں کرپاتا ہے۔

جہنم کی آگ بندہ کا ٹھکانا کیسے ہو سکتی ہے حالانکہ بندہ اپنے مولا وآقا سے مہربانی وعطوفت اور جہنم سے نجات دینے کی امید رکھتا ہے ؟

محبت اور رجاء وامید یہ دونوں چیزیں بندے کے دل سے جدا نہیں ہو سکتی ہیں (حالانکہ اس کو اللہ کے غضب کی وجہ سے جہنم کی بھٹی میں جھونک دیا جاتا ہے)اس عظیم وجلیل دعا کی یہ پاک وپاکیزہ صورتیں ہیں۔

کبھی بندہ اپنے مولا سے محبت کرتا ہے اور اس کا مولا وآقا اس کو اپنی نعمت اور فضل سے نوازتا ہے یہ محبت کی تاکید کا ہی اثر ہے لیکن وہ محبت جس کو بندے کے دل سے جدا کرنے اور جدا نہ کرنے سے اس کی محبت میں کوئی اضافہ نہ ہوتا ہو تو اس کو بندے کے مولا وآقا کے عذاب جہنم میں جھونک دیا جائیگا۔

امام زین العابدینؑ نے جس دعاء سحر کی ابو حمزہ ثمالی کو تعلیم دی تھی اس میں فرماتے ہیں :

)فوعزّتک لوانتھرتنی مابرحت من بابک ولاکففت عن تملّقک لمااُلھم قلبي من المعرفۃ بکرمک وسعۃ رحمتک الی مَن یذھب العبدالاّالی مولاہ؟ والی مَن یلتجی المخلوق الاّالی خالقہ ؟!الھي لوقرنتني بالاصفاد، ومنعتني سیبک من بین الاشھاد، ودللت علیٰ فضائحي عیون العباد، وامرت بي الی النار وحلت بیني وبین الابرار ماقطعتُ رجاءي منک، وماصرفتُ تاٴمیلي للعفوعنک، ولاخرج حبّک من قلبي) (۱(

''تیری عزت کی قسم !اگر تو مجھ کو جھڑک بھی دے گا تو ہم تیرے دروازے سے کہیں جائیں گے نہیں اور تجھ سے آس نہیں توڑیں گے ہمارے دل کو تیرے کرم کا یقین ہے اور ہمیشہ تیری وسیع رحمت پر اعتماد ہے میرے مالک بندہ اپنے مالک کو چھوڑ کر کدھر جائے اور مخلوق خالق کے ماسوا کس کی پناہ لے !میرے معبود اگر تو مجھ کو زنجیروں میں جکڑ بھی دے گا اور مجمع عام میں عطا سے انکار بھی کردیگا اور لوگوں کو ہمارے عیوب سے آگاہ بھی کردیگا اور ہم کو جہنم کا حکم بھی دیدیگا اور اپنے نیک بندوں سے الگ بھی کردیگا تو بھی میں امید کو تجھ سے منقطع نہیں کرونگا اور جو تیری معافی سے آس نہیں توڑونگا اور تیری محبت کو دل سے نہ نکالونگا''

یہ بات ذہن نشین کرلیجئے کہ یہی محبت سچی محبت ،امید ،آرزو ،اور پاک صاف محبت ہے یہ بندہ کے دل سے کبھی نکل نہیں سکتی چاہے مولا اس کو زنجیروں میں ہی کیوں نہ جکڑدے اور اس کو لوگوں کے سامنے رسوا ہی کیوں نہ کرے۔

ہم محبت اور رجاء کی ان بہترین صورتوں کو قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں جن کو مولائے کائنات نے جلیل القدر دعا کمیل میں بیان فرمایا ہے

:

)۱(دعاابو حمزہ ثمالی۔

)فبعزتک یا سیدی و مولای اقسم صادقا لئن ترکتنی ناطقا لاضجن الیک بین اھلھا ضجیج الآملین ولاصرخن صراخ المستصرخین ولابکین علیک بکاء الفاقدین ولانادینک این کنت یا ولی المومنین یا غایۃ آمال العارفین یا غیاث المستغیثین یا حبیب قلوب الصادقین و یا الہ العالمین (

افتراک سبحانک یا الھی و بحمدک تسمع فیھا صوت عبد مسلم سجن فیھا بمخالفتہ وذاق طعم عذابھا بمعصیتہ و حبس بین اطباقھا بجرمہ و جریرتہ وھو یضج الیک ضجیج مؤمل لرحمتک ویناد یک بلسان اھل توحیدک ویتوسل الیک بربوبیتک یا مولای فکیف یبقی فی العذاب وھو یرجو ما سلف من حلمک ام کیف تؤلمہ النار وھو یامل فضلک ورحمتک ام کیف یحرقہ لھیبھا وانت تسمع صوتہ وتری مکانہ ام کیف یشتمل علیہ زفیرھا وانت تعلم ضعفہ ام کیف یتقلقل بین اطباقھا وانت تعلم صدقہ ام کیف تزجرہ زبانیتھا وھو ینادیک یا ربہ ام کیف یرجو فضلک فی عتقہ منھا فتترکہ فیھا ھیھات ما ذلک الظن بک ولا المعروف من فضلک ولا مشبہ لما عاملت بہ الموحدین من برک واحسانک)(۱(

’’تیری عزت وعظمت کی قسم اے آقاو مولا! اگر تونے میری گویائی کو باقی رکھاتو میں اہل جہنم کے درمیان بھی امیدواروں کی طرح فریاد کروں گااور فریادیوں کی طرح نالہ وشیون کروں گااور ’’عزیز گم کردہ‘‘ کی طرح تیری دوری پر آہ وبکا کروں گااور تو جہاں بھی ہو گاتجھے آواز دوں گا کہ تو مومنین کا سرپرست، عارفین کا مرکز امید، فریادیوں کا فریادرس، صادقین کا محبوب اور عالمین کا معبود ہے۔

)۱(مفاتیح الجنان دعاء کمیل۔

اے میرے پاکیزہ صفات، قابل حمد وثنا پروردگار کیا یہ ممکن ہے کہ تو اپنے بندۂ مسلمان کو اس کی مخالفت کی بناپر جہنم میں گرفتار اور معصیت کی بناپر عذاب کا مزہ چکھنے والا اور جرم وخطا کی بناپر جہنم کے طبقات کے درمیان کروٹیں بدلنے والا بنادے اور پھر یہ دیکھے کہ وہ امیدوار رحمت کی طرح فریاد کناں اور اہل توحید کی طرح پکارنے والا، ربوبیت کے وسیلہ سے التماس کرنے والا ہے اور تو اس کی آواز نہیں سنتا ہے۔

خدایا تیرے حلم وتحمل سے آس لگانے والا کس طرح عذاب میں رہے گا اور تیرے فضل وکرم سے امیدیں وابستہ کرنے والا کس طرح جہنم کے الم ورنج کا شکار ہو گا۔ جہنم کی آگ اسے کس طرح جلائے گی جب کہ تو اس کی آواز کو سن رہا ہو اور اس کی منزل کو دیکھ رہا ہو، جہنم کے شعلے اسے کس طرح اپنے لپیٹ میں لیں گے جب کہ تو اس کی کمزوری کو دیکھ رہا ہو گا۔ وہ جہنم کے طبقات میں کس طرح کروٹیں بدلے گا جب کہ تو اس کی صداقت کو جانتا ہے۔ جہنم کے فرشتے اسے کس طرح جھڑکیں گے جبکہ وہ تجھے آواز دے رہا ہو گا اور تو اسے جہنم میں کس طرح چھوڑدے گا جب کہ وہ تیرے فضل وکرم کا امیدوار ہو گا ،ہرگز تیرے بارے میں یہ خیال اور تیرے احسانات کا یہ انداز نہیں ہے تونے جس طرح اہل توحید کے ساتھ نیک برتاؤ کیا ہے اس کی کوئی مثال نہیں ہے۔ میں تو یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ تونے اپنے منکروں کے حق میں عذاب کا فیصلہ نہ کر دیا ہوتا اور اپنے دشمنوں کو ہمیشہ جہنم میں رکھنے کا حکم نہ دے دیا ہوتا تو ساری آتش جہنم کو سرد اور سلامتی بنادیتا اور اس میں کسی کاٹھکانا اور مقام نہ ہوتا ‘‘

ہمارے ایک دوست نے ہم سے کہا: شجاعت حضرت علی علیہ السلام کی اصلی خصلت ہے اور یہ خصلت ان سے جدا نہیں ہو سکتی یہاں تک کہ آپ رب العالمین کی بارگاہ میں اس شہامت کے ساتھ دعا کرتے ہیں۔ آپ نے جناب کمیل کو جو دعا تعلیم فرمائی تھی اس میں اس بات کی تعلیم دی ہے کہ جب

گناہگار بندہ یہ خیال کرتا ہے کہ وہ آگ کے جنگل میں پھنس گیا ہے اور چاروں طرف سے اسکو آگ نے گھیر لیا ہے تو وہ اس وقت نہ تو خاموش رہ سکتا ہے نہ کسی جگہ پر اسکو سکون ملتا ہے اور نہ ہی عذاب اور عقوبت کے لئے تسلیم ہو سکتا ہے اور یہی حال اس شخص کا ہے جس پر عذاب کا ہو رہا ہو اور آگ کے شعلے اس کو ڈرا رہے ہوں تو وہ روتا ہے چلاتا ہے افسوس کرتا ہے اور آواز بلند کرتا ہے۔

قارئین ! کیا آپ نے ملاحظہ نہیں فرمایا کہ اس حالت کی دعا میں کس طرح تعبیر کی گئی ہے ؟

)فَبِعِزَّتِکَ یَاسَیِّدِيْ وَمَوْلَايَ اُقْسِمُ صَادِقاً لَئِنْ تَرَکْتَنِيْ نَاطِقاً لَاَضِجَّنَّ اِلَیْکَ بَیْنَ اَھْلِھَا ضَجِیْجَ الْآمِلِیْنَ وَلَاَصْرُخَنَّ صُرَاخَ الْمُسْتَصْرِخِیْنَ وَلَاَبْکِیَنَّ عَلَیْکَ بُکَاءَ الْفَاقِدِیْنَ وَلَاُنَادِیَنَّکَ اَیْنَ کُنْتَ یَاوَلِيَّ الْمُؤْمِنِیْنَ(

ہم نے عرض کیا: تم نے مولائے کائنات کے کلام کو صحیح طور پر نہیں سمجھا۔ اگر مولائے کائنات یہ بیان فرماتے جو تم نے خیال کیا ہے تو اس خطاب کے مقدمہ میں (لوتَرَکْتَنِيْ نَاطِقاً) نہ فرماتے لیکن میں اس مقام پر حضرت علی علیہ السلام کی فطری حالت کا احساس کر رہا ہوں جو آپ نے ان کلمات میں اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر فرمایا ہے کہ انسان اللہ کی بارگاہ میں اس شیر خوار بچہ کے مانند ہے جو دنیا میں اپنی ماں کی عطوفت، مہربانی، رحمت اور محبت کے علاوہ کوئی پناہگاہ نہیں رکھتا ہے جب بھی اسکو کوئی امر لاحق ہوتا ہے یا کوئی نقصان پہنچتا ہے تو وہ دوڑ کر اپنی ماں کی آغوش میں چلا جاتا ہے اسی سے فریاد کرتا ہے اور جب وہ کسی مخالفت کا مرتکب ہوتا ہے اور اسکی ماں اسکو کوئی سزا دینا چاہتی ہے اور وہ اپنی ماں کی سزا سے بچ کر کسی اور پناہگاہ میں جانا چاہتا ہے تو اسکے پاس اسکی ماں کے علاوہ کوئی اور پناہگاہ ہوتی ہی نہیں ہے لہٰذا اسکے لئے اسی سے فریاد کرنا ضروری ہوتا ہے اسی طرح اگر کوئی دوسرا شخص اسکو اذیت و تکلیف دیتا ہے تو اسکے پاس اسکی ماں کے علاوہ کوئی اور پناہگاہ نہیں ہوتی ہے۔

یہی حال مولائے کائنات کا اس دعا میں ہے آپ نے اپنے عظیم قلب سے اس دعا کی تعلیم فرمائی: اللہ سے پناہ مانگو، اس سے فریاد کرو اور اسکے علاوہ کسی اور کو اپنا ملجا و ماوی نہ بناؤ۔

فقط خداوند تبارک و تعالی یکتا اسکا ملجا و ماوی ہے جس کے علاوہ وہ کسی کو پہچانتا ہی نہیں ہے جب بندہ یہ خیال کرتا ہے کہ خداوند عالم کا عذاب اس کا احاطہ کئے ہوئے ہے (۱(

کیا خداوند تبارک و تعالیٰ اسکا ملجا و ماویٰ نہیں ہے ؟ تو پھر کیوں اس خدا سے استغاثہ کرنے میں تردد کرتا ہے ؟

امام زین العابدین علیہ السلام مناجات میں اسی معنی کی عکاسی کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

)فان طردتني مِن بابک فبمن الوذ ؟ وان ردّدتني عن جنابک فبمن اعوذ ؟ الھي ھل یرجع العبد الابق الّاالٰی مولاہ ؟ ام ھل یجیرہ من سخطہ احد سواہ)(۲(

''پس اگر تو مجھ کو اپنے دروازے سے ہٹادے گا تو میں کس کی پناہ لونگا اور اگر تو نے مجھ کو اپنی درگاہ سے لوٹا دیا تو کس کی پناہ میں رہونگا کیا فراری (بھاگا ہوا) غلام اپنے آقا کے علاوہ کسی اور کے پاس پلٹتا ہے یا اس کو آقا کی ناراضگی سے خود آقا کے علاوہ کوئی اور بچاتا ہے ''

اور آپ نے ابو حمزہ ثمالی کو جو دعا کی تعلیم فرمائی تھی اس میں آپ فرماتے ہیں: (وانا یاسیدي عائذ بفضلک ھارب منک الیک)(۳ (

''اور میں تیرے فضل کی پناہ چاہنے والا ہوں اور تجھ سے بھاگ کر تیری طرف آنے والا ہوں۔

)۱(یہاں ہم خود مولا علیؑ کے کلمات سے مذکورہ مطالب کو اخذ کر رہے ہیں اگر مولائے کائنات سے یہ کلمات صادر نہ ہوئے ہوتے تو اس طرح مولائے کا

ئنات اور خداوند عالم کے درمیان رابطہ کے سلسلہ میں گفتگو کی ہم جرأت نہیں کر سکتے ہیں۔

)۲(بحاالانوار جلد ۹۴ص ۱۴۲۔

)۳(بحار الانوار جلد ۹۸ص ۸۴۔

اسی دعامیں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں :

)الی مَن یذھب العبدِ الااِلٰی مولاہ والی مَن یذھب المخلوق الاالی خالقہ) (۱(

''کیاغلام اپنے آقا کے علاوہ کسی اور کے پاس جاسکتاہے اور کیا مخلوق اپنے خالق کے علاوہ کسی اور کے پاس جاتی ہے''

بندہ کے خداوند عالم سے لولگانے کے سلسلہ میں بندہ کااللہ سے اللہ کی طرف بھاگ کر جانایہ بہت دقیق معانی اور بلندافکار ہیں حضرت علی علیہ السلام نے بندہ کے اللہ سے لولگانے کی جو منظر کشی فرمائی ہے یہ محبت اور رجاوامید کے سب سے زیادہ دقیق اور لطیف مشاعر ہیں اور محبت کرنے والوں کے دلوں میں سچے دل سے گھر کرتی ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے دعاکے اس فقرے میں استغاثہ کرتے وقت شعراء کاطریقہ اختیار نہیں فرمایاہے بلکہ دعاکے اس مرحلہ کوپوار کیاہے آپ خدا کی بارگاہ میں اپنے احساس اور شعور کی تعبیر کرنے میں بالکل سچے ہیں۔

یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ ہمارے،اللہ کی رحمت اور اسکے فضل کی معرفت رکھتے ہوئے بھی خدااپنے بندہ سے رجااور محبت میں سچے اور پاک وصاف احساس کواس بندہ کی محبت اور اسکی امید کورد فرمادے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

) فَکَیفَ یَبْقٰی فِی الْعَذٰابِ وَھُوَیَرْجُو مٰاسَلَفَ مِنْ حِلْمِکَ اَمْ کَیفَ تُؤْلِمُہُ النّٰارُ وَھُوَیَأْمِلُ فَضْلَکَ وَرَحْمَتَکَ اَمْ کَیفَ یُحْرِقُہُ لَھِیبُھٰاوَاَنْتَ تَسْمَعُ صَوْتَہُ وَتَریٰ

)۱ (بحاالانوار جلد ۹۸صفحہ ۸۸۔

مَکٰانَہُ اَمْ کَیفَ یَشْتَمِلُ عَلَیہِ زَفِیرُھٰاوَاَنْتَ تَعْلَمُ ضَعْفَہُ اَمْ کَیفَ یَتَقَلْقَلُ بَیْنَ اَطْبٰاقِھٰاوَاَنْتَ تَعْلَمُ صِدْقَہُ اَمْ کَیفَ تَزْجُرُہُ زَبٰانِیَتُھٰاوَھُوَیُنٰادِیکَ یٰارَبَّہُ (

''خدایاتیرے حلم وتحمل سے آس لگانے والا کس طرح عذاب میں رہے گااور تیرے فضل وکرم سے امیدیں وابستہ کرنے والا کس طرح جہنم کے الم ورنج کاشکار ہوگا۔جہنم کی آگ اسے کس طرح جلائے گی جب کہ تواس کی آواز کوسن رہاہواور اس کی منزل کودیکھ رہاہو،جہنم کے شعلے اسے کس طرح اپنے لپیٹ میں لیں گے جب کہ تواس کی کمزوری کودیکھ رہاہوگا۔وہ جہنم کے طبقات میں کس طرح کروٹیں بدلے گاجب کہ تواس کی صداقت کوجانتاہے ۔جہنم کے فرشتے اسے کس طرح جھڑکیں گے جبکہ وہ تجھے آواز دے رہاہوگا''

کیایہ ممکن ہے کہ خداوندعالم بندہ کی گردن ہیں آگ کاطوق ڈالدے،اسکواس میں جلائے حالانکہ وہ خداکوپکار رہاہواپنے کئے پر پچھتارہاہواور اپنی زبان سے اس کی وحدانیت کااقرار کررہاہو؟

ہماری زندگی میں جوکچھ اس کاحلم وفضل گذرچکاہم اس کی مطلق اور قطعی ویقینی طورپر نفی کرتے ہیں لیکن حضرت علی علیہ السلام خداوندعالم کے حلم و فضل پراس کے فضل سے اسطرح استدلال فرماتے ہیں:(وَھُوَیَرْجُو مٰاسَلَفَ مِنْ حِلْمِکَ)امام علیہ السلام قضیہ کے دونوں طرف یعنی خداوندعالم کے بندہ

سے رابطہ برقرار رکھنے اور بندہ کے خداوند عالم سے لو لگانے میں قاطع اور صاف صاف طور پر بیان فرماتے ہیں۔

جس طرح اس کو یقین ہے کہ اگر بندہ کو جہنم میں بھی ڈالدیا جائیگا تو اس کی محبت اور امید اس سے جدا نہیں ہو سکتی ہے اور ہر گز خداوند عالم کے علاوہ اس کا کوئی ملجاو ماویٰ نہیں ہو سکتا ہے اسی طرح اس کو بھی یقین ہے کہ خداوند عالم سچی محبت اور امید کو بندے کے دل سے ختم نہیں کرتا ہے۔

اس جزم، قاطعیت اور صاف گوئی کے متعلق مولائے کائنات کے کلام میں غور فرمائیں:

)هيهات ماذلک الظّنُ بک وَلَاالمَعْرُوفُ مِنْ فَضْلِکَ وَلَا مُشْبِهٌلِّمَا عاملتَ بِہِ المُوَحّدِیْنَ مِنْ بِرِّکَ وَاِحسَانِکَ فَبِالْیَقِیْنِ اَقْطَعُ لَوْلَامَاحکمتَ بِہِ مِنْ تَعْذِیْبِ جَاحِدِیْکَ وَقَضَیْتَ بِہِ مِنْ اِخْلَادِ مُعَانِدِیْکَ لَجَعَلْتَ النَّارَ کُلَّهَا بَرْداًوَ سَلَاماًوَمَاکَانَ لِاَحَدٍفِیْهَا مَقَرّاًوَلَا مُقَاماً)(ا(

''ہر گز تیرے بارے میں یہ خیال اور تیرے احسانات کا یہ انداز نہیں ہے۔ تونے جس طرح اہل توحید کے ساتھ نیک برتاؤ کیا ہے اس کی کوئی مثال نہیں ہے۔ میں تو یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ تونے اپنے منکروں کے حق میں عذاب کا فیصلہ نہ کر دیا ہوتا اور اپنے دشمنوں کو ہمیشہ جہنم میں رکھنے کا حکم نہ دے دیا ہوتا تو ساری آتش جہنم کو سرد اور سلامتی بنادیتا اور اس میں کسی کا ٹھکانا اور مقام نہ ہوتا''

یہ جزم و یقین جو بندہ خداوند عالم سے لو لگانے میں رکھتا ہے یہ بلند مرتبہ ہے اور مولا کا اپنے بندے سے تعلق رکھنا یہ مرتبہ پائین ہے۔ ہم ان دونوں باتوں کا مولائے کائنات کے دوسرے کلام میں مشاہدہ کرتے ہیں جہاں پر آپ نے اپنی مشہور مناجات میں خداوند عالم کو مخاطب قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے:

)الهي وعزّتک وجلالک لقداحببتک محبّۃاستقرّت حلاوتهافي قلبي، وماتنعقد ضمائر موحّدیک علیٰ انک تبغض محبیک) (۲ (

''خدایا! تجھ کو تیرے عزت و جلال کی قسم تیری محبت کی مٹھاس میرے دل میں گھر کر گئی ہے اور تیرے موحدین کے ذہن میں یہ خیال بھی نہیں گذرتا کہ توان سے نفرت کرتا ہے''

حضرت امام علی بن الحسین علیہ السلام کی مناجات میں آیا ہے:

)الهي نفس اعززتهابتوحیدک کیف تذلّهابمهانۃهجرانک وضمیر

)ا(مفاتیح الجنان دعائے کمیل۔

)۲(مناجات اہل البیت صفحہ ۶۸۔۶۹۔

انعقد علیٰ مودّتک کیف تحرقہ بحرارۃ نیرانک)(ا(

''اے خدا جس نفس کو تونے اپنی توحید سے عزت دی ہے اسے کیسے اپنے فراق کی ذلت سے ذلیل کرے گا اور جس نے عشق و محبت کی گرہ باندھی ہے اس کو اپنی آگ کی حرارت سے کیسے جلائے گا''

حضرت سجاد علیہ السلام ابو حمزہ ثمالی کو تعلیم دینے والی دعا میں فرماتے ہیں:

)افتراک یاربّ تخلف ظنوننااو تخیّب آمالنا؟کلّایاکریم،فلیس هٰذاظنّنابک،ولاهٰذاطمعنافیک یاربّ اِنَّ لَنَافِیْکَ اَمَلاًطَوِیْلاًکَثِیْراً،اِنَّ لَنَافِیْکَ رَجَاءً عَظِیْماً۔۔۔)

)۲)

''اور تو یقینا ہمارے یقین کو جھوٹا نہیں کرے گا اور ہماری امید کو ناامید نہیں کرے گا؟ ہر گز نہیں کریم تیرے بارے میں یہ بدگمانی نہیں ہے ہم تجھ سے

بہت امید رکھتے ہیں اور بہت کچھ امید لگائے بیٹھے ہیں "

محبت میں انسیت اور شوق کی حالت

محبت کا اظہار دو طرح سے ہوتا ہے۔ کبھی محبت شوق کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے اور کبھی محبت کسی سے انسیت کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے اور ان دونوں حالتوں کو محبت سے تعبیر کیا جاتا ہے مگر دونوں میں یہ فرق ہے کہ بندے کے اندر شوق کی حالت اس وقت زور پکڑتی ہے جب وہ اپنے محب سے دور ہوتا ہے اور انس کی حالت اس وقت زور پکڑتی ہے جب وہ اپنے حبیب کے پاس موجود ہوتا ہے۔

)۱(بحار الانوار جلد ۹۴ صفحہ ۱۴۳۔

)۲(مفاتیح الجنان دعائے ابو حمزہ ثمالی۔

یہ دونوں حالتیں بندے کے قلب پر اس وقت طاری ہوتی ہیں جب وہ اللہ سے لو لگاتا ہے بیشک خداوند عالم کبھی بندے پر دور سے تجلی کرتا ہے اور کبھی نزدیک سے تجلی کرتا ہے:

)اَلذِیْ بَعُدَ فَلَایُریٰ وَقَرُبَ فَشَھِدَ النَّجْویٰ()۱(

"جو اتنا دور ہے کہ دکھائی نہیں دیتا ہے اور اتنا قریب ہے کہ ہر راز کا گواہ ہے"

جب وہ بندے پر دور سے تجلی کرتا ہے تو بندے میں شوق کی حالت پیدا ہوتی ہے اور جب وہ بندے پر قریب سے تجلی کرتا ہے اور بندہ اپنے مولا کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا احساس کرتا ہے:

)وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ()۲(

"وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی رہو"

)وَنَحْنُ اَقْرَبُ مِنْ حَبْلِ الوَرِیْدِ()۳(

"اور ہم اس کی رگ گردن سے زیادہ قریب ہیں"

)وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ()۴(

"اور اے پیغمبر اگر میرے بندے تم سے میرے بارے میں سوال کریں تو میں ان سے قریب ہوں" تو بندہ میں انسیت کی حالت پیدا ہوتی ہے۔

دعائے افتتاح میں ان دونوں حالتوں کی امام حجت المہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف سے دقیق طور پر عکاسی کی گئی ہے:

)۱ (مفاتیح الجنان دعائے ابو حمزہ ثمالی۔

)۲(سورۂ حدید آیت ۴۔

)۳(سورۂ ق آیت ۱۶۔

)۴(سورۂبقرہ آیت، ۱۸۶۔

)اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَا یُھْتَکُ حِجَابُہُ وَلَا یُغْلَقُ بَابُہُ)(۱(

”ساری حمد اس خدا کے لئے جس کا حجاب نور اٹھایا نہیں جاسکتا ہے اور اس کا دروازہ کرم بند نہیں ہو سکتا ہے“

حجاب کی بھی دو قسمیں ہیں: حجاب ظلمت اور حجاب نور۔ کبھی انسان گھپ اندھیرے کی وجہ سے کچھ دیکھ نہیں پاتا یعنی گھٹاٹوپ اندھیرا اس کے دیکھنے میں مانع ہوتا ہے اس کو حجاب ظلمت اور تاریکی کہا جاتا ہے۔

کبھی انسان انتہائی روشنی اور نور کی وجہ سے کچھ دیکھ نہیں پاتا ہے جس طرح انسان وسط میں کسی رکاوٹ وحائل ہونے والی چیز کے بغیر سورج کی طرف نہیں دیکھ سکتا ہے یہ سورج کی انتہائی روشنی کی وجہ سے ہے اسی کو حجاب نور کہا جاتا ہے۔

”دنیا سے محبت“، برائیوں کی مقارنت اور ”تایُرین القلب“انسان کے اللہ سے لولگانے میں حجاب ظلمت شمار ہوتے ہیں۔

انسان کے اللہ سے لولگانے کیلئے حجاب نور دوسری چیز ہے، حجاب نور وہ حجاب ہے جو کبھی نہیں چھٹتا ہے۔ جیسا کہ حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف نے اس دعا میں فرمایا ہے۔

یہ وہ حجاب ہے جو بندوں کے دلوں میں شوق واشتیاق زیادہ کرتا ہے حضرت امام زین العابدین اپنی مناجات میں اللہ سے لولگانے کے شوق واشتیاق کو یوں بیان فرماتے ہیں:

)وَغُلَّتِیْ لَا یُبَرِّدُھَا اِلَّا وَصْلُکَ وَلَوْعَتِیْ لَا یُطْفِیْھَا اِلَّا لِقَاؤُکَ وَشَوْقِیْ اِلَیْکَ لَا یَبُلُّہُ اِلَّا النَّظَرُ اِلٰی وَجْھِکَ وَقَرَارِیْ لَا یَقِرُّ دُوْنَ دُنُوِّیْ مِنْکَ وَلَھْفَتِیْ لَا یَرُدُّھَا اِلَّا رَوْحُکَ وَسُقْمِیْ لَا یَشْفِیْہِ اِلَّا طِبُّکَ وَغَمِّیْ لَا یُزِیْلُہُ اِلَّا قُرْبُکَ وَجُرْحِیْ۔---

)۱(مفاتیح الجنان دعائے افتتاح۔

لَا یُبْرِءُہُ اِلَّا صَفْحُکَ وَرَیْنَ قَلْبِیْ لَا یَجْلُوْہُ اِلَّا عَفْوُکَ۔۔۔ فَیَا مُنْتَھٰی اَمَلِ الْآمِلِیْنَ، وَیَا غَایَۃَ سُؤْلِ السَّائِلِیْنَ وَیَا اَقْصٰی طَلِبَۃِ الطَّالِبِیْنَ وَیَا اَعْلٰی رَغْبَۃِ الرَّاغِبِیْنَ وَیَا وَلِیَّ الصَّالِحِیْنَ وَیَا اَمَانَ الْخَائِفِیْنَ، وَیَا مُجِیْبَ دَعْوَۃِ الْمُضْطَرِّیْنَ وَیَا ذُخْرَ الْمُعْدِمِیْنَ وَیَا کَنْزَ الْبَائِسِیْنَ)(۱(

”اور میرے اشتیاق کی حرارت کو تیرے وصال کے علاوہ کوئی اور چیز ٹھنڈا نہیں کرسکتی اور میرے شعل�ۂ شوق کو تیری ملاقات کے علاوہ کوئی چیز بجھا نہیں سکتی اور میرے شوق کو تر نہیں کرسکتا ہے مگر تیری طرف نظر کرنا میرا دل تیرے قرب کے علاوہ قرار نہیں پاتا ہے اور میری حسرت کو تیری رحمت کے سوا کوئی زائل نہیں کرتا اور میرے درد کو تیرے علاج کے سوا کوئی شفا نہیں دیتا ہے اور میرے غم کو تیرے قرب کے سوا کوئی زائل نہیں کرتا اور میرے زخم کو تیری چشم پوشی کے علاوہ کوئی ٹھیک نہیں کرتا اور میرے دل کے زنگ کو تیری معافی کی علاوہ کوئی جِلا نہیں دیتا۔۔۔اے امیدواروں کی امید کی انتہا اے سوال کرنے والوں کے منتہاء مقصود، اے طلب کرنے والوں کے بلند ترین مطلوب اے رغبت رکھنے والوں کی بلند ترین آرزو، اے نیکوں کے ولی اے خوف رکھنے والوں کے امان دینے والے اور اے مضطر کی دعا قبول کرنے والے اور اے بینواؤں کے ہمنوا اور اے بیچاروں کے لئے امید کا خزانہ“

اس تجلی کے بالمقابل تجلی کا ایک اور طریقہ ہے اور وہ اپنے اور بندوں کے درمیان دروازہ بند کئے ہوئے بغیر تجلی کرنا ہے وہ ان کی مناجات کو سنتا ہے، وہ ان کی شہ رگ گردن سے بھی زیادہ ان سے قریب ہے، یحول بین المرء و قلبہ ،اس سے بندوں کے دلوں میں آنے والی کوئی بھی چیز مخفی نہیں ہے، بندہ خود کو

اپنے آقا کی بارگاہ میں حاضر پاتا ہے وہ اپنے آقا کی کوئی بھی مخالفت اور معصیت کرنے سے ڈرتا ہے،اس کے ذکر و یاد سے مانوس ہوتا ہے،اپنی مناجات اور دعا میں ثابت۔۔

)۱(بحار الانوار جلد ۹۴ صفحہ ۱۵۰۔

قدم رہتا ہے،مناجات کو طول دیتا ہے،خدا کا ذکر اور اس کو یاد کرتا ہے اور اس کے سامنے ٹھہرتا ہے۔

حدیث قدسی میں آیا ہے کہ پروردگار عالم رات کی تاریکی میں اپنی بارگاہ میں اپنے بعض انبیاء کو رکوع و سجود سے متصف کرتا ہے جبکہ لوگ گہری نیند میں سوئے ہوئے ہوتے ہیں:

)ولوتراھم وھم یقیمون لي في الدجیٰ،وقد مثلت نفسي بین اعنیھم یخاطبوني،وقد جلت عن المشاھدۃ ویکلّموني وقد عززت عن الحضور)(۱" (اگر تم ان کو رات کی تاریکی میں دیکھو گے تو وہ حالت قیام میں ہونگے وہ میرے وجود کا مشاہدہ کرتے ہیں اور مجھ سے مخاطب ہوتے ہیں اور گفتگو کرتے ہیں درحالیکہ میں ان سے غائب ہوں' '

بندہ خدا کی بارگاہ میں حاضر ہونے سے نہیں اکتاتا اور نہ ہی وقت گذرنے کا احساس کرتا ہے۔کیا آپ نے یہ مشاہدہ نہیں کیا کہ جب انسان اپنے کسی ایسے دوست کے پاس جاتا ہے جس سے اس کو بہت زیادہ محبت ہوتی ہے تو وہ نہ اس کے پاس جانے سے اکتاتا ہے اور نہ ہی اس کو اپنے وقت گذرنے کا احساس ہوتا ہے؟

تو پھر انسان،اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونے سے کیسے اکتائے گا؟جبکہ پروردگار عالم اس کی بات سنتا ہے،اس کو دیکھتا ہے اس کے خطاب اور کلام کو سنتا ہے اور وہ اس کے ساتھ ہے۔

)وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ)(۲)"تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے"

اللہ کے ذکر سے اس کو اطمینان و سکون حاصل ہوتا ہے:

)الابذکر اللہ تطمئنُّ القلوبُ)(۳(

۔۔

)۱(لقاءاللہ صفحہ ۱۰۱۔

)۲(سورۂ حدید آیت ۴۔

)۳(سورہ رعد آیت ۲۸۔

"اور آگاہ ہو جاؤ کہ اطمینان یاد خدا سے ہی حاصل ہوتا ہے"

امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف مشہور و معروف دعائے افتتاح میں فرماتے ہیں:

فصرت ادعوک آمناواسألک مستانساًلا خائفاًولا وجلا،مدّلاعلیک فیما قصدت فیہ الیک)(۱(

"تو اب میں بڑے اطمینان کے ساتھ تجھے پکار رہا ہوں اور بڑے انس کے ساتھ تجھ سے سوال کر رہا ہوں نہ خوفزدہ ہوں نہ لرزاں ہوں اپنے ارادوں میں تجھ سے اصرار کر رہا ہوں"

بیشک یہ حالت اللہ سے اُنس اوراس سے اطمینان کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے،اللہ سے مدداور امن کااحساس ایسی کیفیت ہے جواللہ کی بارگاہ میں حاضری ،اس کی قُربت اور معیت سے وجود میں آتی ہےاور یہ بندہ کی اللہ سے لولگانے کی سب سے افضل حالت ہے لیکن ہر چیز کی اللہ سے لولگانے کی مثال نہیں دی جاسکتی ہے بلکہ اس سے حالت شوق کا ملا ہوا ہونا ضروری ہے یہاں تک کہ اس حالت کو کامل متوازن اور منظم ہونا چاہئے۔

اولیاءاللہ اوراس کے نیک بندوں کی عبادت اوران کے اللہ سے لولگانے کے سلسلہ میں یہ دواہم حالتیں ہیں کبھی ان کی عبادت اور اللہ سے لولگانے میں شوق اور ہم و غم غالب رہتاہے اور کبھی ان کی عبادت اور اللہ سے لولگانے میں اُنس، سکون واطمینان غالب رہتاہے کبھی ایساہوتاہے اور کبھی ویساہوتاہے یہی سب سے افضل حالتیں ہیں اور اللہ سے لولگانے میں نظم وانس کی حالت سے بہت قریب ہیں۔

حماد بن حبیب عطار کوفی سے مروی ہے: ہم حاجیوں کا قافلہ اپنا رخت سفر باندھ کر نکلا تو ہم رات کے وقت ''زبالہ''(عراق سے حاجیوں کے راستہ میں آنے والا مقام)نامی جگہ پر پہنچے تو کالی--

)ا(مفاتیح الجنان دعاءافتتاح۔

آندھیآئی اور میں قافلہ سے بچھڑ گیااور بقیہ رات اسی جنگل وبیابان میں گذری جب میں ایک چٹیل میدان پر پہنچاجب رات آئی تو میں نے ایک درخت کے نیچے قیام کیااور جب گھپ اندھیرا چھاگیاتو میرے پاس ایک نوجوان آیاجو سفید لباس پہنے ہوئے تھا،اس کے منھ سے مسک کی خوشبو آرہی تھی میں نے سوچا: یہ کوئی اللہ کا ولی ہے۔

میں کچھ ڈرا کہ یہ شخص کیاچاہتاہے،وہ ایک جگہ پر پہنچااور نماز کیلئے تیاری کرنے لگا،پھر جب وہ نماز کیلئے کھڑا ہونے لگاتو اس کی زبان پر یہ کلمات جاری تھے :

یا مَن احاز کل شيءٍ ملکوتاو قھر کل شيءٍ جبروتا،اولج قلبي فرح الاقبال علیک والحقني بمیدان المطیعین لک (

''اے وہ کہ جو ہر چیز پر محیط ہےاور غالب ہے میرے دل میں ہر مناجات کی خوشی ڈالدےاوراپنے اطاعت گذار بندوں میں شمار فرما''

اس کے بعد وہ نماز میں مشغول ہوگیا۔۔۔

جب اندھیرا چھٹ گیاتو اس کی زبان پر یہ کلمات جاری تھے :

)یا مَن قصدہ الطالبون فاصابوہ مرشدا،وامہ الخائفون فوجدوہ متفضّلا ولجاالیہ العابدون فوجدوہ نوالا متیٰ وجد راحۃ مَن نصب لغیرک بدنہ ومتیٰ فرح مَن قصد سواک بنیتہ الھي قد تقشع الظلام ولم اقض من خدمتک وطراً،ولامن حاض مناجاتک مدراً،صلّ اللہ علیٰ محمّد وآلہ،وافعل بي اولی الامرین بک یاارحم الراحمین)

''اے وہ ذات جس کاحقیقت کے طالبوں نے قصد کیاتواس کورہنما پایااور خائفین نے اس کو اپنا پیشوا قرار دیاتواس کو سخی پایا،عابدین نے اس کو اپنی پناہ گاہ قرار دیاتواس کو آسان پناہ گاہ پایاوہ شخص کیسے آرام پاسکتاہے جو تیرے علاوہ کسی اور کیلئے خود کو خستہ کرےاور وہ کب خوش ہوسکتاہے جواپنے باطن میں تیرے علاوہ کسی اور کا قصد کرے۔خدایا! تاریکیاں چھٹ گئیں لیکن میں تیری ذرہ برابر خدمت نہ کرسکااور نہ ذرہ برابر تجھ سے مناجات کرسکا،محمد وآل محمد پر درود بھیج اور دوسروں کے ساتھ وہ سلوک کر جو تیرے لئے زیادہ سزاوار ہے اے ارحم الراحمین''

میں نے خیال کیاکہ کہیں یہ شخص دنیاسے نہ گذر جائےاوراس کااثر مجھ تک پہنچے تو میں نے اس سے کہا: آپ سے رنج وتعب کیسے دور ہوااور آپ کو ایسا

شوق شدید اور لذت ورغبت کس نے عطا کی ہے۔۔۔ آپ کون ہیں؟ توانھوں نے مجھ سے فرمایا: میں علی بن الحسین بن علی بن ابو طالبؑ ہوں۔(۱(

اصمعی سے مروی ہے: میں رات میں خانۂ کعبہ کا طواف کر رہا تھا تو میں نے دیکھا ایک خوبصورت جوان کعبہ کے پردے کو ہاتھوں میں تھامے ہوئے کہہ رہا ہے:

)نامت العیون وعلت النجوم وانت الملک الحي القیوم ،غلّقت الملوک ابوابھا، واقامت علیھا حرّاسھا، وبابک مفتوح للسائلین ،جئتک لتنظرالیَّ برحمتک یاارحم الراحمینَ(

''آنکھیں محو خواب ہیں ستارے نکل آئے ہیں اور تو حی و قیوم بادشاہ ہے، بادشاہوں کے دروازے بند ہیں اور ان پر پہرے دار کھڑے ہیں جبکہ حاجتمندوں کیلئے تیرا دروازہ کھلا ہوا ہے میں تیرے پاس اس لئے آیا ہوں کہ تو مجھ پر اپنی نظر رحمت ڈال دے''

پھر اس کے بعد زبان پر یہ اشعار جاری کئے:

)یامَن یُجیب دعاالمضطرّفي الظلم یاکاشف الضرّوالبلویٰ مع السقم(

)۱(بحار الانوار جلد ۴۶ صفحہ ۷۷۔۷۸۔

''اے وہ ہستی جو تاریکیوں میں مجبور شخص کی دعا قبول کرتی ہے اے وہ ہستی جو ہماری پریشانی اور بلا کو دور کرنے والی ہے''

قد نام وفدک حول البیت قاطبۃ وانت وحدک یاقیوم لم تنم

''خانۂ کعبہ کے ارد گرد تیری تمام مخلوق سو گئی جبکہ اے قیوم! تو نہیں سویا''

ادعوک ربّ دعاءً قدامرت بھافارحم بکاءي بحقِّ البیت والحرم

''پروردگارا! تیرے حکم کے مطابق میں تجھے پکار رہا ہوں لہٰذا خانۂ کعبہ اور حرم کے واسطے میرے گریہ پر لطف نازل فرما''

ان کان عفوک لایرجوہ ذوسرف فمن یجود علی العاصین بالنعم

''اگرچہ زیادہ روی کرنے والا تیری معافی کا امیدوار نہ ہو تو گناہگاروں پر نعمتوں کی بارش کون کرے گا''

جب میں نے تحقیقات کی تو، معلوم ہوا کہ آپ امام زین العابدین علیہ السلام ہیں۔(۱(

طاؤوس فقیہ سے مروی ہے:

''رأیتہ یطوف من العشاءالی السحر ویتعبّد فلمالم یر اٴحداًرمق السماء بطرفہ وقال:الٰھي غارت نجوم سماواتک ،وھجعت عیون انامک ،وابوابک مفتحات للسائلین ،جئتک لتغفرلي وترحمني وتریني وجہ جدی محمّد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی عرصات القیامۃ''

''میں نے آپ کو عشاء کے وقت سے لیکر سحر تک خانہ کعبہ کا طواف اور عبادت کرتے دیکھا

)۱(بحار الانوار جلد ۴۶ صفحہ ۸۰۔۸۱۔

جب وہاں پر کوئی دکھائی نہ دیا تو آپ نے آسمان کی طرف دیکھ کر فرمایا:

ثم بکیٰ و قالو عزّتک وجلالک ماارد ت بمعصیتي مخالفتک، وماعصیتک اذ عصیتک وانا بک شاک ولا بنکالک جاهل، ولا لعقوبتک متعرض، ولکن سوّلت لي نفسي واعانني علیٰ ذالک سترک المرخیٰ بہ عليَّ، فالآن من عذابک من یستنقذني؟ وبحبل من اعتصم ان قطعت حبلک عني؟ فواسواتاه غداً من الوقوف بین یدیک ،اذا قیل للمخفّین جُوزوا، وللمثقلین حطّوا، أمع المخفین، أجوز؟ أم مع المثقلین احط؟ ویلي کلما طال عمري کثرت خطایاي ولم اتب، أما آن لی ان استحیي من ربّي"؟

ثم بکیٰ وانشایقول:

اتحرقني بالنار یاغایۃ المنیٰ فأین رجاءي ثم این محبّتي

اتیت بأعمال قباح رزیّۃ ومافي الوریٰ خلق جنیٰ کجنایتي.

ثم بکیٰ و قال:

سبحانک تُعصي کانّک لاتریٰ، وتحلم کانّک لم تُعص۔ تتودّد الیٰ خلقک بحسن الصنیع کأنّ بک الحاجۃ الیهم، وانت یاسیدي الغني عنهم۔

ثمَّ خرَّ الی الأرض ساجداً۔ قال: فدنوت منه وشِلت برأسه ووضعته علیٰ رکبتي وبکیت حتّیٰ جرت دموعی علیٰ خدّه، فاستویٰ جالساً و قال: من الذي أشغلني عن ذکر ربّي؟ فقلت: أناطاووس یابن رسول الله ماهذا الجزع والفزع؟ ونحن یلزمنا أن نفعل مثل هذا ونحن عاصون جانون۔ أبوک الحسین بن عليّ وأمّک فاطمۃ الزهراء، وجدُّک رسول الله ﷺ۔ قال: فالتفت اليَّ و

قال: هیهات هیهات یاطاووس دع عنّي حدیث أبي وأمي وجدّي خلق الله الجنّۃ لمن أطاعه وأحسن، ولو کان عبداً حبشیّاً، وخلق النار لمن عصاه ولو کان ولداً قرشیّاً۔ أماسمعت قوله تعالیٰ: (فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ)(۱) والله لاینفعک غداً الّا تقدمۃ تقدّمها من عمل صالح"(۲(

"معبود تیرے آسمان کے ستارے غروب کر چکے ہیں تیری مخلوق کی آنکھیں بند ہیں جبکہ حاجتمندوں کیلئے تیرے دروازے کھلے ہیں میں تجھ سے رحمت اور مغفرت کا خواہاں اور عرصۂ قیامت میں اپنے جد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار کی آرزو لیکر آیا ہوں"

پھر آپؑ نے گریہ کرتے ہوئے فرمایا:

"تجھ کو اپنی عزت وجلال کی قسم، میں نے گناہ کے ذریعہ تیری مخالفت کا ارادہ نہیں کیا اور میں نے جو تیری مخالفت کی ہے وہ اس حالت میں مخالفت نہیں کی ہے کہ مجھ کو تیری ذات میں شک رہا ہو اور میں تیرے عذاب سے ناواقف رہا ہوں نیز تیری سزا کی طرف بڑھنے والا ہوں بلکہ میرے نفس نے میرے لئے امور کو مزین کر دیا اور سونے پر سہاگا یہ ہوا کہ تو نے میری پردہ پوشی کی تو اب مجھ کو تیرے عذاب سے کون بچائے گا؟ نیز اگر تو مجھ سے اپنی ریسمان کو توڑ لے تو میں کس کی رسی کو مضبوطی سے پکڑوں؟ کل تیرے سامنے کھڑا ہونا میرے لئے کتنا رسوائی کا سبب ہوگا جب ہلکے بوجھ والوں سے آگے بڑھ جانے کیلئے کہا جائیگا اور زیادہ بوجھ والوں سے کہا جائیگا کہ اتر جاؤ؟ کیا میں ہلکے بوجھ والوں کے ساتھ گذر جاؤنگا یا زیادہ بوجھ والوں کے ساتھ گر جاؤنگا؟ کتنا افسوس ہے کہ جتنی میری عمر بڑھ رہی ہے مجھ سے غلطیاں زیادہ سر زد ہو رہی ہیں جبکہ میں نے ابھی توبہ بھی نہیں کی ہے؟ کیا ابھی تک وہ وقت نہیں آیا کہ میں اپنے پروردگار سے توبہ کروں؟

پھر آپ نے رو کر اس مفہوم کے یہ اشعار کہنا شروع کئے:

)۱(سورۂ آل عمران آیت ۱۹۰۔

)۲(بحار الانوار جلد ۴۶ صفحہ ۸۱۔ ۸۲۔

اتحرقنی بالنار یاغایۃ المنیٰ فاٴین رجائی ثم این محبتی

''اے آرزوؤں کی انتہا کیا تو مجھ کو آگ میں جلائیگا تو میری امید اور محبت کہاں گئی؟

اتیت باٴعمال قباح رزیّۃ ومافی الوریٰ خلق جنیٰ کجنایتی

''میں برے کام کر کے آیا ہوں اور میری طرح کسی نے جرم نہیں کیا ہے''

پھر آپ نے رو کر فرمایا:

تو پاک و منزہ ہے تیری نافرمانی کی جاتی ہے گویا تو نہیں دیکھتا اور تو برداشت کرتا ہے گویا تیری نافرمانی نہیں کی گئی ہے، تو اپنی مخلوقات سے اچھے کام کے ذریعہ محبت کرتا ہے گویا تجھ کو ان کی ضرورت ہے جبکہ اے میرے آقا تو اس سے بے نیاز ہے۔

پھر آپ سجدے میں گرپڑے۔ طاؤس فقیہ کا کہنا ہے کہ میں ان کے نزدیک گیا اور ان کا سر اٹھا کر اپنے زانو پر رکھا اور اتنا رویا کہ میرے آنسو ان کے رخسار پر بہنے لگے۔ امام علیہ السلام اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا: کس نے مجھ کو میرے رب کی یاد سے روک دیا؟ میں نے عرض کیا اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں طاؤس ہوں یہ بیتابی کس لئے ہے؟ ایسا تو ہمیں کرنا چاہئے درانحالیکہ ہم گناہگار اور مجرم ہیں۔ آپ کے پدر بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام ہیں، مادر گرامی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہیں جد بزرگوار پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ طاؤس کہتے ہیں کہ پھر میری طرف متوجہ ہوتے ہوئے فرمایا: اے طاؤس ہرگز ہرگز مجھ سے میرے والدین اور جد بزرگوار کی گفتگو مت کرو خداوند عالم نے بہشت اطاعت گذار اور نیک افراد کیلئے خلق کی ہے چاہے وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو، اور دوزخ گناہگار کیلئے خلق کی ہے چاہے وہ قریشی ہی کیوں نہ ہو؟ کیا تم نے خداوند عالم کا یہ فرمان نہیں سنا ہے:

)فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَہُمْ یَوْمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَاءَلُوْنَ()۱(

)۱(سورۂ مؤمنون آیت ۱۰۱۔

''پھر جب صور پھونکا جائیگا تو نہ رشتہ داریاں ہوں گی اور نہ آپس میں کوئی ایک دوسرے کے حالات پوچھے گا''

خدا کی قسم کل تمھیں وہی نیک عمل فائدہ پہنچائے گا جس کو تم پہلے سے بجالا چکے ہوگے''

حبّہ عرنی سے مروی ہے:

''بینا اٴنا و''نوف''، نائمین فی رحبۃ القصر، اذ نحن باٴمیر المؤمنینؑ فی بقیۃ من اللیل، واضعاً یدہ علیٰ الحائط شبہ الوالہ، وھو یقول: (اِنَّ فِی خَلْقِ السَّمٰواتِ وَ الْاَرْضِ۔۔۔)ثم جعل یقراٴ ھذہ الآیات، ویمر شبہ الطائر عقلہ فقال: اٴراقد یاحبۃ اٴم رامق؟

قلت: رامق، ھذا اٴنت تعمل ھذا العمل فکیف نحن؟!

فاٴرخیٰ عینہ فبکی، ثم قال لي: یاحبۃ انّ للہ موقفاً ولنا بین یدیہ موقف، فلا یخفیٰ علیہ شیء من اٴعمالنا، یاحبۃ انّ اللہ اٴقرب الیک والیَّ من حبل الورید، یاحبۃ انّہ لن

يحجبني ولااياک عن اللہ شیءثم قال: أراقد أنت يانوف؟

قال: لا ياأمير المؤمنين ماأنابراقد، ولقد أطلت بکائی ھذہ اللیلۃ۔۔۔ ثم وعظھماوذکرھما، وقال في أواخرہ: فکونوامن اللہ علٰی حذر فقد أنذرتکماثم جعل یمرّوھویقول:

)لیت شعري في غفلاتي أمعرض أنت عني أم ناظر اليَّ ولیت شعری فی طول منامی وقلۃ شکري في نعمک عليّ ماحالي؟

قال: فواللہ مازال فی ھذہ الحالۃ حتّٰی طلع الفجر"(ا(

)ا(فلاح السائل لابن طاؤس صفحہ ۲٦٦۔

میں اور نوف قصر کی کشادہ زمین پر سورہے تھے کہ اتنے میں مولائے کائنات رات کے آخری حصہ میں حیران شخص کی طرح دیوار پر ہاتھ رکھ کر کہہ رہے تھے:

)اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰاوٰاتِ وَالْاَرْضِ۔۔۔(

"بیشک زمین وآسمان کی خلقت۔۔۔"اورایک حیران وپریشان پرندہ کی طرح چلے جارہے تھے؟پھر آپ نے فرمایا:اے نوف سورہے ہو یاجاگ رہے ہو؟

میں نے عرض کیا: جاگ رہاہوں۔جب آپ ایسا کہہ رہے ہیں تو ہمارا کیاحال ہوگا؟!

پھر آپ نے آنکھیں نیچی کرکے گریہ فرمایااس کے بعد مجھ سے فرمایا: بیشک خداکاایک موقف ہےاور ہماراایک موقف ہے لہٰذاہمارااس پر کوئی عمل مخفی نہیں رہتا۔اے حبہ! خداوندعالم ہم سےاور تم سے شہ رگ گردن سے بھی زیادہ قریب ہے۔اے حبہ مجھ کواور تم کوخداوندعالم سے کوئی چیز نہیں روک سکتی ہے۔پھر آپ نے فرمایا:اے نوف سورہے ہو؟

میں نے عرض کیا: نہیں امیرالمومنین میں بیدار ہوں، کیونکہ اس شب میں آپ نے بہت زیادہ گریہ فرمایا۔پھر آپ نے نوف اور حبہ کونصیحت فرمائی اور یاددہانی کرائی،اور آخر میں فرمایا: خداسے ڈرتے رہو میں نے تم کوڈرادیا۔پھر آپ یہ کہہ کر گذرنے لگے:

"کاش مجھ کواپنی غفلتوں کی حالتوں میں معلوم ہوتاکہ اے خداتومجھ سے بے توجہی کررہاہے یامیری طرف نظر کرم کئے ہوئے ہے،کاش مجھ کواپنی طولانی نیند کی حالت میں نیز نعمتوں کے سلسلہ میں کم شکری کے وقت معلوم ہوتاکہ میری کیاحالت ہے۔

خداکی قسم آپ طلوع فجر تک اسی حالت میں رہے"

اہل بیت علیہم السلام سے وارد ہونے والی دعائیں اور مناجات میں خاص طور سے وہ پندرہ مناجات جن کوعلامہ مجلسی نے بحارالانوار میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے نقل فرمایاہے اُنس اور شوق کی حامل ہیں۔

ہمارے لئے اہل بیت علیہم السلام کی میراث (دعاؤں) میں ان صورتوں اور معانی کالازوال خزانہ موجودہے جبکہ اہل بیت علیہم السلام کے علاوہ کسی اور کے پاس اس طرح کاذخیرہ بہت کم پایاجاتاہے ہم اس محبت کوختم کرنے سے پہلے بعض صورتوں کوذیل میں بیان کررہے ہیں:

)الٰھي من ذاالذي ذاق حلاوۃ محبتک فرام منک بدلاومن ذالذي انس بقربک فابتغٰی عنک حولا؟

الہي فاجعلنا ممن اصطفیتہ لقربک وولایتک واخلصتہ لودک ومحبّتک، وشوقتہ الیٰ لقائک، ورضّیتہ بقضائک، ومنحتہ النظر الیٰ وجھک، وحبوتہ برضاک، واعذتہ من ھُجرک وقلاک، وبوّاتہ مقعد الصدق في جوارک، وخصصتہ بمعرفتک، واھّلتہ لعبادتک، وھیّمت قلبہ لارادتک واجتبیتہ لمشاھدتک، واخلیت وجھہ لک، وفرّغت فؤادہ لحبک، ورغّبتہ فیما عندک، والھمتہ ذکرک، واوزعتہ شکرک، وشغلتہ بطاعتک، وصیّرتہ من صالحہ بریتک، واخترتہ لمناجاتک، وقطعت عنہ کل شئی یقطعہ عنک۔

اللھم اجعلنا ممّن دابھم الارتیاح الیک والحنین ودھرھم الزفرۃ والانین، جباھھم ساجدۃ لعظمتک، وعیونھم ساھرۃ لخدمتک، ودموعھم سائلۃ من خشیتک وقلوبھم متعلقۃ بمحبتک، وافئدتھم منخلعۃ من مھابتک یا من انوار قدسہ لابصار محبیہ رائقۃ وسبحات وجھہ لقلوب عارفیہ شائقۃ، ویامنیٰ قلوب المشتاقین، ویاغایۃ آمال المحبّین اسالُک حبّک وحبّ من یحبّک، وحبّ کلّ عمل یوصلني الی قربک، وان تجعلک احبّ الیّ مما سواک وان تجعل حبی ایاّک قائداً الی رضوانک وشوقي الیک ذائداً عن عصیانک، وامنن بالنظر الیک عليّ وانظر بعین الود والعطف اليَّ، ولا تصرف عني وجھک) (ا(

''خدایا! وہ کون ہے جس کو تیری محبت کا مزہ مل گیا ہے ہو اور اس کے بعد بھی تیرا بدل تلاش کر رہا ہے اور وہ کون ہے جو تیرے انس سے مانوس ہو گیا اور اس کے بعد تجھ سے ہٹنا چاہتا ہے ؟

خدایا! ہمیں ان لوگوں میں قرار دے جن کو قرب اور اپنی محبت کیلئے منتخب کیا ہے اور دوستی کیلئے خالص قرار دیا ہے اپنی ملاقات کا مشتاق بنایا ہے اپنے فیصلہ سے راضی کیا ہے اور اپنی طرف نظر کرنے کی توفیق عنایت کی ہے اپنی رضا کا تحفہ دیا ہے اپنے فراق اور ناراضگی سے بچایا ہے اور اپنے
ہمسایہ میں بہترین جگہ عنایت کی ہے اپنی معرفت سے مخصوص کیا ہے اور اپنی عبادت کا اہل بنایا ہے اپنی چاہت کے لئے ان کے دلوں کو گرویدہ کر لیا ہے اور اپنے مشاہدہ کیلئے انھیں چُن لیا ہے اپنی طرف توجہ کی یکسوئی عنایت کی ہے اور اپنی محبت کیلئے ان کے دلوں کو خالی کر لیا ہے اپنے ثواب کے لئے راغب بنایا ہے اور اپنے ذکر کا الہام کیا ہے اپنے شکر کی توفیق دی ہے اور اپنی اطاعت کے لئے مشغول کیا ہے اپنے نیک بندوں میں قرار دیا ہے اور اپنی مناجات کیلئے چُن لیا ہے اور ہر اس چیز سے الگ کر دیا ہے جو بندے کو تجھ سے الگ کر سکے۔

خدایا! مجھے ان لوگوں میں قرار دے جن کا طریقہ تیری طرف توجہ اور اشتیاق ہے اور ان کی زندگی عاشقانہ نالۂ وآہ سے پُر ہیں اور پیشانیاں تیرے سجدہ میں جھکی ہوئی ہیں اور آنکھیں تیری خدمت میں بیدار ہیں ان کے آنسو تیرے خوف سے رواں ہیں اور ان کے دل تیری محبت سے وابستہ ہیں۔ ان کے قلوب تیرے خوف سے دنیا سے الگ ہو گئے ہیں اے وہ کہ جس کے انوار قدسیہ چاہنے والوں کی نگاہوں کیلئے روشن ہیں اور اس کی ذات کی تجلّیاں عارفین کے دلوں کیلئے نمایاں ہیں اے مشتاقین کے دلوں کی آرزو اور اے چاہنے والوں کی آرزو کی انتہا میں تجھ سے تیری اور تیرے چاہنے

)ا(بحار الانوار جلد ۶۴ صفحہ ۱۴۸۔

والوں کی، اور ہر نیک عمل کی محبت چاہتا ہوں جو مجھ کو تیرے قرب تک پہونچا دے اور تجھے ساری کائنات سے محبوب بنا دے اور اس کے بعد تو اسی رضا کو اپنی رضا تک پہنچانے کا ذریعہ ہے اور اسی شوق کو اپنی معصیت سے بچنے کا وسیلہ بنا دینا، مجھ پر یہ احسان کر کہ میری نگاہ تیری طرف رہے اور تو خود مجھے عطوفت کی نگاہ سے دیکھتا رہے اور اپنے منھ کو مجھ سے موڑ نہ لینا''

دعاء کے یہ فقرے محبت، شوق اور اُنس کا بیکراں خزانہ ہیں ہم دعا کے ان فقروں پر کوئی حاشیہ نہیں لگانا چاہتے اور ہر گز ہمارے اندر اتنی استطاعت بھی

نہیں ہے جو ان دعاؤں کے فقروں کو اور خوبصورت بنا کر بیان کریں اور ہم اتنی صلاحیت و استعداد کے مالک بھی نہیں ہیں کہ اللہ سے دعا محبت اور ادب پر کوئی حاشیہ لگا سکیں۔

سب سے پہلے ہماری نظر دعا کے ان فقروں پر مرکوز ہو جاتی ہے جن کے ذریعہ امامؑ نے اپنے رب کو پکارا ہے :

)یا منیٰ قلوب المشتاقین و یا غایۃ آمال المحبّین۔۔۔)۔(یا من انوار قدسہ لابصار محبیہ رائقۃ و سبحات وجھہ لقلوب عارفیہ شائقۃ)'' اے وہ کہ جس کے انوار قدسیہ چاہنے والوں کی نگاہوں کیلئے روشن ہیں اور اس کی ذات کی تجلّیاں عارفین کے دلوں کیلئے نمایاں ہیں اے مشتاقین کے دلوں کی آرزو ''

اس دعا میں امام علیہ السلام نے تین باتیں بیان فرمائی ہیں اور بندہ اپنے پروردگار سے ان ہی تین عظیم چیزوں کو طلب کرتا ہے۔

ا۔آپ نے سب سے پہلے اللہ سے دعا فرمائی کہ وہ ان نفس کا انتخاب فرمائے اُن کے نفس(قلب) کو اپنی محبت کیلئے خالص کر دے،جن چیزوں کا وہ مالک ہے ان کی طرف رغبت دلائے،ان کے دل کو اپنی محبت میں مشغول کر دے،جو چیزیں اس نے خود سے منقطع کی ہیں اُن سے بھی منقطع کر دے اور جو چیزیں خود سے دور کی ہیں ان سے بھی دور فرما دے۔

امام علیہ السلام نے خداوند عالم سے جو کچھ طلب فرمایا ہے اس پر گامزن ہونے کیلئے سب سے پہلے اس چیز کا ہونا ضروری ہے اور اس کے آغاز و ابتداء کے بغیر انسان اللہ سے ملاقات کرنے کیلئے اس مشکل راستہ پر گامزن نہیں ہو سکتا اور وجہ اللہ کا ہر نبی اور صدیق بآسانی مشاہدہ کر سکتا ہے۔

اگرچہ وجہ اللہ پر نظر کرنا رزق ہے اور اللہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے یہ رزق عطا کرنے کیلئے منتخب کر لیتا ہے لہٰذا بندے کیلئے اللہ کے رزق کو حاصل کر کے اس کی کنجیاں حاصل کرنا ضروری ہے جب خداوند عالم اپنے بندہ کو رزق عطا کرتا ہے تو اس کو اس رزق کے دروازے اور کنجیاں بھی عطا کر دیتا ہے اور اس کے اسباب مہیا کر دیتا ہے۔

کچھ لوگ اللہ تعالیٰ سے بغیر دروازے اور کنجیوں کے رزق طلب کرتے ہیں وہ اللہ کو اس کی ان سنتوں اور قوانین کے خلاف پکارتے ہیں جن کو اس نے اپنے بندوں کو عطا کیا ہے۔

انسان کو جن دروازوں سے خداوند عالم سے ملاقات اور وجہہ کریم کا مشاہدہ کرنے کیلئے اقدام کرنا چاہئے وہ مندرجہ ذیل ہیں :

ا۔دل کو ہر طرح کے گناہ رنج و غم اور دنیا سے لو لگانے سے پرہیز کرنا چاہئے جس کو علماء تخلیہ کہتے ہیں(یعنی دل کو ہر طرح کے رنج و غم اور اللہ کے علاوہ کسی اور سے لو لگانے سے خالی ہونا چاہئے)

امام علیہ السلام فرماتے ہیں :

)واجعلنا ممن اخلصتہ لودّک و محبّتک،واخلیت وجھہ لک،وفرّغت فؤادہ لحبّک،وقطعت عنہ کل شيءٍ یقطعہ عنک(

''خدایا! ہم کو ان لوگوں میں سے قرار دے جن کو اپنی محبت اور مودت کیلئے خالص کیا ہے اور اپنی طرف توجہ کی یکسوئی عطا کی ہے اور اپنی محبت کیلئے ان کے دلوں کو خالی کر لیا ہے اور ہر اس چیز سے الگ کر دیا ہے جو بندہ کو تجھ سے الگ کر سکے''

منفی پہلو کے اعتبار سے ابتداء ہیں یہ پہلا مرحلہ ہے۔

علماء کے قول کے مطابق ابتداء میں دوسرا مرحلہ (التحلیہ۔التخلیہ) کے بالمقابل ہے یہ وہ ایجابی مطلب ہے جس کو امام علیہ السلام نے مندرجہ ذیل فقروں میں خداوند عالم سے طلب فرمایا ہے :

)رضّیتہ بقضائک، وحبوتہ برضاک وخصصتہ بمعرفتک، واھّلتہ لعبادتک، ورغّبتہ فیما عندک، والھمتہ ذکرک، واوزعتہ شکرک، وشغلتہ بطاعتک، وصیّرتہ من صالحی بریتک، واخترتہ لمناجاتک(

واجعلنا جباھھم ساجدۃ لعظمتک، وعیونھم ساھرۃ فی خدمتک، ودموعھم سائلۃ من خشیتک، وافئدتھم منخلعۃ من رھبتک (

''اپنے فیصلہ سے راضی کیاہےاوراپنی طرف نظر کرنے کی توفیق عنایت کی ہے اپنی رضاکاتحفہ دیاہے اپنے فراق اور ناراضگی سے بچایاہےاوراپنے ہمسایہ میں بہترین جگہ عنایت کی ہے اپنی معرفت سے مخصوص کیاہےاوراپنی عبادت کااہل بنایاہے اپنی چاہت کے لئےان کے دلوں کو گرویدہ کرلیاہےاور اپنے مشاہدہ کیلئےانھیں چُن لیاہے''

''اورپیشانیاں تیرے سجدہ میں جھکی ہوئی ہیں اور آنکھیں تیری خدمت میں بیدار ہیں ان کے آنسو تیرے خوف سے رواں ہیں اوران کے دل تیری محبت سے وابستہ ہیں''

ان دونوں باتوں سے گفتگو کاآغازاللہ سے لولگانے کی کنجی ہے یہ وہ راستہ ہے جس پر انسان کے گامزن رہنے کی غرض اللہ سے ملاقات،اس کے وجہ کریم اور جمال وجلال کامشاہدہ کرناہے۔

۲۔دوسرامرحلہ بھی پہلے مرحلہ پر مترتب ہےاوریہ اللہ سے ملاقات کرنے کادرمیانی راستہ ہے۔اوراسکے بغیرانسان اللہ تک نہیں پہنچ سکتااوراسکے قرب وجوارتک نہیں پہونچ سکتاہے۔

)فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَمَلِیْکٍ مُقْتَدِرٍ)(۱(

''اس پاکیزہ مقام پر جو صاحب اقتدار بادشاہ کی بارگاہ میں ہے''

انسان کواس مقصد تک پہنچانے والی سواری جس کی ہر نبی،ولی،صدیق اور شہید نے تمنّا کی ہے وہ محبت اللہ سے انس اوراللہ سے شوق ملاقات ہے محبت شوق اورانس کے بغیرانسان اللہ کے بتائے ہوئےاس بلند مرتبہ تک ترقی کرناممکن نہیں ہے۔

محبت شوق اوراُنس،اللہ کے رزق ہیں بیشک اللہ اپنارزق بندوں میں سے جس بندہ کاچاہے انتخاب کرکے عطاکرسکتاہے لیکن جن مقدمات کوامام نے ذکر کیاہے ہم ان مقدمات کواس مناجات کے فقروں میں الگ الگ مشاہدہ کرتے ہیں۔

امام علیہ السلام بڑے ہی اصرار کے ساتھ ان چیزوں کو خداسے طلب کرتے ہیں اور مختلف وسیلوں اور تعبیروں سے خداسے متوسّل ہوتے ہیں آپ عمدہ جملوں سے خداوندعالم کو پکارتے ہیں: (یامنٰی قلوب المشتاقین ویاغایۃ آمال المحبین(

''اے مشتاقین کے دلوں کی آرزواوراے چاہنے والوں کی آرزو کی انتہا''

پھر آپ اللہ کی محبت،خداجس کو دوست رکھتاہےاس کی محبت اور ہراس عمل کی محبت مانگتے ہیں جو بندہ کواللہ کے قرب وجوارتک پہنچاتاہے۔

ہم براہ راست امام علیہ السلام کے کلمات میں غور وفکر کرتے ہیں اس لئے کہ حاشیہ پردازی

ہمارے براہ راست آفاق میں محبت کے سلسلہ میں غور وفکر کرنے کے لمحات واوقات کوتباہ وبرباد کردے گی جس محبت کوامام علیہ السلام نے ہمارے لئے اس دعامیں پیش کیاہے:

)ا(سورۂ قمر آیت ۵۵

)أَسْأَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُحِبُّکَ، وحبّ کل عمل یوصلني الیٰ قربک، وان تجعلک احبّ اليَّ مماسواک، وان تجعل حبي ایاک قاءِداًالٰی رضوانک، وشوقي الیک ذائدا عن عصیانک وامنن بالنظر الیک عليَّ وا نظر بعین الود والعطف الیولا تصرف عنّي وجھک''

اور آپ نے فرمایا: (واجعلنا ممن شوّقتہ الیٰ لقائک، واعذتہ من ھجرک وقلاک وھیمت قلبہ لارادتک (

اس کے بعد آپ نے فرمایا:

)اللھم اجعلنا ممّن دا بھم الارتیاح الیک والحنین، ودھرھم الزفرۃ والانین۔۔۔ قلوبھم متعلقۃ بمحبّتک، وافئدتھم منخلعۃ من مھابتک(

ان جملوں کو مندرجہ ذیل چار چیزوں میں اختصار کے ساتھ بیان کیاجاتاہے:

ا۔ ہم اس کے ہجر وفراق سے پناہ چاہتے ہیں۔

۲۔ ہم کواپنی محبت اور مودّت کارزق عطاکر۔

۳۔ ہم کواپنے سے مانوس ہونے کارزق عطاکر۔

۴۔ ہم کواپنی ملاقات کاشوق عطاکر۔

امام علیہ السلام نے ''انس اور شوق'' کواس مختصر سے جملہ میں سمودیاہے:

)واجعلنا ممن دا بھم الارتیاح الیک والحنین(

اللہ سے خوش ہونااس کی طرف راغب ہونے کے علاوہ ہے اوران دونوں چیزوں کوامام علیہ السلام نے اللہ سے طلب کیاہے۔ارتیاح (خوش ہونا) وہ انسیت ہے جو ملاقات سے پیداہوتی ہے اور رغبت وہ شوق ہے جوانسان کواللہ سے ملاقات کرنے کیلئے اُکساتاہے۔

۳۔اس عظیم وبزرگ دعامیں اللہ سے لولگانے کے لئے سواری، سب سے عظیم آخری مقصد جس کوانبیاء علیہم السلام اور صدیقین نے بھی طلب فرمایا ہے وہ خداوندعالم کے وجہ کادیدار کرناہے، اس مقصد تک وہی افراد پہنچ سکتے ہیں جن کو خداوند عالم نے اپنے قرب وجوار کیلئے منتخب فرمایاہے۔

امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

)وَاجْعَلْنَا مِمَّنْ مَنَحْتَہُ النَّظَرَ اِلٰی وَجْہِکَ وَبَوَّأْتَہُ مَقْعَدَ الصِّدْقِ فِي جِوَارِکَ وَاجْتَبَیْتَہُ لِمُشَاھَدَتِکَ۔۔۔ وَامْنُنْ بِالنَّظَرِ اِلَیْکَ عَلَيَّ(

''اور ہم کوان لوگوں میں قرار دے جن کواپنی طرف نظر کرنے کی توفیق عنایت کی ہے اوراپنے ہمسایہ میں بہترین جگہ عنایت کی ہے اوراپنے مشاہدہ کے لئے انھیں چُن لیاہے۔۔۔اور مجھ پر یہ احسان کر کہ میری نگاہ تیری طرف رہے''

انسان اپنے پروردگار کے وجہ کادیداراوراس کے جلال وجمال کاقریب سے مشاہدہ کرنے کی آرزو رکھتاہے، اس کے قرب وجوار میں بیٹھنے کی خواہش وتمنا رکھتاہے اوراپنے پروردگار سے شراباًطھوراسے سیراب ہوناچاہتاہے۔

دوسری صورت

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی دعاؤں میں شوق اورانس ومحبت کی دوسری صورت پریوں روشنی ڈالی گئی ہے:

)اِلٰھِي فَاسْلُکْ بِنَا سُبُلَ الْوُصُوْلِ اِلَیْکَ وَسَیِّرْنَا فِي اَقْرَبِ الطُّرُقِ لِلْوُفُوْدِ عَلَیْکَ قَرِّبْ عَلَیْنَا الْبَعِیْدَ وَسَھِّلْ عَلَیْنَا الْعَسِیْرَ الشَّدِیْدَ وَاَلْحِقْنَا بِعِبَادِکَ الَّذِیْنَ ھُمْ بِالْبِدَارِ اِلَیْکَ

يُسارِعُونَ وَبِبابِكَ عَلَى الدَّوامِ يَطْرُقُونَ وَإِيّاكَ فِي اللَّيْلِ وَالنَّهارِ يَعْبُدُونَ وَهُمْ مِنْ هَيْبَتِكَ مُشْفِقُونَ الَّذِينَ صَفَّيْتَ لَهُمُ الْمَشارِبَ وَبَلَّغْتَهُمُ الرَّغائِبَ وَأَنْجَحْتَ لَهُمُ الْمَطالِبَ وَقَضَيْتَ لَهُمْ مِنْ فَضْلِكَ الْمَآرِبَ وَمَلَأْتَ لَهُمْ ضَمائِرَهُمْ مِنْ حُبِّكَ وَرَوَّيْتَهُمْ مِنْ صافِي شِرْبِكَ فَبِكَ إِلَى لَذِيذِ مُناجاتِكَ وَصَلُوا وَمِنْكَ أَقْصَى مَقاصِدِهِمْ حَصَّلُوا فَيا مَنْ هُوَ عَلَى الْمُقْبِلِينَ عَلَيْهِ مُقْبِلٌ وَبِالْعَطْفِ عَلَيْهِمْ عائِدٌ مُفْضِلٌ وَبِالْغافِلِينَ عَنْ ذِكْرِهِ رَحِيمٌ رَؤُوفٌ وَبِجَذْبِهِمْ إِلَى بابِهِ وَدُودٌ عَطُوفٌ أَسْأَلُكَ أَنْ تَجْعَلَنِي مِنْ أَوْفَرِهِمْ مِنْكَ حَظّاً وَأَعْلاهُمْ عِنْدَكَ مَنْزِلاً وَأَجْزَلِهِمْ مِنْ وُدِّكَ قِسْماً وَأَفْضَلِهِمْ فِي مَعْرِفَتِكَ نَصِيباً فَقَدِ انْقَطَعَتْ إِلَيْكَ هِمَّتِي وَانْصَرَفَتْ نَحْوَكَ رَغْبَتِي فَأَنْتَ لا غَيْرُكَ مُرادِي وَلَكَ لا لِسِواكَ سَهَرِي وَسُهادِي وَلِقاؤُكَ قُرَّةُ عَيْنِي وَوَصْلُكَ مُنَى نَفْسِي وَإِلَيْكَ شَوْقِي وَفِي مَحَبَّتِكَ وَلَهِي وَإِلَى هَواكَ صَبابَتِي وَرِضاكَ بُغْيَتِي وَرُؤْيَتُكَ حاجَتِي وَجِوارُكَ طَلَبِي وَقُرْبُكَ غايَةُ سُؤْلِي وَفِي مُناجاتِكَ رَوْحِي وَراحَتِي وَعِنْدَكَ دَواءُ عِلَّتِي وَشِفاءُ غُلَّتِي وَبَرْدُ لَوْعَتِي وَكَشْفُ كُرْبَتِي فَكُنْ أَنِيسِي فِي وَحْشَتِي وَمُقِيلَ عَثْرَتِي وَغافِرَ زَلَّتِي وَقابِلَ تَوْبَتِي وَمُجِيبَ دَعْوَتِي وَوَلِيَّ عِصْمَتِي وَمُغْنِيَ فاقَتِي وَلا تَقْطَعْنِي عَنْكَ وَلا تُبْعِدْنِي مِنْكَ يا نَعِيمِي وَجَنَّتِي وَيا دُنْيايَ وَآخِرَتِي)(1(

''خدایا! ہم کواپنی طرف پہنچنے کے راستوں کی ہدایت فرمادے اور ہمیں اپنی بارگاہ میں حاضری کے قریب ترین راستہ پر چلادے، ہر دور کو قریب، ہر سخت اور مشکل کو آسان بنادے اور ہمیں ان بندوں سے ملادے جو تیزی کے ساتھ تیری طرف بڑھنے والے ہیں اور ہمیشہ تیرے در کرم کو کھٹکھٹانے والے ہیں اور دن رات تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیری ہی ہیبت سے خوفزدہ رہتے ہیں جن کے لئے تونے چشمے صاف کردئے ہیں اور ان کو امیدوں تک پہنچادیا ہے اور ان کے مطالب کو پورا کردیا ہے اور اپنے فضل سے ان کی حاجتوں کو مکمل کردیا ہے اپنی محبت سے ان کے دلوں کو بھر دیا ہے اور اپنے صاف چشمہ سے انھیں سیراب کردیا ہے وہ تیرے ہی ذریعہ تیری لذیذ مناجات تک پہنچے ہیں اور تیرے ہی ذریعہ انھوں نے اپنے بلند ترین مقاصد کو حاصل کیا ہے اے وہ خدا جو اپنی طرف آنے والوں کا استقبال کرتا ہے اور ان پر مسلسل مہربانی کرتا ہے اپنی یاد سے غافل رہنے والوں پر بھی مہربان رہتا ہے اور انھیں محبت کے ساتھ اپنے دروازے کی طرف کھینچ لیتا ہے خدایا میرا سوال یہ ہے کہ میرے اپنی بہترین نعمت کا سب سے زیادہ حصہ قرار دے اور بہترین منزل کا مالک بنادے اور اپنی محبت کا عظیم ترین حصہ عطافرمادے اور اپنی معرفت کا بلند ترین مرتبہ دیدے چونکہ میری ہمت تیری ہی طرف ہے فقط تو میری مراد ہے اور تیرے ہی لئے میں راتوں کو جاگتا ہوں کسی اور کیلئے نہیں تیری ملاقات میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور تیرا وصال میرے نفس کی امید ہے اور تیری جانب میرا شوق ہے اور تیری ہی محبت میں میری بے قراری ہے تیری ہی خواہش کی طرف میری توجہ ہے اور تیری ہی رضا میری آرزو ہے تیری ہی ملاقات میری حاجت ہے اور تیرا ہی ہمسایہ میرا مطلوب ہے تیرا قرب میرے سوالات کی انتہا ہے اور تیری مناجات میں میری راحت اور سکون ہے تیرے پاس میرے مرض کی دوا ہے اور میری تشنگی کا علاج ہے، غم کی بیقراری کی ٹھنڈک، رنج وغم کی دوری تیرے ہی ذمہ ہے، تو میری وحشت میں میرا انیس لغزشوں میں کا سنبھالنے والا اور خطاؤں کو معاف کرنے والا اور میری توبہ کو قبول کرنے والا اور میری دعا کا قبول کرنے والا، میری حفاظت کا ذمہ دار فاقہ میں غنی بنانے والا ہے مجھے اپنے سے الگ نہ کرنا اپنی بارگاہ سے دور نہ کرنا اے میری نعمت، اے میری جنت اے میری دنیا وآخرت ''

یہ مناجات کانہایت ہی بزرگ ٹکڑا ہے اور دعا کے آداب میں سے بہت ہی عمدہ طریقہ ہے، اہل بیت علیہم السلام کے عمدہ و بہترین کلمات میں سے ایک بہترین کلمہ ہے: دعا، تضرع اور محبت کے سلسلہ میں، اور یہ بہت زیادہ غور وفکر کا مستحق ہے۔

)1(بحارالانوار جلد ۹۴ صفحہ ۱۴۸۔

ہم اس مناجات میں بیان کی گئی حب الٰہی کی بعض صورتوں اور افکار پر سرسری نظر ڈالتے ہیں:

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام مناجات کے آغاز میں پروردگار عالم سے سہارے کی تمنا کرتے ہیں کہ اے خدا ہم کو اپنی طرف پہنچنے والے راستوں پر چلادے۔اس پوری دعا کا خلاصہ یہی جملے ہیں اور دعا کے سب سے اہم مطالب ہیں اس دعا میں حضرت امام زین العابدینؑ خدا سے دنیا اور آخرت کی دعا نہیں مانگتے ہیں بلکہ آپؑ خدا سے اپنے سے شرعی محبت کا مطالبہ فرماتے ہیں،اس کا قرب،اس تک رسائی اور اس کا جوار طلب کرتے ہیں اور اپنا ٹھکانا انبیاء علیہم السلام،شہداء اور صدیقین کے ساتھ طلب کرتے ہیں۔

امام علیہ السلام فرماتے ہیں:(اِلٰہی فَاسْلُکْ بِنَا سُبُلَ الْوُصُوْلِ اِلَیْکَ)،آپؑ نے واحد صیغہ ''سبیل الوصول الیک''نہیں فرمایا ہے بلکہ آپ نے ''سُبُلَ الوُصُوْلِ''،جمع کا صیغہ استعمال فرمایا ہے چونکہ خداوند عالم تک رسائی کا راستہ ایک ہی ہے متعدد راستے نہیں ہیں اور قرآن کریم نے بھی واحد ''صراط''راستہ کا تذکرہ کیا ہے:

)اِھْدِنَاالصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَاالضَّالِّیْنَ)(۱(

''ہمیں سیدھے راستہ کی ہدایت فرماتا رہ جو ان لوگوں کا راستہ ہے جن پر تو نے نعمتیں نازل کی ہیں ان کا راستہ نہیں جن پر غضب نازل ہوا ہے یا جو بہکے ہوئے ہیں''

آیت:(وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَائُ اِلٰی صِرَاطٍ مُسْتَقِیْمٍ)(۲(

)۱(سورۂ فاتحہ آیت ۶۔۷۔

)۲(سورۂ بقرہ آیت ۲۱۳۔

''اور اللہ جس کو چاہتا ہے صراط مستقیم کی ہدایت دے دیتا ہے''

اور آیت) :وَیَھْدِیْھِمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُسْتَقِیْمٍ)(۱(

''اور انھیں صراط مستقیم کی ہدایت کرتا ہے''

اور آیت:

)وَاجْتَبَیْنَاھُمْ وَھَدَیْنَاھُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُسْتَقِیْمٍ)(۲(

''انھیں بھی منتخب کیا اور سب کو سیدھے راستے کی ہدایت کر دی''

لیکن ''سبیل''،جمع کے صیغہ کے ساتھ قرآن کریم میں حق اور باطل کے سلسلہ میں بہت زیادہ استعمال ہوا ہے خداوند عالم کا ارشاد ہے:

)یَھْدِیْ بِہِ اللّٰہُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَہُ سُبُلَ السَّلَامِ)(۳(

''جس کے ذریعہ خدا اپنی خشنودی کا اتباع کرنے والوں کو سلامتی کے راستوں کی ہدایت کرتا ہے''

آیت:(لَاتَتَّبِعُوْاالسُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِہِ)(۴(

''اور دوسرے راستوں کے پیچھے نہ جاؤ کہ راہ خدا سے الگ ہو جاؤ گے''

آیت:(وَمَا لَنَا اَلَّا نَتَوَکَّلَ عَلَی اللّٰہِ وَقَدْ ھَدَانَا سُبُلَنَا)(۵(

''اور ہم کیوں نہ اللہ پر بھروسہ کریں جب کہ اسی نے ہمیں ہمارے راستوں کی ہدایت دی ہے''

)۱(سورۂ مائدہ آیت ۱۶۔

)۲(سورۂ انعام آیت ۸۷۔

)۳(سورۂ مائدہ آیت ۱۶۔

)۴(سورۂ انعام آیت ۱۵۳۔

)۵(سورۂ ابراہیم آیت ۱۲۔

آیت:(وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ)(۱(

''اور جن لوگوں نے ہمارے حق میں جہاد کیاہے ہم انہیں اپنے راستوں کی ہدایت کریں گے اور یقیناًاللہ حسن عمل والوں کے ساتھ ہے''

اللہ نے انسانوں کے چلنے کیلئے متعدد راستے بنائے ہیں جن پر وہ اللہ تک رسائی کیلئے گامزن ہوتے ہیں اور علماء کے درمیان یہ مشہور ہے:

)اِنَّ الطّرق الی اللہ بعدد انفاس الخلائق(

''خداوند عالم کی طرف جانے والے راستے اتنے ہی ہیں جتنی مخلوقات کے سانس کی تعداد ہے''

یہ تمام راستے اللہ تک پہنچنے والے صراط مستقیم کے ماتحت جاری ہوتے ہیں لیکن خداوند عالم نے ہر انسان کیلئے ایک طریقہ قرار دیاہے جس کے ذریعہ انسان اپنے رب کی معرفت حاصل کرتاہے اور خداتک پہنچنے کیلئے اس پر گامزن ہوتاہے۔

کچھ لوگ علم اور عقل کے راستہ کے ذریعہ خداتک رسائی حاصل کرتے ہیں،کچھ لوگ اور دل کے ذریعہ خداتک پہنچتے ہیں اور کچھ لوگ اللہ کے ساتھ معاملات اور تجارت کے ذریعہ اس کی معرفت حاصل کر سکتے ہیں اور سب سے افضل و بہتر طریقہ یہی ہے کہ انسان براہ راست خداوند عالم سے معاملہ کرے اور اس کی عطاو بخشش اخذ کرے۔اس سلسلہ میں خداوند عالم کاارشاد ہے:

)یَااَیُّھَاالَّذِیْنَ آمَنُوْاھَلْ اَدُلُّکُمْ عَلٰی تِجَارَۃٍ تُنْجِیْکُمْ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ)(۲(

''ایمان والو کیا تمھیں ایسی تجارت کی طرف رہنمائی کروں جو تمھیں دردناک عذاب سے بچالے''

)۱(سورۂ عنکبوت آیت ۶۹۔

)۲(سورۂ صف آیت ۱۰۔

اور خداوند عالم کا یہ فرمان ہے:

)وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَشْرِیْ نَفْسَہُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ رَؤُفٌ بِالْعِبَادِ)(۲(

''اور لوگوں میں وہ بھی ہیں جو اپنے نفس کو مرضئ پروردگار کیلئے بیچ ڈالتے ہیں اور اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے''

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام خداوند عالم سے اس تک پہنچنے کے متعدد راستے طلب کرتے ہیں۔جب انسان خداوند عالم تک رسائی کی خاطر متعدد راستے طے کرے گا تو اس کا خدا کے قرب وجوار تک پہنچنا زیادہ قوی وبلیغ ہو گا۔

اس کے بعد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام پرور دگار عالم سے اُس کے اُن صالحین بندوں سے ملحق ہونے کی خواہش کرتے ہیں جو اللہ سے لو لگانے میں دوسروں سے سبقت کرتے ہیں اور رات دن اللہ کی عبادت اور اطاعت میں مشغول رہتے ہیں۔

اللہ تک رسائی کا راستہ بہت دشوار ہے اس طریقہ کی قرآن کریم نے ''ذات الشوکۃ'' کے نام سے تعبیر کی ہے۔بہت سے لوگ ہیں جو اس طریقہ کی بڑے عزم وصدق وصفا سے سیر کا آغاز کرتے ہیں لیکن وہ آدھا راستہ طے کرنے کے بعد ڈانواڈول (بہک)ہو جاتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام خدا سے یوں سوال کرتے ہیں کہ اے خدا مجھ کو اپنی قربت عطا کر،اس مشکل سفر میں میرے راستہ کو آسان کر،مجھے گذشتہ صالحین سے ملحق فرما چونکہ اولیاء اور خاردار راستہ کو طے کرنے کیلئے صالحین کی معیت اور مصاحبت سب کے دلوں کو محکم کر دیتی ہے اور راستہ تک پہچانے کیلئے ان کے عزم وارادہ میں اضافہ کرتی ہے۔

بیشک اللہ تک رسائی بہت مشکل ہے جب کچھ صالحین بندے اس راستہ کو طے کرتے ہیں تو

)۲(سورۂ بقرہ آیت ۲۰۷۔

وہ ایک دوسرے سے تمسک اختیار کرتے ہیں،حق اور صبر کی وصیت کرتے ہیں۔اسی طرح ان کے لئے ''ذات الشوکہ''راستہ طے کرنا آسان ہو جاتا ہے ۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اس مشکل اور طویل راستہ کو طے کرنے اور صالحین کے تقرب اور ان سے ملحق ہونے کیلئے فرماتے ہیں:

)وَسَیِّرْنَافِیْ اَقْرَبِ الطُّرُقِ لِلْوُفُوْدِ عَلَیْکَ قَرِّبْ عَلَیْنَاالْبَعِیْدَ وَسَهِّلْ عَلَیْنَا الْعَسِیْرَ الشَّدِیْدَ،وَاَلْحِقْنَابِعِبَادِکَ الَّذِیْنَ هُمْ بِالْبِدَارِاِلَیْکَ یُسَارِعُوْنَ وَبَابَکَ عَلَی الدَّوَامِ یَطْرُقُوْنَ وَاِیَّاکَ بِاللَّیْلِ وَالنَّهَارِ یَعْبُدُوْنَ(

''خدایا ہمیں اپنی بارگاہ میں حاضری کے قریب ترین راستہ پر چلادے،ہر دور کو قریب،ہر سخت اور مشکل کو آسان بنادے اور ہمیں ان بندوں سے ملا دے جو تیزی کے ساتھ تیری طرف بڑھنے والے ہیں اور ہمیشہ تیرے در کرم کو کھٹکھٹانے والے ہیں اور دن رات تیری ہی عبادت کرتے ہیں''

دلوں میں پیدا ہونے والے شکوک

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام صالحین کی صفات بیان فرماتے ہیں جن سے آپ ملحق ہونے کیلئے اللہ سے سوال کرتے ہیں اور ان کو ایسی عظیم صفت سے متصف کرتے ہیں جس کے بارے میں بہت زیادہ تفکر اور غور وفکر کی ضرورت ہے:

)صَفَّیْتَ لَهُمُ الْمَشَارِبَ وَبَلَّغْتَهُمُ الرَّغَائِبَ۔۔۔وَمَلَأْتَ لَهُمْ ضَمَاءِرَهُمْ مِنْ حُبِّکَ وَرَوَّیْتَهُمْ مِنْ صَافِی شِرْبِکَ(

''جن کے لئے تو نے چشمے صاف کر دئے ہیں اور ان کو امیدوں تک پہنچا دیا ہے۔۔۔اپنی محبت سے ان کے دلوں کو بھر دیا ہے اور اپنے صاف چشمہ سے انھیں سیراب کر دیا ہے''

یہ کونسی صاف،شفاف اور پاکیزہ شراب ہے جس سے ان کا پروردگار انھیں دنیا میں سیراب کریگا؟اور وہ کونسا ظرف ہے جن کو اللہ نے اپنی محبت سے پُر

کر دیا ہے؟

بیشک وہ پاک وپاکیزہ اور صاف وشفّاف شراب، محبت، یقین، اخلاص اور معرفت ہے اور ظرف دل ہے۔

خداوندعالم نے انسان کو معرفت، یقین اور محبت کیلئے بہت سے ظروف کا رزق عطا کیا ہے لیکن۔ قلب۔ دل۔ ان سب میں اعظم ہے۔

جب خداوندعالم کسی بندہ کو منتخب کرلیتا ہے تو اس کے دل کو پاک وپاکیزہ اور صاف وشفاف شراب سے سیراب کردیتا ہے تو اس کا عمل رفتار وگفتار اور اس کی عطاو بخشش بھی اس شراب کے مثل پاک وپاکیزہ اور صاف وشفاف ہوگی۔

بیشک دل کی واردات اور صادرات میں مشابہت اور سنخیت پائی جاتی ہے جب دل کی واردات پاک صاف خالص اور گوارا ہیں تو دل کی صادرات بھی اسی کے مشابہ ہونگی تو پھر بندہ کا فعل گفتار، نظریات اخلاق موقف اور اس کی عطاو بخشش صاف اور گوارا ہوگی جب دل کی واردات گندی یا کثافت سے مخلوط ہوگی جن کو شیاطین اپنے دوستوں کو بتایا کرتے ہیں تو لا محالہ دل کی صادرات کذب ونفاق، خبث نفس اور اللہ ورسول سے روگردانی کے مشابہ ہوگی۔

رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ :

)انّ في القلب لمّتين : لمّۃ من الملک، وایعاد بالخیر وتصدیق بالحق، ولمّۃ من العدو: ایعاد بالشرّ وتکذیب للحق۔ فمن وجد ذالک فلیعلم انہ من اللہ، ومن وجد الآخر فلیتعوّذ باللہ من الشیطان) ثمّ قرأ(اَلشَّیْطَانُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَاءِ وَاللّٰہُ یَعِدُکُمْ مَغْفِرَۃً مِنْہُ وَفَضْلًا)(۱(

)۱ (سورۂ بقرہ آیت۲۶۸

اور حق کی تصدیق کے لئے ہوتی ہے جبکہ دوسری حالت دشمن کی جانب سے ہوتی ہے جو برائی کے وعدے اور حق کی تکذیب کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے جس کو پہلی حالت مل جائے اس کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ خداوندعالم کی جانب سے ہے اور جس کو دوسری حالت ملے اس کو شیطان سے اللہ کی پناہ مانگنا چاہئے پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی :

)اَلشَّیْطَانُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَاءِ وَاللّٰہُ یَعِدُکُمْ مَغْفِرَۃً مِنْہُ وَفَضْلًا)(۱(

''شیطان تم سے فقیری کا وعدہ کرتا ہے اور تمھیں برائیوں کا حکم دیتا ہے اور خدا مغفرت اور فضل واحسان کا وعدہ کرتا ہے''

فرشتہ والی حالت یہ دل کی طرف ربّانی واردات ہے اور شیطان کی حالت یہ دل کی طرف شیطانی واردات ہے۔

کیا تم نے شہد کی مکھی کا مشاہدہ نہیں کیا جو پھولوں سے رس چُوستی ہے لوگوں کیلئے میٹھا شہد مہیا کرتی ہے اس میں لوگوں کیلئے شفاء ہے لہٰذا جب وہ کثیف جگہوں سے اپنی غذا مہیا کرے گی تو اس کا بھی ویسا ہی اثر ہوگا۔

خداوندعالم اپنے خلیل ابراہیم اسحاق اور یعقوب علیہم السلام سے فرماتا ہے :

)وَاذْکُرْ عِبَادَنَا اِبْرَاہِیْمَ وَاِسْحَاقَ وَیَعْقُوْبَ اُولِی الاَیْدِیْ وَالْاَبْصَارِ اِنَّا اَخْلَصْنَاہُمْ بِخَالِصَۃٍ ذِکْرَی الدَّارِ وَاِنَّہُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَیْنَ الْاَخْیَارِ) (۲(

''اور اے پیغمبر ہمارے بندے ابراہیم اسحاق اور یعقوب کا ذکر کیجئے جو صاحبان قوت اور

)۱(تفسیر المیزان جلد ۲ صفحہ ۴۰۴۔

)۲(سورۂ ص آیت ۴۵۔۴۷۔

صاحبان بصیرت تھے ہم نے ان کو آخرت کی یاد کی صفت سے ممتاز قرار دیا تھااور وہ ہمارے نزدیک منتخب اور نیک بندوں میں سے تھے "

یہ عظیم صفت جو اللہ نے ان جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کو عطا کی ہے وہ قوت اور بصیرت ہے ایدی اور ابصار یہ اس خالص شراب کا نتیجہ ہے جو اللہ نے ان کو عطا کی ہے :

)اِنَّآ اَخْلَصْنَاهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ)(۱(

"ہم نے ان کو آخرت کی یاد کی صفت سے ممتاز قرار دیا تھا"

اگر خداوند عالم نے ان کو اس خالص ذکری الدار سے مزیّن نہ فرمایا ہوتا تو وہ ان کیلئے نہ قوت ہوتی اور نہ بصیرت۔)۲(

اگر انسان پاک وصاف اور اچھے اعمال انجام دیتا ہے تو اس کیلئے پاک وشفاف غذا نوش کرنا ضروری ہے اور انسان کا دل وہی واپس کرتا ہے جو کچھ وہ اخذ کرتا ہے۔

اصل اختیار

ہم قلب ودل کی واردات اور صادرات اور ان کے مابین مشابہت اور سنخیت کو بیان کرنے کے بعد یہ بتادینا ضروری سمجھتے ہیں: یہ گفتار اصل اختیار سے کوئی منافات نہیں رکھتی ہے جو متعدد قرآنی

)۱(سورۂ ص آیت ۴۶۔

)۲(اس مقام پر قلب کی واردات اور صادرات کے مابین جدلی تعلق ہے اگر دل کی واردات اچھی ہوں گی اس کے برعکس بھی صحیح ہے یعنی جب انسان نیک اعمال انجام دیتا ہے تو خداوند عالم اس کو منتخب کرلیتا ہے اور جب انسان برے کام انجام دیتا ہے تو خداوند عالم اس سے پاک وصاف خالص شراب سے پردہ کرلیتا ہے اور اس کو خود اسی کے حال پر چھوڑ دیتا ہے اور وہ اسی طرح کھاتا پیتا ہے جس طرح شیطان اور خواہشات نفسانی اس کی رہنمائی کرتے ہیں اور لوگ شیطان اور خواہشات نفسانی کے دستر خوان سے غذا نوش کرتے ہیں۔

مفاہیم اور افکار کی بنیاد ہے۔اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دل ایک خالی ظرف ہے جو کچھ خیر وشر اس میں ڈالا جاتا ہے اسی کو واپس کرتا ہے بلکہ دل ایسا ظرف ہے جو کچھ اس میں ڈالا جاتا ہے اس کو اخذ کرلیتا ہے اور حق کو باطل اور خیر کو شر سے جدا کرتا ہے۔

افکار اسلامی اصولوں میں سے یہ ایک اصل ہے اس اصل کی بنیاد "وعاالقلب" ہے اور اسی "اختیار" پر اسلام کے متعدد مسائل، اصول اور قضایا موقوف ہیں۔

اسلامی روایات میں وارد ہوا ہے کہ انسانی حیات میں دل کے کردار کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے کہ وہ حق وباطل کو جدا کرنے پر قادر ہے۔

روایت میں آیا ہے کہ حضرت داؤدؑ نے اپنے پروردگار سے یوں مناجات کی ہے :

"الٰہی لکل ملک خزانۃ، فأین خزائنک؟فقال جلّ جلالہ: لی خزانۃ أعظم من العرش، واوسع من الکرسي، واطیب من الجنّۃ، وأزین من الملکوت، أرضھا المعرفۃ، وسماءوھاالایمان، وشمسھاالشوق، وقمرھاالمحبۃ، ونجومھاالخواطر، وسحابھاالعقل، ومطرھاالرحمۃ، وشجرھاالطاعۃ، وثمرھاالحکمۃ، ولھاأربعۃ

ارکان :التوکل والتفکیر ،والاُنس والذکر ولھا اربعۃ ابواب: العلم والحکمۃ والصبر والرضا۔ الا وھی القلب)(۱(

''اے میرے پروردگار ہر ملک کا خزانہ ہوتا ہے تو تیرا خزانہ کہاں ہے ؟پروردگار عالم نے فرمایا: میرا خزانہ عرش اعظم ہے، کرسی سے وسیع ہے، جنت سے زیادہ پاکیزہ ہے، ملکوت سے زیادہ مزین ہے زمین اس کی معرفت ہے، آسمان اس کا ایمان ہے، سورج اس کا شوق ہے، قمر اس کی محبت

)۱(بحار الانوار جلد ۱۵ صفحہ ۳۹۔

ہے، ستارے اس کے خیالات ہیں، عقل اس کے بادل ہیں بارش اس کی رحمت ہے، طاقت اس کا درخت ہے، حکمت اس کا پھل ہے، اسکے چار رکن ہیں :توکل، تفکر، انس اور ذکر۔ اس کے چار دروازے ہیں: علم، حکمت، صبر اور رضا۔۔ آگاہ ہو جاؤ وہی دل ہے''

روایت (جیسا کہ آپ کو معلوم ہو چکا ہے)سوال اور جواب کی صورت میں رمزی طور پر گفتگو کرتی ہے اور اسلامی روایات میں یہ مشہور و معروف لغت ہے۔ روایت میں ہے کہ خدا نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا:

''یاموسیٰ جرّد قلبک لحبّي، فاني جعلت قلبک میدان حبي، وبسطت في قلبک ارضاً من معرفتي، وبنیت في قلبک شمساً من شوقي، وامضیت في قلبک قمراً من محبتي، وجعلت في قلبک عیناً من التفکّر وادرت في قلبک ریحاً من توفیقي، وامطرت في قلبک مطراً من تفضّلي، وزرعت في قلبک زرعاً من صدقي، وانبت في قلبک اشجاراً من طاعتي، ووضعت في قلبک جبالاً من یقیني) (۱ (

''اے موسیٰ اپنے دل کو میری محبت کے لئے خالی کر دو، کیونکہ میں نے تمہارے دل کو اپنی محبت کا میدان قرار دیا ہے، اور تمہارے دل میں اپنی معرفت کی کچھ زمین ایجاد کی ہے، اور تمہارے دل میں اپنے شوق کا سورج تعمیر کیا ہے تمہارے دل میں اپنی محبت کا چاند بنایا ہے، تمہارے دل میں فکر کی آنکھ بنائی ہے تمہارے دل میں اپنی توفیق کی ہوا چلائی ہے تمہارے دل میں اپنے فضل کی بارش کی ہے تمہارے دل میں اپنی سچائی کی کھیتی کی ہے تمہارے دل میں اپنی اطاعت کے درخت اگائے ہیں تمہارے دل میں اپنے یقین کے پہاڑ رکھے ہیں''

)۱(بحار الانوار جلد ۱۵ صفحہ ۳۹۔

اس روایت میں بھی رازدارانہ گفتگو کی گئی ہے اور دونوں روایات دل کیلئے حق کو باطل اور ہدایت کو ضلالت و گمراہی سے جدا کرنے کیلئے واعی کی شرح کر رہی ہیں۔

ہم پھر مناجات کا رخ کرتے ہیں

اس کے بعد امام علیہ السلام خداوند عالم کو اس لطیف و رقیق انداز میں پکارتے ہیں :

)فَیَا مَنْ ھوَعَلیٰ الْمُقْبِلِیْنَ عَلَیْہِ مُقْبِلٌ،وَبِالْعَطْفِ عَلَیْھِمْ عَاءِدٌ مُفْضِلٌ،وَبِاالْغَافِلِیْنَ عَنْ ذِکْرِہِ رَحِیْمٌ رَءُ وْفٌ،وَبِجَذْبِھِمْ اِلٰی بَابِہِ وَدُوْدٌ عَطُوْفٌ(

''اے وہ خدا جو اپنی طرف آنے والوں کا استقبال کرتا ہے اور ان پر مسلسل مہربانی کرتا ہے اپنی یاد سے غافل رہنے والوں پر بھی مہربان رہتا ہے اور انھیں محبت کے ساتھ اپنے دروازے کی طرف کھینچ لیتا ہے''

اس مناجات میں دو باتیں شامل ہیں :

بیشک پروردگار عالم اس بندے کا استقبال کرتا ہے جو اس کی خدائی کا اقرار کرتا ہے اور اس پر اپنا فضل و کرم کرتا ہے۔

خداوند عالم اپنے سے غفلت کرنے والے بندوں پر مہربانی و عطوفت کرتا ہے اور ربانی جذبات کے ذریعہ ان سے غفلت دور کر دیتا ہے۔

اس کے بعد امام علیہ السلام اللہ سے اس طرح مناجات کرتے ہیں:

)اَسْءَلُکَ اَنْ تَجْعَلَنِیْ مِنْ اَوْفَرِھِمْ مِنْکَ حَظّاً وَاَعْلاھُمْ عِنْدَکَ مَنْزِلاً وَاَجْزَلِھِمْ مِنْ وُدِّکَ قِسْماً وَاَفْضَلِھِمْ فِیْ مَعْرِفَتِکَ نَصِیْباً(

”خدایا میرا سوال یہ ہے کہ میرے لئے اپنی بہترین نعمت کا سب سے زیادہ حصہ قرار دے اور بہترین منزل کا مالک بنادے اور اپنی محبت کا عظیم ترین حصہ عطا فرمادے اور اپنی معرفت کا بلند ترین مرتبہ دیدے“

دعا کے اس فقرہ سے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے: اس جملہ سے پہلے تو امام علیہ السلام خداوند عالم سے یہ درخواست کررہے تھے کہ مجھ کو ان سے ملحق کردے اور اب یہ تمنا و آرزو کررہے ہیں کہ اپنے پاس سے میرے زیادہ فضل اور بلند ترین مقام و منزلت قرار دے، اب اس سوال کو پہلے سوال سے کیسے ملایا جاسکتا ہے؟

دعا میں اور دعا کرتے وقت امام علیہ السلام کے نفس میں کونسی چیز موجزن ہورہی تھی کہ امام علیہ السلام نے صالحین سے ملحق ہونے کی دعا کرنے سے پہلے ان پر اپنی سبقت اور امامت کی دعا فرمائی؟

اس سوال کا جواب دینے سے پہلے اس سوال کی تشریح ضروری ہے اور یہ دعا کے اسرار میں سے ایک راز ہے۔ خداوند عالم نے ہم کو یہ تعلیم دی ہے کہ ہم اس سے دعا کرنے سے فرار اختیار نہ کریں، دعا کرنے میں بخل سے کام نہ لیں، جب ہمارا مولا کریم ہے، جب مسؤل (جس سے سوال کیا جارہا ہے) کریم ہے تو اس سے سوال کرنے میں بخل سے کام لینا بہت بری بات ہے، جس کی رحمت کے خزانوں کی کوئی انتہا نہیں ہے، جو ختم ہونے والے نہیں ہیں اور اس کی کثرت عطا سے صرف اس کا جود و کرم ہی زیادہ ہوتا ہے۔ (۱(

خداوند عالم نے ہم کو ”عباد الرحمن“ کے آداب و اخلاق میں یہ تعلیم دی ہے کہ ہم خداوند عالم

)۱(دعائے افتتاح میں آیا ہے:

”اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْفَاشِیْ فِی الْخَلْقِ اَمْرُہُ وَحَمْدُہُ الظَّاھِرِ بِالْکَرَمِ مَجْدُہُ الْبَاسِطِ بِالْجُوْدِ یَدَہُ اَلَّذِیْ لَاتَنْقُصُ خَزَاءِنُہُ وَلَاتَزِیْدُہُ کَثْرَۃُ الْعَطَاءِ اِلَّا جُوْداً وَکَرَماً اِنَّہُ ھُوَ الْعَزِیْزُ الْوَھَّابُ(

”ساری حمد اس خدا کیلئے ہے جس کا امر اور اس کی حمد مخلوقات میں نمایاں ہے اور جس کی بزرگی اس کے کرم کے ذریعہ نمایاں ہے، اور اس کے دونوں ہاتھ بخشش کیلئے کھلے ہوئے ہیں، اس کے خزانوں میں کمی نہیں ہے، اور کثرت عطا اس کے یہاں سوائے جود و کرم کے کسی بات کا اضافہ نہیں ہوتا ہے“

سے یہ سوال کریں کہ وہ ہم کو متقین کا امام قرار دے:

)وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَاماً()۱(

”اور ہم کو متقین کا امام قرار دے“

ہم معصوم علیہم السلام سے وارد ہونے والی دعاؤں میں یہ اولوا العزمی والا جملہ بہت زیادہ پڑھا کرتے ہیں:

)آثِرْنِیْ وَلَاتُؤْثِرْ عَلَیَّ اَحَداً(”مجھ کو ترجیح دے اور مجھ پر کسی کو ترجیح نہ دے“

دعائے قاع اور قمہ

دعاؤں کی دو قسمیں ہیں ایک میں بندہ کے مقام اور ان برائیوں اور گناہوں کو مجسم کیا جاتا ہے جن سے انسان مرکب ہے جس کو عربی میں قاع کے نام سے یاد کیا گیا ہے دوسری قسم میں خداوند عالم کے سلسلہ میں انسان کے شوق اور رجحان کو مجسم کیا جاتا ہے اور خداوند عالم کے جود و کرم و سخاوت اور اس کی رحمت کے خزانوں کی کوئی حد نہیں ہے اس کو عربی میں قمہ کہا جاتا ہے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام دعائے اسحار میں دونوں کے مابین اسی نفسی فاصلہ کو بیان فرماتے ہیں:

)اِذَا رَاَیْتُ مَوْلَيَ ذُنُوْبِي فَزِعْتُ،وَاِذَا رَاَیْتُ کَرَمَکَ طَمِعْتُ(

''جب میں اپنے گناہوں کو دیکھتا ہوں تو ڈر جاتا ہوں اور جب میں تیرے کرم کو دیکھتا ہوں تو پُر امید ہو جاتا ہوں''

اور اسی دعا میں آپؑ فرماتے ہیں: (عَظُمَ یَاسَیِّدِيْ اَمَلِيْ وَسَاءَ عَمَلِيْ فَاَعْطِنِيْ مِنْ عَفْوِکَ بِمِقْدَارِ عَمَلِيْ وَلَاتُوٴَاخِذْنِيْ بِاَسْوَءِ عَمَلِيْ(

)۱(سورۂ فرقان آیت ۷۴

''اے میرے مالک میری امیدیں عظیم ہیں اور میرے اعمال بد ترین ہیں مجھے اپنے عفو کرم سے بقدر امید دیدے اور میرے بد ترین اعمال کا محاسبہ نہ فرما''

حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے جو دعا کمیل بن زیاد نخعی کو تعلیم فرمائی تھی اس میں آپؑ نے قاع سے ہی آغاز فرمایا ہے:

)اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِيَ الذُّنُوْبَ الَّتِيْ تَھْتِکُ الْعِصَمَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِيَ الذُّنُوْبَ الَّتِيْ تُنْزِلُ النِّقَمَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِيَ الذُّنُوْبَ الَّتِيْ تُغَیِّرُ النِّعَمَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِيَ الذُّنُوْبَ الَّتِيْ تَحْبِسُ الدُّعَاءَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِيَ الذُّنُوْبَ الَّتِيْ تُنْزِلُ الْبَلَاءَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِيْ کُلَّ ذَنْبٍ اَذْنَبْتُہُ وَکُلَّ خَطِیْئَۃٍ اَخْطَاْتُھَا اَللّٰھُمَّ اِنِّيْ اَتَقَرَّبُ اِلَیْکَ بِذِکْرِکَ وَاَسْتَشْفِعُ بِکَ اِلیٰ نَفْسِکَ وَاَسْاَلُکَ بِجُوْدِکَ اَنْ تُدْنِیَنِيْ مِنْ قُرْبِکَ وَاَنْ تُوْزِعَنِيْ شُکْرَکَ وَاَنْ تُلْھِمَنِيْ ذِکْرَکَ اَللّٰھُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُکَ سُوٴَالَ خَاضِعٍ مُتَذَلِّلٍ خَاشِعٍ اَنْ تُسَامِحَنِيْ وَتَرْحَمَنِيْ وَتَجْعَلَنِيْ بِقِسْمِکَ رَاضِیًا قَانِعًا وَفِيْ جَمِیْعِ الْاَحْوَالِ مُتَوَاضِعًا اَللّٰھُمَّ وَاَسْاَلُکَ سُوٴَالَ مَنِ اشْتَدَّتْ فَاقَتُہُ وَاَنْزَلَ بِکَ عِنْدَ الشَّدَائِدِ حَاجَتَہُ وَعَظُمَ فِیْمَا عِنْدَکَ رَغْبَتُہُ اَللّٰھُمَّ عَظُمَ سُلْطَانُکَ وَعَلَا مَکَانُکَ وَخَفِيَ مَکْرُکَ وَظَھَرَ اَمْرُکَ وَغَلَبَ قَھْرُکَ وَجَرَتْ قُدْرَتُکَ وَلَایُمْکِنُ الْفِرَارُ مِنْ حُکُوْمَتِکَ اَللّٰھُمَّ لَااَجِدُ لِذُنُوْبِيْ غَافِرًا وَلَا لِقَبَائِحِيْ سَاتِرًا وَلَا لِشَيْءٍ مِنْ عَمَلِيَ الْقَبِیْحِ بِالْحَسَنِ مُبَدِّلًا غَیْرَکَ لَااِلٰہَ اِلَّااَنْتَ سُبْحَانَکَ وَبِحَمْدِکَ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَتَجَرَّاْتُ بِجَھْلِيْ وَسَکَنْتُ اِلیٰ قَدِیْمِ ذِکْرِکَ لِيْ وَمَنِّکَ عَلَيَّ اَللّٰھُمَّ مَوْلَايَ کَمْ مِنْ قَبِیْحٍ سَتَرْتَہُ وَکَمْ مِنْ فَادِحٍ مِنَ الْبَلَاءِ اَقَلْتَہُ وَکَمْ مِنْ عِثَارٍ وَقَیْتَہُ وَکَمْ مِنْ مَکْرُوْہٍ دَفَعْتَہُ وَکَمْ مِنْ ثَنَاءٍ جَمِیْلٍ لَسْتُ اَھْلًا لَہُ نَشَرْتَہُ اَللّٰھُمَّ عَظُمَ بَلَائِيْ وَاَفْرَطَ بِيْ سُوْءُ حَالِيْ وَقَصُرَتْ بِيْ اَعْمَالِيْ وَقَعَدَتْ بِيْ اَغْلَالِيْ وَحَبَسَنِيْ عَنْ نَفْعِيْ بُعْدُ اَمَلِيْ وَخَدَعَتْنِيَ الدُّنْیَا بِغُرُوْرِھَا وَنَفْسِيْ بِجِنَایَتِھَا وَمِطَالِيْ یَاسَیِّدِيْ فَاَسْاَلُکَ بِعِزَّتِکَ اَنْ لَایَحْجُبَ عَنْکَ دُعَائِيْ سُوْءُ عَمَلِيْ وَفِعَالِيْ وَلَاتَفْضَحْنِيْ بِخَفِيِّ مَااطَّلَعْتَ عَلَیْہِ مِنْ سِرِّيْ(

''خدایا میرے گناہوں کو بخش دے جو ناموس کو بٹہ لگادیتے ہیں۔ان گناہوں کو بخش دے جو نزول عذاب کا باعث ہوتے ہیں،ان گناہوں کو بخش دے جو نعمتوں کو متغیر کر دیا کرتے ہیں،ان گناہوں کو بخش دے جو دعاؤں کو تیری بارگاہ تک پہنچنے سے روک دیتے ہیں،خدایا میرے ان گناہوں کو بخش دے جن سے بلائیں نازل ہوتی ہیں خدایا میرے تمام گناہوں اور میری تمام خطاؤں کو بخش دے خدایا میں تیری یاد کے ذریعہ تجھ سے قریب ہو رہا ہوں اور تیری ذات کو تیری بارگاہ میں شفیع بنا رہا ہوں تیرے کرم کے سہارے میرا یہ سوال ہے کہ مجھے اپنے سے قریب بنالے اور اپنے شکر کی توفیق عطا فرما اور اپنے ذکر

کاالہام کرامت فرماخدایا! میں نہایت درجہ خشوع خضوع اورذلت کے ساتھ یہ سوال کر رہاہوں کہ میرے ساتھ مہربانی فرمامجھ پر رحم کراور جو کچھ مقدر میں ہے مجھے اسی پر قانع بنادے، مجھے ہر حال میں تواضع اور فروتنی کی توفیق عطافرما،خدایا! میرا سوال اس بے نوا جیسا ہے جس کے فاقے شدید ہوں اور جس نے اپنی حاجتیں تیرے سامنے رکھ دی ہوں اور جس کی رغبت تیری بارگاہ میں عظیم ہو،خدایا! تیری سلطنت عظیم، تیری منزلت بلند، تیری تدبیر مخفی، تیراامر ظاہر، تیرا قہر غالب،اور تیری قدرت نافذ ہے اور تیری حکومت سے فرار ناممکن ہے۔۔۔خدایا میرے گناہوں کے لئے بخشنے والا۔میرے عیوب کے لئے پردہ پوشی کرنے والا،میرے قبیح اعمال کو نیکیوں میں تبدیل کرنے والا تیرے علاوہ کوئی نہیں ہے۔۔خدایا میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے،اپنی جہالت سے جسارت کی ہے اور اس بات پر مطمئن بیٹھاہوں کہ تو نے مجھے ہمیشہ یاد رکھاہے اور ہمیشہ احسان فرمایا ہے۔۔۔خدایا میری مصیبت عظیم ہے۔میری بد حالی حد سے آگے بڑھی ہوئی ہے۔میرے اعمال میں کوتاہی ہے۔مجھے کمزوریوں کی زنجیروں نے جکڑ کر بٹھادیا ہے اور مجھے دور دراز امیدوں نے فوائد سے روک دیا ہے،دنیا نے دھوکہ میں مبتلا رکھاہے اور نفس نے خیانت اور ٹال مٹول میں مبتلا رکھاہے۔۔۔میرے آقا و مولا! تجھے تیری عزت کا واسطہ۔میری دعاؤں کو میری بداعمالیاں روکنے نہ پائیں اور میں اپنے مخفی عیوب کی بناپر بر سر عام رسوا نہ ہونے پاؤں''

یہ قاع عبودیت اور اس پر محیط برائیوں کا مخزن ہے۔پھر دعا کے آخر میں ہم محبت کی اس بلندی تک پہونچتے ہیں جو بندہ کی آرزو اور اللہ کی وسیع رحمت کے سایہ میں اس کی عظیم آرزو کو مجسم کرتی ہے:

وَهَبْ لِيَ الْجِدَّ فِي خَشْيَتِكَ وَالدَّوَامَ فِي الْاِتِّصَالِ بِخِدْمَتِكَ حَتّٰى أَسْرَحَ إِلَيْكَ فِي مَيَادِينِ السَّابِقِينَ وَأُسْرِعَ إِلَيْكَ فِي الْبَارِزِينَ وَأَشْتَاقَ إِلىٰ قُرْبِكَ فِي الْمُشْتَاقِينَ وَأَدْنُوَ مِنْكَ دُنُوَّ الْمُخْلِصِينَ۔۔۔وَأَخَافَكَ مَخَافَةَ الْمُوقِنِينَ وَأَجْتَمِعَ فِي جِوَارِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ اَللّٰهُمَّ وَمَنْ أَرَادَنِي بِسُوءٍ فَأَرِدْهُ وَمَنْ كَادَنِي فَكِدْهُ وَاجْعَلْنِي مِنْ أَحْسَنِ عَبِيدِكَ نَصِيباً عِنْدَكَ وَأَقْرَبِهِمْ مَنْزِلَةً مِنْكَ وَأَخَصِّهِمْ زُلْفَةً لَدَيْكَ فَإِنَّهُ لَا يُنَالُ ذٰلِكَ إِلَّا بِفَضْلِكَ)(۱)

''اپنا خوف پیدا کرنے کی کوشش اور اپنی مسلسل خدمت کرنے کا جذبہ عطافرماتا کہ تیری طرف سابقین کے ساتھ آگے بڑھوں اور تیز رفتار افراد کے ساتھ قدم ملا کر چلوں۔مشتاقین کے درمیان تیرے قرب کا مشتاق شمار ہوں اور مخلصین کی طرح تیری قربت اختیار کروں۔۔۔خدایا جو بھی کوئی میرے لئے برائی چاہے یا میرے ساتھ کوئی چال چلے تو اسے ویساہی بدلہ دینا اور مجھے بہترین

---

(۱)دعائے کمیل

حصہ پانے والا،قریب ترین منزلت رکھنے والااور مخصوص ترین قربت کا حامل بندہ قرار دینا کہ یہ کام تیرے جود و کرم کے بغیر نہیں ہو سکتا''

ہم ابو حمزہ ثمالی سے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی ماہ رمضان المبارک کی دعائے اسحار میں ''قاع''اور ''قمّہ'' کے مابین بہت زیادہ فاصلہ کامشاہدہ کرتے ہیں اس دعامیں امام علیہ السلام ''قاع'' سے شروع فرماتے ہیں :

(وَمَا أَنَا يَا رَبِّ وَمَا خَطَرِي هَبْنِي بِفَضْلِكَ وَتَصَدَّقْ عَلَيَّ بِعَفْوِكَ أَيْ رَبِّ جَلِّلْنِي بِسِتْرِكَ وَاعْفُ عَنْ تَوْبِيخِي بِكَرَمِ وَجْهِكَ)

''اے میرے خدا میں کیااور میری اوقات کیا؟تو مجھ کو اپنے فضل و کرم و مغفرت سے بخش دے اے میرے خدا اپنی پردہ پوشی سے مجھے عزت دے اور اپنے کرم سے میری تنبیہ کو نظر انداز گناہ فرمادے''

(فَلَا تُحْرِقْنِي بِالنَّارِ وَأَنْتَ مَوْضِعُ أَمَلِي وَلَا تُسْكِنِّي الْهَاوِيَةَ فَإِنَّكَ قُرَّةُ عَيْنِي۔۔۔اِرْحَمْ فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا غُرْبَتِي وَعِنْدَ الْمَوْتِ كُرْبَتِي وَفِي الْقَبْرِ وَحْدَتِي وَفِي اللَّحْدِ وَحْشَتِي

وَاِذَا نُشِرْتُ فِي الْحِسَابِ بَيْنَ يَدَيْکَ ذُلَّ مَوْقِفِي وَاغْفِرْلِي مَا خَفِيَ عَلَی الْآدَمِيِّيْنَ مِنْ عَمَلِي وَاَدِمْ لِي مَا بِہِ سَتَرْتَنِي وَارْحَمْنِي صَرِيعاً عَلَی الْفِرَاشِ تُقَلِّبُنِي اَيْدِي اَحِبَّتِي وَتَفَضَّلْ عَلَيَّ مَمْدُوداً عَلَی الْمُغْتَسَلِ يُقَلِّبُنِي صَالِحُ جِيرَتِي وَتَحَنَّنْ عَلَيَّ مَحْمُولاً قَدْ تَنَاوَلَ الْاَقْرِبَاءُ اَطْرَافَ جَنَازَتِي وَجُدْ عَلَيَّ مَنْقُولاً قَدْ نَزَلْتُ بِکَ وَحِيداً فِي حُفْرَتِي(

’’تو مجھ کو ایسے حالات میں جہنم میں جلانہ دینااور قعر جہنم میں ڈال نہ دینا کیونکہ تو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔۔۔اس دنیا میں میری غربت اور موت کے وقت میرے کرب، قبر میں میری تنہائی اور لحد میں میری وحشت اور وقت حساب میری ذلت پر رحم کرنا،اور میرے تمام گناہوں کو معاف کر دینا جن کی لوگوں کو اطلاع بھی نہیں ہے اور اس پردہ داری کو برقرار رکھنا۔پروردگار!اس وقت میرے حال پر رحم کرنا جب میں بستر مرگ پر ہوں اور احباب کروٹیں بدلوارہے ہوں اس وقت رحم کرنا جب میں تختہ غسل پر ہوں اور ہمسایہ کے نیک افراد مجھ کو غسل دے رہے ہوں اس وقت رحم کرنا جب تابوت میں اقرباء کے کاندھوں پر سوار ہوں اس وقت مہربانی کرنا جب تنہا قبر میں وارد ہوں‘‘

اس کے بعد امام علیہ السلام مرحلۂ اولوا العزمی اور قمۂ دعا کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

)اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَسْاَلُکَ مِنْ خَيْرِ مَا سَاَلَکَ مِنْہُ عِبَادُکَ الصَّالِحُوْنَ يَا خَيْرَ مَنْ سُئِلَ وَاَجْوَدَ مَنْ اَعْطیٰ اَعْطِنِي سُؤْلِي فِي نَفْسِي وَاَهْلِي وَوَلَدِي، وَارْغَدْ عَيْشِي، وَاَظْهِرْ مُرُوَّتِي، وَاَصْلِحْ جَمِيعَ اَحْوَالِي، وَاجْعَلْنِي اَطَلْتَ عُمُرَہُ وَحَسَّنْتَ عَمَلَہُ وَاَتْمَمْتَ عَلَيْہِ نِعْمَتَکَ وَرَضِيتَ عَنْہُ وَاَحْيَيْتَہُ حَيٰوۃً طَيِّبَۃً۔۔۔اَللّٰهُمَّ خُصَّنِي بِخَاصَّۃِ ذِکْرِکَ ۔۔۔وَاجْعَلْنِي مِنْ اَوْفَرِ عِبَادِکَ نَصِيباً عِنْدَکَ فِي کُلِّ خَيْرٍ اَنْزَلْتَہُ وَتُنْزِلُہُ(

’’اے خدا میں تجھ سے وہ سب کچھ مانگ رہا ہوں جو بندگان صالحین نے مانگا ہے کہ تو بہترین مسؤل اور سخی ترین عطا کرنے والا ہے میری دعا کو میرے نفس، میرے اہل وعیال، میرے والدین، میری اولاد، متعلقین اور برادران سب کے بارے میں قبول فرما، میری زندگی کو خوشگوار بنا مروت کو واضح فرما کر میرے تمام حالات کی اصلاح فرما مجھے طولانی عمر، نیک عمل، کامل نعمت اور پسندیدہ بندوں کی مصاحبت عطا فرما۔۔۔خدایا! مجھے اپنے ذکر خاص سے مخصوص کر دے۔۔اور میرے لئے اپنے بندوں میں ہر نیکی میں جس کو تو نے نازل کیا ہے اور جس کو تو نازل کرتا ہے سب سے زیادہ حصہ قرار دے‘

اس ’’قاع‘‘ سے ’’قمہ‘‘ تک کے سفر کو انسان کے اللہ تک سفر کی تعبیر سے یاد کیا گیا ہے یہ سواری آرزو، امید اور اولوا العزمی ہے جب انسان کی آرزو، رجاء(امید)اور اولوا العزمی اللہ سے ہو تو اس سفر کی کوئی حد نہیں ہے۔

تین وسیلے

حضرت علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام تین چیزوں کو خداوند عالم تک پہنچنے کا وسیلہ قرار دیتے ہیں اور اللہ نے ہم کو اس تک پہنچنے کیلئے وسیلے تلاش کرنے کا حکم دیا ہے ارشاد خداوند عالم ہے:

)يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْا اِلَيْہِ الْوَسِيْلَۃَ)(۱(

’’اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو‘‘

)اُولٰئِکَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَۃَ)(۲(

’’یہ جن کو خدا سمجھ کر پکارتے ہیں وہ خود ہی اپنے پروردگار کے لئے وسیلہ تلاش کر رہے ہیں‘‘

جن وسائل سے امام علیہ السلام اس سفر میں متوسل ہوئے ہیں وہ حاجت سوال اور محبت ہیں امام علیہ السلام کا کیا کہنا آپ دعا کی کتنی بہترین تعلیم دینے والے ہیں۔

وہ یہ جانتے ہیں کہ اُنھیں اللہ سے کیا طلب کرنا چاہئے ،اور کیسے طلب کرنا چاہئے اور اللہ کی رحمت کے مواقع کہاں ہیں :

پہلا وسیلہ : حاجت

حاجت بذات خود اللہ کی رحمت کی ایک منزل ہے بیشک خداوند عالم کریم ہے وہ اپنی مخلوق یہاں تک کہ حیوان اور نباتات پر ان کی ضرورت کے مطابق بغیر کسی سوال کے اپنی رحمت نازل کرتا ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خدا سے طلب اور سوال نہیں کرنا چاہئے اس لئے کہ حاجت کے پہلو میں سوال اور طلب اللہ کی رحمت کے دروازوں میں سے ایک دوسرا دروازہ ہے۔جب لوگ پیاس کا احساس کرتے ہیں تو خداوند عالم ان کو سیراب کرتا ہے جب ان کو بھوک لگتی ہے تو خداوند عالم۔۔۔

)۱(سورۂ مائدہ آیت ۳۵ ۔

)۲(سورۂ اسراء آیت ۵۷۔

انکو کھانا دیتا ہے اور جب وہ برہنہ ہوتے ہیں تو خداوند عالم ان کو کپڑا عطا کرتا ہے :

)وَاِذَامَرِضْتُ فَھُوَیَشْفِیْنِ)(۱(

''اور جب بیمار ہو جاتا ہوں تو وہی شفا بھی دیتا ہے''

یہاں تک کہ اگر ان کو خدا کی معرفت نہ ہو وہ یہ بھی نہ جانتے ہوں کہ کیسے اللہ سے دعا کرنا چاہئے اور اس سے کیا طلب کرنا چاہئے :

)یامَن یُعطي من سَالہ یامن یعطي من لم یسالہ ومَن لم یعرفہ تحنُّنامنہ ورحمۃ)(۲(

''اے وہ خدا جو اپنے تمام سائلوں کو دیتا ہے اے وہ خدا جو اسے بھی دیتا ہے جو سوال نہیں کرتا ہے بلکہ اسے پہچانتا بھی نہیں ہے''

ہم حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب کی مناجات میں اللہ کی رحمت نازل کرنے کے لئے اس عمدہ اور ربّانی نکتہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں :

)مولايَ یامولايَ انت المولیٰ وانا العبد،وھل یرحم العبد الاالمولیٰ۔ مولايَ یامولايَ انت المالک وانا المملوک،وھل یرحم المملوک الاالمالک۔ مولايَ یامولايَ انت العزیز وانا الذلیل وھل یرحم الذلیل الاالعزیز مولايَ یامولايَ انت الخالق وانا المخلوق،وھل یرحم المخلوق الاالخالق۔ مولايَ یامولايَ انت العظیم وانا الحقیر،وھل یرحم الحقیر الاالعظیم،مولايَ یامولايَ انت القوي وانا الضعیف،وھل یرحم الضعیف الاالقوی۔ مولايَ یامولايَ انت الغنيّ وانا الفقیر،وھل یرحم الفقیر الاالغنيّ۔ مولايَ یامولايَ انت المعطي وانا السائل،

۔۔۔

)۱(شعراء آیت ۸۰۔)۲(رجب کے مہینہ کی دعائیں۔

وھل یرحم السائل الاالمعطي،مولايَ یامولايَ انت الحي وانا المیت،وھل یرحم المیت الاالحي۔ مولايَ یامولايَ انت الباقي وانا الفاني،وھل یرحم الفاني الاالباقي مولايَ یامولايَ انت الدائم وانا الزائل،وھل یرحم الزائل الاالدائم۔ مولايَ یامولايَ انت الرازق وانا المرزوق،وھل یرحم المرزوق الاالرازق۔ مولايَ یامولايَ انت الجواد وانا البخیل وھل یرحم البخیل الاالجواد۔ مولايَ یامولايَ انت المعافي وانا المبتلیٰ،وھل یرحم المبتلیٰ الاالمعافي۔ مولايَ یامولايَ انت الکبیر وانا الصغیر،وھل یرحم الصغیر الّاالکبیر۔ مولايَ یامولايَ انت الھادی وانا الضال،وھل یرحم الضال الاالھادی۔ مولايَ یامولايَ انت الغفور وانا المذنب،وھل یرحم المذنب الاالغفور۔ مولايَ یامولايَ انت الغالب وانا المغلوب،وھل یرحم المغلوب الاالغالب۔ مولايَ یامولايَ انت الرب وانا المربوب،وھل یرحم

المربوب الا الرب۔ مولایَ یا مولایَ انت المتکبر وانا الخاشع، وھل یرحم الخاشع الا المتکبر۔ مولایَ یا مولایَ ارحمنی برحمتک، وارض عنی بجودک وکرمک وفضلک۔ یاذاالجود والاحسان، والطول والامتنان)(ا(

''اے میرے مولا تو مولا ہے اور میں تیرا بندہ۔اب بندہ پر مولا کے علاوہ کون رحم کرے گا۔اے میرے مولااے میرے مالک تو مالک ہے اور میں مملوک اور مملوک پر مالک کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولااے میرے مولا تو عزیز ہے اور میں ذلیل ہوں اور ذلیل پر عزیز کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولااے میرے مولا تو خالق ہے اور میں مخلوق ہوں اور مخلوق پر خالق کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولااے میرے مولا تو عظیم ہے اور میں حقیر ہوں اور حقیر پر عظیم کے علاوہ

)ا(مفاتیح الجنان اعمال مسجد کوفہ مناجات امیر المومنین علیہ السلام۔

کون رحم کرے گا۔ میرے مولااے میرے مولا تو قوی ہے اور میں کمزور ہوں اور کمزور پر طاقتور کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولااے میرے مولا تو غنی ہے اور میں فقیر ہوں اور فقیر پر غنی کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولااے میرے مولا تو معطی ہے اور میں سائل ہوں اور سائل پر معطی کے علاوہ کون رحم کرے گا۔اے میرے مولا میرے مولا تو زندہ ہے اور میں مرنے والا ہوں اور مرنے والے پر زندہ کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا میرے مولا تو باقی ہے اور میں فانی ہوں اور فانی پر باقی کے علاوہ کون رحم کرے گا۔اے میرے مولا میرے مولا تو ہمیشہ رہنے والا ہے اور میں مٹنے والا ہوں اور مٹنے والے پر رہنے والے کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا میرے مولا تو رازق ہے اور میں محتاج رزق ہوں اور محتاج پر رازق کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولااے میرے مولا تو جواد ہے اور میں بخیل ہوں اور بخیل پر جواد کے علاوہ کون رحم کرے گا؟ میرے مولااے میرے مولا تو عافیت دینے والا ہے اور میں مبتلا ہوں اور درد مبتلا پر عافیت دینے والے کے علاوہ کون رحم کر سکتا ہے۔ میرے مولااے میرے مولا تو کبیر ہے اور میں صغیر ہوں اور صغیر پر کبیر کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولااے میرے مولا تو ہادی ہے اور میں گمراہ ہوں اور گمراہ پر ہادی کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولااے میرے مولا تو رحمن ہے اور میں قابل رحم ہوں اور قابل رحم پر رحمان کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا اے میرے مولا تو بادشاہ ہے اور میں منزل امتحان میں ہوں اور ایسے بندۂ امتحان پر بادشاہ کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولااے میرے مولا تو راہنما ہے اور میں سر گرداں ہوں اور کیا سر گرداں پر راہنما کے علاوہ اور کون رحم کرے گا۔ میرے مولااے میرے مولا تو بخشنے والا ہے اور میں گناہگار ہوں اور گناہگار پر بخشنے والے کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولااے میرے مولا تو غالب ہے اور میں مغلوب ہوں اور مغلوب پر غالب کے علاوہ اور کون رحم کرے گا۔ میرے مولااے میرے مولا تو رب ہے اور میں مربوب ہوں اور پرورش پانے والے رب
کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولااے میرے مولا تو صاحب کبریائی ہے اور میں بندۂ ذلیل ہوں اور بندۂ ذلیل پر خدائے کبیر کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولااے میرے مولا تو اپنی رحمت سے مجھ پر رحم فرما اور اپنے جود و کرم و فضل سے مجھ سے راضی ہو جااے صاحب جود و احسان اور اے صاحب کرم و امتنان''

حضرت امیر المومنین علیہ السلام اس بہترین مناجات کے ان جملوں میں اللہ تبارک وتعالی سے اپنی حاجت اور فقر کیلئے متوسل ہوتے ہیں اور بندہ کی حاجت اور اس کے فقر کو اللہ کی رحمت نازل ہونے کا مورد قرار دیتے ہیں۔

بیشک مخلوق اللہ کی رحمت نازل کرانا چاہتی ہے حقیر عظیم کی رحمت نازل کرانا چاہتا ہے ضعیف قوی کی فقیر غنی کی مرزوق رازق کی، مبتلا معافی کی، گمراہ ہادی کی، گناہگار غفور کی، حیران و سرگردان، دلیل اور مغلوب غالب کی رحمت کی رحمت نازل ہونے کے خواستگار ہیں۔
یہ اللہ کی تکوینی سنتیں ہیں اور اللہ کی سنتوں میں ہرگز تبدیلی نہیں آسکتی جب حاجت اور فقر ہوگا تو ان موقفوں کیلئے اللہ کی رحمت اور فضل ہوگا جس طرح پانی نیچی جگہ پر گرتا ہے اللہ کی رحمت حاجت وضرورت کے مقام پر نازل ہوتی ہے اللہ کریم وجواد ہے اور کریم حاجت وضرورت کے مقامات کی رعایت کرتا ہے اور اپنی رحمت اس سے مخصوص کردیتا ہے۔
حضرت امام زین العابدین علیہ السلام دعائے سحر میں جس کو آپ نے ابو حمزہ ثمالی کو تعلیم فرمایا تھا میں فرماتے ہیں: (اعطني فقري، وارحمني لضعفي) یعنی آپ نے فقر اور ضعف کو وسیلہ قرار دیا ہے اور انھیں کے ذریعہ آپ اللہ کی رحمت سے متوسّل ہوتے ہیں۔
یہ فطری بات ہے کہ اس کلام کو مطلق قرار دینا ممکن نہیں ہے اور ایک ہی طریقہ میں منحصر نہیں کیا جاسکتا ہے بیشک اللہ کی رحمت نازل ہونے کے دوسرے اسباب بھی ہیں اور دوسرے موانع ورکاوٹیں بھی ہیں جن سے اللہ کی رحمت نازل نہیں ہوتی اور اللہ کی سنتوں میں مبتلا ہونے کا سبب بھی ہیں۔
ہمارا یہ کہنا ہے: بیشک حاجت اور فقر کی وجہ سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے تو ہمارے لئے اس گفتار کو اس الٰہی نظام کے مطابق اور اس کے دائرہ میں رہنا چاہئے اور یہ معرفت کا وسیع باب ہے جس کو ہم اس وقت چھیڑنا نہیں چاہتے ہیں عنقریب ہم توفیق پروردگار کے ذریعہ اس حقیقت کی مناسب یا ضروری تشریح کریں گے۔
ہم قرآن کریم میں بہت سے ایسے نمونے دیکھتے ہیں جن میں حاجت اور فقر کو پیش کیا گیا ہے اور ان کے ذریعہ اللہ کی رحمت نازل ہوئی ہے اور اللہ نے ان کو قبولیت کے درجہ تک پہنچایا ہے حاجت بھی اُسی طرح قبول ہوتی ہے جس طرح سے دعا اور سوال قبول ہوتے ہیں بیشک خداوند عالم کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرنا بھی دعا کی ایک قسم ہے ان نمونوں کو قرآن کریم نے اللہ کے صالحین بندوں کی زبانی نقل کیا ہے۔
۱۔ عبد صالح حضرت ایوب علیہ السلام کا خداوند عالم کی بارگاہ میں سختیوں اور مشکلات کے وقت اپنی حاجت پیش کرنا۔
(وَاَیُّوبَ اِذْ نَادٰی رَبَّہُ اَنِّی مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ فَاسْتَجَبْنَا لَہُ فَکَشَفْنَا مَا بِہِ مِنْ ضُرٍّ وَآتَیْنَاہُ اَھْلَہُ وَمِثْلَھُمْ مَعَھُمْ رَحْمَۃً مِنْ عِنْدِنَا وَذِکْرٰی لِلْعَابِدِیْنَ)(۱)
''اور ایوب کو یاد کرو جب انھوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھے بیماری نے چھولیا ہے اور تو بہترین رحم کرنے والا ہے تو ہم نے ان کی دعا کو قبول کرلیا اور ان کی بیماری کو دور کردیا اور انھیں ان کے اہل وعیال دیدئے اور ویسے ہی اور بھی دیدئے کہ یہ ہماری طرف سے خاص مہربانی تھی اور یہ

---

(۱)(سورۂ انبیاء آیت۸۳۔۸۴ ۔

عبادت گذار بندوں کے لئے ایک یاددہانی ہے''
قرآن کریم اس فقرہ میں کوئی بھی دعا نہیں کی گئی ہے جس کی قرآن کریم نے اس امتحان دینے والے صالح بندہ کی زبانی نقل کیا ہے لیکن خداوند عالم نے فرمایا ہے:
(فاستجبنالہ فکشفنامابہ ضُرّ)(۱)
''توہم نے ان کی دعا کو قبول کرلیا اور ان کی بیماری کو دور کردیا''

گو یاحاجت اور فقر کا خدا کی بار گاہ میں پیش کرنا دعا کی ایک قسم ہے۔

۲۔عبد صالح ذوالنون نے اپنے فقر و حاجت اور اپنے نفس پر ظلم کرنے کو خدا کی بار گاہ میں پیش کیا جب آپ سمندر میں شکم ماہی کے گھپ اندھیرے میں تھے:

)وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَهَبَ مُغَاضِباً فَظَنَّ اَنْ لَنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمَاتِ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّيْ کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَکَذٰلِکَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ)(۲ (

''اور یونس کو یاد کرو کہ جب وہ غصہ میں آکر چلے اور یہ خیال کیا کہ ہم ان پر روزی تنگ نہ کریں گے اور پھر تاریکیوں میں جاکر آواز دی کہ پروردگار تیرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے تو پاک و بے نیاز ہے اور میں اپنے نفس پر ظلم کرنے والوں میں سے تھا تو ہم نے ان کی دعا کو قبول کر لیا اور انھیں غم سے نجات دلادی کہ ہم اسی طرح صاحبان ایمان کو نجات دلاتے رہتے ہیں''

اس طرح کی استجابت طلب کیلئے نہیں ہے یہ حاجت اور فقر کیلئے ہے عبد صالح ذوالنون نے اس کلمہ :(سُبْحَانَکَ اِنِّيْ کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ)(۳(

)۱(سورۂ انبیاء آیت ۸۴۔

)۲(سورۂ انبیاء آیت ۸۷۔۸۸۔

)۳(سورۂ انبیاء آیت ۸۸۔

''اور میں اپنے نفس پر ظلم کرنے والوں میں سے تھا'' کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا خدوند عالم نے اس کو قبول کیا اور ان کو غم سے نجات دی: (فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ)(۱(

''تو ہم نے ان کی دعا کو قبول کر لیا اور انھیں غم سے نجات دلادی''

۳۔ہم کو قرآن کریم میں اللہ، موسیٰ بن عمران اور ان کے بھائی ہارون کا یہ کلمہ بھی ملتا ہے جب انھوں نے فرعون تک اپنی رسالت کا پیغام پہنچانے کیلئے اللہ سے دعا کی:

)اِذْهَبَا اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهُ طَغٰى فَقُوْلَا لَهُ قَوْلًا لَيِّنًا لَعَلَّهُ يَتَذَکَّرُ اَوْ يَخْشٰى قَالَا رَبَّنَا اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَا اَوْ اَنْ يَّطْغٰى)(۲(

''تم دونوں فرعون کی طرف جاؤ کہ وہ سرکش ہو گیا ہے، اس سے نرمی سے بات کرنا شاید وہ نصیحت قبول کر لے یا خوفزدہ ہو جائے، ان دونوں نے کہا کہ پروردگار ہمیں یہ خوف ہے کہ کہیں وہ ہم پر زیادتی نہ کرے یا اور سرکش نہ ہو جائے''

ان دونوں نے اللہ سے فرعون اور اس کی بادشاہت کے مقابلہ میں خدا سے اپنی حمایت اور مدد کی درخواست نہیں کی اور نہ ہی اپنی ضرورت کیلئے امن وامان کی درخواست کی ہے بلکہ انھوں نے اپنی کمزوری، فرعون کی عوام الناس پر گرفت، فرعون کی طاقت اور اس کی سرکشی کا تذکرہ کیا:

)اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَا اَوْ اَنْ يَّطْغٰى(

''ان دونوں نے کہا کہ پروردگار ہمیں یہ خوف ہے کہ کہیں وہ ہم پر زیادتی نہ کرے یا وہ سرکش نہ ہو جائے''

اللہ نے ان کی اس درخواست کو مستجاب کرتے ہوئے ان کی حمایت اور تائید میں فرمایا:

)۱(سورۂ انبیاء آیت ۸۷۔

)۲(سورۂ طہ آیت ۴۳۔۴۵۔

)قَالَ لَا تَخَافَا اِنَّنِیْ مَعَکُمَا اَسْمَعُ وَاَرٰی)(۱(

''ارشاد ہوا تم ڈرو نہیں میں تمہارے ساتھ ہوں سب کچھ سن بھی رہا ہوں اور دیکھ بھی رہا ہوں''

۴۔چوتھا نمونہ عبد صالح حضرت نوح علیہ السلام کا وہ کلمہ ہے جو آپ نے اپنے بیٹے کو طوفان میں غرق ہونے سے بچانے کی خاطر اللہ کی بارگاہ میں پیش کیا تھا:

)وَنَادٰی نُوْحٌ رَبَّہُ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَکَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْکَمُ الْحَاکِمِیْنَ)(۲(

''اور نوح نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ پروردگار میرا فرزند میرے اہل میں سے ہے اور تیرا وعدہ اہل کو بچانے کا برحق ہے اور تو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے ''

بہر حال حاجت اور فقر کے وقت بھی اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے یہاں تک کہ حیوانات اور نباتات کی ضرورتوں اور فقر کیلئے بھی اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

جب پیاس لگتی ہے تو اللہ ان کو سیراب کرتا ہے اور جب بھوک لگتی ہے تو اللہ ان کو سیر کرتا ہے اور کھانا کھلاتا ہے یہ معرفت کا بہت وسیع و عریض باب ہے اور ہم اس کے ایک پہلو کو رحاب القرآن کے سلسلہ کی کتاب (شرح الصدر) میں بیان کرچکے ہیں۔

دوسرا وسیلہ: دعا

یہ اللہ کی رحمت کی کنجیوں میں سے ایک کنجی ہے

خداوند عالم فرماتا ہے:

)ادعونی استجب لکم)(۳(

)۱(سورۂ طہ آیت۴۶۔

)۲(سورۂ ہود آیت۴۵۔

)۳(سورۂ غافر آیت ۶۰۔

''مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا''

اور خدا کا فرمان ہے: (قُلْ مَا یَعْبَؤُا بِکُمْ رَبِّیْ لَوْلَا دُعَاؤُکُمْ)(۱(

''پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہاری دعائیں نہ ہوتیں تو پروردگار تمہاری پرواہ بھی نہ کرتا''

تیسرا وسیلہ: محبت

بیشک بندہ محبت کے ذریعہ اللہ کی رحمت نازل کراتاہے جو کسی دوسرے امر کے ذریعہ نازل نہیں ہوتی ہے

اب ہم ان تینوں وسیلوں کے سلسلہ میں تفکر کرتے ہیں جن کو امام نے خداوند عالم تک رسائی کیلئے اپنا وسیلہ قرار دیا ہے۔

)رِضَاکَ بُغْیَتِيْ وَرُؤْیَتِکَ حَاجَتِيْ۔۔۔وَعِنْدَکَ دَوَاءُ عِلَّتِيْ وَشِفَاءُ غُلَّتِيْ وَبَرْدُ لَوْعَتِيْ وَکَشْفُ کُرْبَتِيْ)(۲(

''تیری ہی رضا میرا آرزو ہے اور تیرا ہی دیدار میری حاجت ہے اور تیرا ہی ہمسایہ میرا مطلوب ہے تیرے پاس میرے مرض کی دوا ہے اور میری تشنگی کا علاج ہے غم کی بے قراری کی ٹھنڈک، رنج و غم کی دوری تیرے ہی ذمہ ہے'' یہ وسیل� ۂ حاجت و فقر ہے۔

)جوارک طلبي وقربک غایة سؤلي۔۔۔فکن انیسي في وحشتي ومقیل عثرتي وغافرزلتي وقابل توبتي، ومجیب دعوتي، وولي عصمتي ومغني فاقتي(

''اور تیرا ہی ہمسایہ میرا مطلوب ہے اور تیرا قرب میرے سوالات کی انتہا ہے۔۔۔پس تو میری وحشت میں میرا انیس، ہو جا لغزشوں میں سنبھالنے والا خطاؤں کو معاف کرنے والا اور میری۔---

)۱((سورۂ فرقان آیت ۷۷۔

)۲((مناجات مریدین

توبہ کو قبول کرنے والا، میری دعا کا قبول کرنے والا، میری حفاظت کا ذمہ دار اور فاقہ میں غنی بنانے والا ہے'' یہ وسیلہ دعا ہے۔

)فانت لاغیرک مرادي، ولک لالسواک سهري وسهادي، ولقاءک قرة عیني ووصلک منیٰ نفسي والیک شوقي، وفي محبّتک ولهي والی هواک صبابتي(

''فقط تو میری مراد ہے اور تیرے ہی لئے میں راتوں کو جاگتا ہوں کسی اور کے لئے نہیں۔اور تیری ملاقات میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور تیرا وصال میرے نفس کی امید ہے اور تیری جانب میرا شوق ہے اور تیری ہی محبت میں میری بیقراری ہے تیری ہی خواہش کی طرف میری توجہ ہے'' یہ وسیلہ محبت ہے۔

اب ہم امام کے کلام کے اس فقرہ کے بارے میں غور و فکر کرتے ہیں اور یہ دعا کا عمدہ جملہ ہے بیشک فن اور ادب کے مانند دعا کے عمدہ و بہترین درجہ ہیں امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

)فقد انقطعت الیک همتي وانصرفت نحوک رغبتي، فانت لاغیرک مرادی، ولک لاسواک سهری وسهادی ولقاءک قره عینی(

''اس لئے کہ میری ہمت تیری ہی طرف ہے اور میری رغبت تیری ہی بارگاہ کی طرف ہے فقط تو میری مراد ہے اور تیرے ہی لئے میں راتوں کو جاگتا ہوں کسی اور کے لئے نہیں تیری ملاقات میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے''

جو چیز ''انقطاع''میں ہے وہ ''تعلق''میں نہیں ہے امام علیہ السلام نے فرمایا ہے:

)فقد تعلقت بک همتي) نہیں فرمایا ہے بیشک اللہ سے لو لگانا دوسروں سے لو لگانے کو منع نہیں کرتا ہے۔جب بندہ خدا سے لو لگانے میں صادق ہے اور یہ کہتا ہے:

)فقد انقطعت الیک همتي) بیشک ''انقطاع''ایجابی اور سلبی دونوں معنی کا متضمن ہے۔پس انقطاع ''من الخلق الی اللہ''، انقطاع ''الی اللہ''اس جملہ کے ایجابی معنی ہیں جن کا امام نے قصد فرمایا ہے۔

بیشک محبت میں اخلاص فصل اور وصل ہے فصل یعنی اللہ کے علاوہ دوسروں سے فاصلہ و دوری اختیار کرنا، اللہ اور اللہ نے جن کی محبت کا حکم دیا ہے ان

سے وصل (ملنا) ہے اور یہ دونوں ایک قضیہ کے دو رخ ہیں۔

جب محبت خالص اور پاک وصاف ہوتی ہے تو وہ دو باتوں کی متضمن ہوتی ہے: محبت و برائت، اور وصل و فصل وانقطاع من الخلق ''الی اللہ'' ہے۔

یہی معنی دوسرے جملے ''وانصرفت الیک رغبتی'' کے بھی ہیں۔

انصراف الی اللہ سے ''اعراض'' اور ''اقبال'' دونوں مراد ہیں۔ اعراض یعنی اللہ کے علاوہ دوسروں سے رو گردانی کرنا اور ''اقبال'' سے مراد اللہ اور اللہ نے جس سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے ان کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے۔

پھر اس حقیقت کیلئے تیسری تاکید جو ان سب میں بلیغ ہے، اس میں محبت اور انصراف الی اللہ کے معنی کو شامل ہے اور خدا کے علاوہ دوسروں سے منقطع ہونا ہے:

)فانت لاغیرک مرادي ولک لالسواک سھوي وسھادي(

''سھو'' اور '' سھاد'' نیند کے برعکس ہیں سہر یعنی محبت کی وجہ سے رات میں نمازیں پڑھنا۔ سھاد: بیداری کی ایک قسم ہے اور یہ حالت انسان کو اپنے کسی اہم کام میں مشغول ہونے کے وقت پیش آتی ہے جس سے اس کی نیند اڑ جاتی ہے اور انسان اللہ سے لو لگانے کا مشتاق ہوتا ہے۔

یہ دونوں محبت کی حالتیں ایک دوسرے کے مثل ہیں: انس اور شوق۔ بندہ کا اللہ کے ذکر سے مانوس ہونا، اور اللہ کا بندہ کے پاس اس طرح حاضر ہونا کہ بندہ اپنی دعا، ذکر، مناجات اور نماز میں خدا کے حاضر ہونے کا احساس کرتا ہے اور اللہ سے ملاقات کا مشتاق ہوتا ہے۔

محب اللہ کی بارگاہ میں ان دونوں باتوں کو سمجھ کر حاضر ہوتا ہے تو یہ دونوں حالتیں اسکی نینداڑا دیتی ہیں اس کو بیدار کر دیتی ہیں جب لوگ گہری نیند میں سو جاتے ہیں اور نیند کی وجہ سے اپنے احساس بیداری اور شعور کو کھو بیٹھتے ہیں۔

بیشک نیند ایک ضرورت ہے تمام لوگ اس سے اپنا حصہ اخذ کرتے ہیں جس طرح وہ کھانے پینے سے اپنی ضرورتیں پوری کرتے ہیں چاہے وہ لوگ صالح و نیک ہوں یا برے ہوں۔ یہاں تک کہ انبیاء اور صدیقین بھی سوتے تھے۔

لیکن ایک شخص جو ضرورت بھر سوتا ہے جس طرح وہ کھانے پینے سے اپنی ضرورت پوری کرتا ہے اور جو شخص نیند کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتا ہے اور نینداس پر غالب آجاتی ہے ان دونوں آدمیوں کے درمیان فرق ہے۔

اولیاء اللہ نیند کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کرتے ہیں بیشک نیند ان کی ضرورت ہے اور وہ اپنی ضرورت کے مطابق اس سے اپنا حصہ اخذ کرتے ہیں ۔رسول اللہ ﷺ بھی خداوند عالم کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے بعد ہی سوتے تھے اور آپ کا فرمان تھا کہ میرے سر کے پاس وضو کا پانی رکھ دینا تاکہ میں خدا کی بارگاہ میں حاضری دے سکوں۔

جب آپ کیلئے نرم اور آرام وہ بستر بچھایا جاتا تھا تو آپ اسکو اٹھانے کا حکم دیدیتے تھے اس لئے کہ کہیں ان پر نیند غالب نہ آجائے۔

آپ سخت چٹائی پر آرام فرماتے تھے یہاں تاکہ چٹائی ان کے پہلو پر اثر انداز ہو اور آپ پر نیند غالب نہ آجائے۔

خداوند عالم نے رات میں مناجات، ذکر اور اپنے تقرب کے وہ خزانے قرار دئے ہیں جو دن میں نہیں قرار دئے ہیں۔ ان کی طرح رات کے لئے بھی افراد ہیں جو رات میں نمازیں پڑھتے ہیں جب لوگ سو جاتے ہیں، جب لوگ سستی میں پڑے رہتے ہیں تو یہ ہشاش بشاش ہوتے ہیں۔ جب لوگ اپنے بستروں پر گہری نیند میں سوئے رہتے ہیں۔ تو یہ اللہ سے ملاقات کرکے عروج پر پہنچتے ہیں۔

رات کیلئے بھی دولت ہے جس طرح دن کیلئے دولت ہے،رات میں بھی دن کی طرح خزانے ہیں۔عوام الناس دن کی دولت،اسکے خزانے کو پہچانتے ہیں لیکن بہت کم لوگ ہیں جو رات کی دولت اور اسکے خزانے کی قیمت سے واقف ہیں اور جب انسان رات اور دن کی دولت سے ایک ساتھ بہرہ مند ہوتا ہے تو اسے انصاف پسند، متوازن اور راشد کہا جاتا ہے۔

رسول اللہ ایک ساتھ دونوں سے بہرہ مند ہوتے تھے اور بالکل متوازن طور پر دونوں کو اخذ کئے ہوئے تھے۔آپ نے رات سے محبت،اخلاص اور ذکر اخذ کیا اور دن سے طاقت، حکومت اور مال اخذ کیا تاکہ دین کی دعوت اور اسکے محکم و مضبوط ہونے پر متمکن ہو جائیں اور رات میں آپ معین وقت پر عبادت کیلئے اٹھتے تھے اور رسالت جیسے ثقیل و سنگین عہدے کو اٹھانے پر متمکن تھے :

)یاَاَیُّھاالْمُزَّمِلُ قُمِ اللَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلاً نِصْفَہُ اَوِ نْقُصْ مِنْہُ قَلِیْلاً اَوْزِدْ عَلَیْہِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِیْلاً اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلاً ثَقِیْلاً اِنَّ نَاشِءَۃَ اللَّیْلِ ھِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِیْلاً اِنَّ لَکَ فِی النَّھَارِ سَبْحاً طَوِیْلاً)(۱(

"اے میرے چادر لپیٹنے والے رات کو اٹھو مگر ذرا کم آدھی رات یا اس سے بھی کچھ کم کر دو یا کچھ زیادہ کر دو اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر باقاعدہ پڑھو ہم عنقریب تمہارے اوپر ایک سنگین حکم نازل کرنے والے ہیں بیشک رات کا اٹھنا نفس کی پامالی کے لئے بہترین ذریعہ اور ذکر کا بہترین وقت ہے یقیناً آپ کے لئے دن میں بہت سے مشغولیات ہیں"

)۱(سورۂ مزمل آیت ۱۔۷۔

اور ہمارے لئے اس مقام پر رات اور اسکے رجال کے سلسلہ میں حدیث قدسی سے ایک روایت کا نقل کرنا بہتر ہے۔

روایت میں آیا ہے کہ خداوند عالم نے بعض صدیقین پر وحی نازل کی ہے :

)انّلی عباد من عبادي یحبّونی فاحبّھم ویشتاقون الی واشتاق الیھم ویذکروني واذکرھم وینظرون اليَّ وانظر الیھم وان حذوت طریقھم احببتُک وان عدلت منھم مقتّک قال: یاربّ وماعلا متھم ؟ قال: یراعون الظلال بالنھار کمایراعی الراعی الشفیق غنمہ ،ویحنّون الی غروب الشمس کمایحنّ الطیرالی وکرہ عند الغروب،فاذا جنّھم اللیل واختلط الظلام،وفرشت الفرش،ونصبت الاسرۃ وخلاکلّ حبیب بحبیبہ نصبوااليّ اقدامھم وافترشوااليّ وجوھھم،وناجونی بکلامي،وعلقوااليّ بانعامي،فمن صارخ وباکٍ،وَمتاَوِّہٍ شاکٍ،ومن قائم وقاعدوراکع وساجد بعیني مایتحملون من اجلي،وبسمعي مایشکون من حبّي اول ما اعطیھم ثلاث :

۱۔اَقذف من نوري في قلوبھم فیخبرون عنّي کمااخبر عنھم۔۲۔والثانیۃ:لوکانت السماوات والارض فی موازینھم لاستقللتھا لھم۔

۳۔والثالثۃ:اُقبل بوجھی الیھم ،افتریٰ من اقبلت بوجھی علیہ یعلم احدمااریداعطیہ ؟)(۱(

"میرے کچھ بندے مجھ سے محبت کرتے ہیں اور میں ان سے محبت کرتا ہوں،وہ میرے مشتاق ہیں اور میں ان کا مشتاق ہوں وہ میرا ذکر کرتے ہیں میں ان ذکر کرتا ہوں وہ مجھے دیکھتے

)۱(لقاءاللہ ص۱۰۴۔

ہیں اور میں ان کو دیکھتا ہوں اگر تم بھی انھیں کا طریقہ اپناؤ گے تو میں تم سے بھی محبت کرونگا اور اگر اس سے روگردانی کروگے تو تم سے ناراض ہو جاؤنگا

۔سوال کیا گیاپر ور دگار عالم ان کی پہچان کیا ہے ؟آواز آئی کہ وہ دن میں اپنے سایہ تک کی اس طرح مراعات کرتے ہیں کہ جیسے کوئی مہربان چوپان اپنے گلّہ کی،اور وہ غروب شمس کے اسی طرح مشتاق رہتے ہیں جیسے پرندہ غروب کے وقت اپنے آشیانہ میں پہنچنے کے مشتاق رہتے ہیں پس جب رات ہوتی ہے اور ہر طرف اندھیرا چھاجاتا ہے بستر بچھ جاتے ہیں پلنگ بچھادئے جاتے ہیں ہر حبیب اپنے محبوب کے پاس خلوت میں چلا جاتا ہے تو وہ اپنے قدم میری طرف بڑھادیتے ہیں میری طرف اپنے رخ کر لیتے ہیں میرے کلام کے ذریعہ مجھ سے مناجات کرتے ہیں نیز منظوم کلام کے ذریعہ میری طرف متوجہ ہو جاتے ہیں تو کتنے ہیں جو چیخ چیخ کر روتے ہیں، کتنے ہیں جو آہ اور شکوہ کرتے ہیں، کتنے ہیں جو کھڑے رہتے ہیں، کتنے ہیں جو بیٹھے رہتے ہیں، رکوع کرتے رہتے ہیں سجدہ کرتے رہتے ہیں میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ میری خاطر کیا کیا برداشت کرتے رہتے ہیں میں سنتا رہتا ہوں جو وہ میری میری محبت کی خاطر پیش آنے والی مشکلات کا شکوہ کرتے ہیں میں سب سے پہلے ان کو تین چیزیں عطا کرونگا:

۱۔میں ان کے دلوں میں اپنا نور ڈال دونگا تو وہ میرے بارے میں اسی طرح بتائیں گے جیسے میں ان کے بارے میں بتاؤنگا۔

۲۔اگر آسمان وزمین ان کی ترازوؤں میں ہو تو میں ان کے لئے آسمان وزمین کا وزن بھی کم کردونگا۔

۳۔میں ان کی طرف توجہ کرونگااور جس کی طرف میں اپنا رخ کرلوں تو کسی کو کیا معلوم میں اسے کیا دیدونگا“

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے:

)کان مماأوحیٰ اللہ تعالیٰ الی موسی بن عمران: کذّب مَن زعم انہ یحبّني فاذاجنّہ اللیل نام عنّي، یابن عمران،لو رأیت الذین یقومون لي في الدجیٰ وقد مثلت نفسیبین اعینھم، یخاطبوني وقد جلیت عن المشاھدۃ، ویکلموني وقد عززت عن الحضور۔ یابن عمران،ھب لي من عینک الدموع، ومن قلبک الخشوع، ثم ادعني في ظلمۃ اللّیالي تجدني قریباًمجیباً)(۱(

”خداوند عالم نے حضرت موسیٰ بن عمران سے کہا کہ: جو شخص رات میں مجھ سے راز و نیاز نہیں کرتا وہ میرا محب نہیں، فرزند عمران اگر تم ان افراد کو دیکھوگے کہ جو تاریکی شب میں میری بارگاہ میں آتے ہیں اور میں ان کی آنکھوں کے سامنے ہوتا ہوں تو وہ مجھ سے مخاطب ہوتے ہیں جبکہ میں نظر نہیں آتا ہوں تو وہ مجھ سے کلام کرتے ہیں حالانکہ میں ان کے سامنے حاضر نہیں ہوتا،اے فرزند عمران اپنی آنکھوں سے اشک گریاں اور دل سے خشوع مجھے ہدیہ کرو پھر مجھے تاریکی شب میں پکارو تو مجھے اپنے قریب اور اپنی دعا کا قبول کرنے والا پاؤگے“

نہج البلاغہ کے خطبہ متقین میں امیر المومنین علی بن ابی طالب رات کی تاریکی میں مناجات کرنے والے اولیاء اللہ کی پروردگار عالم کی بارگاہ میں حاضری کے حالات کی اس طرح عکاسی فرماتے ہیں:

)اماالّلَیْلُ فَصَافُّوْنَ اَقْدَامَھُمْ،تَالِیْنَ لِاَجْزَاءِ الْقُرْآنِ یُرَتِّلُوْنَھَاتَرْتِیْلاً،یُحَزِّنُوْنَ بِہِ اَنْفُسَھُمْ وَیَسْتَثِیْرُوْنَ بِہِ دَوَاءَ دَاءِ ھِمْ فَاِذَامَرُّوْا بِآیَۃٍ فِیْھَاتَشْوِیْقٌ رَکَنُوْااِلَیْھَاطَمَعاًوَتَطَلَّعَتْ نُفُوْسُھُمْ اِلَیْھَاشَوْقاًوَظَنُّوْااَنَّھَانُصْبُ اَعْیُنِھِمْ وَاِذَامَرُّوْابِآیَۃٍ فِیْھَاتَخْوِیْفٌ اَصْغَوْااِلَیْھَامَسَامِعَ قُلُوْبِھِمْ وَظَنُّوْااَنَّ زَفِیْرَجَھَنَّمَ وَشَھِیْقَھَافِيْ اُصُوْلِ اٰذَانِھِمْ فَھُمْ

)۱(لقاءاللہ صفحہ ۱۰۱۔

حَانُوْنَ عَلٰی اَوْسَاطِھِمْ مُفْتَرِشُوْنَ لِجِبَاھِھِمْ وَاَکُفِّھِمْ وَرُکَبِھِمْ وَاَطْرَافِ اَقْدَامِھِمْ یَطْلُبُوْنَ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی فِيْ فِکَاکِ رِقَابِھِمْ۔

وَاَمَّاالنَّھَارُ فَحُلَمَاءُ عُلَمَاءُ قَدْ بَرَاھُمُ الْخَوْفُ بَرْیَ الْقِدَاحِ۔۔۔)(۱(

''رات ہوتی ہے تواپنے پیروں پر کھڑے ہو کر قرآن کی آیتوں کی ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرتے ہیں جس سے اپنے دلوں میں غم واندوہ تازہ کرتے ہیں اور اپنے مرض کا چارہ ڈھونڈھتے ہیں جب کسی ایسی آیت پر ان کی نگاہ پڑتی ہے جس میں جنت کی ترغیب دلائی گئی ہو، تواس کی طمع میں ادھر جھک پڑتے ہیں اور اس کے اشتیاق میں ان کے دل بے تابانہ کھنچتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ (پر کیف) منظر ان کی نظروں کے سامنے ہے اور جب کسی ایسی آیت پر ان کی نظر پڑتی ہے جس میں (جہنم سے) ڈرایا گیا ہو تواس کی جانب دل کے کانوں کو جھکا دیتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ دوزخ کے شعلوں کی آواز اور وہاں کی چیخ پکار اُن کے کانوں کے اندر پہنچ رہی ہے، وہ (رکوع) اپنی کمریں جھکائے اور (سجدہ میں) اپنی پیشانیاں ہتھیلیاں گھٹنے اور پیروں کے کنارے (انگوٹھے) زمین پر بچھائے ہوئے اللہ سے گلو خلاصی کے لئے التجائیں کرتے ہیں۔

دن ہوتا ہے تو وہ دانشمند عالم، نیکوکار اور پرہیز گار نظر آتے ہیں۔۔۔''

اللہ سے ملاقات کے شوق کی ایک اور حالت

اللہ سے ملاقات کرنے کے شوق کی ایک اور صورت کا حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی مناجات میں مشاہدہ کیا جاسکتا ہے جس میں آپ فرماتے ہیں:

)اِلٰهي فَاجْعَلْنَا مِنَ الَّذِيْنَ تَرَسَّخَتْ اَشْجَارُ الشَّوْقِ اِلَيْكَ فِيْ حَدَاءِقِ صُدُوْرِهِمْ وَاَخَذَتْ لَوْعَةُ مَحَبَّتِكَ بِمَجَامِعِ قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ اِلٰى اَوْكَارِ الْاَفْكَارِ يَاْوُوْنَ

)۱(نہج البلاغہ خطبہ ۳۰۳۔

وَفِيْ رِيَاضِ الْقُرْبِ وَالْمُكَاشَفَةِ يَرْتَعُوْنَ وَمِنْ حِيَاضِ الْمَحَبَّةِ بِكَاْسِ الْمُلَاطَفَةِ يَكْرَعُوْنَ وَشَرَائِعَ الْمُصَافَاتِ يَرِدُوْنَ قَدْ كُشِفَ الْغِطَاءُ عَنْ اَبْصَارِهِمْ وَانْجَلَتْ ظُلْمَةُ الرَّيْبِ عَنْ عَقَاءِدِهِمْ وَضَمَاءِرِهِمْ وَانْتَفَتْ مُخَالَجَةُ الشَّكِّ عَنْ قُلُوْبِهِمْ وَسَرَاءِرِهِمْ وَانْشَرَحَتْ بِتَحْقِيْقِ الْمَعْرِفَةِ صُدُوْرُهُمْ وَعَلَتْ لِسَبْقِ السَّعَادَةِ فِي الزَّهَادَةِ هِمَمُهُمْ وَعَذُبَ فِيْ مَعِيْنِ الْمُعَامَلَةِ شِرْبُهُمْ وَطَابَ فِيْ مَجْلِسِ الْاُنْسِ سِرُّهُمْ وَاَمِنَ فِيْ مَوَاطِنِ الْمَخَافَةِ سِرْبُهُمْ وَاطْمَاَنَّتْ بِالرُّجُوْعِ اِلٰى رَبِّ الْاَرْبَابِ اَنْفُسُهُمْ وَتَيَقَّنَتْ بِالْفَوْزِ وَالْفَلَاحِ اَرْوَاحُهُمْ وَقَرَّتْ بِالنَّظَرِ اِلٰى مَحْبُوْبِهِمْ اَعْيُنُهُمْ وَاسْتَقَرَّ بِاِدْرَاكِ السُّؤْلِ وَنَيْلِ الْمَاْمُوْلِ قَرَارُهُمْ وَرَبِحَتْ فِيْ بَيْعِ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ تِجَارَتُهُمْ اِلٰهِيْ مَا اَلَذَّ خَوَاطِرَ الْاِلْهَامِ بِذِكْرِكَ عَلَى الْقُلُوْبِ وَمَا اَحْلَى الْمَسِيْرَ اِلَيْكَ بِالْاَوْهَامِ فِيْ مَسَالِكِ الْغُيُوْبِ وَمَا اَطْيَبَ طَعْمَ حُبِّكَ وَمَا اَعْذَبَ شِرْبَ قُرْبِكَ فَاَعِذْنَا مِنْ طَرْدِكَ وَاِبْعَادِكَ وَاجْعَلْنَا مِنْ اَخَصِّ عَارِفِيْكَ وَاَصْلَحِ عِبَادِكَ وَاَصْدَقِ طَاءِعِيْكَ وَاَخْلَصِ عُبَّادِكَ)(۱(

''خدایا! ہم کوان لوگوں میں قرار دے جن کے دلوں کے باغات میں تیرے شوق کے درخت راسخ ہو گئے ہیں اور تیری محبت کے سوز و گداز نے جن کے دلوں پر قبضہ کر لیا ہے وہ فی الحال آشیانۂ افکار میں پناہ لئے ہوئے ہیں اور ریاض قرب اور مکاشفات میں گردش کر رہے ہیں تیری محبت کے حوض سے سیراب ہو رہے ہیں اور تیرے اخلاص کے گھاٹ پر وارد ہو رہے ہیں ان کی نگاہوں سے پردے اٹھا دئے گئے ہیں اور ان کے دل وضمیر سے شکوک کی تاریکیاں زائل ہو گئی ہیں ان کے عقائد سے شک وشبہ کی تاریکی محو ہو گئی ہے اور تحقیقی معرفت سے ان کے سینے کشادہ ہو گئے ہیں اور سعادت

)۱(مفاتیح الجنان مناجات عارفین۔

حاصل کرنے کے لئے زہد کی راہ میں ان کی ہمتیں بلند ہو گئی ہیں اور اطاعت کے ذریعہ سے ان کا چشمہ شیریں ہو گیا ہے مجلس انس میں ان کا باطن پاکیزہ ہو

گیا ہے اور محل خوف میں ان کا راستہ محفوظ ہو گیا ہے وہ مطمئن ہیں کہ ان کے دل رب العالمین کی طرف راجع ہیں اور ان کی روحوں کو کامیابی اور فلاح کا یقین ہے اور ان کی آنکھوں کو محبوب کے دیدار سے خنکی حاصل ہو گئی ہے اور ان کے دلوں کو اور مدعا کے حصول سے سکون مل گیا ہے دنیا کو آخرت کے عوض بیچنے میں ان کی تجارت کامیاب ہو گئی ہے خدایا! دلوں کیلئے تیرے ذکر کا الہام کس قدر لذیذ ہے اور تیری بارگاہ کی طرف آنے میں ہر خیال کس قدر حلاوت کا احساس کرتا ہے۔ تیری محبت کا ذائقہ کتنا پاکیزہ ہے اور تیرے قُرب کا چشمہ کس قدر شیریں ہے ہمیں اپنی دوری سے بچالے اور اپنے مخصوص عارفوں اور اپنے صالح بندوں میں سے سچے اطاعت گذار اور خالص عبادت گذاروں میں قرار دینا"

ہم اس مقام پر اہل بیت علیہم السلام کی دعا اور مناجات تو قف نہیں کرنا چاہتے لیکن ہم امام علی بن الحسین علیہ السلام کی مناجات کے اس جملہ کے بارے میں کچھ غور و فکر کرنا چاہتے ہیں جس جملہ سے آپ نے مناجات کا آغاز فرمایا ہے:

)اِلٰھِيْ فَاجْعَلْنَا مِنَ الَّذِیْنَ تَرَسَّخَتْ اَشْجَارُ الشَّوْقِ اِلَیْکَ فِيْ حَدَاءِقِ صُدُوْرِھِمْ وَاَخَذَتْ لَوْعَتُ مُحَبَّتِکَ بِمَجَامِعِ قُلُوْبِھِمْ(

"خدایا! ہم کو ان لوگوں میں قرار دے جن کے دلوں کے باغات میں تیرے شوق کے درخت راسخ ہو گئے ہیں اور تیری محبت کے سوز و گداز نے جن کے دلوں پر قبضہ کر لیا ہے"

بیشک اولیاءاللہ کیلئے جیسا کہ امام علیہ السلام کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے خوبصورت باغ، طیب و طاہر ہیں اور عوام الناس سے مختلف طرح کی چیزیں صادر ہوتی ہیں:

کچھ لوگوں کے دلوں سے مکاتب اور علمی مدرسے وجود میں آتے ہیں اور علم خیر اور نور ہے بشر طیکہ اللہ سے ملاقات کا شوق باقی رہے بعض لوگوں کے سینہ تجارت گاہ، بینک اور مال و دولت کے مخزن ہوتے ہیں جن کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے اور شمارش کے نقشے ہوتے ہیں اور فائدہ و نقصان کے مقام ہوتے ہیں مال اور تجارت اچھے ہیں لیکن اس شرط کے ساتھ کہ یہ کام اسکے دل کو مشغول نہ کر دے اور ایسا رنج و غم نہ ہو جو اس سے جدا نہ ہو سکتا ہو کچھ لوگوں کے دل ایسی زمین ہوتے ہیں جس میں ببول کے درخت، جنگل (اندرائن جو کڑوا ہونے میں ضرب المثل ہے) زہریلے، کینہ مال پر لڑائی جھگڑا، بادشاہت اور دوسروں کیلئے کید و مکر ہوا کرتے ہیں، اور کچھ افراد کے صدور (قلوب) کھیلنے کودنے والے افعال پر ہوتے ہیں دنیا وسیع پیمانہ پر ایک گروہ کیلئے لہو و لعب ہے۔

لوگوں میں سے کچھ لوگوں کا دل دو ٹکڑوں میں تقسیم کیا گیا ہے: ایک حصہ زہر، کینہ، مکر و کید سے پر ہے اور دوسرا حصہ لہو و لعب سے لبریز ہے۔ جب پہلے حصہ کا راحت و آرام چھن جاتا ہے تو وہ دوسرے حصہ سے پناہ مانگتا ہے اور لہو و لعب سے مدد چاہتا ہے تاکہ وہ نفس کو پہلے حصہ کے عذاب سے نجات دلا سکے۔

لیکن اولیاءاللہ کے سینے اس شوق کے باغ (جیسا کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا ہے) کے سلسلہ میں بارونق اور طیب و طاہر میوے ہوتے ہیں کبھی ان میں شوق کے درخت جڑ پکڑ جاتے ہیں اور اس میں اپنی شاخیں پھیلا دیتے ہیں۔ اللہ سے ملاقات کا شوق ایسا امر نہیں ہے کہ اگر اس پر خواہشات نفسانی غالب آجائے یا دنیا اپنے کو زیب و زینت کے ساتھ اسکے سامنے پیش کر دے تو وہ شوق ملاقات ختم ہو جائے، اور جب صاحب دنیا کیلئے دنیا تنگ ہو جاتی ہے اور وہ مشکلوں میں گھر جاتا ہے نہ تو اس شوق میں کوئی کمی آتی ہے اور نہ ہی اس کے اوراق (پتّے) مرجھاتے ہیں۔

بیشک جب اللہ سے شوق ملاقات کے اشجار ان دلوں میں اپنی جڑ محکم و مضبوط کر لیتے ہیں تو تمام مشکلوں کے باوجود ہمیشہ ہرے بھرے اور پھل دیتے

رہتے ہیں۔

اللہ سے ملاقات کرنے کے شوق کی حالت روح کے ہلکے ہونے کی حالت ہے اور یہ حالت سنگینی اور دنیا پر اعتماد کرنے کی حالت کے برعکس ہے جس کے سلسلہ میں قرآن کریم میں گفتگو کی گئی ہے :

)مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ أَرَضِيتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ) (١(

''جب تم سے کہا گیا کہ راہ خدا میں جہاد کیلئے نکلو تو تم زمین سے چپک کر رہ گئے کیا تم آخرت کے بدلے زندگانی دنیا سے راضی ہو گئے ہو ''

بیشک جب انسان دنیا سے لو لگاتا ہے، اسی سے راضی ہوتا ہے اور اس پر اعتماد و بھروسہ کر لیتا

ہے تو اسکا نفس بھاری اور ڈھیلا ہو جاتا ہے اور جب اسکا نفس (٢) دنیا سے آزاد ہو جاتا ہے تو ہلکا ہو جاتا ہے اور اللہ کی محبت اور اس سے شوق ملاقات کو جذب کرتا ہے۔

ہم اہل بیت سے ماثورہ دعاؤں کے بارے میں روایات کی روشنی میں محبت، شوق اور انس کی بحث کا اختتام کرتے ہیں اور اب ''محبت خدا'' کی بحث کا آغاز کرتے ہیں۔

اللہ کیلئے خالص محبت

یہ مقولہ توحید حب کے مقولہ سے بلند ہے بیشک توحید حب اللہ کی محبت کے علاوہ دوسری محبتوں کی نفی نہیں کرتی ہے لیکن اللہ کی محبت کو دوسری محبتوں پر غلبہ دیتی ہے پس اللہ کی محبت حاکم اور غالب ہے :

)وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ)(٣(

''ایمان والوں کی تمام تر محبت خدا سے ہوتی ہے''

)١(سورۂ توبہ آیت ٣٨۔

)٢(دنیا سے آزاد ہونے کا مطلب اس کو ترک کر دینا نہیں ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی دنیا سے آزاد تھے لیکن پھر بھی اپنی دعوت کے سلسلہ میں دنیا کا سہارا لیتے تھے''

)٣(سورۂ بقرہ آیت ١٦٥۔

یہ ایمان کی شرطوں میں سے ایک شرط اور توحید کی شقوں میں سے ایک شق ہے۔

لیکن اللہ سے خالص محبت، اللہ کے علاوہ دوسروں سے کی جانے والی محبت کی نفی کرتی ہے لیکن اگر محبت خدا (الحب للہ، البغض للہ) کے ساتھ باقی رہے ۔یہ ایمان اور توحید کی شان میں سے نہیں ہے، لیکن صدیقین اور ان کے مقامات کی شان ہے۔

بیشک خداوند عالم اپنے اولیاء اور نیک بندوں کے دلوں کو اپنی محبت کے علاوہ دوسروں کی محبت سے خالی کرنے پر متمکن کر دیتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے :

)القلب حرم اللہ فلا تسکن حرم اللہ غیر اللہ)(١(

''دل اللہ کا حرم ہے اور اللہ کے حرم میں اللہ کے علاوہ کوئی اور نہیں رہ سکتا ہے''

یہ دل کی مخصوص صفت ہے چونکہ اعضاء وجوارح انسان کی زندگی میں مختلف قسم کے کام انجام دیتے ہیں جن کو خداوند عالم نے اس کیلئے مباح قرار دیا ہے اور ان کو بجالانے کی اجازت دی ہے لیکن دل اللہ کا حرم ہے اور اس میں اللہ کے علاوہ دوسرے کی محبت کا حلول کرنا سزاوار نہیں ہے۔

روایت میں دل کی حرم سے تعبیر کرنے کے متعلق نہایت ہی دقیق نکتہ ہے بیشک حرم کا علاقہ امن وامان کا علاقہ ہے اور اسکا دروازہ ہر اجنبی آدمی کیلئے بند رہتا ہے اور اس میں رہنے والوں کو کوئی ڈر وخوف نہیں ہوتا اور نہ ہی اس میں کوئی اجنبی داخل ہو سکتا ہے اسی طرح دل اللہ کا امن وامان والا علاقہ ہے اس میں اللہ کی محبت کے علاوہ کسی اور کی محبت داخل نہیں ہو سکتی اور اس میں اللہ کی محبت کو کوئی برائی یا خوف پیش نہیں آسکتا ہے۔

صدیقین اور اولیاء اللہ سے خالص محبت کرنے والے بندے ہیں اللہ کی محبت اور دوسروں

)۱ (بحار الانوار جلد ۷۰ صفحہ ۲۵۔

کی محبت کو ایک ساتھ جمع نہیں کیا جاسکتا ہاں اللہ کی محبت کے زیر سایہ تو دوسروں کی محبت ہو سکتی ہے۔

ہم مندرجہ ذیل حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی مناجات میں محبت کی سوزش اور محبت میں صدق اخلاص دیکھتے ہیں:

)سَیِّدِيْ اِلَیْکَ رَغْبَتِیْ، وَاِلَیْکَ رَھْبَتِیْ، وَاِلَیْکَ تَاْمِیْلِیْ وَقَدْ سَاقَنِیْ اِلَیْکَ اَمَلِیْ وَعَلَیْکَ یَاوَاحِدِیْ عَکَفَتْ ھِمَّتِیْ وَفِیْمَا عِنْدَکَ انْبَسَطَتْ رَغْبَتِیْ وَلَکَ خَالِصُ رَجَائِيْ وَخَوْفِيْ وَبِکَ اَنِسَتْ مَحَبَّتِيْ وَاِلَیْکَ اَلْقَیْتُ بِیَدِيْ وَبِحَبْلِ طَاعَتِکَ مَدَدْتُ رَھْبَتِيْ یَا مَوْلَايَ بِذِکْرِکَ عَاشَ قَلْبِيْ وَبِمُنَاجَاتِکَ بَرَّدْتُ اَلَمَ الْخَوْفِ عَنِّيْ۔۔۔)(۱(

''میرے مالک میری تیری ہی طرف رغبت ہے اور تجھی سے خوف تجھی سے امید رکھتا ہے، اور تیری ہی طرف امید کھینچ کرلے جاتی ہے، میری ہمت تیری ہی جناب میں ٹھہر گئی ہے اور تیری نعمتوں کی طرف میری رغبت پھیل گئی ہے خالص امید اور خوف تیری ہی ذات سے وابستہ ہے محبت تجھی سے مانوس ہے اور ہاتھ تیری ہی طرف بڑھایا ہے اور اپنے خوف کو تیری ہی ریسمان ہدایت سے ملا دیا ہے خدایا میرا دل تیری ذات سے زندہ ہے اور میرا درد خوف تیری مناجات سے ٹھہرا ہے''

امام علیہ السلام مناجات کے اس ٹکڑے میں اپنی رغبت، رھبت، اور آرزو تمام چیزوں کو اللہ سے مربوط کرتے ہیں اور خدا کی عطا کردہ ہمت کے ذریعہ ان سب کے پابند تھے آپ خالص طور پر خدا سے امید رکھتے تھے اور اسی سے خوف کھاتے تھے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

)احبّوا اللہ من کلّ قلوبکم)(۲(

)۱ (دعائے ابوحمزہ ثمالی۔

)۲(کنز العمال جلد ۴۷ صفحہ ۴۴۔

''تم اللہ سے اپنے پورے دلوں کے ساتھ دوستی کرو''

اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی دعا میں آیا ہے:

)اللھم اِنّي اَسالُک ان تملاَ قلبي حبّاًلک وخشیۃمنک، وتصدیقاًلک وایماناًبک وفرقاًمنک وشوقاًالیک)(۱ (

''بارالٰہامیں تجھ سے سوال کرتاہوں کہ تومیرے دل کواپنی محبت،خوف،تصدیق ایمان اوراپنے شوق سے لبریز فرمادے''

اگراللہ سے محبت اوراس سے شوق ملاقات سے بندہ کادل لبریزہوجائے توپھراس میں اللہ سے محبت کے علاوہ کسی دوسرے سے محبت کی کوئی خالی جگہ ہی باقی نہیں رہ جاتی مگریہ کہ محبت اس خداکی محبت کے طول میں اوراسی کی محبت کے نتیجہ پرکہ محبت بھی درحقیقت اللہ کی محبت ہے اوراسی شوق کانتیجہ ہے۔

ماہ رمضان کے آجانے پرحضرت امام صادق علیہ السلام کی دعاکاایک حصہ یہ ہے:

)صلّ علیٰ محمّدٍوآل محمّدٍواشغل قلبي بعظیم شانک،وارسل محبّتک الیہ حتّی اَلقاک وَاَوداجي تشخب دماً)(۲(

''خدایا! محمدوآل محمدپردرود بھیج اپنی شان کی عظمت کے صدقہ میں میرے دل کواپنی یادمیں مصروف رکھ میرے دل میں اپنی محبت ڈال دے تاکہ میں تجھ سے خون میں غلطاں حالت میں ملاقات کروں''

اس کامطلب خداوندعالم کیلئے خالص محبت کرناہے چونکہ خداکی محبت دل کومصروف کرنے والاکام ہے اوراس سے جدانہ ہونے والاامرہے۔

)۱(بحارالانوارجلد۹۸صفحہ۸۹۔

)۲(بحارالانوارجلد۹۷صفحہ۳۳۴۔

بندہ سے متعلق خداوندعالم کی حمیت

بیشک اللہ اپنے بندے سے محبت کرتاہے اورمحبت کی ایک خصوصیت غیرت ہے وہ غیوربندوں کے دلوں میں ہوتی ہے بندے اللہ سے خالص محبت کریں اوراس کے علاوہ کسی دوسرے سے محبت نہ کریں اوربندوں کواپنے دل میں دوسروں کی محبت داخل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔روایت میں آیاہے کہ موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے اپنے رب سے وادی مقدس میں مناجات کرتے ہوئے عرض کیااے پروردگار:

)اِني اخلصت لک المحبّۃ منّي وغسلت قلبي ممّن سواک)(۱(

''میں صرف تیرامخلص ہوں اورتیرے علاوہ کسی اورسے محبت نہیں کرتا''اورمجھے اپنے اہل وعیال سے شدید محبت ہے خداوندعالم نے فرمایا۔اگرتم مجھ سے خالص محبت کرتے ہوتواپنے اہل وعیال کی محبت اپنے دل سے الگ کردو''

اللہ کی اپنے بندے پریہ مہربانی ہے کہ وہ اپنے بندے کے دل سے غیرکی محبت کوزائل کردیتاہے اورجب خداوندعالم اپنے بندے کواپنے علاوہ کسی اورسے محبت کرتے ہوئے پاتاہے تواس کی محبت کوبندے سے سلب کردیتاہے یہاں تک کہ بندہ کادل اس کی محبت کیلئے خالص ہوجاتاہے اورحضرت امام حسین علیہ السلام سے مروی دعامیں آیاہے:

)انت الذي ازلت الاغیارعن قلوب احبّائک حتّی لم یحبّواسواک ماذاوجد مَن فقدک وماالذي فقد مَن وجدک لقدخاب من رضي دونک بدلا''(۲(

''تونے اپنے محبوں کے دلوں سے غیروں کی محبت کواس حدتک دورکردیاکہ وہ تیرے علاوہ

)۱(بحارالانوار جلد ۸۳ صفحہ ۲۳۶۔

)۲(بحارالانوار جلد ۹۸ صفحہ ۲۲۶۔

کسی سے محبت ہی نہیں کرتے۔ جس نے تجھے کھو دیا اس نے کیا پایا؟ اور جس نے تجھے پالیا اس نے کیا کھویا؟ جو شخص تیرے علاوہ کسی اور سے راضی ہوا وہ نا مراد رہا''

ہمارے لئے اس سلسلہ میں اس تربیت کرنے والی خاتون کا واقعہ نقل کرنا بہتر ہے جس کو شیخ حسن البنا نے اپنی کتاب ''مذاکرات الدعوۃ والداعیۃ'' میں نقل کیا ہے۔ حسن البنّا کہتے ہیں: شیخ سلبی (مصر کے علم عرفان اور اخلاق کی بڑی شخصیت) کو خداوند عالم نے ان کی آخری عمر میں ایک بیٹی عطا کی شیخ اس سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے یہاں تک کہ آپ اس سے جدا نہیں ہوتے تھے وہ جوں جوں جوان اور بڑی ہو رہی تھی شیخ کی اس سے محبت میں اضافہ ہوتا جارہا تھا شیخ بنّا نے اپنے کچھ ساتھیوں کے ہمراہ ایک شب پیغمبر اکرم کی شب ولادت شیخ شلبی کے گھر کے نزدیک ایک خوشی کی محفل سے لوٹنے کے بعد شیخ شلبی سے ملاقات کی جب وہ چلنے لگے تو شیخ نے مسکرا کر کہا: انشاءاللہ کل تم مجھ سے اس حال میں ملاقات کروگے کہ جب ہم روحیہ کو دفن کرینگے۔ روحیہ ان کی وہی اکلوتی بیٹی تھی جو شادی کے گیارہ سال بعد خداوند عالم نے ان کو عطا کی تھی اور جس سے آپ کام کرتے وقت بھی جدا نہیں ہوتے تھے اب وہ جوان ہو چکی تھی اس کا نام روحیہ اس لئے رکھا تھا کیونکہ وہ ان کیلئے روح کی طرح تھی۔

بنّا کہتے ہیں کہ: ہم نے اُن سے روتے ہوئے سوال کیا کہ اس کا انتقال کب ہوا؟ شیخ نے شلبی نے کہا آج مغرب سے کچھ دیر پہلے۔ ہم نے عرض کیا: تو آپ نے ہم کو کیوں نہیں بتایا تا کہ ہم دوسرے گھر سے تشیع کی جماعت کے ساتھ نکلتے۔؟ شیخ نے کہا: کیا ہوا؟ ہمارا رنج و غم کم ہو گیا غم خوشی میں بدل گیا۔ کیا تم کو اس سے بڑی نعمت چاہئے تھی؟

گفتگو شیخ کے صوفیانہ درس میں تبدیل ہو گئی اور وہ اپنی بیٹی کی وفات کی وجہ یہ بیان کرنے لگے کہ خداوند عالم ان کے دل پر غیرت سے کام لینا چاہتا تھا کیونکہ خداوند عالم کو اپنے نیک بندوں کے دلوں کے سلسلہ میں اسی بات سے غیرت آتی ہے کہ وہ کسی دوسرے سے وابستہ ہوں یا کسی دوسرے کی طرف متوجہ ہوں۔ انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مثال پیش کی جن کا دل اسماعیل علیہ السلام میں لگ گیا تھا تو خداوند عالم نے ان کو اسماعیل کو ذبح کرنے کا حکم دیدیا اور حضرت یعقوب علیہ السلام جن کا دل حضرت یوسف علیہ السلام میں لگ گیا تھا تو خداوند عالم نے حضرت یوسفؑ کو کئی سال تک دور رکھا اس لئے انسان کے دل کو خداوند عالم کے علاوہ کسی اور سے وابستہ نہیں ہونا چاہئے ورنہ وہ محبت کے دعوے میں جھوٹا ہوگا۔

پھر انھوں نے فضیل بن عیاض کا قصہ چھیڑا جب انھوں نے اپنی بیٹی کے ہاتھ کا بوسہ لیا تو بیٹی نے کہا بابا کیا آپ مجھے بہت زیادہ دوست رکھتے ہیں؟ تو فضیل نے کہا: ہاں۔ بیٹی نے کہا: خدا کی قسم میں آج سے پہلے آپ کو جھوٹا نہیں سمجھتی تھی۔ فضیل نے کہا: کیسے اور میں نے کیوں جھوٹ بولا؟ بیٹی نے کہا کہ: میں سوچتی تھی کہ آپ خداوند عالم کے ساتھ اپنی اس حالت کی بنا پر خدا کے ساتھ کسی کو دوست نہیں رکھتے ہوں گے۔ تو فضیل نے رو کر کہا کہ: اے میرے مولا اور آقا چھوٹے بچوں نے بھی تیرے بندے کی ریاکاری کو ظاہر کر دیا۔ ایسی باتوں کے ذریعہ شیخ شلبی ہم سے روحیہ کے غم کو دور کرنا چاہتے تھے اور اس کی مصیبت کے درد والم سے ہونے والے غم کو ہم سے بر طرف کرنا چاہتے تھے ہم نے ان کو خدا حافظ کہا اور اگلے دن صبح کے وقت روحیہ کو دفن کر دیا گیا ہم نے گریہ وزاری کی کوئی آواز نہ سنی بلکہ صرف صبر و تسلیم و رضا کے مناظر کا مشاہدہ کیا۔

اللہ کیلئے اور اللہ کے بارے میں محبت

اب ہم مندرجہ ذیل سوال کا جواب بیان کریں گے اللہ کیلئے خالص محبت کے یہ معنی فطرت انسان کے خلاف ہیں چونکہ اللہ نے انسان کو متعدد چیزوں سے محبت اور متعدد چیزوں سے کراہت کرنے والی فطرت دے کر خلق کیا ہے اور اس معنی میں اللہ سے خالص محبت کرنے کا مطلب یہ ہے انسان کی اس فطرت کے خلاف محافظت کرے جس فطرت پر اللہ نے اس کو خلق کیا ہے ؟

جواب: اللہ سے خالص محبت کرنے کا مقصد انسانی فطرت کا انکار کرنا نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جن چیزوں سے اللہ محبت کرتا ہے اور جن چیزوں کو ناپسند کرتا ہے ان کی محبت اور کراہت کی توجیہ کرنا ہے لہٰذا پروردگار عالم اپنے بندے اور کلیم حضرت موسیٰ بن عمران سے ان کے اہل کی محبت ان کے دل سے نکلوانا نہیں چاہتا ہے بلکہ خداوند عالم یہ چاہتا ہے کہ ان کے اہل وعیال کی محبت خداوند عالم کی محبت کے زیر سایہ ہو اور ہر محبت کیلئے بندے کے دل میں وہی ایک منبع ومصدر ہونا چاہئے دوسرے لفظوں میں : بیشک پروردگار عالم اپنے بندے اور کلیم موسیٰ بن عمران سے یہ چاہتا ہے کہ ہر محبت کو اللہ کی محبت کے منبع اور مصدر سے مربوط ہونا چاہئے اس وقت بندے کی اپنے اہل وعیال سے محبت تعظیم کیلئے ہوگی یہی اس کا دقیق مطلب ہے اور تربیت کا بہترین اور عمدہ طریقہ ہے اور اسی طریقہ تک صرف اسی کی رسائی ہوسکتی ہے جس کو اللہ نے اپنی محبت کیلئے مخصوص کرلیا ہے اور اس کو منتخب کرلیا ہے بیشک رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ پاک وپاکیزہ اور طیب وطاہر تھے آپ کا فرمان ہے میں دنیا کی تین چیزوں سے محبت کرتا ہوں : عورت خوشبو اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے۔(۱(

بیشک یہ وہ محبت ہے جو اللہ کی محبت کے زیر سایہ جاری رہتی ہے اور ان تینوں میں رسولؐ خدا سب سے زیادہ نماز سے محبت کرتے تھے اس لئے کہ نماز ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے بیشک نماز سے رسول اللہ ﷺ کی محبت اللہ کی محبت کے زیر سایہ جاری تھی۔

پس اللہ سے محبت کرنے میں انسان کی فطرت میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا ہے جس فطرت پر اللہ نے انسان کو خلق کیا ہے۔ بلکہ جدید معیار وملاک کے ذریعہ حیات انسانی میں محبت اور عداوت کے نقشہ کو اسی نظام کے تحت کرنا ہے جس کو اسلام نے بیان کیا ہے۔

انسان کی فطری محبت خود اسکے مقام پر باقی ہے لیکن جدید طریقہ کی وجہ سے اللہ کی تعظیم وتکریم کرنا ہے۔

)۱(الخصال صفحہ ۱۶۵۔

اس بنیاد پر اللہ کیلئے محبت اور اللہ کے سلسلہ میں محبت کی قیمت کیلئے اسلامی روایات میں بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔

حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام سے مروی ہے :

)المحبۃ للّٰہ اقرب نسب)(۱(

''خدا سے محبت سب سے نزدیکی رشتہ داری ہے''

اور حضرت علی علیہ السلام کا ہی فرمان ہے :

)المحبّۃ فی اللّٰہ آکد من وشیج الرحم)(۲(

''خدا سے محبت خونی رشتہ داری سے بھی زیادہ مضبوط ہے''

یہ تعبیر بہت دقیق ہے اور ایک اہم فکر کی طلبگار ہے۔ بیشک لوگوں کے اپنی زندگی میں بہت گہری رشتہ داری اور تعلقات ہوتے ہیں۔ان تمام تعلقات میں رشتہ داری کے تعلقات بہت زیادہ معتبر ہیں،اور اللہ تعالی کی محبت کی رشتہ داروں کی محبت سے زیادہ محبت کی تاکید کی گئی ہے جب انسان اپنی محبت اور تعلقات رشتہ داری کے ذریعہ قائم کرلے۔اسی محبت سے اور عداوت کی وجہ سے رشتہ داری کامل اور ناقص ہوگی۔

رشتہ داروں کی محبت پر اس لئے زیادہ زور دیا گیا ہے کہ جب اللہ کے علاوہ کسی اور سے محبت ہوگی تو اس محبت میں تغیر و تبدل ہوگا اور خلل واقع ہوگا۔اسی وجہ سے بعض لوگوں کے تاثرات دوسرے بعض لوگوں سے مختلف ہوتے ہیں لیکن جب انسان اپنے بھائی سے اللہ کیلئے محبت کرے گا تو وہ بہت زیادہ قوی محبت ہوگی اور یہ محبت مختلف اور ایک دوسرے کیلئے متضاد محبت سے کہیں زیادہ مؤثر ہوگی۔

)۱(میزان الحکمۃ جلد ۲ص ۲۲۳۔

)۲(میزان الحکمۃ جلد ۲ صفحہ ۲۳۳۔

اللہ کیلئے خالص محبت صرف انسان کے فطری تعلقات کی نفی نہیں کرتی بلکہ انسان پر اس بات پر زور دیتی ہے اور اس کے ذہن میں یہ بات راسخ کرتی ہے کہ اس محبت کو ایک بڑے منبع کے تحت منظم کرے جس کو ہر صدیق اور ولی خدا نے منظم و مرتب کیا ہے۔پس اللہ کے نزدیک لوگوں میں وہ شخص زیادہ افضل ہوگا جو اپنے بھائی سے اللہ کی محبت کے زیر سایہ محبت کرے۔حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

)ماالتقی مؤمنان قط الا کان افضلھما اشدّھما حبّاً لاخیہ)(۱(

''مومن جب بھی آپس میں ملیں گے تو ان میں وہ افضل ہوگا جو اپنے بھائی سے بہت زیادہ محبت کرتا ہو''

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ہی فرمان ہے:

)انّ المتحابین فی اللہ یوم القیامۃ علی منابر من نور،قد اضاء نور اجسادھم و نور منابرھم کل شیٔ حتی یُعرفوا بہ،فیُقال: ھؤلاء المتحابّون فی اللہ)(۲(

''اللہ کی محبت میں فنا ہو جانے والے قیامت کے دن نور کے منبروں پر ہوں گے ان کے اجساد اور ان کے منبروں کے نور کی روشنی سے ہر چیز روشن ہوگی یہاں تک کہ ان کا تعارف بھی اسی نور کے ذریعہ ہوگا۔پس کہا جائیگا: یہ لوگ اللہ کی محبت میں فناء فی اللہ ہوگئے ہیں''

روایت کی گئی ہے کہ پروردگار عالم نے موسیٰ بن عمران علیہ السلام سے کہا:

)ھل عملت لي عملاً؟ قال: صلّیت لک وصمت، وتصدّقت وذکرت لک، فقال اللہ تبارک وتعالی: انّا الصلاۃ فلک برھان، والصوم جُنّۃ، والصدقۃ ظلّ، والذکر نور، فاي عمل عملت لی؟ قال موسیٰ: دلنی علی العمل الذي ھو

)۱(بحار الانوار جلد ۷۴ ص ۳۹۸

)۲(بحار الانوار جلد ۷۴ ص ۳۹۹۔

لک۔ قال: یاموسیٰ، ھل والیت لي ولیّاً وھل عادیت لي عدوّاً قطّ؟ فعلم موسیٰ انّ افضل الاعمال الحبّ فی اللہ والبغض فی اللہ)(۱(

''کیا تم نے میرے لئے کوئی عمل انجام دیا ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

میں نے تیرے لئے نماز پڑھی ہے، روزہ رکھاہے، صدقہ دیاہےاور تجھ کو یاد کیاہے پروردگار عالم نے فرمایا: نماز تمہارے لئے دلیل ہے، روزہ سپر ہے صدقہ سایہ اور ذکر نور ہے پس تم نے میرے لئے کونسا عمل انجام دیاہے؟ حضرت موسیٰ نے عرض کیا: ہر وہ چیز جس پر عمل کااطلاق ہوتاہے وہ تیرے لئے ہے خداوند عالم نے فرمایا: کیاتم نے کسی کو میرے لئے ولی بنایااور کیاتم نے کسی کو میرا دشمن بنایاہر گز؟ تو موسیٰؑ کو یہ معلوم ہو گیاکہ سب سے افضل عمل اللہ کی محبت اور بغض میں فناہو جاناہے"

حدیث بہت دقیق ہے نماز کیلئے امکان ہے کہ انسان اسکواللہ کی محبت کے عنوان سے پیش کرے یا ممکن ہے نماز کواپنے لئے جنت میں دلیل کے عنوان سے پیش کرے۔ روزہ کو ممکن ہے انسان اللہ کی محبت کیلئے مقدم کرےاور ممکن ہے اسکواپنے لئے جہنم کی آگ سے سپر قرار دے لیکن اولیاءاللہ کی محبت اور اللہ کے دشمنوں سے برائت اللہ کی محبت کے بغیر نہیں ہو سکتی ہے۔

محبت کا پہلا سرچشمہ

ہم اللہ کی محبت کیلئے کہاں سے سیر اب ہوں؟ ہماری اس بحث میں یہ سوال بہت اہم ہے۔ جب ہم اللہ کی محبت کی قیمت سے متعارف ہو گئے تو ہمارے لئے اس چیز سے متعارف ہونا بھی ضروری ہے کہ ہم اس محبت کو کہاں سے اخذ کریں اور اسکا سرچشمہ و منبع کیاہے؟

اس سوال کا مجمل جواب یہ ہے کہ اس محبت کا سرچشمہ ابتداوانتہاءاللہ تبارک وتعالیٰ ہے۔اس مجمل جواب کی تفصیل بیان کرناضروری ہے اور تفصیل یہ ہے :

)۱ (بحارالانوار جلد۶۹ص۲۵۳۔

۱۔اللہ اپنے بندوں کو دوست رکھتاہے

بیشک اللہ اپنے بندوں کو دوست رکھتاہے، ان کورزق دیتاہے، ان کو کپڑا پہناتاہے، ان کو بے انتہامال ودولت عطاکرتاہے، ان کو معاف کرتاہے، ان کی توبہ قبول کرتاہے، ان کو سیدھاراستہ دکھاتاہے، ان کو توفیق عطاکرتاہے، ان کواپنے صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتاہے، ان کواپنی رعایاکاولی بناتاہےاور ان پر فضیلت دیتاہے، ان سے برائی اور شر کو دور کرتاہے یہ سب محبت کی نشانیاں ہیں۔

۲۔ان کواپنی محبت والفت عطاکرتاہے

اللہ کی بندوں کیلئے یہ محبت ہے کہ وہ ان (بندوں) سے محبت کرتاہےاور ان کواپنی محبت کارزق عطاکرتاہے۔ محبت کا یہ حکم بڑا عجیب وغریب ہے بیشک محبت کادینے والاوہ خداہے جواپنے بندوں سے محبت سے ملاقات کرتاہے ان کو جذبہ عطاکرتاہے پھر اس جذبہ کے ذریعہ ان کو مجذوب کرتاہے۔

ہم یہ مشاہدہ کر چکے ہیں کہ ماثورہ روایات اور دعاؤں میں اس مطلب کی طرف متعدد مرتبہ ارشارہ کیاگیاہے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام بارہویں مناجات میں فرماتے ہیں:

)اِلٰهي فَاجْعَلْنَا مِنَ الذِيْنَ تَرَسَّخَتْ اَشْجَارُ الشَّوْقِ اِلَيْکَ فِيْ حَدَائِقِ صُدُوْرِهِمْ وَاَخَذَتْ لَوْعَةُ مُحَبَّتِکَ بِمَجَامِعِ قُلُوْبِهِمْ(

"خدایا! ہمیں ان لوگوں میں قرار دے جن کے دلوں کے باغات میں تیرے شوق کے درخت راسخ ہو گئے ہیں اور تیری محبت کے سوز وگداز نے جن کے دلوں پر قبضہ کر لیاہے"

ہم اس دعا کی پہلے شرح بیان کر چکے ہیں۔

چودھویں مناجات میں آیا ہے: (اَسْأَلُکَ اَنْ تَجْعَلَ عَلَیْنَا وَاقِیَةً تُنْجِیْنَا مِنَ الْهَلَكَاتِ، وَتُجَنِّبُنَا مِنَ الْآفَاتِ، وَتُكِنُّنَا مِنْ دَوَاهِي الْمُصِیْبَاتِ، وَاَنْ تُنْزِلَ عَلَیْنَا مِنْ سَكِیْنَتِكَ، وَاَنْ تُغَشِّيَ وُجُوهَنَا بِاَنْوَارِ مَحَبَّتِكَ، وَاَنْ تُؤْوِیَنَا اِلٰى شَدِیْدِ رُكْنِكَ، وَاَنْ تَحْوِیَنَا فِي اَكْنَافِ عِصْمَتِكَ، بِرَاْفَتِكَ وَرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ (

”ہمارے لئے وہ تحفظ قرار دیدے جو ہمیں ہلاکتوں سے بچالے اور آفتوں سے محفوظ کر کے مصیبتوں سے اپنی پناہ میں رکھے۔ ہم پر اپنا سکون نازل کردے اور ہمارے چہروں پر اپنی محبت کی تابانیوں کا غلبہ کردے۔ ہم کو اپنے مستحکم رکن کی پناہ میں لے لے اور ہم کو اپنی مہربانیوں کی عصمت کے زیر سایہ محفوظ بنادے“

پندرھویں مناجات (زاہدین) میں آیا ہے:

)اِلٰهِي فَزَهِّدْنَا فِیْهَا وَسَلِّمْنَا مِنْهَا بِتَوْفِیْقِكَ وَعِصْمَتِكَ، وَانْزَعْ عَنَّا جَلَابِیْبَ مُخَالَفَتِكَ، وَتَوَلَّ اُمُوْرَنَا بِحُسْنِ كِفَایَتِكَ، وَاَجْمِلْ صِلَاتِنَا مِنْ فَیْضِ مَوَاهِبِكَ، وَاَغْرِسْ فِي اَفْئِدَتِنَا اَشْجَارَ مَحَبَّتِكَ وَاَتْمِمْ لَنَا اَنْوَارَ مَعْرِفَتِكَ، وَاَذِقْنَا حَلَاوَةَ عَفْوِكَ وَلَذَّةَ مَغْفِرَتِكَ، وَاَقْرِرْ اَعْیُنَنَا یَوْمَ لِقَائِكَ بِرُؤْیَتِكَ، وَاَخْرِجْ حُبَّ الدُّنْیَا مِنْ قُلُوْبِنَا كَمَا فَعَلْتَ بِالصَّالِحِیْنَ مِنْ صَفْوَتِكَ، وَالْاَبْرَارِ مِنْ خَاصَّتِكَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ (

”خدایا ہم کو اس دنیا میں زہد عطا فرما اور اس کے شر سے محفوظ فرما اپنی توفیق اور عصمت کے ذریعہ ہم سے اپنی مخالفت کے لباس اتروادے اور ہمارے امور کا تو ہی ذمہ دار بن کر ان کی بہترین کفایت فرما اپنی وسیع رحمت سے مزید عطا فرما اور اپنے بہترین عطایا سے ہمارے ساتھ اچھے اچھے برتاؤ کرنا اور ہمارے دلوں میں اشجار محبت بٹھادے اور ہمارے لئے انوار معرفت کو مکمل کردے اور ہمیں اپنی معافی کی حلاوت عطا فرما اور ہمیں مغفرت کی لذت سے آشنا بنا دے ہماری آنکھوں کو روز قیامت اپنے دیدار سے ٹھنڈا کر دینا اور ہمارے دلوں سے دنیا کی محبت نکال دینا جیسے تونے اپنے نیک اور منتخب اور تمام مخلوقات میں نیک کردار لوگوں کے ساتھ سلوک کیا ہے اور اپنی رحمت کے سہارے اے ارحم الراحمین“

آخر میں ہم اس مطلب کی تکمیل کیلئے سید ابن طاوٗس کی نقل کی ہوئی روز عرفہ پڑھی جانے والی امام حسین علیہ السلام کی دعا نقل کر رہے ہیں:

)کیف یستدل علیک بما هو فی وجوده مفتقر الیک اَیَكُوْنُ لِغَیْرِكَ مِنَ الظُّهُوْرِ مَا لَیْسَ لَكَ حَتّٰى یَكُوْنَ هُوَ الْمُظْهِرَ لَكَ مَتٰى غِبْتَ حَتّٰى تَحْتَاجَ اِلٰى دَلِیْلٍ یَدُلُّ عَلَیْكَ وَمَتٰى بَعُدْتَ حَتّٰى تَكُوْنَ الْآثَارُ هِيَ الَّتِي تُوْصِلُ اِلَیْكَ عَمِیَتْ عَیْنٌ لَا تَرَاكَ عَلَیْهَا رَقِیْبًا وَخَسِرَتْ صَفْقَةُ عَبْدٍ لَمْ تَجْعَلْ لَهُ مِنْ حُبِّكَ نَصِیْبًا۔۔۔ فَاهْدِنِي بِنُوْرِكَ اِلَیْكَ، وَاَقِمْنِي بِصِدْقِ الْعُبُوْدِیَّةِ بَیْنَ یَدَیْكَ۔۔۔ وَصُنِّي بِسِتْرِكَ الْمَصُوْنِ۔۔۔ وَاسْلُكْ بِي مَسْلَكَ اَهْلِ الْجَذْبِ، اِلٰهِي اَغْنِنِي بِتَدْبِیْرِكَ لِي عَنْ تَدْبِیْرِي، وَبِاخْتِیَارِكَ عَنْ اخْتِیَارِي وَاَوْقِفْنِي عَلٰى مَرَاكِزِ اضْطِرَارِي۔۔۔ اَنْتَ الَّذِي اَشْرَقْتَ الْاَنْوَارَ فِي قُلُوْبِ اَوْلِیَائِكَ حَتّٰى عَرَفُوْكَ وَوَحَّدُوْكَ۔ وَاَنْتَ الَّذِي اَزَلْتَ الْاَغْیَارَ عَنْ قُلُوْبِ اَحِبَّائِكَ حَتّٰى لَمْ یُحِبُّوْا سِوَاكَ وَلَمْ یَلْجَؤُوْا اِلٰى غَیْرِكَ اَنْتَ الْمُؤْنِسُ لَهُمْ حَیْثُ اَوْحَشَتْهُمُ الْعَوَالِمُ وَاَنْتَ الَّذِي هَدَیْتَهُمْ حَیْثُ اسْتَبَانَتْ لَهُمُ الْمَعَالِمُ۔ مَاذَا وَجَدَ مَنْ فَقَدَكَ؟ وَمَا الَّذِي فَقَدَ مَنْ وَجَدَكَ؟ لَقَدْ خَابَ مَنْ رَضِيَ دُوْنَكَ بَدَلًا، وَلَقَدْ خَسِرَ مَنْ بَغٰى عَنْكَ مُتَحَوَّلًا كَیْفَ یُرْجٰى سِوَاكَ وَاَنْتَ مَا قَطَعْتَ الْاِحْسَانَ؟ وَكَیْفَ یُطْلَبُ مِنْ غَیْرِكَ وَاَنْتَ مَا بَدَّلْتَ عَادَةَ الْاِمْتِنَانِ؟ یَا مَنْ اَذَاقَ اَحِبَّاءَهُ حَلَاوَةَ الْمُؤَانَسَةِ فَقَامُوْا بَیْنَ یَدَیْهِ مُتَمَلِّقِیْنَ وَیَا مَنْ اَلْبَسَ اَوْلِیَاءَهُ مَلَابِسَ هَیْبَتِهِ فَقَامُوْا بَیْنَ یَدَیْهِ مُسْتَغْفِرِیْنَ۔۔۔ اِلٰهِي اُطْلُبْنِي بِرَحْمَتِكَ حَتّٰى اَصِلَ اِلَیْكَ، وَاجْذِبْنِي بِمَنِّكَ حَتّٰى اُقْبِلَ عَلَیْكَ)(۱(

)۱(بحار الانوار ج۹۸ص۲۲۶۔

’’میں ان چیزوں کو کس طرح راہنمابناؤں جو خود ہی اپنے جود میں تیری محتاج ہیں کیا تیرے کسی ش�ئ کو تجھ سے بھی زیادہ ظہور حاصل ہے کہ وہ دلیل بن کر تجھ کو ظاہر کر سکے تو کب ہم سے غائب رہاہے کہ تیرے ئے کسی دلیل اور راہنمائی کی ضرورت ہو،اور کب ہم سے دور رہاہے کہ آثار تیری بارگاہ تک پہنچانے کاذریعہ بنیں وہ آنکھیں اندھی ہیں جو تجھے اپنا نگراں نہیں سمجھ رہی ہیں اور وہ بندہ اپنے معاملاتِ حیات میں سخت خسارہ میں ہے جسے تیری محبت کا کوئی حصہ نہیں ملا۔۔۔تو اپنی طرف اپنے نور سے میری ہدایت فرما،اور مجھ کو اپنی سچی بندگی کے ساتھ اپنی بارگاہ میں حاضری کی سعادت کرامت فرما۔۔۔اور اپنے محفوظ پردوں سے میری حفاظت فرما۔۔۔اور جذب و کشش رکھنے والوں کے مسلک پر چلنے کی توفیق عطافرمااپنی تدبیر کے ذریعہ مجھے میری تدبیر سے بے نیاز کر دے اور اپنے اختیار کے ذریعہ میرے اختیار اور انتخاب سے مستغنی بنادے اور اضطرار واضطراب کے مواقع کی اطلاع اور آگاہی عطافرما۔۔۔تو ہی وہ ہے جس نے اپنے دوستوں کے دلوں میں انوار الوہیت کی روشنی پیدا کر دی تو وہ تجھے پہچان گئے اور تیری وحدانیت کا اقرار کرنے لگے اور تو ہی وہ ہے جس نے اپنے محبوں کے دلوں سے اغیار کو نکال کر باہر کر دیا تواب تیرے علاوہ کسی کے چاہنے والے نہیں ہیں،اور کسی کی پناہ نہیں مانگتے تونے اس وقت ان کا سمان فراہم کیاجب سارے عالم سبب وحشت بنے ہوئے تھے اور تونے ان کی اس طرح ہدایت کی کہ سارے راستے روشن ہوگئے پرور دگار جس نے تجھ کو کھودیااس نے کیاپایا؟اور جس نے تجھ کو پالیااس نے کیاکھویا؟جو تیرے بدل پر راضی ہوگیاوہ نامراد ہوگیا،اور جس نے تجھ سے روگردانی کی وہ گھاٹے میں رہا،تیرے علاوہ غیر سے امید کیوں کی جائے جبکہ تونے احسان کا سلسلہ روکانہیں اور تیرے علاوہ دوسرے سے مانگاہی کیوں جائے جبکہ تیرے فضل وکرم کی عادت میں فرق نہیں آیاہے وہ پروردگار جس نے اپنے دوستوں کوانس ومحبت کی حلاوت کامزہ چکھادیاہے تو اس کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلائے کھڑے ہوئے ہیں اور اپنے اولیاء کو ہیبت کالباس پہنادیاہے تواس کے سامنے استغفار کرنے کے لئے استادہ ہیں۔۔۔میرے معبود مجھ کو اپنی رحمت سے طلب کرلے تاکہ میں تیری بارگاہ تک پہونچ جاؤں اور مجھے اپنے احسان کے سہارے اپنی طرف کھینچ لے تاکہ میں تیری طرف متوجہ ہوجاؤں‘‘

۳۔بندوں سے خداوندعالم کااظہار دوستی

خداوندعالم اپنے بندوں سے دوستی کااظہار کرتاہے اور بندوں کو اپنی ذات سے محبت کرانے کیلئے نعمتوں سے مالامال کر دیتاہے بیشک پروردگار عالم دلوں پر نعمت اس لئے نازل کرتاہے کہ خداوندعالم نے جن پر نعمت نازل کی ہے وہ اللہ کو دوست رکھیں۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے دعائے سحر میں آیاہے:

)تَتَحَبَّبُ اِلَینَابِالنِّعَمِ وَنُعَارِضُکَ بِالذُّنُوبِ خَیرُکَ اِلَینَانَازِلٌ وَشَرُّنَااِلَیکَ صَاعِدٌ وَلَم یَزَلْ وَلَایَزَالُ مَلَکٌ کَرِیمٌ یَاْتِیکَ عَنَّابِعَمَلٍ قَبِیحٍ فَلَایَمْنَعُکَ ذٰلِکَ مِنْ اَنْ تَحُوطَنَابِرَحْمَتِکَ وَتَتَفَضَّلُ عَلَینَابِآلَائِکَ فَسُبحَانَکَ مَااَحْلَمَکَ وَاَعْظَمَکَ وَاَکْرَمَکَ مُبْدِئاًوَمُعِیداً)(۱(

’’تو نعمتیں دے کر ہم سے محبت کرتاہے اور ہم گناہ کر کے اس کا مقابلہ کرتے ہیں تیرا خیر برابر ہماری طرف آرہاہے اور ہمارا شر برابر تیری طرف جارہاہے فرشتہ برابر تیری بارگاہ میں ہماری بداعمالیوں کا دفتر لے کر حاضر ہوتاہے لیکن اس کے باوجود تیری نعمتوں میں کمی نہیں آتی اور تو برابر فضل وکرم کر رہاہے تو پاک پاکیزہ ہے تو تجھ جیسا حلیم عظیم اور کریم کون ہے ابتدااور انتہامیں تیرے نام پاکیزہ ہیں‘‘

اللہ کا اپنے بندے پر نعمت فضل،بھلائی عفواور ستر(عیب پوشی)نازل کرنے اور بندہ کی طرف سے اللہ کی طرف سے جو برائی اور شر صعود کرتاہے ان دونوں کے درمیان مقائسہ سے اس بات۔۔

)۱(بحار الانوار جلد ۹۸ صفحہ ۸۵۔

کا پتہ چلتا ہے کہ بندہ اپنے مولا سے شرمندہ ہے، وہ اللہ کی طرف سے اس محبت اور دوستی کا روگردانی اور دشمنی کے ذریعہ جواب دیتا ہے۔

انسان کتنا شقی اور بدبخت ہے کہ اللہ کی محبت اور دوستی کا جواب رد گردانی اور دشمنی سے دیتا ہے۔

امام زمانہ حضرت حجۃ علیہ السلام کے دعاء افتتاح میں ان کلمات کے سلسلہ میں غور وفکر کریں

)اِنَّکَ تَدْعُوْنِیْ فَاُوَلِّیْ عَنْکَ وَتَتَحَبَّبُ اِلَیَّ فَاَتَبَغَّضُ اِلَیْکَ، وَتَتَوَدَّدُ اِلَیَّ فَلَا اَقْبَلُ مِنْکَ، کَاَنَّ لِیَ التَّطَوُّلَ عَلَیْکَ، فَلَمْ یَمْنَعْکَ ذٰلِکَ مِنَ الرَّحْمَۃِ لِیْ وَالْاِحْسَانِ اِلَیَّ وَالتَّفَضُّلِ عَلَیَّ)(۱(

''اے پروردگار بیشک تونے مجھ کو دعوت دی اور میں نے تجھ سے روگردانی کی اور تونے محبت کی اور میں نے تجھ سے بغض وعناد رکھا اور تو میرے ساتھ دوستی کرتا ہے تو میں اس کو قبول نہیں کرتا ہوں گویا کہ میرا تیرے اوپر حق ہے اور اس کے باوجود اس نے تجھ کو میرے اوپر احسان کرنے اور فضل کرنے سے نہیں روکا''

)خیرک الینا نازل وشَرُّنَا اِلَیْکَ صَاعِدٌ)(۲ (

''تیرا خیر برابر ہماری طرف آرہا ہے اور ہمارا شر برابر تیری طرف جارہا ہے''

)۱(مفاتیح الجنان دعائے افتتاح۔

)۲(بحار الانوار جلد ۱۸ صفحہ ۸۵۔

اہل بیت علیہم السلام کی میراث میں

دعاؤں کے مصادر

اہل بیت علیہم السلام کی میراث میں دعاؤں کے مصادر

ہمارے پاس ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی احادیث میں مناجات اور دعاؤں کا صاف شفّاف اور طیب وطاہر دولت کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔

اصحاب ائمہ علیہم السلام اور تدوین حدیث کا اہتمام

ائمہ علیہم السلام اپنے اصحاب سے دعاؤں کے سلسلہ میں جو کچھ وصیت فرماتے تھے تو وہ ان کو لکھنے کے بڑے پابند تھے۔

سید رضی الدین علی بن طاوٴس نے کتاب مہج الدعوات میں امام موسیٰ بن جعفرؑ سے منسوب دعائے جوشن صغیر کو نقل کرتے وقت یہ تحریر کیا ہے کہ امام کاظم علیہ السلام کے صحابی ابو وصاح محمد بن عبداللہ بن زید النھشلی نے اپنے والد بزگوار عبداللہ بن زید سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن زید کا کہنا ہے کہ ابوالحسن کاظمؑ کے اہل بیت علیہم السلام اور ان کے شیعوں کی ایک خاص جماعت تھی جو مجلس میں اپنے ساتھ غلاف میں بڑی نرم ونازک آبنوس کی تختیاں لیکر حاضر ہوا کرتے تھے جب بھی آپ اپنی زبان اقدس سے کوئی کلمہ ادا فرماتے تھے یا کوئی فتویٰ صادر فرماتے تھے تو وہ قوم جو کچھ سنا کرتی تھی اس کو لکھ لیا کرتی تھی۔ اسی بنیاد پر عبداللہ نے کہا کہ ہم نے آپ کو دعا میں یہ فرماتے سنا ہے اور اس

---

(۱) مہج الدعوات مؤلف سید رضی الدین علی بن طاؤس۔

سلسلہ میں مشہور ومعروف دعا ''جوشن صغیر'' موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے ذکر فرمائی ہے۔

حدیث کے سلسلہ میں (اصول اربعمأة) چار سو اصول

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب نے آپ کی احادیث کی تدوین چار سو کتابوں میں کی ہے جو اصول اربعمأت کے نام سے مشہور ہوئیں۔ شیخ

امین الاسلام طبرسی (متوفی ۵۴۸ ھ) نے اعلام الوریٰ میں حضرت امام صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ کے چار ہزار اہل علم شاگرد مشہور تھے اور آپ نے ان کے جوابات میں مسائل کے سلسلہ میں چار سو کتابیں تحریر کیں جن کو اصول اربعماۃ کہا جاتا ہے اور اصحاب اصول کا طریقۂ کار ائمہ علیہم السلام سے سنی جانے والی تمام چیزوں کو لکھنا اور تدوین کرنا تھا۔

شیخ بہائی کتاب الشمسین میں تحریر کرتے ہیں: "ہمارے بزرگان سے یہ بات ہم تک پہنچی ہے کہ اصحاب اصول کی یہ عادت تھی کہ وہ جب بھی کسی امام سے کوئی حدیث سنتے تھے تو وہ اس حدیث کو اپنے اصول میں درج کرنے کیلئے سبقت کرتے تھے کہ ہم کہیں دنوں کے گذرنے کے ساتھ ساتھ اس پوری حدیث یا بعض حصہ کو فراموش نہ کردیں" اس لئے یہ اصول اصحاب کی طرف سے مورد وثوق تھے جب وہ ان سے کوئی روایت نقل کرتے تھے تو اس کے صحیح ہونے کا حکم لگاتے تھے اور اس پر اعتماد کرتے تھے۔

جناب محقق داماد اصول اربعمائت نقل کرنے کے بعد انتیسویں نمبر پر ذکر کرتے ہیں: یہ بات جان لینی چاہئے کہ معتمد اصول مصححہ کو اخذ کرنا روایت کو صحیح قرار دینے کا ایک رکن ہے"۔

ائمہ علیہم السلام کے اصحاب کی بڑی تعداد نے اصول کی کتابت کے سلسلہ میں کہا ہے کہ ان اصول کا پورا کرنا اور ان اصول سے مکمل طور پر استفادہ کرنا ممکن نہیں ہے جناب شیخ طوسی اپنی کتاب فہرست کی ابتدا میں تحریر فرماتے ہیں:

ہم ان اصول کے مکمل ہونے کی ضمانت نہیں لے سکتے چونکہ ہمارے اصحاب کی تصانیف اور ان کے اصول اکثر شہروں میں منتشر ہونے کی وجہ سے صحیح طور پر ضبط نہ ہوسکے لیکن ہاں کتاب الذریعہ میں آقائے بزرگ طہرانی کے قول کے مطابق ان کی تعداد چار سو سے کم نہیں ہے۔

محقق داماد اپنے مذکورہ تلخیص نمبر میں تحریر کرتے ہیں: یہ مشہور ہے کہ اصول اربعمائت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے شاگردوں کے ذریعہ تحریر کئے گئے ہیں جبکہ ان کے جلسوں میں شریک ہونے اور ان سے روایت نقل کرنے والے راویوں کی تعداد تقریباً چار ہزار ہے اور ان کی کتابیں اور تصنیفات بہت زیادہ ہیں لیکن ان میں سے قابل اعتماد یہی چار سو اصول ہیں"

میراث اہل بیت علیہم السلام اور طغرل بیگ کی آتش زنی

اہل بیت علیہم السلام کی میراث میں سے یہ اصول متعدد طائفوں کے پاس تھے ان ہی میں سے دعاؤں کی کتابیں بھی تھیں جو کتابوں کے اس مخزن کے جلنے کی وجہ سے تلف ہوگئیں تھیں جس کو وزیر ابو نصر سابور بن اردشیر (شیعہ وزیر جس کو بہاءالدولہ نے وزارت دی تھی) نے وقف کیا تھا یہ اس دور میں کتابوں کا سب سے بڑا مخزن شمار کیا جاتا تھا۔ یاقوت حموی نے معجم البلدان جلد ۲ صفحہ ۳۴۲ پر مادہ بین سورین میں کہا ہے کہ: بیشک بین السورین کرخ بغداد میں آبادی کے لحاظ سے سب سے اچھا محلہ تھا" اس میں کتابوں کا مخزن تھا جس کو ابو نصر سابور بن اردشیر وزیر کو بہاءالدولہ بویہی کے وزیر نے وقف کیا تھا، دنیا میں اس سے اچھی کتابیں کہیں نہیں تھیں تمام کتابیں معتبر ائمہ اور ان کے محرز اصول کے تحت تحریر کی گئی تھیں جب محلہ کرخ کو جلایا گیا تو اس میں یہ تمام کتابیں جل کر راکھ ہوگئیں اور انھیں کتابوں میں جن کو طغرل بیگ نے جلایا اہل بیت علیہم السلام سے ماثورہ دعاؤں کی کتابیں بھی تھیں۔

محقق، طہرانی کتاب یاقوت میں، حموی کے کلام کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: " ہم کو اس بات کا گمان ہے کہ بغداد کے محلہ کرخ میں شیعوں کیلئے وقف کی گئی اس لائبریری کی کچھ کتابیں وہی دعائی اصول ہیں جن کو ائمہ کے قدیم اصحاب نے ائمہ سے نقل کیا ہے اور بزرگان رجال نے ان سے ہر ایک

کی سوانح عمری میں صاف صاف کہا ہے کہ یہ کتابیں انھیں کی ہیں اس کو کتاب ادعیہ بھی کہا ہے نیز اس کتاب کے اس کے م�ؤلف سے نقل کرنے کی روش کو بھی ذکر کیا ہے"(۱(

اہل بیت علیہم السلام کی محفوظ رہ جانے والی میراث

ان اصول کی کچھ کتابیں شیخ الطائفہ، شیخ ابو جعفر طوسیؒ کی کتاب "التہذیب" اور الاستبصار مؤلف کے پاس تھیں۔اس وقت بغداد میں امہات اصول کے نام سے بھرے ہوئے دو کتاب خانہ تھے ان میں سے ایک کتابخانہ سابور تھا جس کے بانی شیعہ علماء تھے جو بغداد میں کرخ کی طرف بنایا گیا تھااور دوسرا کتابخانہ ان کے استاد محترم شریف مرتضیٰ کا تھا جس میں اسّی ہزار کتابیں تھیں وہ کتابیں ابن ادریس حلی کے زمانہ تک باقی رہیں جن میں سے "مستطرفات السرائر"کا استخراج کیا گیا۔

دعاؤں کے کچھ مصادر کا تلف ہونے سے محفوظ رہنا

محقق بزرگ طہرانی کتاب الذریعہ میں تحریر کرتے ہیں: منجملہ دعائی اصول جو شاپور کتاب خانہ میں یاخاص عناوین کے تحت موجود تھے یاقوت حموی کی تشریح کے مطابق سب کے سب جل کر راکھ ہوگئے لیکن ان میں سے جو کچھ شخصی طور پر دوسروں کے پاس موجود تھے، وہ محفوظ رہ گئے ادعیہ، اذکار اور زیارتوں کے مطالب ہم تک اسی طرح پہنچے ہیں جس طرح ان اصول میں مندرج تھے چونکہ کتاب خانہ کے جلائے جانے سے چند سال پہلے متعدد علماء اعلام نے ادعیہ، اعمال اور زیارتوں کی کتابیں تالیف کی تھیں اور جو کچھ ان کتابوں میں دعاؤں کے اصول موجود تھے ان کو اخذ کر لیا تھا۔

ان اصول سے تالیف کی گئیں کتابیں کتاب خانہ کے جلائے جانے سے پہلے اسی طرح موجود تھیں اور آج بھی موجود ہیں، جیسے کتاب دعا مولف شیخ کلینیؒ متوفی ۳۲۹ ھ ق۔کتاب---

)۱(الذریعہ جلد۸ صفحہ ۱۷۴۔

کامل الزیارات۔مولف قولویہ متوفی ۳۶۰ ھ ق،کتاب الدعا والمزار مولف شیخ صدوق متوفی ۳۸۱ ھ،کتاب المزار مولف شیخ مفید متوفی ۴۱۲ ق اور کتاب روضۃ العابدین مولف کراجکی متوفی ۴۴۹ ھ ق۔

کتاب مصباح المتہجد کے ذریعہ محفوظ رہنے والی دعائیں

وہ دعائیہ مصادر جو ان قدیمی اصول سے اخذ کئے گئے ہیں ان میں سے کتاب مصباح المتہجد ہے جو شیخ الطائفہ طوسیؒ متوفی ۴۶۰ ھ ق) کی تالیف ہے آپ نے ۴۰۸ ھ ق میں عراق آنے کے بعد ان قدیم اصول کو اخذ کیا جو کتابخانہ شاہپور اور کتاب خانہ شریف مرتضی کے ماتحت موجود تھے آپ نے احادیث احکام کے سلسلہ میں تہذیب الاحکام اور استبصار تالیف کی اور دعا واعمال کے متعلق مصباح المتہجد نام کی کتاب تحریر کی ہے اور اس میں ان ہی مقدار میں ان اصول کو تحریر کیا ہے جن کو عبّاد متہجدین سے آسانی سے اخذ کر سکیں۔

سید ابن طاؤوس تک پہنچنے والے دعاؤں کے کچھ مصادر

دعاؤں کے کچھ وہ مصادر جو ساتویں ہجری تک کرخ میں شاپور کتاب خانہ کے جل جانے سے بچ گئے اور وہ سید رضی الدین ابن طاؤوس متوفی ۶۶۴ ھ ق کے ہاتھوں میں آئے۔

وہ اپنی کتاب کشف المحجہ جس کو اپنے فرزند کیلئے تالیف کیا تھا اسکی بیالیسیوں فصل میں اس طرح تحریر کرتے ہیں: خداوند بزرگ وتعالیٰ نے میرے سامنے

تمہارے لئے متعدد کتابیں لکھنے کا موقع فراہم کیا۔۔۔اور اللہ نے میرے لئے ''دعوات'' کی ساٹھ جلدوں سے زیادہ جلدیں لکھنے کا موقع فراہم کیا۔(۱(
جب سید ابن طاؤوس نے کتاب مہج الدعوات تحریر کی تو آپ کے پاس دعاؤں کی ستّر سے زیادہ کتابیں موجود تھیں۔

)۱(کشف المحجہ ثمرۃ المہجہ مولف ابن طاؤوس۔

آپ کتابِ مہج الدعوات کے آخر میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں: یہ میری زندگی کی آخری کتاب ہے۔۔۔

سید ابن طاؤوس اپنی زندگی کی آخری کتاب الیقین میں تحریر کرتے ہیں کہ میں نے اپنی زندگی کی اس آخری کتاب کو اس وقت تحریر کیا ہے جب میرے پاس دعاؤں کی ستّر سے زیادہ کتابیں موجود تھیں۔(۱(

سید ابن طاؤوس کے پاس حدیث اور دعا کے پندرہ سو مصادر

جب سید نے دعا کے سلسلہ میں اپنی بڑی کتاب ''اقبال'' تحریر کی تو شہید کے اپنے مجموعہ میں جبعی کے نقل کے مطابق ان کے پاس ان کی اپنی پندرہ سو کتابیں موجود تھیں اور یہ ۶۵۰ ھ ق کی بات ہے جب سید رضی الدین ابن طاؤوس کتاب اقبال لکھ کر فارغ ہوئے۔

شہید تحریر کرتے ہیں ۶۵۰ ھ ق میں آپ کی ملکیت میں چھ سو پچاس کتابیں تھیں۔(۲(

سید ابن طاؤوس کی ادعیہ اور اذکار کے سلسلہ میں پندرہ کتابیں

سید ابن طاوس اپنی کتاب ''فلاح السائل'' میں تحریر کرتے ہیں کہ میں نے جب دعاؤں کے سلسلہ میں اپنے جد شیخ ابو جعفر طوسیؒ کی کتاب ''المصباح الکبیر'' پڑھی تو ہم کو اس میں بہت سے اہم مطالب نظر آئے جن کو شیخ طوسیؒ نے اپنی کتاب میں ملحق نہیں فرمایا تھا لہٰذا ہم نے کتاب ''المصباح الکبیر'' پر پندرہ جلدوں میں ''تتمات مصباح المتہجد و مہمات فی صلاح المتعبد'' نامی کتاب متدرک تحریر کی ہے۔وہ کتاب فلاح السائل کے مقدمہ میں تحریر کرتے ہیں:

ہم نے اللہ کی مدد سے چند جلد کتابیں مرتب و منظم کی ہیں جن کو اہم اور تتمہ کے عنوان سے

)۱(الذریعہ جلد ۲ ص ۲۶۵۔

)۲(الذریعہ جلد ۲ ص ۲۶۴۔۲۶۵۔

شمار کیا جاتا ہے۔

پہلی جلد: جس کا نام ''فلاح السائل'' ہے جو رات اور دن کے اعمال کے سلسلہ میں ہے اور اس کی دو جلدیں ہیں۔

تیسری جلد: اس کتاب کا نام ''زہرۃ الربیع فی ادعیۃ الاسابیع''۔

چوتھی جلد: اس کتاب کا نام جمال الاسبوع بکمال العمل المشروع''۔

پانچویں جلد: اس کتاب کا نام ''الدروع الواقیۃ من الاخطار''۔

چھٹی جلد: اس کتاب کا نام ''المضمار للسباق واللحاق''۔

ساتویں جلد: اس کتاب کا نام "السالک المحتاج الی معرفۃ مناسک الحجاج"۔

آٹھویں اور نویں جلد: ان دونوں کتابوں کا نام "الاقبال بالاعمال الحسنۃ فیما نذکرہ مما یعمل میقاتا واحداً کل سنۃ"۔

دسویں جلد: اس کتاب کا نام السعادات بالعبادات التی لیس لھا وقت محتوم و معلوم فی الروایات بل وقتھا بحسب الحادثات المقتضیۃ والادوات المتعلقۃ بھا

جب ہم اللہ کے فضل و کرم سے ان کتابوں کو لکھ کر فارغ ہوئے تو ہم کو محسوس ہوا کہ ہم سے پہلے اس طرح کے علوم سے پر کتابیں کسی نے نہیں لکھیں اور یہ انسان کی ضروریات میں سے ہے کہ انسان مرنے سے پہلے جزا کے طور پر اپنی عبادات کو قبول کرانے اور قیامت میں سرخرو ہونے کی استعداد کا ارادہ رکھتا ہے:

پہلا حصہ: "فلاح السائل و نجاح السائل فی عمل یوم ولیلۃ"۔

دوسرا حصہ: "زھرۃ الربیع فی ادعیۃ الاسابیع"۔

تیسرا حصہ: کتاب الرجوع فی زیارات و زیادات صلوات و دعوات الاسبوع فی اللیل والنھار۔

چوتھا حصہ: "الاقبال" وہ اعمال حسنۃ جن کو انسان ہر سال میں ایک مرتبہ انجام دیتا ہے۔

پانچواں حصہ: "اسرار الصلوات و انوار الدعوات" اگر پروردگار نے مجھے اس کی تالیف کی مہلت دی تو میں اس کو پوری زندگی میں محفوظ رکھوں گا مگر یہ کہ خداوند عالم ایسے شخص کو اذن دے جس کو میری وفات سے قبل اس میں تصرف کرنے کا حق حاصل ہو"(۱(

سید ابن طاووس سے متاخر دعاؤں کے مصادر

آقا بزرگ محقق تہرانیؒ تحریر کرتے ہیں: پھر علماء نے سید بن طاووسؒ کی مدون کتابوں میں ان ادعیہ و اذکار کا اضافہ کیا جو ائمہ علیہم السلام سے منسوب تھے اور جو پرانی دعاؤں کی کتابوں میں درج تھے اور وہ کتابیں سید ابن طاووس کے پاس موجود نہیں تھیں اور وہ جلنے، غرق ہونے، زمیں بوس ہونے اور دیمک کے کھانے سے محفوظ رہ گئیں تھیں یہاں تک کہ وہ ہم تک پہونچیں، تو ہم نے ان دعاؤں کو ان کی دعا کی کتابوں میں درج کردیا۔

ان افراد میں سے شیخ سعید محمد بن مکی ہیں جو ۷۸۶ھ میں شہید ہوئے؛

شیخ جمال السالکین موجودہ کتاب "المزار" کے مؤلف ہیں،

ابوالعباس احمد بن فہد حلی مؤلف کتاب "عدۃ الداعی" اور کتاب "التحصین فی صفات العارفین" متوفی ۸۴۱ھ۔

شیخ تقی الدین ابراہیم الکفعمی متوفی ۹۰۵ھ، انھوں نے کتاب "جنۃ الامان الواقیہ"، "بلد الامین"، محاسبۃ النفس اور ائمہ علیہم السلام سے دوسری تمام ماثورہ دعائیں اور اذکار تحریر کئے ہیں انھوں کتاب "الجنۃ" کے شروع میں یہ تحریر کیا ہے کہ یہ کتاب معتمد اور صحیح السند کتابوں سے اخذ شدہ مطالب سے تحریر کی گئی ہے اور کتاب "الجنۃ" اور "البلد" کے دو سو سے زیادہ مصادر شمار

)۱(فلاح السائل صفحہ ۷۔۹ طبع ۱۳۷۲ھ شمسی۔

کئے ہیں اور ان میں اصل متن کتاب کو بھی نقل کیا ہے اور ان میں اکثر دعاؤں کی قدیم کتابیں ہیں:

جیسے کتاب "روضۃ العابدین" مؤلف کراجکی، متوفی ۴۴۹ھ۔

کتاب ''مفتاح الفلاح مؤلف شیخ بہائی متوفی۱۰۳۱ ھ۔

کتاب ''خلاصۃالاذکار مؤلف محدث فیض کاشانی متوفی۱۰۹۱ ھ۔

اور علامہ مجلسیؒ متوفی۱۱۱۱ ھ۔انھوں نے عربی زبان میں بحارالانوار تحریر کی ہے اور ''زادالمعاد'' ،''تحفۃالزائر''،مقباح المصابیح''،ربیع الاسابیع''اور مفاتح الغیب''فارسی زبان میں تحریر کی ہیں۔(۱(

)۱(الذریعہ الی تصانیف الشیعہ جلد۸ ،۱۷۹۔۱۸۰۔

دعا

اور قضاو قدر

دعااور قضاو قدر

دعااور قضاءوقدر خداوند عالم نے ہر چیز کیلئے قضاو قدر قرار دیاہے اور انسان ان دونوں سے کسی صورت میں نہیں بچ سکتاہے وہ خداوند عالم کا حتمی ویقینی ارادہ ہے تو دعا کے موقع پر انسان کیا کرے؟

کیاجس چیز سے مشیت الٰہی اور اس کا علم یقینی طور پر متعلق ہو گیاہو کیادعااس کو بدل سکتی ہے؟

اور جب دعامیں اتنااثر ہے کہ وہ قضاو قدر الٰہی میں ردوبدل کر سکتی ہے تو یہ کیسے ہو سکتاہے؟

اس سوال کے جواب کیلئے قضاو قدر کی بحث کا چھیڑنالازم وضروری ہے۔۔اگرچہ ہم اس بحث کو چھیڑنے سے دعا کی بحث سے دور ہو کر فلسفہ کی بحث میں داخل ہو جائیں گے لہٰذا ہم اپنی ضرورت کے مطابق اس سوال سے متعلق بحث کو مختصر طور پر بیان کرنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

تاریخ اور کائنات میں قانون علیت

تاریخ اور کائنات کی حرکت کے مطابق یقینی اور عام طور پر بغیر کسی استثناء کے قانون علیت جاری وساری ہے۔

)للهِ ملکُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ یَخْلُقُ مَایَشَائُ)(ا(

)ا(سورۂ شوریٰ آیت ۴۹۔

''بیشک آسمان وزمین کااختیار صرف اللہ کے ہاتھوں میں ہے وہ جو کچھ چاہتاہے پیدا کرتاہے'

)اِنَّ اللهَ یَفْعَلُ مَایُرِیْدُ)(ا(

''اللہ جو چاہتاہے انجام دیتاہے''

)اِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِمایُرِیْدُ)(۲(

"بیشک تمہارا پروردگار جو بھی چاہے کر سکتا ہے"

(اِنَّمَا قَولُنَا لِشَیءٍ اِذَا اَرَدنَاہُ اَن نَقُولَ لَہُ کُن فَیَکُونُ) (۳)

"ہم جس چیز کا ارادہ کر لیتے ہیں اس سے فقط اتنا کہتے ہیں کہ ہو جا پھر وہ ہو جاتی ہے"

(وَلَو شَاءَ اللّٰہُ لَذَھَبَ بِسَمعِھِم وَاَبصَارِھِم) (۴)

"خدا چاہے تو ان کی سماعت و بصارت کو بھی ختم کر سکتا ہے"

(وَاللّٰہُ یَختَصُّ بِرَحمَتِہِ مَن یَّشَاءُ) (۵)

"اللہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے لئے مخصوص کر لیتا ہے"

(یَرزُقُ مَن یَّشَاءُ بِغَیرِ حِسَابٍ) (۶)

"وہ جسے چاہتا ہے رزق بے حساب عطا کر دیتا ہے"

---

(۱) سورۂ حج آیت ۱۴۔

(۲) سورۂ ھود آیت ۱۰۷۔

(۳) سورۂ نحل آیت ۴۰۔

(۴) سورۂ بقرہ آیت ۲۰۔

(۵) سورۂ بقرہ آیت ۱۰۵۔

(۶) سورۂ آل عمران آیت ۳۷۔

(وَاللّٰہُ یُؤتِی مُلکَہُ مَن یَّشَاءُ) (۱)

"اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنا ملک دیدیتا ہے"

(قُلِ اللّٰھُمَّ مَالِکَ المُلکِ مَن تَشَاءُ وَتَنزِعُ المُلکَ مِمَّن تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَن تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَاءُ بِیَدِکَ الخَیرُ اِنَّکَ عَلیٰ کُلِّ شَیءٍ قَدِیرٌ) (۲)

"پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ خدا تو صاحب اقتدار ہے جس کو چاہتا ہے اقتدار دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے سلب کر لیتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے سارا خیر تیرے ہاتھ میں ہے اور تو ہی ہر شیٔ پر قادر ہے"

(اِن یَّشَأ یُذھِبکُم اَیُّھَا النَّاسُ وَیَأتِ بِآخَرِینَ) (۳)

"وہ چاہے تو سب کو اٹھا لے جائے اور دوسرے لوگوں کو لے آئے"

یہ آیات اور ان آیات کے مانند آیات قرآن کریم میں بہت زیادہ موجود ہیں اور ان آیات سے یہ صاف طور پر واضح ہے کہ اللہ تبارک و تعالی کائنات پر سلطان مطلق ہے اس کی کوئی حد و حدود نہیں ہے اس کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی اور نہ کوئی چیز اس کیلئے مانع ہو سکتی ہے۔

وہ ہر چیز پر قادر ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے وہ جو بھی چاہے کر سکتا ہے، اس سے کسی چیز کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا اور اُن سے سوال کیا جائیگا اور

اس کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی ہے۔

یہودیوں کا یہ نظریہ ہے کہ خداوند عالم کاارادہ اس عام نظام علیت کا محکوم ہے جو کائنات اور تاریخ پر حکم کرتا ہے،اور خداوند عالم (یہودیوں کی نظر میں)کائنات اور تاریخ کو خلق کرنے کے بعد ان پر بادشاہت نہیں رکھتا ہے۔

)ا(سورۂ بقرہ آیت ۲۴۷۔

)۲(سورۂ آل عمران آیت ۲۶۔

)۳(سورۂ نساء آیت ۱۳۳۔

قرآن کریم اس بارے میں فرماتا ہے :

)وَقَالَتِ الْیَهُودُ یَدُ اللهِ مَغْلُولَةٌ غُلَّتْ اَیْدِیهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا بَلْ یَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ)(ا(

''اور یہودی کہتے ہیں کہ خدا کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں جبکہ اصل میں انھیں کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور یہ اپنے قول کی بنا پر ملعون ہیں اور خدا کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں''

ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے اور اس بارے میں قرآن کریم صاف طور پر بیان کر رہا ہے اور یہودیوں نے جو کچھ کہا ہے اس کا باطل ہونا خود بخود ظاہر ہے۔

خداوند عالم کے ارادہ کا قانون علیت سے رابطہ

ہم اس قدرت اور حکومت کی روشنی میں جس کو قرآن کریم نے الٰہی ارادہ کے تحت کائنات،تاریخ اور معاشرہ میں مقرر کیا ہے تو فطری طور پر یہ سوال ذہن میں آتا ہے کہ قانون علیت سے خدا کا کیا رابطہ ہے ؟

کیا یہ تعطیل ہے ؟یعنی الٰہی ارادہ قانون علیت کو معطل کر دیتا ہے جب خداوند عالم اس کاارادہ کرنا چاہے۔

اس کا جواب بغیر کسی شک وشبہ کے نفی میں ہے۔

اللہ نے علت کو خلق کیا ہے اور اس کے علاوہ کسی نے علت کی تخلیق نہیں کی ہے،علت کا خلق کرنا علیت کو بالضرورہ خلق کرنے کے برابر ہے۔جس طرح اس نے آگ کو پیدا کیا اسی طرح اس میں حرارت کو بھی پیدا کیا اور آگ کو حرارت کے بغیر پیدا کرنا زوج کو زوجیت (ا(

)ا(سورۂ مائدہ آیت ۶۴۔

)۲(اس میں بہت کم فرق ہے پہلا وجود کیلئے ضروری ہے اور دوسرا ماھیت کیلئے لازم ہے۔

کے بغیر پیدا کرنے کے مانند ہے۔یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ اللہ آگ کو اس کے بغیر پیدا کرے کہ وہ حرارت کیلئے علت ہو ہاں وہ آگ کے علاوہ اس کو ایسی چیز میں تو تبدیل کر سکتا ہے جو آگ کے مشابہ ہے۔پس اس قول کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کائنات اور تاریخ پر ارادۂ الٰہیہ کے حاکم ہونے سے قانون علیت کا معطل ہو جاتا ہے۔

پس ارادۂ الٰہیہ اور قانون علیت میں کیا رابطہ ہے؟

ارادۂ الٰہیہ قانون علیت پر بنفس نفیس قانون کی طرح حاکم ہے

قرآن کریم نے اس علاقہ و رابطہ کی متعدد مقامات پر وضاحت کی ہے اور بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ حاکم مطلق ہے اور اسے اس قانون پر خود اس قانون کے بالکل اپنی جگہ پر باقی رہتے ہوئے مطلق تسلط حاصل ہے قرآن اللہ کے ارادہ کو معطل نہیں کرتا جیسا یہودیوں نے کہا ہے اور نہ نظام علت کو معطل کرتا ہے جیسا کہ اشاعرہ نے کہا ہے بلکہ یہ تو اس کائنات اور اس قانون پر اللہ کی حاکمیت کو مقرر کرتا ہے جب وہ کسی قوم پر نعمت نازل کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اس قوم پر ہواؤں کو رحمت کی بشارت کیلئے رواں دواں کرتا ہے:

)ھوالذی ارسل الریاح بشراً بین یدیہ رحمتہ)(۱(

''اور وہی وہ ہے جس نے ہواؤں کو رحمت کی بشارت کے لئے رواں کر دیا ہے''

)اللہ الذی ارسل الریاح فتثیر سحاباً)(۲(

''اللہ وہی ہے جس نے ہواؤں کو بھیجا تو وہ بادلوں کو منتشر کرتی ہیں''

)وارسلنا الریاح لواقح فانزلنا من السماء ماءً)(۳(

)۱(سورۂ فرقان آیت ۴۸۔

)۲(سورۂ فاطر آیت ۹۔

)۳(سورۂ حجر آیت ۲۲۔

''اور ہم نے ہواؤں کو بادلوں کا بوجھ اٹھانے والا بنا کر چلایا ہے پھر آسمان سے پانی برسایا ہے'

پاک و پاکیزہ ہے وہ ذات جو بادلوں کا بوجھ اٹھانے والی ہواؤں کو بھیج کر آسمان سے پانی برساتا ہے اور جب وہ کسی قوم کو اپنی رحمت کی بشارت دینا چاہتا ہے تو وہ اس پر ہواؤں کو رحمت کی بشارت دینے کے لئے رواں کرتا ہے تاکہ وہ بادلوں کو لیجائیں اور ان پر آسمان سے پانی برسائے تاکہ ان کی زمین ہری بھری ہو جائے جس میں اللہ نے اپنی رحمت ودیعت کی ہے۔

اللہ جس پر اپنی نعمتیں نازل کرنا چاہتا ہے اپنی نعمت کے ان ہی اسباب کے ذریعہ نعمتیں نازل کرتا ہے جس طرح وہ جب کسی قوم سے اس کے برے عمل کی وجہ سے انتقام لینا چاہتا ہے عذاب کے اسباب کے ذریعہ انتقام لیتا ہے خداوند عالم آل فرعون کی تنبیہ کے سلسلہ میں ارشاد فرماتا ہے:

)ولقد اخذنا آل فرعون بالسنین ونقص من الثمرات لعلھم یذکرون)(۱ (

''اور ہم نے آل فرعون کو قحط اور ثمرات کی کمی کی گرفت میں لے لیا کہ وہ شاید اسی طرح نصیحت حاصل کر سکیں''

آل فرعون کے عذاب اور ان کی تنبیہ کا اختتام قحط اور خشک سالی پر ہوا اور '' سنون'' ''سنۃ'' کی جمع ہے جس کا مطلب قحط اور خشک سالی ہے۔

جب خداوند عالم کسی قوم پر نعمت نازل کرنا چاہتا ہے تو اسباب نعمت کے ذریعہ اس پر نعمت نازل کرتا ہے اور اسباب نعمت سے ہوا اور بادل ہیں۔ جب کسی قوم پر عذاب نازل کرنا چاہتا ہے تو اسباب عذاب کے ذریعہ اس پر عذاب نازل کرتا ہے اور اسباب عذاب میں سے قحط اور بہت کم بارش ہونا ہے۔

قانون تسبیب

قانون تسبیب سے مراد یہ ہے کہ خداوند عالم جس چیز کو چاہتا ہے اس کو اخذ کر لیتا ہے اور

)۱ (سورۂ اعراف آیت، ۱۳۰۔

جس چیز میں چاہتا ہے اپنی مشیت کے اسباب متحقق کر دیتا ہے قرآن کریم میں اس مطلب کے سلسلہ میں بہت زیادہ شواہد موجود ہیں خداوند عالم فرماتا ہے :

)فَمَنْ یُرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَھْدِیَہُ یَشْرَحْ صَدْرَہُ لِلْاِسْلَامِ وَمَنْ یُرِدْ اَنْ یُضِلَّہُ یَجْعَلْ صَدْرَہُ ضَیِّقاً حَرَجاً کَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَاءِ)(۱(

''پس خدا جسے ہدایت دینا چاہتا ہے اس کے سینہ کو اسلام کے لئے کشادہ کر دیتا ہے اور جسے گمراہی میں چھوڑنا چاہتا ہے اس کے سینہ کو ایسا تنگ اور دشوار گذار بنا دیتا ہے جیسے آسمان کی طرف بلند ہو رہا ہو وہ اسی طرح بے ایمانوں پر ان کی کثافت کو مسلط کر دیتا ہے''

اور جس مطلب کا ہم اوپر تذکرہ کر چکے ہیں اس مطلب کو یہ آیت مکمل طور پر واضح کر رہی ہے بیشک خداوند عالم کسی قوم کی اس کے اعمال کے ذریعہ ہدایت یا اس کو گمراہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو اگر ہدایت کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے اسباب فراہم کر دیتا ہے یا ان کا سینہ اسلام کے لئے کشادہ کر دیتا ہے اور جب وہ کسی قوم کو گمراہ کرنا چاہتا ہے تو اس کے محقق ہونے کے اسباب فراہم کرتا ہے اور اس قوم کے سینہ کو تنگ بنا دیتا ہے اور فرماتا ہے :

)وَاِذَا اَرَدْنَا اَنْ نُّھْلِکَ قَرْیَۃً اَمَرْنَا مُتْرَفِیْھَا فَفَسَقُوْا فِیْھَا فَحَقَّ عَلَیْھَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاھَا تَدْمِیْراً)(۲(

''اور ہم نے جب بھی کسی قریہ کو ہلاک کرنا چاہا تو اس کے ثروتمندوں پر احکام نافذ کر دئے اور انھوں نے ان کی نافرمانی کی تو ہماری بات ثابت ہو گئی اور ہم نے اسے مکمل طور پر تباہ کر دیا''

جب خداوند عالم کسی معاشرہ کو (ان کے اعمال کے سبب) ہلاک کرنا چاہتا ہے تو تو اسی سبب

)۱(سورۂ انعام آیت، ۱۲۵۔

)۲(سورۂ اسراء آیت، ۱۶۔

کا انتخاب کرتا ہے جو اس کے فاسد ہونے کا سبب ہوتا ہے تو وہ اس کو آرام میں ڈال دیتا ہے اور یہ آرام آہستہ آہستہ ان کے فسق و نافرمانی کا سبب ہو جاتا ہے پھر خداوند عالم ان پر اپنا عذاب نازل کر دیتا ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے :

)وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَیْرَ ذَاتِ الشَّوْکَۃِ تَکُوْنُ لَکُمْ وَیُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُحِقَّ الْحَقَّ بِکَلِمَاتِہِ وَیَقْطَعَ دَابِرَ الْکَافِرِیْنَ)(۱(

''اور تم چاہتے تھے کہ وہ طاقت والا گروہ نہ ہو اور اللہ اپنے کلمات کے ذریعہ حق کو ثابت کرنا چاہتا ہے اور کفار کے سلسلہ کو منقطع کر دینا چاہتا ہے''

جب خداوند عالم رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہنے والے مسلمانوں کے لئے حقانیت کو ثابت کرنا چاہتا ہے تو جاہ و حشم اور شان و شوکت کے اسباب فراہم کر دیتا ہے۔

جیسا کہ پروردگار عالم نے ذات شوکت کے طریقہ کو مسلمانوں کے تکامل کا سبب قرار دیا ہے اور زمین پر لوگوں کے لئے ان کو قیموم اور ان کا امام قرار دیا

ہے اسی طرح خداوند عالم نے لوگوں کے ہلاک کرنے کے لئے آزمائش وامتحان وآرام قرار دیا ہے۔خداوند عالم فرماتا ہے :

)فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَا اَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُوْنَ)(۲(

"تمہیں ان کے اموال واولاد حیرت میں نہ ڈال دیں بس اللہ کا ارادہ یہی ہے کہ انھیں کے ذریعہ ان پر زندگانی دنیا میں عذاب کرے اور حالت کفر ہی میں ان کی جان نکل جائے "

خداوند عالم نے ان کے اموال اور اولاد کو ان کے عذاب اور ہلاکت کا سبب قرار دیا ہے

)۱(سورۂ الانفال آیت ۷۔

)۲(سورۂ توبہ آیت ۵۵۔

قانون توفیق

قانون توفیق قانون تسبیب سے قریب ہے یعنی خداوند عالم بندہ کے ذریعہ اسباب خیر کو نافذ کرادیتا ہے جب خداوند عالم کسی مریض کو شفا دینے کا ارادہ کرتا ہے تو ایک ایسے طبیب کی طرف راہنمائی کرتا ہے جو اس بندہ کے مرض کی علت کو پہچانتا ہے اور وہ دوائیں فراہم کر دیتا ہے جس سے وہ مریض کا علاج کرتا ہے۔

جب کسی بندہ کے خیر کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو اسباب ہدایت اور خیر کی طرف ہدایت کر دیتا ہے،جب کسی بندہ کو رزق دینے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے لئے اسباب رزق فراہم کر دیتا ہے اور جب اس کے خلاف ارادہ کرتا ہے تو اسباب رزق کے مابین پردے حائل کر دیتا ہے۔

کائنات میں سلطان مطلق اللہ کا ارادہ

ہر چیز اللہ کے ہاتھ میں ہے اور وہ اس کی حکمت اور بادشاہت کے سامنے خاضع ہے :

)مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِنْ بَعْدِهِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ)(۱(

"اللہ انسانوں کے لئے جو رحمت کا دروازہ کھول دے اس کا کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جس کو روک دے اس کا کوئی بھیجنے والا نہیں ہے وہ ہر شے پر غالب اور صاحب حکمت ہے"

)اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهِ)(۲(

"بیشک خدا اپنے حکم کا پہنچانے والا ہے"

اِنْ يَنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَاِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ

)۱(سورۂ فاطر آیت ۲۔

)۲(سورۂ طلاق آیت ۳۔

مِنْ بَعْدِهِ)(۱(

''اللہ تمہاری مدد کرے گا تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور وہ تمہیں چھوڑ دے گا تو اس کے بعد کون مدد کرے گا''

)وَإِذَا أَرَادَ اللّٰہُ بِقَوْمٍ سُوءًا فَلَا مَرَدَّ لَہُ وَمَا لَہُم مِّن دُونِہِ مِن وَالٍ)(۲'' (اور جب خدا کسی قوم پر عذاب کا ارادہ کر لیتا ہے تو کوئی ٹال نہیں سکتا ہے اور نہ اس کے علا وہ کوئی کسی کا والی و سرپرست ہے''

)إِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیدُ)(۳(

''بیشک تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے کر ہی کے رہتا ہے''

)إِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ مَا یُرِیدُ)(۴(

''اللہ جو چاہتا ہے انجام دیتا ہے''

)الْمَلِکُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ)(۵(

''وہ بادشاہ، پاکیزہ صفات، بے عیب، امان دینے والا، نگرانی کرنے والا ہے''

خداوند عالم کے ارادہ اور قانون علیت کے مابین رابطہ

اللہ کے ارادہ اور قانون علیت کے مابین حتمی نظریہ فیصلہ کن قول یہ ہے کہ قانون علیت

)۱(سورۂ آل عمران آیت ۱۶۰۔

)۲(سورۂ رعد آیت ۱۱۔

)۳(سورۂ ہود آیت ۱۰۷۔

)۴(سورۂ حج آیت ۱۴۔

)۵(سورۂ حشر آیت ۲۳۔

کائنات میں یقینی اور عام طور پر نافذ ہوتا ہے۔

مگر یہ قانون اللہ کی مشیئت کے سامنے محکوم ہے حاکم نہیں ہے اور اللہ کا ارادہ اس پر حاکم ہے اللہ کے ارادہ کے حاکم ہونے کا مطلب اس قانون کو ملغیٰ اور معطل قرار دینا نہیں ہے اور کیسے خدا اس قانون کو ملغیٰ قرار دے سکتا ہے جبکہ اسی نے اس کو خلق فرمایا ہے لیکن خداوند عالم ان اسباب میں سے جس کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جن کو چاہتا ہے قائم ودائم رکھتا ہے اور اس کائنات میں جیسے چاہتا ہے تصرف کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اسباب عزت کے ذریعہ عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اسباب ذلت کے ذریعہ ذلیل کرتا ہے۔

اس بنا پر یہ انسان کے بس کی بات نہیں ہے کہ وہ اسباب وعلل کے ذریعہ کائنات اور تاریخ کے مستقبل کا مطالعہ کر سکے چونکہ ہر امر میں اللہ کی مشیئت کا دخل ہے لہٰذا یہ اسباب وعلل جس طرح اللہ چاہتا ہے اسی طرح متغیر ہو جاتے ہیں۔

کبھی طاقتور اور کمزور لشکر ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں جب ہم میں سے کوئی ایک ان دونوں کے مستقبل کا مطالعہ کرتا ہے تو وہ یہی خبر دیتا ہے کہ طاقتور لشکر کو فتح نصیب ہوگی اور کمزور لشکر کو شکست کا سامنا کرنا پڑے گا مگر جب خداوند عالم چھوٹے گروہ کو بڑے لشکر پر غالب کرنا چاہتا ہے تو ایسے اسباب

فراہم کر دیتا جن کا گمان بھی نہیں ہوتا ہے وہ بڑے گروہ کے دلوں میں رعب وخوف پیدا کر دیتا ہے اور چھوٹے گروہ کے دلوں میں طاقت اور عزم وارادہ کو محکم کر دیتا ہے اور اس چھوٹی جماعت کے کارنامہ کو مضبوط کر دیتا ہے لیکن بڑے گروہ کے اس فعل کو مضبوط نہیں کرتا (یعنی ان کے دلوں میں خوف و رعب اسی طرح باقی رہتا ہے) اور بڑی جماعت کو عسکری غلطیوں میں مبتلا کر دیتا ہے اور چھوٹے گروہ کو مضبوط و محکم کر دیتا ہے اور امور کو اسی کے مطابق انجام دیتا ہے: (فتنصر الفءۃ القلیلۃ علی الفءۃ الکثیرۃ اذا شاء اللہ)

"پس چھوٹے گروہ کو بڑے گروہ پر کامیاب کر دیتا ہے جب وہ چاہتا ہے"

چھوٹے اور بڑے گروہ کے جنگ کے راستہ کو ایک نہیں قرار دیتا جیسا کہ اللہ پر ایمان نہ لانے والے افراد گمان کرتے ہیں، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کثرت اسباب مدد میں سے نہیں ہے اور اقلیت اسباب شکست میں سے نہیں ہے۔ بیشک ہمارا یہ کہنا ہے کہ مدد کے دوسرے اسباب بھی ہیں اسی طرح شکست کے بھی دوسرے اسباب ہیں، جب خداوند عالم کسی چھوٹے گروہ کی مدد کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کیلئے فتح کے اسباب مہیا کر دیتا ہے اور یہ اس کے قبضۂ قدرت میں ہے اور جب کسی بڑے گروہ کو شکست سے دوچار کرنا چاہتا ہے تو اس کے اسباب فراہم کر دیتا ہے اور یہ بھی اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے :

)قَالَ الَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّھُمْ مُلاَقُوْا اللّٰہِ کَمْ مِنْ فِءَۃٍ قَلِیْلَۃٍ غَلَبَتْ فِءَۃً کَثِیْرَۃً بِاِذْنِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ مَعَ الصَّابِرِیْنَ)(۱(

"اور ایک جماعت جس نے خدا سے ملاقات کرنے کا خیال کیا تھا کہا کہ اکثر چھوٹے چھوٹے گروہ بڑی بڑی جماعتوں پر حکم خدا سے غالب آجاتے ہیں اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے"

تکوین (موجودات) میں بداء

کائنات میں بداء کا مطلب یہ ہے: کائنات اور تاریخ میں جو حادثات رونما ہونے والے ہیں ان کے راستہ کو بدل دینا۔ اگر قانون علیت لوگوں کی زندگی پر حاکم ہوتا تو بہت سے مقامات ایسے آئے ہیں جہاں پر انسان پستی کے گڑھے میں گرنے والا تھا تو اس موقع پر مشیت الٰہی نے بڑھ کر اس کو سہارا دیا اور پستی کے گڑھے میں گرنے سے اس کو نجات دی۔۔۔ جو قانون علیت کی حرکت کے خلاف ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ قانون ملغیٰ (بے کار) ہے اور اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔---

)۱(سورۂ بقرہ آیت ۲۴۹۔

بلکہ خداوند عالم کی جانب سے یہ قانون محکوم ہے اور اس کے محکوم ہونے کے وہ نتائج ہیں جو لوگوں کی سمجھ کے خلاف ہیں اور لوگ ان کو اسباب و مسببات اور علل و معلولات کا تسلسل کہتے ہیں۔

قانون علیت میں یہ تحکم الٰہی جو لوگوں کو چونکا دیتا ہے اور ان کے حسابات میں تغیر و تبدل کر دیتا ہے اسے بداء کہا جاتا ہے جو اہل بیت علیہم السلام سے وارد ہونے والی بہت سی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔

"بداء" کے ذریعہ کائنات، تاریخ اور معاشرہ میں تغیر واقع ہو جاتا ہے وہ حادثات واقع ہو جاتے ہیں جن کو انسان شمار نہیں کر سکتا، لوگوں کی توقع کے خلاف مدد ہو جاتی ہے، وہ لوگ شکست کھا جاتے ہیں جو کبھی شکست کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے تھے، کمزور بادشاہ بن جاتا ہے اور بادشاہ ذلیل ہو جاتے ہیں

۔

محواور اثبات

محواور اثبات کے معنی میں بداء کے یہی معنی قرآن کریم میں بیان ہوئے ہیں :

)یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَاءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَہُ اُمُّ الْکِتَابِ)(۱(

''اللہ جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے یا برقرار رکھتا ہے کہ اصل کتاب اسی کے پاس ہے''

''امّ الکتاب'' سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم ہے جس کو روایات کی زبان میں ''لوح محفوظ'' سے تعبیر کی گئی ہے جس میں محواور تغییر واقع نہیں ہوتا اور نہ ہی خدا وند عالم ایسا ہے کہ وہ پہلے ایک چیز سے ناآگاہ ہو اور بعد میں اس کو اس چیز کا علم حاصل ہو۔

شیخ صدوقؒ نے کتاب '' اکمال الدین'' میں ابو بصیر اور سماعۃ سے اور انھوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے :

)۱(سورۂ رعد آیت ۳۹۔

)من زعم انّ اللہ عزّو جلّ یبدوٴ لہ في شيءٍ لم یعلمہ امس فابرؤوا منہ)(۱(

''جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ عزو جل کیلئے ایسی چیز کا علم حاصل ہوتا ہے جس کو وہ کل نہیں جانتا تھا تو اسے ہم سے برائت کرنا چاہئے''

محو'' کتاب تکوین'' میں تو جاری ہو سکتا ہے لیکن ''امُّ الکتاب''جو خداوند عالم کا علم ہے اس میں جاری نہیں ہو سکتا ہے۔

خداوند عالم کا علم ثابت ہے اس میں کسی قسم کی ردوبدل اور تغیر و تبدل واقع نہیں ہو سکتا ہے اور تغیر و تبدل کائنات، مجتمع اور تاریخ میں ان اسباب کے ذریعہ واقع ہوتا ہے جن کو خداوند عالم نے ان کیلئے فراہم کر رکھا ہے۔ عیاشی نے ابن سنان سے اور انھوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

)انّ اللہ یقدّم مایشاء ویوٴخر مایشاء، ویمحو مایشاء ویثبت مایشاء وعندہ امّ الکتاب و قال فکل امر یریدہ اللہ فھو في علمہ قبل ان یصنعہ لیس شيء یبدو لہ الّا وقد کان في علمہ، انّ اللہ لا یبدو لہ من جھل)(۲(

بیشک خداوند عالم جس چیز کو چاہتا ہے مقدم کر دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے موخر کر دیتا ہے جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے ثابت (برقرار) رکھتا ہے اس کے پاس اُمّ الکتاب ہے اور ہر وہ امر جس کا خداوند عالم ارادہ کرتا ہے وہ اس سے پہلے کہ اس چیز کو موجود کرے اس کے علم میں ہے کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کی وہ ابتدا کرے وہ اس کے علم میں نہ ہو، بیشک خداوند عالم کسی چیز کی ابتدا کرنے سے ناآگاہ نہیں ہے''

)۱(بحار الانوار جلد ۴ صفحہ ۱۱۱۔

)۲(بحار الانوار جلد ۴ صفحہ ۱۲۱۔

عمار بن موسیٰ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

''جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یمحو اللہ کے سلسلہ میں سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا :

)اِنَّ ذلک الکتاب کتاب یمحو اللہ مایشاء ویثبت، فمن ذلک یَرُدُّ الدعاء القضاء وذالک الدعاء مکتوب علیہ الذي یُرَدُّ بہ القضاء حتّٰی اذا صار الیٰ اُمّ الکتاب لم یغن

الدعاءفیہ شیئاً)(۱(

''بیشک وہ کتاب ایسی کتاب ہے جس میں سے اللہ جو چاہتا ہے اس کو مٹا دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے برقرار رکھتا ہے جو شخص دعا کے ذریعہ قضا کورد کرنا چاہتا ہے تو وہ دعا خداوند عالم کے پاس لکھی ہوئی ہے جس کے ذریعہ سے قضا ٹل جاتی ہے یہاں تک کہ جب وہ ام الکتاب تک پہنچتی ہے تو دعا اس میں کچھ نہیں کر سکتی ہے''

خداوند عالم کائنات کے نظام میں قانون علیت کے ذریعہ جس چیز کو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے۔ کبھی ایک معین و مشخص مرض صاحب مرض کی طبیعی اسباب کے ذریعہ موت کا سبب ہوتا ہے تو خداوند عالم اس کو اپنے اذن وامر سے اس کیلئے برقرار رکھتا ہے اور جب چاہتا ہے اس کو مٹا دیتا ہے اور صاحب مرض کی شفاء کے اسباب فراہم کر دیتا ہے۔اسباب کے معطل کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تکوین میں تو قانون محو جاری ہو جاتا ہے لیکن ام الکتاب میں نہ محو جاری ہوتا ہے نہ کوئی تغیر و تبدل ہوتا ہے اور نہ ہی خداوند عالم کسی چیز سے ناآگاہ ہونے کے بعد اس کا عالم ہوتا ہے۔

کتاب تکوین میں یہ محو اسباب ومسببات کے نظام کیلئے خداوند عالم کی ''حکمت''اور''رحمت' کی بناپر جاری ہوتے ہیں۔جب خداوند عالم کی ''حکمت ''اور''رحمت' کائنات اور معاشرہ میں کسی چیز

)۱(بحارالانوار

کے حادث ہونے کا تقاضا کرتی ہے تو خداوند عالم اس کے اسباب فراہم کر دیتا ہے اور جو کچھ کائنات اور معاشرہ میں ہوتا ہے اس کو مٹا دیتا ہے اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت،اسباب اور مسببات کے نظام کی باعث نہ ہو۔یہ نظام ''محو''اور''اثبات''کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے امر کا خاضع ہے،اللہ تعالیٰ کی بادشاہت اس پر نافذ ہے۔جب خداوند عالم اپنے اذن اور امر سے اس کا اثبات چاہتا ہے تو وہ ثابت رہتا ہے اور جب اللہ اس میں تغیر تبدل اور اس کو مٹانا چاہتا ہے تو وہ اس کے حکم اور بادشاہت سے بدل جاتے ہیں۔

''بداء''پر ایمان کی تردید

ہمیت کے اعتبار سے بداء پر ایمان رکھنا خداوند عالم پر ایمان رکھنے کے بعد آتا ہے؛بداء کے انکار کرنے کا مطلب کائنات اور معاشرہ کی حرکت اور اس کی دیکھ بھال کرنے سے خداوند عالم کے ارادہ کو معزول کرنا اور نظام علیت وسببیت میں اللہ کے ارادہ کو محکوم کرنا ہے جیسا کہ یہود کہتے ہیں:

)یَدُ اللہِ مَغْلُولَۃٌ)(۱(

''خدا کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں''

بلکہ ہمارا قول یہ ہے :

)بَلْ یَدَاہُ مَبْسُوطَتَانِ)(۲ (

''بلکہ خدا کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں''

خداوند عالم کی بادشاہت کی کوئی انتہا نہیں ہے اس کا ہاتھ پوری کائنات اور معاشرہ پر پھیلا ہوا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ پر مسلمان انسان کے عقیدہ رکھنے کی یہ پہلی پناہ گاہ ہے اور دوسری پناہ گاہ

)۱ (سورۂ مائدہ آیت ۶۴۔

)۲ (سورۂ مائدہ آیت ۶۴۔

اللہ تعالیٰ سے رابطہ رکھنا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ پر ایمان نظام میں اسباب و مسببات میں ہر حال میں جو تغیر و تبدل ہوتا ہے وہ اس کی دسترس میں ہے بندہ اپنی تمام حاجتوں میں اسی سے پناہ چاہتا ہے اور اکثر انسان کو جو چیز اللہ سے متمسک کرتی ہے وہ حاجتوں اور رنج و غم کے وقت خداوند عالم سے دعا کرنے کا وقت ہے۔

جب انسان اللہ تعالیٰ کے قضا اور قدر میں تغیر و تبدل کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی اور وہ حادثوں کے واقع ہونے کے وقت دعا کرنے میں کوئی فائدہ نہیں دیکھتا تو انسان اپنی حاجت اور اہم کام کے وقت خداوند عالم سے پناہ نہیں مانگتا ہے۔ اللہ کی پناہ تو وہ لوگ مانگتے ہیں جن کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دو قضا ہیں خداوند عالم کی ایک قضا وہ ہے جو ام الکتاب میں لکھی گئی ہے جس میں تغیر و تبدل کا کوئی امکان ہی نہیں ہے۔ دوسری قضا وہ ہے جس میں جب اللہ چاہتا ہے تو تغیر و تبدل واقع ہو جاتا ہے تو اس وقت بندے اپنی حاجتوں اور دعاؤں کے قبول ہونے کے لئے اس کی پناہ مانگتے ہیں۔

دعا اور بداء

جو امور اسباب و حوادث کی رفتار بدلنے میں خداوند عالم کے ارادہ کے دخل انداز ہونے کا سبب ہوتے ہیں وہ بہت زیادہ ہیں جیسے ایمان اور تقویٰ، خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

)وَلَوْاَنَّ اَهْلَ الْقُرٰیٰ آمَنُوْاوَاتَّقَوْالَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ)(۱(

"اور اگر اہل قریہ ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کر لیتے تو ہم ان کیلئے زمین و آسمان کی برکتوں کے دروازے کھول دیتے"

شکر: (لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ)(۲(

)۱(سورۂ اعراف آیت ۹۶۔

)۲(سورۂ ابراہیم آیت ۷۔

"اگر تم ہمارا شکریہ ادا کروگے تو ہم نعمتوں میں اضافہ کر دیں گے"

استغفار کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

)وَمَاكَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَاكَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ)(۱(

"حالانکہ اللہ ان پر اس وقت تک عذاب نہیں نازل کرے گا جب تک "پیغمبر" آپ ان کے درمیان ہیں اور خدا ان پر عذاب کرنے والا نہیں ہے اگر یہ توبہ اور استغفار کرنے والے ہو جائیں"

دعا اور ندا کے سلسلہ میں خداوند عالم فرماتا ہے:

)وَنُوْحًااِذْنَادٰیٰ مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَالَهُ فَنَجَّيْنَاهُ وَاَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ)(۲(

''اور نوح کو یاد کرو جب انھوں نے پہلے ہی ہم کو آواز دی اور ہم نے ان کی گزارش قبول کرلی اور انھیں اور ان کے اہل کو بہت بڑے کرب سے نجات دلادی''

(وَاَیُّوبَ اِذْ نَادیٰ رَبَّہُ اِنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ فَاسْتَجَبْنَالَہُ فَکَشَفْنَامَابِہِ مِنْ ضُرٍّ وَآتَیْنَاہُ اَھْلَہُ وَمِثْلَھُمْ مَعَھُمْ رَحْمَۃً مِنْ عِنْدِنَاوَذِکْریٰ لِلْعَابِدِیْنَ) (۳)

''اور ایوب کو یاد کرو جب انھوں نے اپنے پر وردگار کو پکارا کہ مجھے بیماری نے چھولیا ہے اور تو بہترین رحم کرنے والا ہے تو ہم نے ان کی دعا کو قبول کر لیا اور ان کی بیماری کو دور کر دیا اور انھیں ان کے اہل وعیال دیدئے کہ یہ ہماری طرف سے خاص مہربانی تھی اور یہ عبادت گزار بندوں کے لئے ایک یاد دہانی ہے''

---

(۱)سورۂ انفال آیت ۳۳۔

(۲)سورۂ انبیاء آیت ۷۶ ۔

(۳)سورۂ انبیاء آیت ۸۳۔۸۴۔

(وَذَاالنُّوْنِ اِذْ ذَھَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَنْ نَقْدِرَعَلَیْہِ فَنَادیٰ فِی الظُّلُمَاتِ اَنْ لَااِلٰہَ اِلَّااَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ فَاسْتَجَبْنَالَہُ وَنَجَّیْنَاہُ مِنَ الْغَمِّ وَکَذٰلِکَ نُنْجِی الْمُوْمِنِیْنَ)(۱)

''اور یونس کو یاد کرو کہ جب وہ غصہ میں آکر چلے اور یہ خیال کیا کہ ہم ان پر روزی تنگ نہیں کریں گے اور پھر تاریکیوں میں جاکر آواز دی کہ پروردگار تیرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے تو پاک وبے نیاز ہے اور میں اپنے نفس پر ظلم کرنے والوں میں سے تھا، تو ہم نے ان کی دعا کو قبول کر لیا اور انھیں غم سے نجات دلادی اور ہم اسی طرح صاحبان ایمان کو نجات دلاتے رہتے ہیں''

مطلق طور پر پوری کائنات کا نظام خداوند عالم کے قبض� ٔ قدرت میں ہے کائنات میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو اس کی سلطنت کو محدود کرے اور اس کو عاجز کردے۔ یہ بادشاہت اس کے ذاتی اسباب کے ذریعہ جاری رہتی ہے اور اس کا مطلب اسباب ومسببات کو معطل کرنا نہیں ہے خداوند عالم اس نظام کائنات میں اپنی بادشاہت، حکم اور امر سے جس چیز کو چاہتا ہے مٹادیتا ہے اور اپنے اذن سے جس چیز کو چاہتا ہے برقرار رکھتا ہے یہ محو اور اثبات فقط کتاب تکوین میں جاری ہوتا ہے اور '' اُم الکتاب' میں ایسا نہیں ہے۔ خداوند عالم تکوین میں اپنی حکمت اور رحمت سے کسی چیز کو محو کرتا ہے اور اس محو کرنے کو ہی بداء کہا جاتا ہے جو اہل بیت علیہم السلام سے مروی متعدد روایات میں آیا ہے اور خداوند عالم متعدد اسباب کے ذریعہ بداء کو جاری کرتا ہے، جیسے استغفار ، تقویٰ، ایمان، شکر اور دعا وغیرہ

دعا بداء کے اہم اسباب میں سے ہے: (اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ)(۲)

''اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا''

---

(۱)سورۂ انبیاء آیت ۸۸۔

)۲(سورۂ مومن آیت، ۶۰۔

زیارت کے توحیدی اور

سیاسی پہلو

تاریخ میں خاندان توحید

قرآن کریم میں ایک ہی خاندان توحید کا تذکرہ ہوا ہے

اس خاندان کے رائد (چلانے والے)اور پدر ابراہیم خلیل الرحمن علیہ السلام تھے خدا فرماتا ہے:

)هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هَٰذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ)(۱(

"۔۔۔اس نے تم کو منتخب کیا ہے اور دین میں کوئی زحمت نہیں قرار دی ہے۔یہی تمہارے بابا ابراھیم کا دین ہے اس نے تمہارا نام پہلے بھی اور اس قرآن میں بھی مسلم اور اطاعت گذار رکھا ہے تا کہ رسول تمہارے اوپر گواہ رہے اور تم لوگوں کے اعمال کے گواہ رہو۔۔۔"

اس خاندان کی آخری کڑی حضرت رسول اللہ خاتم الانبیاء تھے، آپ ہی پر رسالت کا خاتمہ ہوا، یہی خاندان شجرہ طیبہ ہے، اسکی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں ۔اسکی شاخیں مبارک، پھل پاک وپاکیزہ ہیں تاریخ میں مستمر ہیں اور قرآن کریم کے بیان کے مطابق ایک ہیں:

)۱(سورۂ حج آیت ۷۸۔

)اِنَّ هٰذِهِ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ)(۱(

''بیشک یہ تمہارا دین ایک ہی دین اسلام ہے اور میں تم سب کا پروردگار ہوں لٰہذا میری ہی عبادت کرو''

)وَاِنَّ هٰذِهِ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ)(۲(

''اور تمہارا سب کا دین ایک دین ہے اور میں ہی سب کا پروردگار ہوں لٰہذا بس مجھ سے ڈرو''

قرآن کریم نے اس خاندان کی وحدت ویکپارچگی کے گوشت و پوست اور اجزاء کے مابین علاقہ و تعلق کو محکم و مضبوط کیاہے اور اس خاندان کے درمیان گہرا تعلق پیدا کیاہے۔

یہ اہتمام اسلامی تربیت کی راہ اس خاندان کے اتحاد نیز اس خاندان کی طرف منسوب وحی کی گہرائی کے تعلق کو بیان کرنے کے لئے ہے اور اس خاندان کے رموز اور صالح افراد کو منظر عام پر لانا لوگوں کی زندگی کیلئے نمونہ ہیں۔

اسی طرح یہ اہتمام نسل در نسل اس خاندان میں توحید کی وراثت اس کی ارزش کو باقی رہنے اور اس خاندان کی تمام نسلوں اور اس خاندان کی کڑیوں کے مابین رابطہ کو مضبوط کرنے کے لئے ہے۔

اس خاندان کی نسلوں کے درمیان رابطہ اور تسلسل

قرآن کریم نے اس خاندان کی نسلوں کے درمیان رابطہ اور تعلق کو کتنی اہمیت دی ہے اس سلسلہ میں ہم مندرجہ ذیل آیات ذکر کررہے ہیں:

۱۔اس خاندان کے درمیان ایک دوسرے کی شناخت،اس خاندان کے نیک ارکان کا

)۱(سورۂ انبیاء آیت ۹۲۔

)۲(سورۂ مومنون آیت ۵۲۔

تذکرہ،ان کے اسماء کی تعظیم،ان کا تذکرہ کرکے ان کو مشہور کرنا قرآن کریم میں اس امر کا بڑا اہتمام کیا گیاہے ہم اس اہتمام کے شواہد ذیل میں پیش کررہے ہیں:

)وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا)(۱'' (اور اے پیغمبر اپنی کتاب میں مریم کو یاد کرو کہ جب وہ اپنے گھر والوں سے الگ مشرقی سمت کی طرف چلی گئیں ''

)وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا)(۲(

''اور کتاب خدا میں ابراہیم کا تذکرہ کرو کہ وہ ایک صدیق پیغمبر تھے''

)وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مُوْسٰى اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا)(۳(

''اور اپنی کتاب میں موسیٰ کا تذکرہ کرو کہ وہ میرے مخلص بندے اور رسول و نبی تھے''

)وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ)(۴(

''اور اپنی کتاب میں اسماعیل کا تذکرہ کرو کہ وہ وعدے کے سچے تھے''

)وَاذْکُرْ فِی الْکِتَابِ اِدْرِیْسَ اِنَّہُ کَانَ صِدِّیقاً نَبِیّاً)(۵(

''اور اپنی کتاب میں ادریس کا بھی تذکرہ کرو کہ وہ بہت زیادہ سچے پیغمبر تھے ''

)وَاذْکُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْاَیْدِ)(۶(

''اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کریں جو صاحب طاقت بھی تھے''

)۱(سورۂ مریم آیت ۱۶۔

)۲(سورۂ مریم آیت۔۴۱۔

)۳(سورۂ مریم آیت ۵۱۔

)۴(سورۂ مریم آیت ۵۴۔

)۵(سورۂ مریم آیت ۵۶۔

)۶(سورۂ ص آیت ۱۷۔

)وَاذْکُرْ عَبْدَنَا اَیُّوبَ اِذْ نَادیٰ رَبَّہُ اِنِّی مَسَّنِیَ الشَّیْطَانُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ)(۱(

''اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کرو جب انھوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ شیطان نے مجھے بڑی تکلیف اور اذیت پہنچائی ہے''

)وَاذْکُرْ عِبَادَنَا اِبْرَاہِیْمَ وَاِسْحَاقَ وَیَعْقُوبَ اُوْلِی الاَیْدِیْ وَالاَبْصَارِ اِنَّا اَخْلَصْنَاھُمْ بِخَالِصَۃٍ ذِکْرَی الدَّارِ)(۲(

''اور پیغمبر ہمارے بندے ابراہیم، اسحاق، اور یعقوب کا ذکر کیجئے جو صاحبان قوت اور صاحبان بصیرت تھے۔ہم نے ان کو آخرت کی یاد کی صفت سے ممتاز قرار دیا تھا''

)وَاذْکُرْ اِسْمَاعِیْلَ وَالْیَسَعَ وَذَا الْکِفْلِ وَکُلٌّ مِنَ الْاَخْیَارِ)(۳(

''اور اسماعیل اور الیسع اور ذوالکفل کو بھی یاد کیجئے اور یہ سب نیک بندے تھے''

۲۔ صلح وسلامتی کی بنیاد پر اس خاندان کی کڑیوں کے مابین رابطہ ایجاد کرنا، اس خاندان کی نسلوں سے حسد اور کینہ دور کرنا زمانہ حال کو ماضی سے مربوط کرنا اولاد کو باپ داداؤں سے ملحق کرنا خلف کو صلح کی بنیاد پر اسی خاندان کے سلف صالح سے ملحق کرنا اور صلح وسلامتی کا رابطہ اس خاندان کے درمیان سب سے بہترین اور برجستہ رابطہ ہے۔خداوند عالم فرماتا ہے:

)وَتَرَکْنَا عَلَیْہِ فِی الْآخِرِیْنَ سَلَامٌ عَلیٰ نُوْحٍ فِی الْعَالَمِیْنَ اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ اِنَّہُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُوْمِنِیْنَ)(۴(

)۱(سورۂ ص آیت ۴۱۔

)۲(سورۂ ص آیت ۴۵۔۴۶۔

(۳)سورۂ ص آیت۴۸۔

(۴)سورۂ الصافات آیت ۷۸۔۸۱۔

''اوران کے تذکرے کو آنے والی نسلوں میں برقرار رکھا۔ساری خدائی میں نوح پر ہمارا سلام،ہم اسی طرح نیک عمل کرنے والوں کو جزادیتے ہیں وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے''

(وَتَرَکْنَا عَلَیْہِ فِی الآخِرِیْنَ سَلَامٌ عَلیٰ اِبْرَاہِیْمَ)(۱)

''اوراس کا تذکرہ آخری دورتک باقی رکھاہے۔سلام ہوابراہیم پر''

(وَتَرَکْنَا عَلَیْہِ فِی الآخِرِیْنَ سَلَامٌ عَلٰی مُوْسیٰ وَھَارُوْنَ)(۲)

''اوراس کا تذکرہ آخری دورتک باقی رکھاہے۔سلام ہوموسیٰ اورہارون پر''

(وَتَرَکْنَا عَلَیْہِ فِی الآخِرِیْنَ سَلَامٌ عَلیٰ اٰلِ یاسِیْنَ)(۳)

''اوراس کا تذکرہ آخری دورتک باقی رکھاہے۔سلام ہوآل یاسین پر''

(وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ)(۴)

''اور ہمارا سلام تمام مرسلین پرہےاور ساری تعریف اس اللہ کیلئے ہے جو عالمین کا پروردگار ہے'

اور صلح وسلامتی کے رابطہ کا تقاضا،رہنماکاایک ہونا،مقصد کاایک ہونا،راستہ کاایک ہونا،اس غرض ومقصد تک پہنچنے کے سلسلہ میں وسیلہ کاایک ہونا ،روش کاایک ہونانیزرفتاراور نظریہ کاایک ہوناہے۔

اوراس مجموعی وحدت کے علاوہ صلح ودوستی کے اور کوئی معنی نہیں ہیں۔

۳۔اس خاندان کی نسل درنسل میں میراث کارابطہ ہے خلف صالح اپنے سلف سے توحید کی ارزشوں اور توحید کی طرف دعوت دینے کو میراث میں پاتاہے ۔

---

(۱)سورۂ الصافات آیت۱۰۸۔۱۰۹۔

(۲)سورۂ الصافات آیت۱۱۹۔۱۲۰

(۳)سورۂ الصافات آیت ۱۳۰۔

(۴)سورۂ الصافات آیت ۱۸۱۔۱۸۲

خداوندعالم ارشادفرماتاہے:

(ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتَابَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا)(۱)

''پھر ہم نے اس کتاب کاوارث ان لوگوں کوقرار دیاجنھیں اپنے بندوں میں سے چُن لیا''

(وَلَقَدْ آتَیْنَا مُوْسیٰ الْھُدیٰ وَاَوْرَثْنَا بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ الْکِتَابَ)(۲)

''اور یقیناً ہم نے موسیٰ کو ہدایت عطا کی اور بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث بنایا ہے''

(وَالذینَ عَلیٰ صلاتہم یحافظون اُولٰءِکَ ھُمُ الوارِثُونَ)(۳)

''اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرنے والے ہیں در حقیقت یہ وہی وارثان جنت ہیں''

(وَالذینَ یُمَسِّکُونَ بِالکِتَابِ وَاَقَامُوا الصَّلَاۃَ اِنَّا لَا نُضِیعُ اَجرَ المُصلِحِینَ)(۴)

''اور جو لوگ کتاب سے تمسک کرتے ہیں اور انھوں نے نماز قائم کی ہے تو ہم صالح اور نیک کردار لوگوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے ہیں''

اسی رابطہ کی وجہ سے خلف (فرزند) سلف سے توحید کی ارزشوں کو حاصل کرتا ہے، تاکہ ان ارزشوں کو اپنے بعد والی نسلوں تک منتقل کر سکے۔

۴۔اس خاندان کا اسلام سے گہرا رابطہ ہے خداوند عالم نے ہر موحد کیلئے اس خاندان کے رائد (قائد) حضرت ابراہیم علیہ السلام کو باپ کہا ہے اور ان کو جناب ابراہیمؑ کے فرزند قرار دیا ہے۔

(ھوَاجتَبَاکُم وَمَا جَعَلَ عَلَیکُم فِی الدِّینِ مِن حَرَجٍ مِلَّۃَ اَبِیکُم اِبرَاھِیمَ ھوَ

---

(۱)(سورۂ فاطر آیت ۳۲۔

(۲)(سورۂ غافر آیت ۵۳۔

(۳)(سورۂ مومنون آیت ۹۔۱۰۔

(۴)(سورۂ اعراف آیت ۱۷۰۔

سَمّٰکُمُ المُسلِمِینَ مِن قَبلُ وَفِی ھٰذَا لِیَکُونَ الرَّسُولُ شَھِیداً عَلَیکُم وَتَکُونُوا شُھَدَاءَ عَلَی النَّاسِ)(۱)

''۔۔۔اس نے تم کو منتخب کیا ہے اور دین میں کوئی زحمت نہیں قرار دی ہے۔یہی تمہارے باپ ابراہیم کا دین ہے اس نے تمہارا نام پہلے بھی اور اس قرآن میں بھی مسلم اور اطاعت گذار رکھا ہے تاکہ رسول تمہارے اوپر گواہ رہے اور تم لوگوں کے اعمال کے گواہ رہو۔۔۔''

۵۔خداوند عالم نے اس خاندان کی تمام نسلوں کو اسی خاندان کے گذشتہ اور موجودہ انبیاء، مرسلین صالحین اور صدیقین کی اقتداء کرنے کا حکم دیا ہے۔

ارشاد خداوند قدوس ہے:

(وَلَقَد کَانَ لَکُم فِی رَسُولِ اللّٰہِ اُسوَۃٌ حَسَنَۃٌ)(۲)

''مسلمانو! تمہارے واسطے تو خود رسول اللہ کا (خندق میں بیٹھنا) ایک اچھا نمونہ تھا''

(قَد کَانَت لَکُم اُسوَۃٌ حَسَنَۃٌ فِی اِبرَاھِیمَ وَالذِینَ مَعَہُ)(۳)

''تمہارے لئے بہترین نمونۂ عمل ابراہیم اور ان کے ساتھیوں میں ہے''

(لَقَد کَانَ لَکُم فِیھِم اُسوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِمَن کَانَ یَرجُوا اللّٰہَ)(۴)

''مسلمانو! ان لوگوں (کے افعال) تمہارے واسطے جو خدا اور روز آخرت کی امید رکھتا ہے اچھا نمونہ ہے''

قرآن کریم انبیائے الٰہی اور اس کے اولیائے صالحین کی کچھ تعداد بیان کرنے کے بعد ان

)۱(سورۂ حج آیت ۷۸۔

)۲(سورۂ احزاب آیت ۲۱۔

)۳(سورۂ ممتحنہ آیت ۶۔

)۴(سورۂ ممتحنہ آیت ۶

کی اقتدا کرنے کا حکم دیتا ہے۔ خداوند عالم نے ان کو جو نور کا رزق عطا کیا ہے اس سے ہدایت اور اقتباس کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے:

)وَتِلْکَ حُجَّتُنَا آتَیْنَاهَا إِبْرَاهِیمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَنْ نَشَاءُ إِنَّ رَبَّکَ حَکِیمٌ عَلِیمٌ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَیَعْقُوبَ کُلًّا هَدَیْنَا وَنُوحًا هَدَیْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّیَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَیْمَانَ وَأَیُّوبَ وَیُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ وَکَذَٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِینَ وَزَکَرِیَّا وَیَحْیَىٰ وَعِیسَىٰ وَإِلْیَاسَ کُلٌّ مِنَ الصَّالِحِینَ وَإِسْمَاعِیلَ وَالْیَسَعَ وَیُونُسَ وَلُوطًا وَکُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِینَ وَمِنْ آبَائِهِمْ وَذُرِّیَّاتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَیْنَاهُمْ وَهَدَیْنَاهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِیمٍ۔۔۔أُولَٰئِکَ الَّذِینَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ)(۱(

”یہ ہماری دلیل ہے جسے ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم کے مقابلہ میں عطا کیا اور ہم جس کو چاہتے ہیں اس کے درجات کو بلند کر دیتے ہیں۔ بیشک تمہارا پروردگار صاحب حکمت بھی ہے اور باخبر بھی ہے اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق ویعقوب دئے اور سب کو ہدایت بھی دی اور اس کے پہلے نوح کو ہدایت دی اور پھر ابراہیم کی اولاد میں داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون قرار دئے اور ہم اسی طرح نیک عمل کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں۔ اور زکریا یحییٰ، عیسیٰ اور الیاس کو بھی رکھا جو سب کے سب نیک کرداروں میں تھے۔ اور اسماعیل، الیسع، یونس اور لوط بھی بنائے اور سب کو عالمین سے بہتر اور افضل بنایا۔ اور پھر ان کے باپ دادا، اولاد اور برادری میں سے اور خود انھیں بھی منتخب کیا اور سب کو سیدھے راستہ کی ہدایت کر دی ہے۔۔۔ یہی وہ لوگ ہیں جنھیں اللہ نے ہدایت دی ہے لہٰذا آپ بھی اسی ہدایت کے راستہ پر چلیں“

)۱(سورۂ انعام آیت ۸۳۔ ۹۰۔

۶۔ دعا کا رابطہ: آنے والی نسل کا گذشتہ نسل کیلئے دعا کرنا، خلف اور سلف کے درمیان سب سے بہتر اور محکم رابطہ ہے۔ موجودہ نسل کا گذشتہ افراد کی سابق الایمان ہونے کی گواہی دینا ہے اور اللہ سے ان کی مغفرت اور رحمت کیلئے دعا کرنا ہے:

)وَالَّذِینَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ یَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِینَ سَبَقُونَا بِالْإِیمَانِ، وَلَا تَجْعَلْ فِی قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِینَ آمَنُوا۔۔۔ رَبَّنَا إِنَّکَ رَءُوفٌ رَحِیمٌ)(۱(

”اور جو لوگ ان کے بعد آئے اور ان کا کہنا یہ ہے کہ خدایا ہمیں معاف کر دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جنھوں نے ایمان میں ہم پر سبقت کی ہے اور ہمارے دلوں میں صاحبان ایمان کے لئے کسی طرح کا کینہ نہ قرار دینا کہ تو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے“

معلوم ہوا سلف صالح سے رابطہ برقرار رکھنا تربیت کے لحاظ سے اس دین کے راستہ کا اصل جزء ہے۔

نسلوں کے درمیان باہمی رابطہ کے سلسلہ میں قرآن کریم کی ایسی ممتاز ثقافت موجود ہے جس کے ذریعہ قرآن کریم مومنین کو ایسے مسلمان خاندان کے درمیان نسلیں گذر جانے کے باوجود ارتباط کی دعوت دیتا ہے یہ رابطہ عہد ابراہیم سے بلکہ حضرت نوحؑ کے زمانہ سے لیکر آج تک برقرار ہے۔ جبکہ انبیائے عظام میں اولوا العزم پیغمبر بھی ہیں جیسے موسیٰ بن عمران، عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اور انھیں میں آخری نبی پیغمبر خدا ہیں۔ یہ باہمی رابطہ اس خاندان توحید

کی سب سے اہم خصوصیت ہے۔

زیارت

اس بات سے واقفیت کے بعد کہ تمام نسلوں میں میراث، تسالم، محبت اور ملاقات کا رابطہ

)ا(سورۂ حشر آیت ۱۰۔

اس دین کی خصوصیات میں سے ہے۔۔ہم کو یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ وسائل کیا ہیں جن کی وجہ سے یہ رابطہ پیدا ہوتا ہے اور گذشتہ نسلوں کے لئے موجودہ نسل کے احساسات کا پتہ چلتا ہے۔۔۔یہ وسائل اس مقصد تک پہنچنے کیلئے اسلامی تربیتی پہلو کی راہ ہموار کرنے میں مؤثر شمار ہوتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام اور ان کے خلفاء، اولیائے الٰہی اور اللہ کے صالح بندوں کی قبروں کی زیارت کرنا، ان پر سلام بھیجنا، ان کیلئے دعا کرنا، ان کیلئے نماز قائم کرنا، زکواۃ ادا کرنا اور امر بالمعروف کرنے کی گواہی دینا مومنین کی نسلوں کے درمیان اس ملاقات اور رابطہ کے اہم اسباب ہیں۔

ان زیارتوں میں جن سے مومنین اولیاءاللہ اور مومنین کی قبروں کی زیارت نیز اس سے متصل سلام ودعاوشہادت کے ذریعہ مانوس ہوتے ہیں مومنین کی اس جماعت کے سلسلہ میں اپنے احساسات بیان کرتے ہیں جو ان سے پہلے ایمان لاچکے، نمازیں قائم کر چکے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر چکے، ان سے پہلے توحید کی جانب دعوت کے پیغام کیلئے قیام کر چکے خدا کی جانب ان کیلئے راستہ ہموار کر چکے لوگوں کو خداوند عالم کا عبادت گذار بنا چکے ان سے پہلے لوگوں کے درمیان کلمۂ توحید کو بلند کر چکے ہیں۔

اس احسان کیلئے زیارت کو وفا سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی اولاد کا اپنے آباواجداد سے وفاداری کا اظہار کرنا اس دور رائد میں توحید، نماز قائم کرنے اور زکات ادا کرنے کی جانب دعوت دینے کیلئے گواہی کی ضرورت ہے اور زیارت کا مطلب ہی فرزندوں کا آباؤواجداد کے سلسلہ میں اور موجودہ نسل کا گذشتگان کیلئے گواہی دینا ہے۔

زیارت میں صلح وسلامتی اور محبت سے مراد گذشتہ نسلوں سے رابطہ برقرار رکھنا ہے اور حقیقت میں ملاقات، رابطہ اور ایک دوسرے پر رحم، صالحین کی پیروی ان کی یاد سے متعلق ذکر الٰہی کو مجسم کرتا ہے۔

مومنین اپنی زندگی میں فطری طور پر انبیاء صالحین بلکہ تمام مومنین کی قبروں سے مانوس ہوتے ہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب، اُحد کے شہیدوں اور حمزہ علیہ السلام کی قبر کی زیارت کیا کرتے تھے جیسا کہ صحیح روایات میں وارد ہوا ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب حمزہ علیہ السلام کی قبر کی زیارت کرنا ضروری سمجھتی تھیں اور یہ زیارتیں اکثر نماز، دعا، ذکر اور اللہ کی بارگاہ میں حاضری کے ساتھ انجام پاتی ہیں اور ماثورہ زیارات میں یہ تمام باتیں ذکر ہوئی ہیں۔

تعجب ہے بعض اسلامی مذاہب مسلمانوں کو انبیاء ائمہ المسلمین اور صالحین کی قبروں کی زیارت کرنے اور ان کی قبروں کے نزدیک دعا اور نماز پڑھنے سے منع کرتے ہیں اور اسلام کی اس عمومی روش سے اپنے کو الگ قرار دیتے ہیں جو صالحین کی قبروں کی زیارت کرنے جاتے ہیں ان کو قبروں کے نزدیک دعا نماز اور ذکر کرنے سے منع کرتے ہیں اور اس فعل کو اللہ کے بارے میں شرک سے تعبیر کرتے ہیں۔

ہم اس کا سبب تو نہیں جانتے ہیں البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ انھوں نے اسلام کے ظاہری امر اور مفاہیم نیز ان اقدار کو اچھی طرح نہیں سمجھا ہے جو زیارات

کے سلسلہ میں بیان کی گئی ہیں۔

اور ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ یہ برائی کس طرح کی برائی ہے جس سے مسلمانوں نے نہیں روکا جبکہ نصف صدی سے بڑی شدت کے ساتھ مسلمانوں کو اس چیز سے منع کیا جارہا ہے۔

یا تو ہم نصف صدی سے سختی سے روکنے والوں کو غلطی سے متہم کریں۔

یا ہم ان پر توحید اور شرک کو صحیح نہ سمجھنے کا الزام لگائیں یعنی ان دونوں باتوں کو صحیح طریقہ سے درک نہیں کر پائیں ہیں۔

خداوند عالم سب کو راہ راست کی ہدایت فرمائے اور اپنے صراط مستقیم پر اپنی خوشنودی کی جانب ہماری دستگیری فرمائے۔

زیارتوں کی عبارات میں آنے والے معانی و مفاہیم کا جائزہ

رسول خدا اور ائمہ معصومین علیہم السلام کی زیارت کے سلسلہ میں اہل بیت سے وارد ہونے والی روایات میں ہم افکار کے مختلف نہج پاتے ہیں ہم ان میں سے ذیل میں دو نمونے ذکر کررہے ہیں:

پہلا نہج: وہ افکار جن کا امام اور امت کے درمیان سیاسی تعلق ہوتا ہے۔

دوسرا نہج: وہ افکار جن کا زائر اور امام کے درمیان ذاتی تعلق ہوتا ہے۔

ہم عنقریب ان دونوں طریقوں کے سلسلہ میں زیارتوں میں وارد ہونے والے مضامین بیان کریں گے۔

زیارتوں میں سیاسی اور انقلابی پہلو

۱۔ زیارت کا عام سیاسی دائرہ سے رابطہ

اہل بیت علیہم السلام سے زیارتوں کے سلسلہ میں وارد ہونے والی روایات میں عقیدتی اور سیاسی قضیہ کا بہت وسیع میدان ہے اور سیاسی قضیہ سے ہماری مراد رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امامت اور ولایت کا مسئلہ ہے اور یہ وہ معتبر وسیلہ ہے جو بنی امیہ اور بنی عباس کے دور میں نیز اس کے بعد بھی سیاست دور میں اسلام کے اصل راستہ سے منحرف ہو جانے کے بعد جاری وساری رہا ہے۔

اسلامی حکومتوں پر ایسے افراد نے بھی حکومت کی ہے جو اسلام اور عالم اسلام کی نظر میں قابل اطمینان نہیں تھے انھوں نے اسلام اور مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچایا اہل بیت علیہم السلام نے اپنے دور کی اس طرح کی حکومتوں کا مقابلہ کیا۔

اموی اور عباسی، مضبوط حکومتوں سے ٹکراتے رہنے کی بنا پر شیعہ ادب اور ثقافت میں واضح آثار رونما ہوئے اور اسی وقت سے اہل بیت علیہم السلام کی اتباع کرنے والے شیعوں کو رافضہ کے نام سے پہچانا جانے لگا چونکہ انھوں نے بنی امیہ اور بنی عباس کے خلفا کی ولایت کا انکار کیا تھا۔

شیعی سیاسی فکر اور شیعی سیاسی ادب کو اس وقت سے رفض کا رنگ دیا گیا جب معاویہ نے حضرت امام حسن علیہ السلام سے مختلف بہانوں اور مکاریوں سے حکومت لی اور یہ رنگ بنی عباس کی حکومت کے اختتام تک باقی رہا۔

اس سیاسی جنگ اور سیاسی معارضہ کی اہل بیت علیہم السلام سے وارد ہونے والی دعاؤں میں واضح طور پر عکاسی کی گئی ہے خاص طور سے امام امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت میں چونکہ ان دونوں اماموں کا دور تاریخ اسلام میں مقابلہ اور ٹکراؤ کا سب سے سخت دور تھا۔

اور شاید اسی سبب کو حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام اور آپ کے فرزندار جمند حضرت امام حسین علیہ السلام سے مروی زیارتوں میں کثرت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

اور ان دونوں اماموں سے وارد ہونے والی زیارتوں کا دوسرے تمام ائمہ سے وارد ہونے والی زیارتوں سے مقدار اور کیفیت میں فرق ہے۔

اس سیاسی قضیہ کا خلاصہ زیارتوں میں بیان ہوا ہے جیسا کہ ہم نے اس کا شہادت اور موقف کے عنوان میں تذکرہ کیا ہے جن میں پہلا شہادت کے بارے میں ہے اور دوسرا سیاست کے متعلق ہے۔

ہم موقف کو شہادت کے بعد بیان کریں گے۔

بیشک سیاسی موقف ہر جنگ اور اختلاف کے موقع پر قضاوت کے دائرہ کا خلاصہ ہوتا ہے قضاوت حق دو جھگڑا کرنے والوں کے درمیان قاطع حکم کا نام ہے ،اس وقت اس حکم کی روشنی میں جس کو قضاوت معین کرتی ہے اس سے سیاسی موقف معین ہوتا ہے۔

ایسے میں سب سے انصاف کرنے والا خود انسان کا ضمیر ہوتا ہے وہ انصاف جس کو خدا نے انسان کی فطرت میں ودیعت کیا ہے۔

اسی طرح اس الٰہی محکمہ میں اہل بیت علیہم السلام کے زائر کو یہ گواہی دینی پڑے گی کہ حق اہل بیت علیہم السلام کا حصہ ہے اور انھیں کے ساتھ ہے، اور اہل بیت علیہم السلام کے دشمنوں کے خلاف یہ گواہی دے کہ وہ حق سے منحرف اور باطل کی طرف رجحان رکھنے والے تھے۔

پھر اس گواہی کے راستہ پر ولایت، برائت، روگردانی و سلام و لعنت کا موقف معین ہوتا ہے اب ہم ذیل میں شہادت اور موقف میں سے ہر ایک کے سلسلہ میں اہل بیت علیہم السلام سے منقولہ زیارات کی چند عبارتوں کا تذکرہ کرتے ہیں:

الف: شہادت

مقابلہ کے پہلے مرحلہ میں رسالت کی گواہی

جناب عمار کی زبانی جنگ کی دو قسمیں ہیں، ایک جنگ جو تنزیل قرآن پر ہوئی جو بدر اور احد میں ہوئی تھی اور دوسری جنگ تاویل قرآن پر ہوئی جو جمل، صفین اور کربلا میں ہوئی تھی یہ دونوں جنگیں آج تک قائم ہیں اور یہ آخر تک قائم رہیں گی۔ ہم پہلی جنگ کے سلسلہ میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت میں پڑھتے ہیں :

)اشھد یارسول اللہ مع کل شاھد وا تحمّلھا عن کلّ جاد: انک قد بلّغت رسالات ربّک، ونصحت لامتک، وجاھدت فی سبیل ربّک، واحتملت الاذیٰ في جنبہ، ودعوت الیٰ سبیلہ بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ الجمیلۃ، وادّیت الحقّ الذي کان علیک، وانّک قد رؤفت بالمؤمنین وغلظت علیٰ الکافرین، وعبدت اللہ مخلصاً حتیٰ اتاک الیقین، فبلغ اللہ بک اشرف محل المکرمین، واعلیٰ منازل المقرّبین، وارفع درجات المسلمین حیث لا یلحقک لاحق، ولا یفوقک فائق، ولا یسبقک سابق، ولا یطمع فی ادراکک طامع۔"

"میں شہادت دیتا ہوں اے خدا کے رسول تمام شاہدوں کے ساتھ اور تمام منکروں کے مقابلہ میں کہ آپ نے اپنے پروردگار کے پیغامات کو پہنچایا، اپنی امت کو نصیحت کی، راہ خدا میں جہاد کیا، اس کی راہ میں ہر زحمت کو برداشت کیا، لوگوں کو راہ خدا کی دعوت دی حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ اور وہ سب کچھ ادا کر دیا جو آپ کے ذمہ تھا، آپ نے مومنین پر مہربانی کی اور کافروں پر سختی کی اور خلوص سے اللہ کی عبادت کی یہاں تک کہ زندگانی کا خاتمہ ہو گیا خدا آپ کو بزرگ بندوں کی عظیم ترین منزل تک پہونچائے اور آپ کو مقربین کے بلند ترین مرتبہ پر فائز کرے اور مرسلین کے عظیم ترین درجہ تک

پہنچادے جہاں تک کوئی پہونچنے والا نہ پہنچ سکے اور کوئی اس سے بالا تر نہ جاسکے اور کوئی اس سے آگے نہ نکل سکے اور کسی میں اس منزل کو حاصل کرنے کی طمع بھی نہ ہو سکے ''

احد کے شہیدوں کی قبروں کی زیارت کے سلسلہ میں پڑھتے ہیں :

)واشھد کم انکم قد جاھد تم فی اللہ حق جہادہ وذ ببتم عن دین اللہ وعن نبیہ ،وجد تم بانفسکم دونہ ،واشھد انکم قُتِلتُم علیٰ منھاج رسول اللہ، فجزاکم اللہ عن نبیہ وعن الاسلام واھلہ افضل الجزاء، وعرفناوجوھکم في رضوانہ مع النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولٰءِک رفیقاً(

''اور میں گواہی دیتاہوں کہ آپ حضرات نے راہ خدا میں جہاد کا حق ادا کیااور دین خدااور رسول خدا سے دفاع کیااور اپنی جان قربان کر دی اور میں گواہی دیتاہوں کہ آپ لوگ رسول اللہ کے طریقہ پر دنیا سے گئے خدا آپ کو اپنے پیغمبر اور اسلام اور اہل اسلام کی طرف سے بہترین جزادے اور ہمیں محل رضا اور محل اکرام میں آپ کی زیارت نصیب کرے جہاں آپ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوں گے جو بہترین رفقاء ہیں ''

مقابلہ کے دوسرے مرحلہ میں امام علیہ السلام کی گواہی

اس گواہی کو زائر تاویل قرآن پر جنگ کرکے دائرۂ حدود میں ثبت کرتا ہے ہم ان فقروں کو امام امیر المومنین علیہ السلام کی زیارت کے سلسلہ میں اس طرح پڑھتے ہیں :

اللّٰھُمَّ اِنِّی اَشْھَدُ انّہٗ قَدْ بلَّغَ عن رسولک ماحمّل ورعیٰ مااستحفظ ،وحفظ مااستودع ،وحلل حلالک ،وحرَّم حرامک ،واقام احکامک ،وجاھد الناکثین فی سبیلک ،والقاسطین فی حکمک ،والمارقین عن امرک ،صابراً، محتسباًلاتاخذہ فیک لومۃ لائم ''۔

''خدایا میں گواہی دیتاہوں کہ امیر المومنین نے تیرے رسول کی طرف سے دئے گئے بار کو پہونچادیااور اس کی رعایت کی جس کی حفاظت چاہی گئی اور جو امانت رکھی گئی تھی اس کی حفاظت کی اور تیرے حلال کو حلال اور تیرے حرام کو حرام باقی رکھااور تیرے احکام کو قائم کیااور ناکثین (طلحہ اور زبیر) کے ساتھ تیری راہ میں جہاد کیااور قاسطین اور مارقین کے ساتھ تیرے حکم سے صبر اور تحمل کے ساتھ جہاد کیااور تیری راہ میں ملامت کرنے والوں کی ملامت کی کوئی پرواہ نہیں کی''

رسول اسلام ﷺ کی بعثت کے دن سے مخصوص زیارت میں اس طرح پڑھتے ہیں :

کنت للمومنین ابار حیماً۔۔۔وعلیٰ الکافرین صباوغلظۃوغیظاً، وللمؤمنین غیثاوخصباوعلما،لم تفلل حجتک ،ولم یزغ قلبک ،ولم تضعف بصیرتک ولم تجبن نفسک کنت کالجبل ،لاتحرکہ العواصف ،ولاتزیلہ القواصف ،کنت کما قال رسول اللہ قویافی بدنک ،متواضعاًفی نفسک ،عظیماًعند اللہ، کبیراًفي الارض ،جلیلاًفي السماء ،لم یکن لاحد فیک مھمزولالخلق فیک مطمع ولالاحد عنک ھوادہ ،یوجد الضعیف الذلیل عندک قویاعزیزاًحتیٰ تاخذ لہ بحقہ والقوي العزیز عندک ضعیفاًحتیٰ تاخذ منہ الحق''۔

''آپ مومنین کیلئے رحم دل باپ تھے۔۔۔آپ کافروں کے لئے سخت عذاب اور دردناک سزا تھے اور مومنوں کیلئے باران رحمت ہریالی اور علم کی حیثیت سے تھے آپ کی حجت کند نہیں ہوئی اور آپ کا دل کج نہیں ہوا آپ کی بصیرت کمزور نہیں ہوئی آپ کا نفس ڈرا نہیں آپ اس پہاڑ کے مانند تھے جس کو تیز ہوا ہلا نہیں سکتی اور آندھیاں اس کو ہٹا نہیں سکتیں آپ ویسے قوی بدن تھے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھااور اپنے نفس میں متواضع تھے اور خدا کے نزدیک عظیم تھے ،زمین میں کبیر تھے اور آسمان میں جلیل تھے آپ کے بارے میں کسی کے لئے نکتہ چینی کا مقام نہیں ہے اور نہ

کسی کہنے والے کیلئے اشارہ ہے اور آپ کے بارے میں کسی مخلوق کو غلط طمع ہے اور نہ کسی کیلئے بیجا امید ہے اپ کے نزدیک ہر ضعیف و کمزور و ذلیل قوی اور عزیز رہتا ہے یہاں تک کہ آپ اس کیلئے اس کا حق لے لیں اور قوی عزت دار آپ کے نزدیک کمزور ہوتا ہے یہاں تک کہ اپ اس سے حق لے لیں'

دوسرے مرحلہ میں تاویل قرآن پر جنگ کرنے کی گواہی

اس کا پہلا حصہ تاویل کے دائرۂ میں جنگ صفین سے متعلق ہے اور دوسرا حصہ کربلا سے متعلق ہے اور کربلا میں اس سلسلہ کی جنگ واضح و آشکار طور پر واقع ہوئی اس میں قلب سلیم رکھنے والے کیلئے کوئی شک و شبہ نہیں ہے اس کا ہر وہ شخص گواہ ہے جس کے پاس دل ہے یا جو قوت سماعت کا مالک ہے۔

اس جنگ میں امام حسین علیہ السلام اپنے ساتھ اپنے اہل بیت اور اصحاب میں سے بہتّر افراد نیز ایسی مومن جماعت کے ساتھ کھڑے ہوئے جو میدان کربلا میں کسی وجہ سے یا بلا وجہ غیر حاضر رہے۔۔۔اور دوسری طرف یزید آل امیہ اور ان کی شامی اور عراقی فوج نے قیام کیا۔

اس جنگ میں کسی شک و شبہ کے بغیر دونوں طرف کے محاذ اچھی طرح واضح ہو جاتے ہیں چنانچہ امام حسین علیہ السلام نبوت کی ہدایت کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں اور یزید سرکشوں، جباروں اور متکبروں کی بری شکلوں میں ظاہر ہوتا ہے۔

کربلا ان دونوں جنگوں کے مابین حد فاصل ہے واقعۂ کربلا سے لیکر آج تک کسی پر اس جنگ کا امر و مقصد مخفی نہیں رہا ہے اور وہ حق و باطل کی شناخت نہ کر سکا ہو مگر اللہ نے جس کی آنکھوں کا نور چھین لیا اس کے دلوں اور آنکھوں پر مہر لگادی اور ان کی آنکھوں پر پردے ڈالدئے ہیں۔

اس جنگ کے دائرہ حدود میں زائر حضرت امام حسین علیہ السلام فرزند رسول کیلئے نماز قائم کرنے زکات ادا کرنے اور (فی سبیل اللہ) جھاد کرنے کی گواہی دیتا ہے اور اس کے بعد اس جنگ کے پس منظر کو برقرار رکھتے ہوئے اس سلسلہ کو واقعہ کربلا کے بعد خدا کی طرف سے امامت ولایت اور قیادت سے متصل کرتا ہے ہم اس گواہی کے سلسلہ میں بہت سے فقرے حضرت امام حسین السلام کی زیارت میں پڑھتے ہیں: (اشھد انک قد بلغت عن اللہ امرک بہ ولم تخش احداغیرہ، وجاھدت فی سبیلہ، وعبدتہ، مخلصاً حتیّٰ اتاک الیقین۔ واشھد انک کلمۃ التقویٰ، والعروۃ الوثقیٰ، والحجۃ علیٰ مَن یبقیٰ۔ واشھد انک عبداللہ وامینہ، بلّغت ناصحاً وادیت امیناً، وقُتلتَ صدّیقاً، ومضیت علیٰ یقین، لم تؤثر عمیً علیٰ ھدیٰ، ولم تُمل من حق الیٰ باطل۔ اشھد انک قد اقمت الصلاۃ، وآتیت الزکاۃ، وامرت بالمعروف ونھیت عن المنکر واتبعت الرسول وتلوت الکتاب حقّ تلاوتہ ودعوت الیٰ سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ۔ اشھد انک کنت علیٰ بیّنۃ من ربک قد بلّغت ماأُمرت بہ وقمت بحقّہِ، وصدّقت مَن قبلک غیر واھن ولا موھن۔ اشھد ان الجھاد معک، وان الحقّ معک والیک وانت اھلہ ومعدنہ، و میراث النبوۃ عندک"۔

"اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے اللہ کے اس پیغام کو پہنچایا جس کا اس نے آپ کو حکم دیا تھا اور آپ خدا کے علاوہ کسی سے خائف نہیں ہوئے اور آپ نے راہ خدا میں جہاد کیا اور اس کی خلوص کے ساتھ عبادت کی یہاں تک کہ آپ کو موت آگئی میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کلمۂ تقویٰ اور عروۂ وثقیٰ اور اہل دنیا پر حجت ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے بندہ اور اس کے امین ہیں، آپ نے ناصحانہ انداز میں پیغام حق پہنچایا اور امانت کو ادا کیا آپ صدیق شہید کئے گئے، اور یقین پر دنیا سے گئے، ہدایت کے بارے میں کبھی گمراہی کو ترجیح نہیں دی اور کبھی حق سے باطل کی طرف مائل نہیں ہوئے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے نماز قائم کی، اور زکٰوۃ ادا کی اور نیکیوں کا حکم دیا برائیوں سے روکا اور رسول کا اتباع کیا اور قرآن کی تلاوت کی جو تلاوت کا حق تھا اور حکمت اور موعظہ حسنہ کے ذریعہ اپنے رب کی راہ کی طرف بلایا، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اپنے رب کی طرف سے ہدایت یافتہ تھے اور جو آپ کو حکم دیا گیا تھا آپ نے اسی کو پہنچایا، اس کے حق کے ساتھ قیام کیا جس نے آپ کو قبول کیا اس کی آپ نے اس طرح تصدیق کی کہ نہ اس کی کوئی توہین ہو اور نہ

آپ کی توہین ہو، میں گواہی دیتاہوں کہ جہاد آپ کے ساتھ ہے اور حق آپ کی طرف ہے آپ ہی اس کے اہل اور اس کا معدن ہیں"

وارثت کی گواہی

یہی وہ امامت ہے جس کی ہم نے اس زیارت میں گواہی دی ہے اور وہ امامت حضرت امام حسین علیہ السلام کے بعد آپ کی نسل در نسل باقی رہے گی یہ امامت درمیان میں منقطع ہونے والی نہیں ہے یہ امامت ائمہ توحید کی امامت ہے جو تاریخ میں حضرت امام حسین علیہ السلام سے مستقر ہوئی ہے حضرت آدم حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ سے رسول خدا ﷺ حضرت علیؑ اور امام حسنؑ تک پہنچی ہے حضرت امام حسین علیہ السلام اس امامت کی تمام ارزشوں اور ذمہ داریوں کے وارث ہیں :

)انّ اللہ اصطفٰی آدَمَ وَنُوحاًوَآلَ اِبرٰھیمَ وَآلَ عمرٰانَ عَلٰی الْعَالَمِیْنَ ذُرِّیَّۃً بَعْضُھَامِنْ بَعْضٍ وَاللہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ) (۱(

"اللہ نے آدم، نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو منتخب کر لیا ہے یہ ایک نسل ہے جس میں ایک کا سلسلہ ایک سے ہے اور اللہ سب کی سننے والا اور جاننے والا ہے"

حضرت امام حسین علیہ السلام کربلا میں اس وارثت کے عہدہ دار تھے :امام حسین علیہ السلام اس عظیم میراث کو کربلا تک لے گئے تاکہ لوگ اس کے ذریعہ دلیل پیش کریں اس کا دفاع کریں اس

)۱(سورۂ آلِ عمران آیت ۳۳۔۳۴۔

کی مخالفت کرنے والوں سے جنگ کریں یہ بلاغ المبین اسی رسالت کیلئے ہے جس میراث کو حضرت امام حسین علیہ السلام نے آل ابراہیم اور آل عمران سے پایا تھا۔

اس معرکہ کے وسط میں زائر حضرت امام حسین علیہ السلام کیلئے گواہی دیتا ہے :

۱۔اس مقام پر واضح طور پر یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی یزید سے جنگ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نمرود سے مقابلہ اسی طرح حضرت موسیٰؑ کا فرعون سے ٹکراؤ اور رسول خدا ﷺ کی ابوسفیان سے مخالفت نیز حضرت علیؑ کی معاویہ سے جنگ میں کوئی فرق نہیں ہے۔

۲۔تمام مرحلوں میں اس جنگ کا محور، روح توحید ہے۔

۳۔جو میراث حضرت امام حسین علیہ السلام کو آل ابراہیم اور آل عمران سے ورثہ میں ملی جس کیلئے آپ نے کربلا کے میدان میں قیام کیا وہ میراث آپ کے بعد آپ کی ذریت میں موجود رہی انصار جنھوں نے امام حسین علیہ السلام کا اتباع کیا اسی طرح یہ میراث ان کے تابعین جو آل ابراہیم اور آل عمران کی راہ سے ہدایت حاصل کرتے رہے ان میں باقی رہی۔

ہم صالحین کی وراثت کے سلسلہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کیلئے زیارت وارثہ کے جملے پڑھتے ہیں :

)السلام علیک یاوارث آدم صفوۃ اللہ، السلام علیک یاوارث نوح نبی اللہ السلام علیک یاوارث ابراھیم خلیل اللہ، السلام علیک یاوارث موسیٰ کلیم اللہ، السلام علیک یاوارث عیسیٰ روح اللہ، السلام علیک یاوارث محمّد حبیب اللہ، السلام علیک یاوارث امیر المؤمنین ولي اللہ(

"سلام آپ پر اے آدم صفی اللہ کے وارث، سلام آپ پر اے نوح نبی خدا کے وارث، سلام آپ پر اے ابراہیم خلیل خدا کے وارث، سلام آپ پر اے مو

سیٰ کلیم اللہ کے وارث، سلام آپ پر اے عیسیٰ روح اللہ کے وارث، سلام ہو آپ پر اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ حبیب خدا محمد مصطفیٰ کے وارث، سلام ہو آپ پر اے امیر المومنین ولی اللہ کے وارث "

آل ابراہیم اور آل عمران کی اس وراثت کی اگرچہ قرآن کی آیت کے مطابق ایک نسل ذریت کی طرف نسبت دی گئی ہے:

)ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ) (۱(

"یہ ایک نسل ہے جس میں ایک کا سلسلہ ایک سے ہے"

مگر یہ کہ یہ رسول خدا ﷺ اور مولائے کائنات کی جانب فرزندی کی طرف ذریتی انتساب کے عنوان کے علاوہ ایک اور عنوان ہے کیونکہ یہ عنوان براہ راست اس شہادت کے بعد وارد ہوا ہے:

"السلام علیک یابن محمدّ المصطفیٰ، السلام علیک یابن علی المرتضیٰ السلام علیک یابن فاطمۃ الزھراء السلام یابن خدیجۃ الکبری"

"سلام آپ پر اے محمد مصطفےٰ کے فرزند سلام آپ پر اے علی مرتضیٰ کے دلبند سلام آپ پر اے فاطمہ زہرا کے لخت جگر سلام آپ پر اے خدیجۃ الکبریٰ کے فرزند"

شاہد و مشہود

زیارتوں میں گواہی سے متعلق روایات میں شاہد اور مشہود کے درمیان کوئی ربط نہیں ہے ان گواہیوں میں زائر جس کی زیارت کر رہا ہے اس کی گواہی دیتا ہے:

)انک قد اقمت الصلاۃ وآتیت الزکاۃ وامرت بالمعروف ونھیت عن المنکر وجاھدت فی سبیل اللہ حق جھادہ(

"بیشک آپ نے نماز قائم کی زکوٰۃ ادا کی اور نیکیوں کا حکم دیا اور برائیوں سے روکا اور اللہ کی

)۱(سورۂ آل عمران آیت ۳۴۔

راہ میں جہاد کیا جو جہاد کا حق تھا"

پس زائر شاہد اور جس کی زیارت کر رہا ہے وہ مشہود لہ ہے اور اس کا عکس بھی صحیح ہے

بیشک اللہ کے انبیاء علیہم السلام اس کے رسول اور ان کے اوصیاء امتوں پر شاہد ہیں اور رسول اللہ ﷺ ان کے اوصیاء اس امت کے شاہد ہیں۔

خداوند عالم کا ارشاد ہے: (وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيداً عَلَيْهِمْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيداً عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ)(۱(

"اور قیامت کے دن ہم ہر گروہ کے خلاف انھیں میں کا ایک گواہ اٹھائیں گے اور پیغمبر آپ کو ان سب کا گواہ بنا کر لے آئیں گے۔۔۔"

)يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِداً وَمُبَشِّراً وَنَذِيراً)(۲(

"اے پیغمبر ہم نے آپ کو گواہ، بشارت دینے والا، عذاب الٰہی سے ڈرانے والا"

)كَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطاً لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيداً)(۳ (

"اور تحویل قبلہ کی طرح ہم نے تم کو درمیانی امت قرار دیا ہے تاکہ تم لوگوں کے اعمال کے گواہ رہو اور پیغمبر تمہارے اعمال کے گواہ رہیں"

)وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ)(۴(

)۱(سورۂ نحل آیت۸۹۔

)۲(سورۂ احزاب آیت۴۵۔

)۳(سورۂ بقرہ آیت ۱۴۳۔

)۴(سورۂ آل عمران آیت۱۴۰۔

"تاکہ خدا صاحبان ایمان کو دیکھ لے اور تم میں سے بعض کو شہداء قرار دے اور وہ ظالمین کو دوست نہیں رکھتا ہے"

)فَاُولٰئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْهِمْ مِنَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ)(۱(

"وہ ان لوگوں کے ساتھ رہے گا جن پر خدا نے نعمتیں نازل کی ہیں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین"

پس زائرین شاہد کی منزل سے مشہود کی منزل میں پہونچ جاتے ہیں اسی طرح مشہود لہ جن کے لئے ہم نماز زکات، امر بالمعروف اور جہاد کی گواہی دیتے ہیں وہ شاہد بن جاتے ہیں۔

زیارتوں میں وارد ہوا ہے:

)انتم الصراط الاقوم وشهداء دار الفناء وشفعاء دار البقاء(

اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی آٹھویں زیارت میں آیا ہے:

)مضیت للذی کنت علیه شهیداً و شاهداً و مشهوداً(

"اور جس مقصد پر آپ تھے اسی پر شہید ہوئے اور شاہد و مشہود ہوئے"

ب:الموقف

شہادت کے فیصلہ میں حکم کا تابع ہے۔

اور حکم سیاست میں موقف کا تابع ہوتا ہے۔

موقف کو واضح وصاف شفاف اور قوی ہونا چاہئے نیز نفس کو قربانی اور فداکاری کے لئے آمادہ ہونا چاہئے۔

)۱(سورۂ نساء آیت۶۹۔

اور مسلمانوں کی تاریخ صفین اور کربلا جیسے واقعات میں ان افراد سے مخصوص نہیں ہے جو اس حادثہ کے زمانہ میں موجود تھے بلکہ یہ موقف خوشنودی، رضایت، محبت اور دشمنی کا لحاظ ان افراد کے لئے بھی ہوگا جو اُس حادثہ کے زمانہ میں موجود نہیں تھے۔

تاریخ میں یہ ایام فرقان کی خصوصیات میں سے ہے جن میں لوگ دو ممتاز محاذوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک سے اختلاف بر طرف ہو جاتا ہے جس کی بناء پر حق اور باطل کسی شخص پر مخفی نہیں رہ جاتا مگر یہ کہ اللہ نے اس کے دل، کان اور آنکھ پر مہر لگادی ہو۔

یہ ایام لوگوں کو دو حصوں میں تقسیم کرتے رہے ہیں اور اُن کو تاریخ میں خوشنودگی ناراضگی، محبت اور دوستی کی بناپر دو حصوں میں تقسیم کرتے رہے ہیں اور تیسرے فریق کو میدان میں چھوڑتے رہے ہیں صفین اور کربلا انھیں میں سے ہے۔

جو شخص بھی دونوں بر سر پیکار فریقوں کو درک کر کے بدر، صفین اور کربلا کے واقعہ کا جائزہ لے وہ یاتواس فریق کی طرفداری کرے گا اور اس محاذ میں داخل ہو جائیگا یا دوسرے فریق کی طرفداری کرے گا اور دوسرے محاذ میں داخل ہو جائیگا اس کو ان دونوں میں سے کسی ایک سے مفر نہیں ہے اور یہی مو قف ہے۔

خداوند عالم سید حمیری پر رحم کرے جنھوں نے اس تاریخی پہلو کو حق اور باطل کے درمیان ہونے والی جنگ کو اشعار میں بیان کیا ہے:

انی ادین بمادان الوصی بہ یوم الربیضۃ من قتل المحلینا

وبالذی دان یوم النھر دنت لہ وصافحت کفہ کفی بصفینا

تلک الدماء جمیعا ربّ فی عُنُقی ومثلہ معہ آمین آمینا

''میں جنگ جمل کے دن اسی موقف کا حامل ہوں جس کو مولائے کائنات نے اختیار کیا تھا یعنی مخالفین کو قتل کرنا''

''اور نہروان کے دن بھی ایسے ہی موقف کا حامل ہوں اور میرا یہی حال صفین کے سلسلہ میں ہے''

''پروردگار وہ سارے خون میری گردن پر ہیں اور مولائے کائنات کے ساتھ ایسے وقائع میں ہمراہی کیلئے میں ہمیشہ آمین کہتا رہتا ہوں''

جو کچھ صفین اور کربلا کی جنگ میں رونما ہوا وہ حقیقی اور آمنے سامنے کی جنگ تھی جو مصاحف کے اٹھ جانے اور حکمین کے صفین میں حکم کرنے اور کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب کے شہید ہو جانے سے منقطع نہیں ہوئی بلکہ صفین اور کربلا کو مخصوص طور پر یاد کیا جانے لگا اس لئے کہ یہ ہمارے نظریہ کے مطابق تاریخ اسلام میں حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والی جنگیں تین ہیں جنگ بدر، صفین اور کربلا تاریخ اسلام میں ان ہی تینوں کو ایام فرقان کہا جاتا ہے۔

یہ جنگ آج بھی فریقین کے درمیان اسی طرح باقی وساری ہے۔۔۔ یہ تاریخ ہے۔ اگرچہ تاریخ موجودہ امت کیلئے یہی سیاسی اور متمدن تاریخ کی ترکیب شدہ شکل ہے اور ماضی (گزرے ہوئے زمانہ) اور موجودہ زمانہ میں فاصلہ ڈالنا نہ ممکن ہے اور نہ ہی صحیح ہے۔ چونکہ فرزند اپنے آباء واجداد سے ''مواقع'' اور '' مواقف''میں میراث پاتے ہیں۔ موقف سے ہماری مراد تاریخ میں حادث ہونے والے واقعات ہیں اور واقعہ حادث ہونے کے وقت انسان پر اپنے رفتار وگفتار سے عکس العمل دکھانا واجب ہے اس کو موقف کہا جاتا ہے۔ تو جب یہ جنگ ثقافتی جنگ تھی اور سمندر کے کسی جزیرہ یا زمین کے کسی ٹکڑے سے مخصوص نہیں تھی تو یہ جنگ یقیناً ایک نسل سے دوسری نسل کی طرف منتقل ہوگی ماضی کو پارہ کر کے حال سے متصل ہو جائیگی اور اس کو اولاد اپنے آباء واجداد سے میراث میں پائیگی ایسی صورت میں موقف کو موقع سے جدا کرنا ممکن نہ ہوگا جس کی بناء پر یہ مواقع موجودہ نسل کی طرف دونوں بر سر پیکار فریقوں میں سے ہر ایک کے موقف کی حمایت کی بناء پر منتقل ہو جائیں گے۔

یہ میراث ایک فریق سے مخصوص نہیں ہے بلکہ جس طرح مواقع ومواقف سے صالحین کو صالحین کی میراث ملتی ہے اسی طرح مستکبرین اور ان کی اتباع کرنے والے مستکبرین کے مواقع اور مواقف کی میراث پاتے ہیں۔ ہم اہل بیت علیہم السلام سے مروی روایات میں واضح طور پر مواقف کی میراث کا مختلف صورتوں میں زیارتوں میں مشاہدہ کرتے ہیں ہم ذیل میں ان کے کچھ نمونے پیش کرتے ہیں:

اس کا آشکار نمونہ اولیاءاللہ سے دوستی اور خدا کے دشمنوں سے دشمنی کرنا ہے اس دوستی اور دشمنی کا مطلب ان جنگوں اور ٹکراؤ سے خالی ہونا نہیں ہے بلکہ یہ تو اس کا ایسا جزء ہے جو ان جنگوں میں سیاسی موقف سے جدا نہیں ہو سکتا جس کو اسلام نے دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے ہم دوستی کے سلسلہ میں زیارت جامعہ معروفہ میں پڑھتے ہیں:

)اشھد اللہ واشھدکم انی مؤمن بکم وبما آمنتم بہ، کافر بعدوکم وبما کفرتم بہ مستبصر بکم وبضلالۃ من خالفکم، موال لکم ولاولیائکم مبغض لاعدائکم ومعادٍ لھم، سلم لمن سالمکم وحرب لمن حاربکم محقق لما حققتم، مبطل لما ابطلتم(

''میں خدا کو اور آپ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں آپ پر اور ہر اس چیز پر ایمان رکھتا ہوں جس پر آپ کا ایمان ہے، آپ کے دشمن کا اور جس کا آپ انکار کر دیں سب کا منکر ہوں آپ کی شان کو اور آپ کے دشمن کی گمراہی کو جانتا ہوں۔ آپ کا اور آپ کے اولیاء کا دوست ہوں اور آپ کے دشمنوں کا دشمن ہوں اور ان سے عداوت رکھتا ہوں اس سے میری صلح ہے جس سے آپ نے صلح کی ہے اور جس سے آپ کی جنگ ہے اس سے میری جنگ ہے جسے آپ حق کہیں وہ میری نظر میں بھی حق

ہے اور جس کو آپ باطل کہیں وہ میری نظر میں بھی باطل ہے''

زیارت حضرت امام حسین علیہ السلام میں پڑھتے ہیں:

)لعن اللہ امۃ اسست اساس الظلم والجور علیکم اھل البیت، ولعن اللہ امۃ دفعتکم عن مقامکم وازالتکم عن مراتبکم التی رتبکم اللہ فیھا(

''خدایا! اس قوم پر لعنت کرے جس نے آپ کے اہل بیت پر ظلم و جور کئے اور اس قوم پر لعنت کرے جس نے آپ کو آپ کے مقام سے ہٹا دیا اور اس جگہ سے گرا دیا جس منزل پر خدا نے آپ کو رکھا تھا''

اور

)اللھم العن اول ظالم ظلم حقّ محمّد وآل محمّد وآخر تابع لہ علی ذلک، اللھم العن العصابۃ التی جاھدت الحسین وشایعت وتابعت علی قتلہ اللھم العنھم جمیعا(

''خدایا! اس پہلے ظالم پر لعنت کر جس نے محمد و آل محمد پر ظلم کیا ہے اور اس کا اتباع کرنے والے ہیں۔ خدایا! اس گروہ پر لعنت کر جس نے حسینؑ سے جنگ کی اور جس نے جنگ پر اس سے اتفاق کر لیا اور قتل حسین پر ظالموں کی بیعت کر لی''

زیارت عاشوراء غیر معروفہ میں آیا ہے:

)اللّھم وھذا یوم تجدد فیہ النقمۃ وتنزل فیہ اللعنۃ علی یزید وعلی آل زیاد وعمر بن سعد والشمر۔ اللّھم العنھم والعن مَن رضي بقولھم وفعلھم من اول وآخر لعناً کثیرا واصلھم حر نارک واسکنھم جھنم وساءت مصیرا، واوجب علیھم وعلی کلّ مَن شایعھم وبایعھم وتابعھم وساعدھم ورضي بفعلھم لعناتک التی لعنت بھا کل ظالم وکل غاصب وکل جاحد، اللھم العن یزیدَ وآل زیاد وبنی مروان جمیعا، اللّھم وضاعف غضبک وسخطک وعذابک ونقمتک علی اوّل ظالم ظلم اھل بیت نبیک، اللّھم والعن جمیع الظالمین لھم وانتقم منھم انک ذو نقمۃ من المجرمین(

''خدایا! یہ وہ دن ہے جب تیرا غضب تازہ ہوتا ہے اور تیری طرف سے لعنت کا نزول ہوتا ہے یزید، آل زیاد، عمر بن سعد اور شمر پر۔ خدایا ان سب پر لعنت کر اور ان کے قول و فعل پر راضی ہو جانے والوں پر بھی لعنت کر چاہے اولین میں ہوں یا آخرین میں سے کثیر لعنت فرما اور انھیں آتش جہنم میں

جلادے اور دوزخ میں ساکن کردے جو بدترین ٹھکانا ہے اور ان کے لئے اور ان کے تمام اتباع اور پیروی کرنے والوں اور ان کے فعل سے راضی ہو جانے والوں کے لئے ان لعنتوں کے دروازے کو کھول دے جو تو نے کسی ظالم، غاصب، کافر، مشرک اور شیطان رجیم یا جبار و سرکش پر نازل کی ہے۔ خدا لعنت کرے یزید و آل یزید اور بنی مروان پر خدایا اپنے غضب اپنی ناراضگی اور اپنے عذاب و عقاب کو مزید کردے اس پہلے ظالم پر جس نے اہل بیت پیغمبر پر ظلم کیا ہے اور پھر ان کے تمام ظالموں پر لعنت کر اور ان سے انتقام لے کہ تو مجرمین سے انتقام لینے والا ہے"

رضا اور غضب

دوستی اور دشمنی میں رضا اور غضب بھی داخل ہے: رضا یعنی جس سے اولیاء اللہ راضی ہوتے ہیں غضب جن سے اولیاء اللہ غضب ناک ہوتے ہیں۔

خوشی اور غضب، محبت اور عداوت ایمان کی واضح نشانیاں ہیں اور ان کے ستون میں سے ہیں یہ سیاسی موقف کیلئے عمیق فکر ہے ان دونوں (رضا اور غضب) کے بغیر سیاسی موقف مضمحل اور پائیدار نہیں ہے۔

یہ وہ رابطہ اور ذاتی ایمان ہے جو سیاسی موقف کو عمق، مقاومت اور استحکام عطا کرتا ہے رضا اور غضب کے سلسلہ میں زیارت صدیقہ فاطمۃ الزہرا علیہا السلام میں آیا ہے:

)اشھد اللہ ورسلہ وملائکتہ انی راض عمّن رضیت عنہ ساخط علی مَن سخطت علیہ، متبرء ممن تبرّئت منہ موالٍ لمن والیت معادٍ لمن عادیت مبغض لمن ابغضت، محبّ لمن احبّبت(

"میں اللہ، رسول اور ملائکہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں اس شخص سے راضی ہوں جس سے آپ راضی ہیں اور ہر اس شخص سے ناراض ہوں جس سے آپ ناراض ہیں ہر اس شخص سے بیزار ہوں جس سے آپ بیزار ہیں آپ کے چاہنے والوں کا چاہنے والا آپ کے دشمنوں کا دشمن، آپ سے بغض رکھنے والوں کا دشمن اور آپ سے محبت کرنے والوں کا دوست ہوں"

اور زیارت کے دوسرے فقرے میں آیا ہے:

)اشھد انی ولی لمن والاک وعدو لمن عاداک وحرب لمن حاربک(

"میں آپ کے دوستوں کا دوست ہوں اور آپ کے دشمنوں کا دشمن ہوں جو آپ سے جنگ کرنے والے ہیں اس سے ہماری جنگ ہے"

سلم اور تسلیم

موقف کی خصوصیات میں سے سلم اور تسلیم ہے تسلیم کا سلم و صلح سے بلند مرتبہ ہے لہٰذا موقف میں سب سے پہلے مسالحت صلح ہونی چاہئے اور سلم میں اللہ، رسول اور اولیاء اللہ اور اس کے صالحین بندوں کی اتباع کی جائے:

)یَاأَیُّھَاالَّذِینَ آمَنُوْاادْخُلُوْافِی السِّلْمِ کَافَّۃً)(۱(

)۱(سورۂ بقرۃ آیت ۲۰۸۔

"ایمان والو تم سب مکمل طریقہ سے اسلام میں داخل ہو جاؤ"

اس سے چیلنج کو شامل نہ کیا گیا ہو:

)اَلَم یَعلَمُوا اَنَّہُ مَن یُحَادِدِ اللّٰہَ وَرَسُولَہُ فَاَنَّ لَہُ نَارَ جَھَنَّمَ خَالِداً فِیھَا)(۱(

''کیا یہ نہیں جانتے ہیں کہ جو خدا اور رسول سے مخالفت کرے گا اس کیلئے آتش جہنم ہے اور اسی میں ہمیشہ رہنا ہے''

نہ اللہ کے سامنے سرکشی اور استکبار کیا جائے:

)وَلَاتَطغَوا فِیہِ فَیَحِلَّ عَلَیکُم غَضَبِی)(۲(

''اور اس میں سرکشی اور زیادتی نہ کرو کہ تم پر میرا غضب نازل ہو جائے''

مخالفت نہ ہو:

)وَاِنَّ الظَّالِمِینَ لَفِی شِقَاقٍ بَعِیدٍ)(۳(

''اور ظالمین یقیناً بہت دور رس نافرمانی میں پڑے ہوئے ہیں''

دوسرے مرحلہ میں اس موقف کو رسول اور مسلمین کے امور کے سرپرستوں سے تسلیم کی اطاعت پر قائم ہونا چاہئے صلح اور تسلیم میں سے ہر ایک کو انسان کی نیت، قلب، عمل اور رفتار میں ایک ہی وقت میں رچ بس جانا چاہئے صلح، تسلیم اور پیروی دل سے ہونی چاہئے اور جب ایسی صورت حال ہو اور سیاسی موقف، نیت، عمل اور باطن وظاہر میں صلح وتسلیم سے متصف ہو تو لوگ اکٹھا ہو کر اس موقف کو اختیار کریں اور اس موقف کے لوگ اس کے خلاف موقف والوں کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔ایسی صورت میں مومن انسان اکیلا ہی ایک امت شمار ہوگا جو امت کا پیغام لیکر قیام کرتا ہے اور وہ امت کی

)۱(سورۂ توبۃ آیت ۶۳۔

)۲(سورۂ طہ آیت ۸۱۔

)۳(سورۂ حج آیت ۵۳۔

طرح پائیدار اور مضبوط ہوگا جیسا کہ ہمارے باپ ابوالانبیاء جناب ابراہیم علیہ السلام اکیلے ہی قرآن کی نص کے مطابق ایک امت تھے:

)اِنَّ اِبرَاہِیمَ کَانَ اُمَّۃً قَانِتاً لِلّٰہِ حَنِیفاً وَلَم یَکُ مِنَ المُشرِکِینَ)(۱(

''بیشک ابراہیم ایک مستقل امت اور اللہ کے اطاعت گذار اور باطل سے کترا کر چلنے والے تھے اور مشرکین میں سے نہیں تھے''

اور صلح وسلامتی کے بغیر تاریخ میں کوئی موقف رونما نہیں ہوتا اور اگر ہم موقف کو صلح وسلامتی سے خالی کردیں تو موقف کالعدم ہو جائیگا صلح تسلیم خدا و رسول اور مسلمانوں کے پیشواؤں کی ہر بیعت کی جان ہے کیونکہ بیعت کا مطلب یہ ہے کہ انسان خداوند عالم کی عطا کردہ ہر چیز منجملہ محبت، نفرت، جان ،مال اور اولاد کو یکبارگی خداوند عالم کے ہاتھوں فروخت کردے اور وہ دل خداوند عالم کیلئے ہر چیز سے خالی ہو جائے، پھر اس کے بعد اپنے معاملہ پر نہ حسرت کرے اور نہ ہی اپنے کام میں شک کرے کیونکہ وہ اب ہر چیز خداوند عالم کے ہاتھوں بیچ چکا ہے اور اس کی قیمت لے چکا ہے لہٰذا نہ معاملہ فسخ کر سکتا ہے اور نہ فسخ کرنے کا مطالبہ کر سکتا ہے اور یہ سود مند معاملہ ہے یہ امور مسلمین کے سرپرستوں اور مومنین کے پیشواؤں کے موقف کی جان ہے جنھوں نے اس سلسلہ میں اہل بیت علیہم السلام ج(ومسلمانوں کے امام ہیں) کی زیارت میں آنے والی عبارتوں پر غور کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت میں آیا ہے:

)فقلبي لكم مسلم ونصرتي لكم معدة حتّٰی يحكم الله بدينه فمعكم معكم لا مع عدوكم(

''میرا دل آپ کے سامنے سراپا تسلیم ہے اور میری نصرت آپ کیلئے حاضر ہے یہاں تک

)ا(سورۂ نحل آیت ۱۲۰۔

کہ پروردگار اپنے دین کا فیصلہ کر دے تو ہیں آپ کے ساتھ ہوں آپ کے دشمنوں کے ساتھ نہیں''

حضرت امام حسن علیہ السلام کی زیارت میں وارد ہوا ہے:

)لبيك داعي الله ان كان لم يجبك بدني عند استغاثتك ولساني عند استنصارك فقد اجابك قلبي وسمعي وبصري(

''میں نے خداوند عالم کی دعوت پر لبیک کہی اے اللہ کی طرف بلانے والے اگرچہ میرے جسم نے آپ کے استغاثہ کے وقت لبیک نہیں کہی اور میری زبان نے آپ کے طلب نصرت کے وقت جواب نہیں دیا لیکن میرے دل، کان اور آنکھ نے لبیک کہی''

زیارت حضرت ابوالفضل العباس:

)وقلبي لكم مسلم وانا لكم تابع ونصرتي لكم معدة حتى يحكم الله وهو خير الحاكمين(

''میرا دل آپ کے سامنے جھکا ہے اور تابع فرمان ہے اور میں آپ کا تابع ہوں اور میری مدد آپ کے لئے تیار ہے یہاں تک کہ خدا فیصلہ کر دے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے''

زیارت حضرت امام حسین علیہ السلام روز اربعین:

)وقلبي لقلبكم سلم، وامري لامركم متبع، ونصرتي لكم معدة، حتّٰی ياذن الله لكم، فمعكم معكم لا مع عدوكم(

''اور میرا دل آپ کے سامنے سراپا تسلیم ہے اور میرا امر آپ کے امر کے تابع ہے اور میری مدد آپ کے لئے تیار ہے یہاں تک کہ اللہ آپ کو اجازت دے تو ہم آپ کے ساتھ ہیں اور آپ کے دشمنوں کے ساتھ نہیں ہیں''

یہ معیت جس کو زائر اپنے موقف اور ائمہ مسلمین سے دوستی کے ذریعہ آمادہ و تیار کرتا ہے یہ موقف اور دوستی کی روح ہے۔ان کی خوشی و غم، صلح و جنگ آسانی عافیت اور سختی و مشکل میں ساتھ رہنا دنیا میں ان کے ساتھ رہنا انشاء اللہ آخرت میں ان کے ساتھ رہنا ہے۔

انتقام کیلئے مدد کی دعا

موقف کے مطالبوں میں سے ایک مطالبہ مدد کیلئے دعا مانگنا ہے۔جب موقف کا سرچشمہ سچا دل ہوگا تو انسان اللہ سے مسلمانوں کے امام اور مسلمانوں کی مدد کیلئے ہر وسیلہ سے دعا مانگے گا دعا کے ان وسائل میں سے ایک وسیلہ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر دعا مانگتا ہے اور دعا ان وسائل میں سے سب سے افضل اور بہترین وسیلہ ہے مگر دعا عمل، عطا اور قربانی دینے سے مستغنی نہیں ہے۔

سیاسی موقف کے ستون کے لئے اس مضمون کی دعا اہلبیت علیہم السلام سے وارد ہونے والی دعاؤں میں ہے اور ہم ذیل میں اس دعا کے چند نمونے پیش کرتے ہیں:

ہم آل محمد علیہم السلام سے مہدی منتظر عجل اللہ فرجہ الشریف کی زیارت میں پڑھتے ہیں:

)اللّٰھم انصرہ وانتصر بہ لدینک، وانصر بہ اولیائک، اللّٰھم واظھر بہ العدل، وایّدہ بالنصر، وانصر ناصریہ واخذل خاذلیہ، واقصم بہ جبابرۃ الکفر واقتل الکفار والمنافقین والملاہ بہ الارض عدلاً واظھر بہ دین نبیک(

''خدایا! اپنے ولی کی نصرت فرمااور ان کے ذریعہ دین کی مدد فرما اپنے اولیاء اور ان کے اولیاء کی مدد فرما۔۔۔اور ان کے ذریعہ عدل کو ظاہر فرمانا اور اپنی نصرت سے ان کی تائید فرمانا ان کے ناصروں کی مدد کرنا اور ان کو رسوا کرنے والوں کو ذلیل کر اور دشمنوں کی کمر توڑ دے تمام جابر کافروں کی کمر توڑ دے تمام کفار و منافقین اور تمام ملحدین کو فنا کر دے۔۔۔اور ان کے ذریعہ زمین کو عدل سے بھر دے اور ان کے ذریعہ اپنے نبی کے دین کو غالب فرما''

حضرت امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کیلئے دعاؤں کے چند نمونے:

)اللّٰھم انّک ایدت دینک فی کل اوان بامام اقمتہ لعبادک ومنارا فی بلادک، بعد ان اوصلت حبلہ بحبلک، وجعلتہ الذریعۃ الی رضوانک۔۔۔اللّٰھم فاوزع لولیک شکر ما انعمت بہ علیہ، واوزعنا مثلہ فیہ، وآتہ من لدنک سلطانا نصیرا، وافتح لہ فتحا یسیرا واعنہ برکنک الاعز، واشدد ازرہ، وقوّ عضدہ وراعہ بعینک، واحمہ بحفظک، وانصرہ بملائکتک وامدد، بجندک الاغلب، واقم بہ کتابک وحدودک وشرائعک وسنن رسولک واحیی بہ ما اماتہ الظّالمون من معالم دینک، واجل بہ صدا الجور عن طریقک، وابن بہ الضراء من سبیلک، وازل بہ الناکبین عن صراطک وامحق بہ بغاۃ قصدک عوجاً، والن جانبہ لاولیائک، وابسط یدہ علی اعدائک، وھب لنا رافتہ ورحمتہ وتعطفہ وتحنّنہ، واجعلنا لہ سامعین مطیعین، وفی رضاہ ساعین والی نصرتہ والمدافعۃ عنہ مکنفین (

''بارالٰہا! تونے اپنے دین کی، ہر زمانہ میں ایسے امام کے ذریعہ نصرت کی ہے جس کو تونے اپنے بندوں کیلئے منصوب فرمایا اپنی مملکت میں منارۂ ہدایت قرار دیا اس کے بعد جبکہ تونے اس کو اپنی رضا تک پہنچنے کا ذریعہ قرار دیا بارالٰہا لہٰذا اپنے ولی کو اپنے اوپر نازل ہونے والی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اور اس سلسلہ میں ہم کو بھی شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اپنی جانب سے اس امام کو کامیاب حکومت عطا فرما آسانی کے ساتھ فتح و نصرت عطا فرما اپنے مضبوط ارکان کے ذریعہ اس کی مدد فرما اس کو ہمت دے، اس کو قوی کر، اس کی نگرانی کر، اپنے ملائکہ کے ذریعہ اس کی مدد کر، اپنے فاتح لشکر کے ذریعہ ظفریاب کر، اس کے ذریعہ اپنی کتاب، حدود شریعت اور اپنے رسول کی سنتوں کو قائم کر، اس کے ذریعہ اپنے دین کی ان نشانیوں کو زندہ کر جن کو ظالمین نے مردہ کر دیا ہے، اس کے ذریعہ اپنی راہ سے انحراف کی جِلا بخش، اس کے ذریعہ اپنی تاریک راہ کو روشن کر، اس کے ذریعہ اپنی راہ سے دوری اختیار کرنے والوں کو نابود کر، اس کے ذریعہ تیرا بیجا طور پر قصد کرنے والوں کو فنا کر دے، اس کو اپنے دوست داروں کیلئے خوش اخلاق کر دے اس کو اپنے دشمنوں پر مسلّط کر دے اس کی محبت سے ہم کو بہرہ مند فرما، ہم کو اس کا اطاعت گذار قرار دے اس کی رضا کے سلسلہ میں کوشش کرنے والا قرار دے اس کی مدد اور دفاع کرنے کے سلسلہ میں آمادہ کر دے''

نیز زیارت امام صاحب الزمان عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی زیارت میں پڑھتے ہے:

)اللّٰھم انجز لولیک ماوعدتہ، اللّٰھم اظھر کلمتہ واعل دعوتہ وانصرہ علی عدوہ وعدوک، اللّٰھم انصرہ نصراعزیزاً، وافتح لہ فتحاً یسیراً، اللّٰھم واعزّ بہ الدین بعد الخمول، واطلع بہ الحق بعد الافول، واجل بہ الظلمۃ، واکشف بہ الغمۃ،

وآمن بہ البلاد واھد بہ العباد، اللّٰھم املأبہ الارض عدلاً وقسطاً کما ملئت ظلماً وجوراً(

''خدایا! جس کا تونے وعدہ کیا ہے اسے اپنے نبی کیلئے پورا کر دے خدایا! اس کے کلمہ کو ظاہر کر دے اور اس کی دعوت کی آواز کو بلند کر اور اس کے اور اپنے

دشمن کے مقابلہ میں اس کی مدد فرما۔۔۔خدایا!اس کی غلبہ عطا کرنے والی مدد سے مدد کر اور اس کو آسانی سے مکمل فتح عطا کر خدایا! اس کے ذریعہ سے گمنامی کے بعد دین کو غلبہ عطا کر اور اس کے ذریعہ حق کو ڈوبنے کے بعد طالع کر اور اس کے ذریعہ سے ظلمت کو نورانیت عطا کر اور اس کے ذریعہ مشکلات کو دور فرما اور خدایا اس کے ذریعہ شہروں کو امن عطا کر اور بندوں کی ہدایت کر خدایا اس کے ذریعہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے جبکہ وہ ظلم وجور سے بھر چکی ہو''

انتقام اور خون خواہی کیلئے دعا

''انتقام''اور انتقام کیلئے دعا مانگنا موقف کا جزء ہے حضرت ابراہیمؑ بلکہ حضرت نوحؑ سے لیکر آج تک خاندان توحید کا ایک ہی موقف ہے۔ان کا راستہ اور ان کی غرض وغایت ومقصد ایک ہے اور یہ موقف حضرت ابراہیم سے لیکر امام مہدی کے ظہور تک اس طرح باقی رہے گا تا کہ خداوند عالم ان کے ذریعہ اس خون واشک کے فتوحات،اور مشکلات کی راہ میں ان کو فتح ونصرت عطا کرے اور خدا ان لوگوں سے جنھوں نے ان کو شہید کیا،ان پر ظلم وستم کیا اس راستہ میں ظلم وستم کرنے والوں کی قیادت کی،ان کے رہبر،ان کی نسل اور جنھوں نے اللہ کے دین سے روکا ان سے انتقام لے۔

اس خاندان پر سب سے زیادہ ظلم وستم،مصائب،پیاس قتل وغارت کربلا کے میدان میں حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے اہل بیت علیہم السلام اور اصحاب پر ڈھائے گئے۔

ہم خداوند قدوس سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہم کو ان لوگوں سے انتقام لینے والوں میں سے قرار دے جنھوں نے ظلم وستم ڈھائے،اس روش پر برقرار رہے ،ان کی اتباع کی اور جو ان کے اس فعل پر راضی رہے۔

)اللّھم واجعلنا من الطالبین بثارہ مع امام عدل تعزّ بہ الاسلام و اٴھلہ یا ربّ العالمین(

''خدایا!ہم کو امام حسین علیہ السلام کے خون کا بدلہ لینے والوں میں امام عادل(امام زمانہ) کے ساتھ قرار دے جس کے ذریعہ تو اسلام اور اہل اسلام کو عزت دے گا اے عالمین کے پروردگار''

۱۔رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہل بیت علیہم السلام کیلئے دعا

ان پر درود اور خداوند عالم کی جانب سے ان کیلئے طلب رحمت:

)اللّھم صلّ علی محمّد وآلہ صلوات تجزل لھم بھا من نحلک وکرامتک،وتکمل لھم الاشیاء من عطایاک ونوافلک،وتوفّر علیھم الحظ من عوائدک وفواضلک(

''خدایا!محمد وآل محمد پر ایسے درود بھیج جس کے ذریعہ تو ان کیلئے اپنی بزرگواری اور کرم کو وافر مقدار میں ان کو عطا کر اور ان کیلئے اپنی بخششیں کامل کر اور ان پر بکثرت اپنی نعمتیں نازل فرما''

)اللّھم صلّ علی محمّد وبارک علی محمّد وآل محمّد،کاٴفضل ماصلّیت وبارکت وترحمت وتحنّنت وسلّمت علی ابراھیم وآل ابراھیم(

''خدایا محمد اور آل محمد پر درود بھیج اور محمد وآل محمد پر برکت نازل فرما جس طرح کہ تو نے صلوات وبرکت ورحمت،مہربانی اور سلام ابراہیم اور آل ابراہیم پر قرار دیا ہے،

۲۔رسول کیلئے دعا:رسول اور اہل بیت علیہم السلام کے سلسلہ میں یہ دعا خدا ان کو اپنے بندوں کیلئے اپنی رحمت تک پہنچنے کا ذریعہ اور شفیع قرار دے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت میں آیا ہے:

)اللّٰھم اعط محمداًالوسیلۃوالشرف والفضیلۃوالمنزلۃالکریمۃاللّٰھم اعط محمّداًاشرف المقام وحباءالسلام وشفاعۃالاسلام،اللّٰھم الحقنابہ غیر خزایاولاناکثین ولانادمین(

''خدایا!محمد کووسیلہ،شرف اور فضیلت اور کریم منزلت عطافرماخدایاتومحمد کو بہترین مقام اور سلام کاتحفہ اور شفاعت اسلام عطاکر خدایاہم کوان سے اس طرح ملاکہ نہ رسواوذلیل ہوں نہ عہد کے توڑنے والے اور نہ شرمندہ ہوں''

اور رسول خداﷺ کی زیارت میں آیاہے:(اللّٰھم واعط الدرجۃوالوسیلۃمن الجنۃوابعثہ المقام المحمود،یغبطہ بہ الاوّلون والآخرون(

''خدایا!ان کوبلند درجہ عطاکراور وسیلۂ جنت عطاکراور ان کو مقام محمود پر مبعوث کر کہ ان پر اولین وآخرین غبطہ کریں''

۳۔رسول خداﷺاور ان کے اہل بیت علیہم السلام سے اللہ کے اذن سے توسل کرنا:

)فاجعلني اللّٰھم بمحمّد واھل بیتہ عندک وجیھاًفی الدنیاوالآخرۃ،یارسول اللہ اني اتوجہ بک الی اللہ ربّک وربي لیغفرلي ذنوبي ویتقبل مني عملي ویقضي لي حوائجي.فکن لي شفیعاًعندربّک وربي فنعم المسؤول المولیٰ ربي ونعم الشفیع أنت یامحمّد علیک وعلی أھل بیتک السلام(

''بارالٰہا!پس مجھ کو محمد اور ان کے اہل بیت کے نزدیک دنیااور آخرت میں سرخروقرار دے یارسول اللہ بیشک میں آپ کے اور اپنے پروردگار کی طرف آپ کے وسیلہ سے متوجہ ہوتاہوں تاکہ وہ میرے گناہ بخش دے اور مجھ سے میرا عمل قبول کرے اور میری حاجتیں پوری کرے،لٰہذا آپ اپنے اور میرے پروردگار کے نزدیک میرے شفیع ہو جایئے کیونکہ پروردگار بہت اچھاآقااور سوال کرنے کے لائق ہے اور اے محمد! آپ بہترین شفیع ہیں آپ پر اور آپ کے اہل بیت پر درود وسلام ہو''

زیارت ائمۂ اہل بقیع علیہم السلام میں آیاہے:

)وھذامقام مَن اسرف وأخطاواستکان،واقرّبماجنیٰ،ورجیٰ بمقامہ الخلاص۔۔۔فکونوالی شفعاءفقدوفدت الیکم اذرغب عنکم أھل الدنیاواتخذوآآیات اللہ ھزواًواستکبرواعنھا(

''آپ کے سامنے وہ شخص کھڑاہے جس نے زیادتی کی ہے غلطی کی ہے مسکین ہے،اپنے گناہوں کامعترف ہے اور اب نجات کاامیدوار ہے۔۔۔آپ اہل بیت اس کی بارگاہ میں میرے شفیع بن جائیں کہ میں آپ کی بارگاہ میں اس وقت آیاہوں جب اہل دنیاآپ سے کنارہ کش ہوگئے اور انھوں نے آیات خداکا مذاق اڑایاہے''

رسول خداﷺ کے چچاحضرت حمزہ علیہ السلام کی زیارت میں آیاہے:

)اتیتک من شقۃطالب فکاک رقبتي من النار وقداُوقرت ظھري ذنوبي وآتیت مااسخط ربي ولم اُجد اُحداًافزع الیہ خیراًلي منکم أھل بیت الرحمہ فکن لي شفیعاً(

''میں بہت دور سے آیاہوں میرامقصد یہ ہے کہ اللہ میری گردن کو جہنم سے آزاد کردے کہ گناہوں نے میری کمر توڑ دی ہے اور میں نے وہ کام کئے ہیں جنھوں نے میرے خداکو ناراض کر دیاہے اور اب کوئی نہیں ہے جس کے سامنے فریاد کروں یاآپ سے بہتر ہوآپ اہل بیت رحمت ہیں لٰہذاروز فقروفاقہ میری شفاعت فرمائیں''

۴۔اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب اہل بیت علیہم السلام کی ہمنشینی قیامت میں ان کی ہمسائیگی اور دنیامیں ان کی ہدایت اور ان کے راستہ پر ثابت قدمی کاسوال

کر کے متوجہ ہونااور یہ کہ ہم دنیامیں انھیں کی طرح زندہ رہیں اور ہم کوانھیں کی طرح موت آئے اور ہم آخرت میں اُن ہی کے گروہ بلکہ ان ہی کے ساتھ محشور کئے جائیں جیسے اللہ نے مجھے دنیامیں ان کی ہدایت اوران سے محبت کرنے کی توفیق عطا کی ہے۔

رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت میں وارد ہوا ہے :(اللّھم واُعوذ بکرم وجھک اُن تقیمني مقام الخزي والذّل یوم تھتک فیہ الاُستار و تبدوفیہ الاُسرار، وترعد فیہ الفرائص ویوم الحسرۃ والندامۃ، یوم الآفکۃ، یوم الآزفۃ، یوم التغابن، یوم الفصل، یوم الجزاء، یوماًکان مقدارہ خمسین الف سنۃ، یوم النفخۃ، یوم ترجف الراجفۃ، تتبعھاالرادفۃ، یوم النشر، یوم العرض، یوم یقوم الناس لربّ العالمین، یوم یفرّالمرء من اخیہ وامہ واُبیہ وصاحبتہ وبنیہ، یوم تشقق الارض واکناف السماء، یوم تاتي کلّ نفس تجادل عن نفسھا، یوم یُردون الی اللہ فیُنبئُھم بما عملوا، یوم لایغني مولیٰ عن مولیٰ(

''اور میں تیری کریم ذات کی پناہ میں آیاہوں کہ تو مجھ کوذلت ورسوائی کی منزل میں کھڑانہ کرنااس دن جس دن تمام پردے چاک ہو جائیں گے اور تمام راز ظاہر ہو جائیں گے اور بند بند کانپیں گے اور وہ دن حسرت وندامت کادن ہوگا وہ دن برائیوں کے کھل جانے کااور انسان کے خسارہ کادن ہوگا، جس دن فیصلہ بھی ہوگااور جزاء بھی دی جائیگی جودن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا، جب صور پھونکا جائیگا جب زمین لرز جائے گی اوراسے مسلسل جھٹکے لگیں، نامۂ اعمال نشر ہوگا، معاملات پیش ہوں گے اور بندے رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے، جب ہر شخص اپنے بھائی، ماں، باپ، بیوی اور بچوں سے بھاگ رہاہوگا زمین شق ہو جائے گی آسمان پھٹ جائیگااور ہر شخص اپنے سے دفاع کرنے کی کوشش کریگا، تمام لوگ اللہ کی بارگاہ میں پلٹادئے جائیں گے تو اور وہ لوگوں کوان کے اعمال سے باخبر کریگاجب کوئی دوست کسی کے کام نہ آئے گا''

اوراس کے بعد قیامت کے خوفناک دن میں رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اللہ کے اولیاء کی مصاحبت طلب کرنا:

)اللّھم ارحم موقفي في ذلک الیوم ولا تخزني في ذلک الموقف بماجنیت علی نفسي، واجعل یاربّ في ذلک الیوم مع اولئک منطلقي وفي زمرۃ محمّد اُھل بیتہ محشري واجعل حوضہ موردي۔۔۔واعطني کتابي بیمیني(

''خدایا!اس دن کے موقف میں مجھ پر رحم کرناآج کے اس موقف کے طفیل میں تو مجھے اس موقف میں رسوانہ کرناان زیادتیوں کی بناپر جو میں نے اپنے اوپر کی ہیں اوراے خدااس دن مجھے اور میری منزل کواپنے اولیاء کے ساتھ قرار دینااور مجھے اپنے پیغمبر اوراہل بیت کے زمرہ میں محشور کرناان کے حوض کوثر پر وارد کرنا۔۔۔اور نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دینا ''

زیارت حضرت ابوالفضل العباس میں آیاہے :

) فجمع اللہ بیننا وبینک وبین رسولہ واولیاءٗ(

''اللہ ہمیں اور آپ کواپنے رسول اور اولیاء کے ساتھ بلند ترین منزل میں قرار دے '

بعض زیارات کی نصوص میں وارد ہوا ہے :

)وثبّت لي قدم صدق مع الحسین واصحاب الحسین الذین بذلوا مھجھم دون الحسین(

''خدایا! مجھے روز قیامت ثبات قدم دیناحسین اور اصحاب حسین کے ساتھ جنھوں نے تیرے حسینؑ کے سامنے اپنی جانیں قربان کردی ہیں''

زیارت عاشوراء کے بعد دعاء علقمہ میں آیاہے :

)اللّھم احینیحیاۃ محمّد وذریۃ محمّد وامتني مماتھم وتوفني علی ملّتھم واحشرني في زمرتھم ولا تفرّق بیني وبینھم طرفۃ عین ابداًفي الدنیاوالآخرہ(

''خدایا! مجھ کو محمد اوران کی ذریت کی حیات اورانھیں کی موت عطافرما انھیں کی ملت پراٹھانااورانھیں کے زمرہ میں محشور کرنااور میرے اوران کے درمیان دنیااور آخرت میں ایک لحظہ کی جدائی نہ ہونے دینا''

زیارت عاشوراغیر معروفہ میں آیاہے:

)اللّٰھم فصلِّ علیٰ محمّد وآل محمّد واجعل محیاي محیاھم ومماتي مماتھم،ولا تفرّق بیني وبینھم في الدنیاوالآخرۃ انّک سمیع الدعاء(

''خدایا! محمد اور آل محمد پر رحمت نازل فرمااور میری زندگی کوان کی جیسی زندگی اور میری موت کوان کی جیسی موت بنادے اور میرے اوران کے درمیان دنیااور آخرت میں جدائی نہ ہونے دیناتودعاؤں کا سننے والا ہے ''

زیارت جامعہ میں آیاہے:

)فثبتني اللہ ابداًماحییت علی موالاتکم ومحبتکم و،وفقني لطاعتکم،ورزقني شفاعتکم وجعلني من خیار موالیکم التابعین لمادعوتم الیہ وجعلني ممن یقتص آثارکم ویسلک ویھتدي بھداکم ویحشر في زمرتکم،ویکرّ فیر جعتکم ویملک في دولتکم،ویشرف في عافیتکم ویمکن في ایامکم وتقرّعینہ غداًبرؤیتکم(۔

''اللہ مجھے تاحیات آپ کی محبت آپ کی موالات اور آپ کے دین پرثابت رکھے آپ کی اطاعت کی توفیق دے آپ کی شفاعت نصیب کرے اور آپ کے بہترین غلاموں میں،آپ کی دعوت کااتباع کرنے والوں میں قرار دے اوران میں قرار دے جو آپ کے آثار کااتباع کریں اور آپ کے راستہ پر چلیں،آپ سے ہدایت حاصل کریں اور قیامت میں آپ کے ساتھ محشور ہوں،آپ کی رجعت میں واپس ہوں،آپ کی حکومت میں حاکم بنیں اور آپ کی عافیت کاشرف حاصل کریں اور آپ کے زمانہ میں اختیار حاصل کریں''

زیارت حضرت ابوالفضل العباسؑ میں آیاہے:

)فجمع اللہ بیننا وبینک وبین رسولہ واولیاۂ في منازل المخبتین(

''اللہ ہمیں اور آپ کودرمیان اپنے رسول اوراولیاء کے ساتھ بلند ترین منزل میں قرار دے '

اس طرح زیارت کرنے والے اور زیارت کئے جانے والے شخص کے درمیان رابطہ کامل ہوجاتاہے یہ دوطرفہ رابطہ ہے جس میں دعااور زائر کی جانب سے زیارت کی جانے والی ہستی پر درودوسلام،اس میں خداوند عالم سے دعاہے کہ زیارت کئے جانے والی ہستی کی شفاعت اور قیامت میں اس کی ہمنشینی حاصل ہو یہاں زائراور جس کی زیارت کی جائے دونوں کے مابین رابط خداہے اسی لئے وہ ابتداءاور انتہاء دونوں ہی میں توجہ کامرکزہے۔